حدیث
اور
اہلحدیث

ایک تحقیق ایک تجزیہ

انوارِ خورشید

فاضل وفاق المدارس العربیہ پاکستان

فاضل جامعہ مدنیہ لاہور

جمعیۃ اہل سنۃ لاہور

Marfat.com

حدیث

اور

اہلحدیث

ایک تحقیق ○ ایک تجزیہ

انوارِ خورشید

فاضل وفاق المدارس العربیۃ پاکستان

فاضل جامعہ مدنیہ، لاہور

○

جمعیۃ اہل السنۃ لاہور

Marfat.com

نام کتاب: .... حدیث اور اہلحدیث

مصنف: .... انوار خورشید

صفحات: ۹۱۲

طبع نمبر ۲۳: .... صفر المظفر ۱۴۳۰ فروری ۲۰۰۹

ناشر: .... جمعیت اہل سنت لاہور

باہتمام: .... حافظ فہیم الدین

پریس: .... اصغر پرنٹنگ پریس

Marfat.com

انتساب

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا سید حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ
مؤسس جامعہ مدنیہ لاہور ، (م ۱۴۰۸ھ)

بحر العلوم حضرت مولانا قاری عبد الرشید رحمۃ اللہ علیہ ——
استاذ جامعہ مدنیہ لاہور ، (م ۱۴۱۲ھ)

کی ارواحِ مبارکہ کے نام ——

جن کی علمی و رُوحانی تربیت سے اِس قابل ہو سکا
کہ اپنی یہ تالیف اہلِ علم کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں

گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

انوار خورشید

Marfat.com

گزارشِ احوال

غیر مقلدین حضرات متنازع مسائل سے متعلق چند احادیث سادہ لوح عوام کو دکھلا کر انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ حدیث پر فقط اہلحدیث عمل کرتے ہیں اور کوئی نہیں اور حنفی لوگ تو حدیث کے خلاف عمل کرتے ہیں اور اُنکے پاس نماز سے متعلق احادیث ہیں ہی نہیں۔ کچھ بیچارے ان کے دھوکہ میں آجاتے ہیں اور انہیں صحیح سمجھ کر اپنا موقف و مسلک تک بدل لیتے ہیں۔ اس صورتحال کے پیشِ نظر اس بات کی ضرورت تھی کہ ایک ایسی کتاب ترتیب دی جائے جس میں اُن احادیث کو جمع کیا جائے جن پر احناف عمل کرتے ہیں اور غیر مقلدین ان پر عمل کرنا تو کجا ان کے خلاف عمل کرتے ہیں چنانچہ اللہ کا نام لے کر یہ کام شروع کر دیا گیا البتہ یہ کام چونکہ انتہائی اہم تھا اس لیے اس میں کافی عرصہ لگ گیا، تاہم اللہ کے فضل و کرم سے اب یہ کتاب زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ گئی ہے۔ اس کتاب میں مسائل نماز سے متعلق طہارت سے لیکر جنازہ تک تقریباً ۹۷ عنوانات قائم کر کے ان سے متعلق احادیث کو جمع کیا گیا ہے اور بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ دیکھئے اس قدر کثیر تعداد میں یہ احادیث موجود ہیں جو ان کتابوں سے لی گئی ہیں جنکا حدیث کی امہات الکتب میں شمار ہوتا ہے۔ ان پر احناف عمل کرتے ہیں اور غیر مقلدین نے انہیں پسِ پشت ڈال رکھا ہے، لہٰذا انکا یہ کہنا کہ احناف حدیث پر عمل نہیں کرتے یہ بالکل غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات خود متنازع مسائل سے متعلق چند احادیث پر بزعم خویش عمل کر کے باقی سب کو ترک کر دیتے ہیں اور دوسروں پر ترکِ حدیث کا الزام لگاتے ہیں۔ اس کوشش میں ہم کس حد تک کامیاب ہو سکے ہیں یہ تو قارئین ہی بتا سکیں گے، اتنا ضرور ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد انشاء اللہ یہ بات نکھر کر سامنے آجائیگی کہ حدیث پر کون عمل کرتا ہے اور کون نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور التجا ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو قبول و منظور فرما کر ہماری نجات اور عوام کی ہدایت کا ذریعہ بنائے، وما علینا الا البلاغ

(نواز خورشید)

Marfat.com

سخن گفتنی

راقم الحروف بارگاہِ خداوندی میں بصد عجز و نیاز شکر و سپاس پیش کرتا ہے کہ محض اس کے فضل و کرم سے بندہ کی یہ حقیر کوشش "حدیث اور اہل حدیث" اس قدر مقبول ہوئی کہ اس کا پہلا ایڈیشن بغیر کسی اشتہار و تبصرہ کے ہاتھوں ہاتھ نکل گیا، علما، طلبا اور عوام نے اسے قبولیت کے ہاتھوں لیا۔ راقم کی حوصلہ افزائی کی، قیمتی آرا و مشوروں سے نوازا۔ یہ کتاب جو غیر مقلدین کے اس الزام کو دور کرنے کے لیے لکھی گئی ہے کہ ——— حنفی احادیث کے بجائے امام ابوحنیفہؒ کے اقوال پر عمل کرتے ہیں ان کے پلے احادیث نہیں ہیں ——— اس کتاب نے جہاں غیر مقلدین کے اس الزام کو دور کیا، اور بتلایا کہ احناف کثر اللہ سوادھم کے پاس احادیث مبارکہ کثرت کے ساتھ موجود ہیں اور وہ ان احادیث ہی پر عمل کرتے ہیں، اور غیر مقلدین کا پروپیگنڈا غلط ہے۔

نیز اس کتاب سے جہاں بہت سے گم کردہ راہوں کو ہدایت ملی اور بہت سے لوگوں کے دلی اطمینان کا سبب بنی، وہیں اس سے غیر مقلدین کے حلقہ میں اضطراب اور بے چینی بھی پھیلی اور ان کے عوام اُن سے اس کے جواب کا مطالبہ کرنے لگے، غیر مقلدین نے اپنی خفت مٹانے اور اپنے عوام کو مطمئن کرنے کے لیے یہ راگ الاپنا شروع کر دیا ——— کہ یہ کتاب ہے اور اس میں سب حدیثیں ضعیف ہیں ——— لیکن یہ ایسی بات ہے کہ اس سے کوئی بھی عقل سلیم رکھنے والا منصف مزاج شخص مطمئن نہیں ہو سکتا، مقامِ غور ہے کہ ایسی کتاب جس میں بیسیوں آیاتِ مبارکہ، صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ) اور ان کے علاوہ حدیث کی مستند و معتبر کتابوں سے ماخوذ احادیث مبارکہ اور معتبر متونِ فقہ میں منقول ائمہ مجتہدین کے اقوال ہوں۔ اس کے بارے میں یک لخت بلا دلیل یہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے کہ یہ غلط کتاب ہے اور اس میں

Marfat.com

سب حدیثیں ضعیف ہیں؟ ع۔ ایں کار از تو می آید مرداں چنیں کنند، غیر مقلدین کی اس قسم کی باتوں سے ان کی بوکھلاہٹ کا اظہار تو ضرور ہوتا ہے لیکن کتاب کی افادیت اور اس میں اپنائے گئے موقف پر ذرا فرق نہیں پڑتا ــــــــ یہ بات بھی سننے میں آئی ہے کہ غیر مقلدین اس کتاب کا جواب لکھ رہے ہیں، اگر یہ بات صحیح ہے تو چشم ما روشن دلِ ماشاد ضرور جواب لکھیں انہیں اس کا حق ہے لیکن جواب لکھنے والے چند باتوں کو ملحوظ رکھ کر جواب لکھیں تاکہ اس کا کچھ فائدہ ہو محض تضیع اوقات نہ ہو۔

(۱) جو صاحب جواب لکھیں اگر وہ اس کتاب میں مذکور احادیث پر جرح کریں تو جرح مفسر کریں اور جرح کا ایسا سبب بیان کریں جو متفق علیہ ہو نیز جارح ناصح ہونا چاہیئے نہ کہ متعصب۔ اس چیز کا خاص خیال رکھیں کہ کوئی ایسی جرح نہ ہو جو بخاری و مسلم کے راویوں پر ہو چکی ہو

(۲) جو صاحب جواب لکھیں وہ تدلیس، ارسال، جہالت، شارت جیسی جرحیں نہ کریں کیونکہ اس قسم کی جرحیں متابعت اور شواہد سے ختم ہو جاتی ہیں، اور متابع و شواہد اس کتاب میں پہلے ہی کثرت کے ساتھ ذکر دیئے گئے ہیں، ان باتوں کو ملحوظ رکھ کر جو جواب دیا جائے گا وہ یقیناً درخورِ اعتنا سمجھا جائے گا ورنہ بے جا اور فضول باتوں سے ہمیں کوئی سروکار نہ ہو گا۔

بفضلِ خدا اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن قارئین کے ہاتھوں میں ہے اس ایڈیشن میں بعض مقامات پر ترمیم و اضافہ کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر مفید حواشی لکھے گئے ہیں اور پہلے ایڈیشن میں رہ جانے والی کتابت کی بہت سی اغلاط کو درست کر دیا گیا ہے اس طرح یہ کتاب اپنی افادیت اور خوبی میں پہلے سے دوچند ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرما کر ہماری نجات اور عوام کی ہدایت کا ذریعہ بنا دے۔ وما علینا الا البلاغ

انوار خورشید

Marfat.com

فہرست مضامین

صفحہ		نمبر شمار
۲۰	تقدیم	
۲۱	حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی توہین وتنقیص۔	
۲۸	حضرت امام ابوحنیفہؒ اکابر امت کی نظر میں۔	
۳۴	غیر مقلدین کی فقہ حنفی سے نفرت وعداوت۔	
۳۷	مولوی اشرف سلیم کا مبلغ علم۔	
۴۰	محی الدین لاہوری غیر مقلد کا مبلغ علم۔	
۴۲	حقیقت الفقہ کے چند حوالجات کا تجزیہ۔	
۸۴	غیر مقلدین کا احناف کے بارے میں نظریہ۔	
۸۶	حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصولِ اجتہاد۔	
۸۹	چند مسائل جن میں قیاس کو چھوڑ کر احادیث پر عمل کیا گیا ہے۔	
۹۸	غیر مقلدین حدیث پر عمل کرتے ہیں یا اس سے بغاوت؟	
۱۰۴	حنفی گمراہ اور فرقہ ناجیہ سے خارج ہیں ان سے نکاح جائز نہیں۔	
۱۰۶	بخاری شریف آگ میں، العیاذ باللہ۔	
۱۰۷	نواب وحید الزماں صاحب کی امام بخاریؒ پر تنقید۔	

Marfat.com

نمبر شمار		صفحہ
	نواب وحید الزماں صاحب کی بخاری شریف کے ایک راوی پر سخت تنقید۔	۱۰۷
	بخاری شریف حکیم فیض عالم کی نظر میں۔	۱۰۸
	حکیم فیض عالم کے نزدیک امام بخاری واقعہ افک کی روایت میں مرفوع القلم ہیں۔	۱۰۸
	بخاری شریف میں موضوع روایت۔	۱۰۹
	بخاری شریف کے ایک مرکزی راوی پر حکیم فیض عالم کی جرح و تنقید۔	۱۰۹
	امام ترمذی پر حکیم فیض عالم کی تنقید۔	۱۱۰
	مسند امام احمد بن حنبل حکیم فیض عالم کی نظر میں۔	۱۱۰
	شرح معانی الآثار مولوی عبدالعزیز مناظر ملتانی کی نظر میں۔	۱۱۱
	غیر مقلدین کا مقصد احیاء سنت نہیں امت میں اختلاف و انتشار پھیلانا ہے۔	۱۱۲
	غیر مقلدین کے چودھویں صدی کے مجدد کے کارنامے۔	۱۲۹
	غیر مقلدین کا احناف کی مساجد میں نماز پڑھنے کا مقصد۔	۱۳۱
	سبب تالیف۔	۱۳۲
	کتاب کا طرز۔	۱۳۳
	تالیف کتاب سے مقصود۔	۱۳۵

Marfat.com

نمبر شمار		صفحہ
۱	تھوڑا پانی نجاست کے واقع ہونے سے ناپاک ہو جاتا ہے تھوڑی نجاست ہو یا زیادہ۔	۱۳۷
۲	منی ناپاک ہے۔	۱۴۲
۳	شراب کے ناپاک ہونے کی دلیل۔	۱۴۹
۴	مردار خون خنزیر سب ناپاک ہیں۔	۱۵۶
۵	کتا ناپاک ہے۔	۱۶۳
۶	حلال و حرام سب جانوروں کا پیشاب ناپاک ہے۔	۱۶۶
۷	صرف پگڑی پر مسح صحیح نہیں۔	۱۷۱
۸	وضوء میں پاؤں کا دھونا فرض ہے۔	۱۷۵
۹	وضوء شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے فرض نہیں۔	۱۷۷
۱۰	گردن (گدی) پر مسح کرنا مستحب ہے۔	۱۸۲
۱۱	بدن کے کسی حصہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے	۱۸۷
۱۲	قے آنے اور نکسیر بہنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔	۱۹۱
۱۳	نماز میں قہقہہ لگانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔	۱۹۳
۱۴	شرم گاہ پر ہاتھ لگنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔	۱۹۷
	ایک نئی دریافت۔	۲۰۳
۱۵	اعضاء وضوء میں سے ذرا سی جگہ بھی خشک رہ گئی تو وضوء نہیں ہوگا (ناخن پالش کا مسئلہ)	۲۰۴
۱۶	پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ رُو ہونا اور پیٹھ کرنا منع ہے۔	۲۰۷
	ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق۔	۲۱۰

Marfat.com

نمبر شمار		صفحہ
۱۷	جمعہ کے دن غسل واجب نہیں سنت ہے۔	۲۱۴
۱۸	تیمم میں دو ضربیں ہیں۔	۲۲۱
۱۹	حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدّت۔	۲۲۶
۲۰	طہارت کے بغیر قرآنِ پاک کو چھونا جائز نہیں۔	۲۲۹
۲۱	کپڑوں کا اور بدن کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے	۲۳۲
۲۲	جگہ کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے۔	۲۳۵
۲۳	ستر کا ڈھانپنا نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے۔	۲۳۸
۲۴	فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھنا افضل ہے۔	۲۴۰
۲۵	ظہر کی نماز گرمیوں میں تاخیر سے اور سردیوں میں جلدی پڑھنی چاہیے۔	۲۴۷
۲۶	تین اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔	۲۵۰
۲۷	بلا عذر دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا جائز نہیں۔	۲۵۲
	فٹ بال کھیلنے کے لیے جمع بین الصلاتین۔	۲۵۸
	نوکری کے لیے جمع بین الصلوتین۔	۲۵۸
۲۸	اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہے جائیں۔	۲۵۹
۲۹	تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا سنت ہے	۲۷۰
۳۰	نماز میں دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا مسنون ہے۔	۲۷۵
۳۱	تکبیر تحریمہ کے بعد سبحانک اللّٰھم و بحمدک پڑھنا مسنون ہے۔	۲۸۵
۳۲	نماز میں بسم اللہ اونچی آواز سے نہیں پڑھنی چاہیے۔	۲۹۱
۳۳	امام کے پیچھے قرات نہیں کرنی چاہیے۔	۲۹۹
	خلفاء راشدین امام کے پیچھے قرارت کرنے سے منع کرتے تھے۔	۳۲۸

Marfat.com

نمبر شمار	صفحہ
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان۔	۳۲۸
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان۔	۳۲۹
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول وعمل۔	۳۳۰
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول وعمل۔	۳۳۱
حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول وعمل۔	۳۳۳
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا فرمان۔	۳۳۵
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان۔	۳۳۵
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا قول وعمل۔	۳۳۶
حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا فرمان۔	۳۳۷
حضرت علقمہ بن قیس رحمہ اللہ کا قول وعمل۔	۳۳۸
حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ کا فرمان۔	۳۳۹
حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ کا فرمان۔	۳۳۹
حضرت سوید بن غفلہ رحمہ اللہ کا فرمان۔	۳۴۰
حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کا فرمان۔	۳۴۰
حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا فرمان۔	۳۴۰
حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ کا فرمان۔	۳۴۱
حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا فرمان۔	۳۴۲
حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مسلک۔	۳۴۲
حضرت امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام زہریؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ اور اسحٰق بن راہویہ کا مسلک۔	۳۴۲
حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک۔	۳۴۳
امام فخرالدین محمد بن عمر رازی شافعی کی تحقیق۔	۳۸۲

Marfat.com

نمبر شمار		صفحہ
	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح کا فرمان۔	۳۴۳
	علامہ ابن تیمیہ رح کا فیصلہ۔	۳۴۳
۳۴	جس نے امام کو رکوع میں پالیا اس نے وہ رکعت پالی۔	۳۵۳
۳۵	فرضوں کی آخری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیئے اور ان رکعتوں میں فاتحہ کی جگہ تسبیح پڑھنا اور خاموش رہنا بھی جائز ہے۔	۳۶۱
۳۶	نماز میں آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے۔	۳۶۸
	حضرت عمر رض اور حضرت علی رض آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے۔	۳۷۶
	حضرت عبداللہ بن مسعود رض بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے۔	۳۷۷
	حضرت ابراہیم نخعی رح خود بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے اور فتویٰ بھی آمین کے آہستہ آواز سے کہنے کا دیتے تھے۔	۳۷۸
	حضرت امام شعبی رح اور حضرت ابراہیم تیمی رح بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے۔	۳۷۹
	حضرت سفیان ثوری رح کا مسلک بھی آمین آہستہ آواز سے کہنے کا ہے۔	۳۷۹
	حضرت امام ابو حنیفہ رح کا مسلک یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آواز سے آمین کہیں۔	۳۸۰
	امام مالک رح کا مسلک یہ ہے کہ امام تو آمین کہے ہی نہیں مقتدی آہستہ آواز سے کہیں۔	۳۸۱
	امام شافعی رح کا مسلک یہ ہے کہ امام تو اونچی آواز سے آمین کہے لیکن مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہیں۔	۳۸۱

Marfat.com

نمبر شمار		صفحہ
۳۷	تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیئے۔	۳۹۰
	خلفاء راشدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔	۴۰۳
	حضرت عمر رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔	۴۰۴
	حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔	۴۰۵
	حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔	۴۰۶
	حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بھی تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔	۴۰۷
	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھ کر حضرت سالمؒ اور قاضی محارب بن دثارؒ کا اعتراض کرنا۔	۴۰۸
	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرنا۔	۴۰۹
	حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھ کر حضرت میمون مکیؒ کا حضرت ابن عباسؓ کے پاس جاکر حیرت سے سوال کرنا۔	۴۱۰
	حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے حضرت عبادؒ کا فرمان۔	۴۱۱
	حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب و تلامیذ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔	۴۱۱
	حضرت ابو اسحٰق سبیعی، حضرت امام شعبی اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ تینوں ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔	۴۱۲

Marfat.com

نمبر شمار		صفحہ
	حضرت اسود بن یزیدؒ اور حضرت علقمہؒ بھی ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے	۴۱۳
	حضرت قیسؒ بن ابی حازم بھی ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔	۴۱۳
	حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ بھی صرف ابتداء نماز میں ہی رفع یدین کرتے تھے۔	۴۱۴
	حضرت خیثمہؒ بھی صرف ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔	۴۱۴
	حضرت سفیان ثوریؒ بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے	۴۱۴
	محدث اسحٰقؒ بن اسرائیل بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کے قائل ہیں۔	۴۱۵
	حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک۔	۴۱۵
	حضرت امام مالکؒ کا مسلک۔	۴۱۶
	ترکِ رفع یدین پر اہلِ مدینہ کا اجماع۔	۴۱۶
	ترکِ رفع یدین پر اہلِ کوفہ کا اجماع۔	۴۱۷
	ترکِ رفع یدین پر فقہاء کا اجماع۔	۴۱۸
	کسی بھی مقام پر رفع یدین کے واجب نہ ہونے پر اجماع۔	۴۱۸
	رفع یدین کے مسئلے میں غیر مقلدین کی کذب بیانیاں اور بددیانتیاں	۴۲۸
۳۸	نماز میں جلسہ استراحت نہیں کرنا چاہیے۔	۴۳۶
	خلفاء راشدین جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔	۴۴۱
	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔	۴۴۱
	حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔	۴۴۲

Marfat.com

نمبر شمار		صفحہ
	حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے۔	۴۴۲
	حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ بھی جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے۔	۴۴۲
	عام صحابہ کرام جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے۔	۴۴۴
	حضرت ابن ابی لیلیٰؒ بھی جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے۔	۴۴۵
	حضرت ابراہیم نخعی بھی جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے۔	۴۴۵
	عام مشائخ کا معمول تھا کہ وہ جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے۔	۴۴۵
	حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ جلسۂ استراحت کے قائل نہیں ہیں۔	۴۴۶
	خالد گرجاکھی صاحب کا جھوٹ۔	۴۵۰
۳۹	نماز میں سجدے سے اُٹھتے وقت دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر نہیں اُٹھنا چاہیئے۔	۴۵۰
	علامہ ابن قیم حنبلیؒ کی تحقیق۔	۴۵۳
۴۰	دونوں قعدوں میں ایک طرح بیٹھنا ہی مسنون ہے اور تورک مسنون نہیں ہے۔	۴۵۴
۴۱	پہلے قعدہ میں تشہد سے آگے کچھ نہیں پڑھنا چاہیئے۔	۴۶۱
۴۲	فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر اجتماعی دُعا مانگنا صحیح ہے۔	۴۶۸
۴۳	عورت اور مرد کی نماز ایک جیسی نہیں بلکہ دونوں میں فرق ہے	۴۷۹
	غیر مقلدین سے ایک سوال۔	۴۷۹
۴۴	نابالغ کی امامت جائز نہیں۔	۴۹۰
۴۵	امام بہترین شخص ہونا چاہیئے۔	۴۹۶
۴۶	جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اور پتہ چلے کہ امام جنبی	۵۰۱

Marfat.com

نمبر شمار		صفحہ
	ہے یا بے وضو ہے تو امام اور مقتدی سب نماز لوٹائیں۔	
۴۷	صفوں کی درستگی میں کندھے سے کندھا ملانا سنت ہے نہ کہ قدم سے قدم ملانا۔	۵۰۸
۴۸	محلہ کی مسجد میں دوسری جماعت کروانا مکروہ ہے۔	۵۲۰
۴۹	نماز میں قرآن مجید دیکھ کر قرأت کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔	۵۳۱
۵۰	نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے جان بوجھ کر کلام کرے یا بھول سے۔	۵۳۵
۵۱	وتر واجب ہیں۔	۵۴۴
۵۲	وتر کی تین رکعتیں اکٹھی ایک سلام سے پڑھنی چاہئیں اور وتر کی پہلی دو رکعتوں کے بعد قعدہ واجب ہے۔	۵۵۳
	حضرت عمر فاروق رضؓ تین وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے۔	۵۶۴
	حضرت علی کرم اللہ وجہہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔	۵۶۶
	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تین رکعت وتر کے قائل تھے۔	۵۶۶
	حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے۔	۵۶۷
	حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی تین رکعت وتر کے قائل تھے۔	۵۶۷
	حضرت انسؓ تین رکعات وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے۔	۵۶۹
	حضرت ابی بن کعبؓ بھی وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے۔	۵۷۰
	حضرت ابوامامہ باہلیؓ بھی وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔	۵۷۰
	حضرت سعید بن جبیرؒ بھی وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔	۵۷۱
	حضرت علقمہؒ بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے۔	۵۷۱
	حضرت مکحولؒ بھی وتر تین رکعت ایک سلام سے پڑھتے تھے۔	۵۷۱

Marfat.com

	حضرت ابو العالیہؒ الریاحی بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے۔	۵۷۱
	حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا وتر کے متعلق فیصلہ۔	۵۷۲
	مدینہ طیبہ کے سات فقہاء بھی ایک سلام کے ساتھ تین رکعات وتر کے قائل تھے۔	۵۷۲
	حضرت ابو بکرؓ کے پوتے قاسم بن محمدؒ کا فرمان۔	۵۷۳
	اہل اسلام کا اجماع کہ وتر ایک سلام سے تین رکعات ہیں۔	۵۷۴
۵۳	وتر میں دعاء قنوت سارے سال واجب ہے اور دعاء قنوت کے لیے تکبیر کہنا اور دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا مسنون ہے اور دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہیے۔	
	غیر مقلدین کا ایک جھوٹ۔	۵۹۳
	صادق سیالکوٹی صاحب کا دھوکہ اور خیانت۔	۵۹۴
۵۴	فجر کی سنتیں فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے پر بھی پڑھنی جائز ہیں۔	۵۹۶
۵۵	فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹنا مسنون نہیں ہے۔	۶۰۹
۵۶	فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے	۶۱۶
۵۷	مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا مسنون نہیں ہے۔	۶۲۳
۵۸	تراویح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں۔	۶۳۰
	حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں تراویح بیس رکعات پڑھی جاتی تھیں۔	۶۳۶
	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی تراویح ۲۰ رکعات ہی پڑھی جاتی تھیں۔	۶۴۱
	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے۔	۶۴۲
	تراویح کے ۲۰ رکعات ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع۔	۶۴۳
	حضرت سوید بن غفلہؒ تراویح ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے۔	۶۴۵

Marfat.com

نمبر شمار		صفحہ
	حضرت ابوالبختریؒ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے۔	۶۴۵
	حضرت علی بن ربیعہؒ تراویح ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے۔	۶۴۵
	حضرت شتیر بن شکلؒ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے۔	۶۴۶
	حضرت حارث اعورؒ بھی تراویح ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے۔	۶۴۶
	حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہؒ، حضرت سعیدؒ بن الحسنؒ حضرت عمرانؒ عبدی ۲۰ رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔	۶۴۶
	حضرت ابراہیم نخعیؒ کا فرمان۔	۶۴۷
	حضرت عطاء بن ابی رباحؒ کا فرمان۔	۶۴۷
	حضرت ابن ابی ملیکہؒ تراویح ۲۰ رکعات پڑھایا کرتے تھے۔	۶۴۸
	حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت عبداللہؒ بن مبارک ۲۰ رکعات تراویح کے قائل تھے۔	۶۴۸
	حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک۔	۶۴۹
	حضرت امام مالکؒ کا مسلک۔	۶۴۹
	حضرت امام شافعیؒ کا مسلک۔	۶۵۰
	حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک۔	۶۵۲
	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا فرمان۔	۶۵۲
	امام ابوحامدؒ الغزالی الشافعی کا فرمان۔	۶۵۳
	امام تقی الدین ابن تیمیہ الحرانی کا بیان۔	۶۵۳
	علامہ زین الدینؒ ابن نجیم مصری حنفی کا بیان۔	۶۵۴
	علامہ علاء الدینؒ الحصکفی کا فرمان۔	۶۵۴
	علامہ ابن عابدینؒ شامی الحنفی کا فرمان۔	۶۵۵

Marfat.com

نمبر شمار		صفحہ
	الشیخ عبدالحق محدث دہلوی کا فرمان۔	۶۵۵
	حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا فرمان۔	۶۵۵
	علامہ عبدالحی لکھنوی کا فرمان۔	۶۵۶
	غیر مقلدین کی غنیۃ الطالبین میں تحریف۔	۶۶۴
	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آٹھ رکعات والی حدیث اور غیر مقلدین کا اس پر عمل۔	۶۶۹
	تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں اور دونوں میں بہت فرق ہے۔	۶۷۵
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا۔	۶۷۹
	حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا۔	۶۸۱
	حضرت امام مالکؒ، حضرت ابو محمدؒ، حضرت شیخ ابوالحسن زیاتؒ تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے۔	۶۸۲
	حضرت امام بخاری رحمہ اللہ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھتے تھے۔	۶۸۳
	غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے۔	۶۸۴
	تہجد اور تراویح کے درمیان فرق۔	۶۸۵
	حضرت شاہ عبدالعزیزؒ بھی تہجد و تراویح کے درمیان فرق کے قائل ہیں۔	۶۸۹
	غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری صاحب کے نزدیک بھی تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں ایک نہیں	۶۹۰
۵۹	جو نمازیں قضا ہو گئی ہوں بلا عذر یا کسی عذر کی وجہ سے ان	۶۹۲

Marfat.com

نمبر شمار		صفحہ
	کا ادا کرنا ضروری ہے۔	
۶۰	سجدۂ سہو واجب ہے اور وہ (قعدۂ اخیرہ میں) سلام پھیر کر کیا جاتا ہے اور اس کے بعد التحیات پڑھ کر پھر سلام پھیرا جاتا ہے۔	۷۰۱
۶۱	مقتدی کو اگر سہو ہو جائے تو اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں۔	۷۱۰
۶۲	سجدۂ تلاوت کے لیے وضو شرط ہے، بے وضو سجدۂ تلاوت جائز نہیں۔	۷۱۲
۶۳	کتنی مسافت پر قصر کرنا چاہیئے۔	۷۱۴
۶۴	مسافر جب تک کسی جگہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت نہ کرے اس وقت تک قصر کرے گا۔	۷۲۳
۶۵	دورانِ سفر قصر کرنا واجب ہے اور پوری نماز پڑھنا مکروہ ہے۔	۷۲۶
۶۶	دورانِ سفر اگر ممکن ہو تو سنتیں بھی پڑھنی چاہیئں۔	۷۳۸
۶۷	گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔	۷۴۱
۶۸	جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں جن کے بغیر جمعہ جائز نہیں۔	۷۶۴
۶۹	جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے۔	۷۸۱
۷۰	جمعہ کی دو اذانیں مسنون ہیں۔	۷۸۵
۷۱	جمعہ کے دن خطبہ کے وقت اذان منبر کے پاس خطیب کے سامنے مسنون ہے اور خطبۂ جمعہ عربی زبان میں ہونا ضروری ہے۔	۷۹۰
۷۲	خطبۂ جمعہ کے درمیان نماز پڑھنا اور بات چیت کرنا مکروہ ہے	۸۰۶
۷۳	جمعہ کی نماز سے پہلے اور بعد میں دس رکعات سنت مؤکدہ ہیں۔	۸۲۳

Marfat.com

نمبر شمار		صفحہ
۷۴	کسی دن عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں تو اس دن جمعہ کی نماز ساقط نہیں ہوتی اس کا پڑھنا فرض ہی رہتا ہے۔	۸۳۲
	غیر مقلدین کو تکبیر صلوٰۃ سے چڑ ہے۔	۸۳۲
۷۵	عیدین کی نماز میں زائد تکبیریں چھ کہنی چاہئیں۔	۸۴۳
۷۶	نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرنا چاہیئے باقی میں نہیں۔	۸۵۷
۷۷	نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورت بطور قرارت پڑھنا جائز نہیں۔	۸۶۱
۷۸	نماز جنازہ میں دُعائیں وغیرہ آہستہ آواز سے پڑھنی چاہئیں نہ کہ اُونچی آواز سے۔	۸۷۷
۷۹	بغیر کسی عذر کے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔ ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق۔	۸۸۲

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت میں سے ایک علامت یہ ذکر فرمائی ہے کہ "اس امت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں پر لعن طعن کریں گے"۔[1] اس دور پُرفتن میں جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذکر کردہ دوسری علامات کا ظہور ہو رہا ہے، وہیں اس علامت کا بھی پوری طرح ظہور ہو رہا ہے، مادر پدر آزاد لوگ جو دین سے بے بہرہ اور دینی اقدار سے ناآشنا ہیں وہ اپنے مذموم مقاصد کی راہ میں جس ہستی کو اپنے خلاف پاتے ہیں اس پر کھل کر تنقید، اور طعن وتشنیع کرتے ہیں، اور اس میں کسی کے مرتبہ ومقام کا لحاظ نہیں کرتے، انبیاء کرام ہوں یا صحابۂ کرام، خلفاء راشدین ہوں یا اہل بیت عظام، تابعین وتبع تابعین ہوں یا ائمہ مجتہدین، اولیاء کرام ہوں یا علماء دین، اس دور میں ان محترم شخصیات میں سے کوئی بھی تنقید سے بچا ہوا نہیں، دشمنان دین اگر یہ طرز عمل اختیار کریں تو ان کا کیا گلہ وشکوہ، حیرت واستعجاب کا مقام تو یہ ہے کہ آج کل تنقید کا عمل وہ لوگ کر رہے ہیں جو اپنے آپ کو دیندار، بلکہ اشاعت دین کا بلا شرکت غیرے ٹھیکیدار سمجھتے ہیں۔

چنانچہ غیر مقلدین حضرات جو تنہا اپنے آپ کو قرآن وحدیث پر عامل اور

---

[1] محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۴۴

تنہا خود کو قرآن وحدیث کی تبلیغ واشاعت کرنے والا سمجھتے ہیں، ان کا یہ حال ہے کہ ان کی تقریر وتحریر میں بے دھڑک اسلاف پر تنقید اور ائمہ مجتہدین کی تذلیل و تضحیک ہوتی ہے، حتیٰ کہ اس تنقید سے صحابہ کرام کا دامن بھی محفوظ نہیں رہتا، حد یہ ہے کہ تنقید کے اس عمل میں غیر مقلدین کے چھوٹے، بڑوں سے چار قدم آگے ہیں، ؎

آنکہ پدر نہ کرد پسر تمام کند

وہ محترم شخصیات جن پر آج کل تنقید کا بازار گرم ہے، ان میں سے ایک حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں، نہ جانے غیر مقلدین کو حضرت امام صاحب سے کا ہے کا بیر ہے کہ ان کا ہر چھوٹا بڑا حضرت امام صاحب کی ذات میں کیڑے نکالنے اور ان کی توہین وتنقیص کرنے میں مشغول ہے، حیران کن بات یہ ہے کہ تخطئہ امام عالی مقام میں اگر انہیں شیعوں سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی ہے تو اس سے بھی گریز نہیں کرتے، جیسا کہ اس کی شکایت حضرت شاہ اسحٰق صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد اور خلیفہ حضرت قاری عبدالرحمٰن پانی پتی مرحوم نے کی ہے۔ موصوف لکھتے ہیں۔

"مولوی نذیر حسین صاحب نے سید محمد مجتہد شیعہ سے بذریعہ خطوط مطاعن ابوحنیفہ کے طلب کئے اور ہمت آپ کی طرف مطاعن ائمہ فقہاء اور تجہیلات صحابہ کے مصروف ہے۔" [1]

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی توہین وتنقیص

غیر مقلدین حضرات آئے دن کوئی نہ کوئی کتاب، رسالہ اور پمفلٹ شائع کرتے رہتے ہیں جو یا تو حضرت امام صاحب کے خلاف ہوتا ہے یا ان کی فقہ کے

---

[1] عبدالرحمٰن پانی پتی قاری - کشف الحجاب ص۹

Marfat.com

خلاف، اس میں ایسی سوقیانہ اور بازاری زبان استعمال کی جاتی ہے کہ پڑھ کر شرم سے سر جھک جاتا ہے۔ غیر مقلدین کی اُن دل آزار عبارات کے ذکر کرنے کو جی تو نہیں چاہتا لیکن ان حضرات کا گھٹیا انداز دکھانے کے لیے دو چار عبارتیں نذرِ قارئین کی جاتی ہیں تاکہ انہیں غیر مقلدین کی ذہنیت کا کچھ تھوڑا سا اندازہ ہو سکے۔

چنانچہ حکیم فیض عالم لکھتے ہیں :-

" امام ابوحنیفہ کے فرضی اور مزعومہ فضائل کی داستانیں شیعیت کے مزعومہ ائمہ سے بھی کئی گنا زیادہ ہیں مگر اس باب کو اس بات پر ختم کرنا چاہتا ہوں کہ فقہ حنفیہ کے اس ناگفتہ بہ پلندہ میں بار بار ان الفاظ کی جو تکرار کی گئی ہے عند ابی حنیفۃ قال ابی حنیفہ ھذا مذھب ابی حنیفۃ وغیرہ وہ کون سے ابوحنیفہ ہیں۔

ا۔ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کے ہاں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے مجوسی النسل تھے، کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں، آپ کے باپ دادا مسلمان ہوئے تھے، چہ عجب کہ باقی مجوسی النسل نو مسلموں کی طرح نسلی عصبیت ورثہ میں پائی ہو اور بآل عمر کینہ قدیم ست عجم را کے زمرہ میں شمار ہوتے ہوں "۔ [۱]

ملاحظہ فرمائیے حکیم صاحب نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا کس قدر بُرے انداز میں تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے مجوسی النسل ہونے کو بطور طعن ذکر کیا ہے حالانکہ یہ کوئی طعن کی چیز نہیں کیونکہ جو شخص خود مسلمان ہو اس کے لیے اس کے باپ دادا غیر مسلم ہونا کوئی عیب نہیں، چہ جائیکہ جس کے باپ دادا بھی مسلمان ہوں ورنہ تو یہ طعن اسلاف میں سے کسی ایک پر نہیں سینکڑوں پر ہو سکے گا اور بات آگے

---

[۱] فیض عالم ؛ حکیم • اختلاف امت کا المیہ ص ۳۷-۳۸

Marfat.com

صحابۂ کرام تک جا پہنچے گی مثلاً دیکھ لیجئے کہ خود حضرت امام بخاری رحمہ اللہ بھی مجوسی النسل تھے کیونکہ آپ کے جدِ اعلیٰ بردزبہ فارس کے رہنے والے مذہباً مجوسی تھے۔

اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی مجوسی النسل تھے، لیکن آپ کے مجوسی النسل ہونے سے آپ کے مرتبہ و مقام میں ذرا بھی فرق نہیں پڑا بلکہ آپ کبار صحابۂ کرام میں شمار ہوتے ہیں۔

دیکھا جائے تو کسی کو اس قسم کا طعنہ دینا خود اپنا ایمان خراب کرنے کے مترادف ہے کیونکہ حدیث میں کسی دوسرے کو اس قسم کا طعنہ دینے والے پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ناراض ہونا آیا ہے، چنانچہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے، ازواجِ مطہرات بھی ساتھ تھیں۔ سوءِ اتفاق کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک اونٹ زائد تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ وہ اونٹ صفیہ کو دے دو۔ انہوں [illegible] اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دے دوں؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اس قدر ناراض ہوئے کہ دو مہینے تک ان کے پاس نہیں گئے۔ [1]

مشہور مورخ پروفیسر اسلم صاحب اپنے ایک مضمون "مولانا حامد میاںؒ سے میری آخری ملاقات" میں رقمطراز ہیں:۔

"راقم آثم نے عرض کیا کہ ہمارے علاقہ کا ایک بھنگی چند سال ہوتے خاکروبوں میں بھرتی ہو کر سعودی عرب چلا گیا، وہاں قیام کے دوران میں وہ مشرف بہ اسلام ہوا اور اس نے مسلکِ اہلِ حدیث اختیار کر لیا۔ اس نے حج بھی کیا اور اب وہ واپس آچکا ہے۔ میں بھی اس

---

[1] احمد بن علی بن حجر عسقلانی ۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ج ۴ ص ۳۴۷

Marfat.com

سے مل چکا ہوں وہ اکثر لاؤڈ اسپیکر پر یہ اعلان کیا کرتا ہے کہ "ابو حنیفہ کو میرے سامنے لاؤ میں اسے نماز ادا کرنے کا طریقہ بتاؤں" اس کے بعد وہ یہ آیت پڑھا کرتا ہے۔ فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ قبلہ میاں صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ایک بھنگی سے یہی امید رکھنی چاہیئے، راقم آثم نے عرض کیا کہ مولوی احسان الٰہی ظہیر کے ساتھ حادثۂ بم میں جاں بحق ہونے والے ایک مولوی صاحب کا نام اشتہار میں یوں لکھا جاتا تھا: شیر ربانی مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی خطیب اعظم کامونکی، میں نے ایک شخص سے اس کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگا کہ ان کا پورا نام لینے سے پہلے تو مسافر کامونکی سے گزر جاتا ہے، یہ خطیب اعظم کامونکی بھی "حنفیاں کے ابا" کو اپنی تقریروں میں کوسا کرتے تھے اور انہیں دین کے مسائل[1] سمجھانے کی آرزو دل ہی میں لے کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔"

---

[1] یہ مولوی صاحب غیر مقلدین کے معروف مقرر، خطیب اور ادیب تھے، غیر مقلدین نے ان کے خطبات کا ایک مجموعہ شائع کیا ہے جس کا نام ہے "خطبات شہید اسلام"، ان خطبات کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی صاحب علم سے بالکل تہی دست تھے، ان خطبات میں ایسی باتیں موجود ہیں جن کا علم و تحقیق سے دور کا بھی واسطہ نہیں چند باتیں ملاحظہ فرمائیں، (۱) ایک خطبہ میں فرماتے ہیں "حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹے قاسم کی شادی بھی میدانِ کربلا میں محرم میں ہوئی تھی۔ بیٹی حسین رضی اللہ عنہ کی ہے بیٹی کا نام ام کلثوم ہے اور بیٹا حسن رضی اللہ عنہ کا ہے بیٹے کا نام قاسم اور نکاح حسین رضی اللہ عنہ نے پڑھایا ہے" (خطبات شہید اسلام صفحہ ۱) تاریخی اعتبار سے یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کوئی بیٹی ام کلثوم نامی نہیں ہے جس کی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ قاسم سے شادی ہوئی ہو — (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

حال ہی میں کراچی سے غیر مقلدین نے پہلے عربی پھر اردو میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ کے خلاف ایک کتاب شائع کی ہے۔ اس کتاب کا انداز اس قدر گھٹیا اور زبان اتنی غلیظ ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا، اس کتاب میں ائمہ حدیث کی طرف منسوب کرکے ایسی ایسی موضوع و من گھڑت روایات ذکر کی گئی ہیں کہ خدا کی پناہ۔ ہم یہاں اس کتاب کے چند عنوانات ذکر کرتے ہیں تاکہ اس کتاب کے مصنف کی گندہ ذہنی کا کچھ اندازہ ہوسکے۔

<u>بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ:</u>

(۲) "خطبہ عید الاضحیٰ" میں فرماتے ہیں "اَضَاحِی اُضْحِیَۃ کی جمع ہے" (خطبات شہید اسلام ص۱۳۰) یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ اَضْحیٰ اُضْحِیَۃ کی جمع نہیں بلکہ اَضْحَاۃ کی جمع ہے، اُضْحِیہ کی جمع اَضَاحِی آتی ہے (۳) ایک خطبہ میں فرماتے ہیں" اگر سر پہ پگڑی یا ٹوپی ہے، تو اس کے اوپر مسح ہوسکتا ہے۔ موزوں اور جرابوں پہ بھی مسح ہوسکتا ہے امام بخاری نے بخاری شریف میں باب باندھا ہے" المسح علی الجوربین" جرابوں پہ مسح کرنا" (خطبات شہید اسلام ص۲۳۲) مولوی صاحب کی یہ بات انتہائی غلط ہے، پوری بخاری شریف پڑھ جائیے کہیں آپ کو باب المسح علی الجوربین، نہیں ملے گا۔ مولوی صاحب نے بخاری شریف میں خود ساختہ باب کا اضافہ فرمایا ہے ورنہ بخاری شریف میں یہ باب نہیں ہے، مولوی صاحب کے انداز خطاب کی ایک جھلک بھی ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں" مجھے ایک آدمی کہتا ہے یزدانی صاحب:۔ ہاتھ باندھنے میں بڑا اختلاف ہے ہم کہاں ہاتھ باندھیں؟ میں نے کہا اگلی طرف تو استعمال ہوگئی ہے آپ پیچھے باندھ لیا کرو" (خطبات شہید اسلام ص۲۱) یہ ہے مولوی صاحب کا مبلغ علم اور انداز خطاب کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمسخر کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے اور آرزو تھی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو مسائل سکھانے کی، سچ ہے ؎ دے ہے نہ اہل بصیرت تو تجھے خرد چمکے
فروغ نفس ہوا عقل سے کر :۔ ۱۰

۱؎ ماہنامہ بینات ج ۵۰ شمارہ ۱۰

Marfat.com

ملاحظہ فرمائیے:

"ابوحنیفہ کے مثالب (زخم جو انہوں نے امت کو دیئے)"۔[۱]

"ابوحنیفہ کے فضول اور قبیح اقوال کے بیان میں"۔[۲]

"ابوحنیفہ کی رائے کی مذمت اور اس سے بچنے کے بیان میں"۔[۳]

"ابوحنیفہ اور ہوسِ جاہ"۔[۴]

"ابوحنیفہ اور اس کا نسب"۔[۵]

ان عنوانات کے تحت جو کچھ ذکر کیا گیا ہے اس کے ذکر کرنے کا ہماری زبان وقلم کو یارا نہیں ہے۔

غیر مقلدین کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے جو بغض و عناد ہے، اس کے صرف چند حوالے بطور مشتے نمونہ از خروارے ذکر کئے گئے ہیں، تمام کا تذکرہ نہ مقصود ہے اور نہ ہی ان کا کوئی فائدہ ہے۔

ان حضرات کا یہ جارحانہ بلکہ گستاخانہ انداز ایسا ہے جس سے پرائے تو پرائے ان کے بعض معتدل مزاج بزرگ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، اور انہوں نے ان لوگوں کے اس طرزِ عمل پر اظہارِ افسوس کیا، چنانچہ مشہور مورخ اسحٰق بھٹی صاحب مولانا داود غزنوی مرحوم کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ جماعت اہلحدیث کی

۱۔ محمود بن عبداللہ الظاہری السندی۔ امام ابوحنیفہ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص۲۳

۲۔ " " " " " " ص۲۸

۳۔ " " " " — " " ص۴۵

۴۔ " " " " — " " ص۵۵

۵۔ " " " " — " " ص۵۸

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ قاسم ...

تنظیم سے متعلق گفتگو شروع ہوئی، بڑے دردناک لہجے میں فرمایا:

مولوی اسحٰق: جماعت اہلحدیث کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے، ہر شخص ابوحنیفہ ابوحنیفہ کہہ رہا ہے، کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابوحنیفہ کہہ دیتا ہے پھر اُن کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے، یا زیادہ سے زیادہ گیارہ اگر کوئی بڑا احسان کرے تو وہ سترہ حدیثوں کا عالم گردانتا ہے، جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں ان میں اتحاد و یک جہتی کیوں کر پیدا ہو سکتی ہے۔ یا غربتہ العلم انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ" [۱]

ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا:

"دوسرے لوگوں کی یہ شکایت کہ اہل حدیث حضرات ائمہ اربعہ کی توہین کرتے ہیں بلاوجہ نہیں ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے حلقہ میں عوام اس گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ائمہ اربعہ کے اقوال کا تذکرہ حقارت کے ساتھ بھی کر جاتے ہیں، یہ رجحان سخت گمراہ کن اور خطرناک ہے اور ہمیں سختی کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیئے" [۲]

قارئین محترم! حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وہ جلیل القدر اور عظیم المرتبت ہستی ہیں، جن کی جلالت شان، امامت و فقاہت اور فضل و کمال کو بڑے بڑے اساطین علم و فضل اور کبار فقہاء و محدثین نے تسلیم کیا ہے۔ ہم تبرکاً چند اکابر ائمہ کے اقوال ذکر کرتے ہیں تاکہ قارئین کو اندازہ ہو سکے کہ اکابر علماء امت جس ہستی کے

---

[۱] حضرت مولانا داود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، ترتیب و تحریر سید ابوبکر غزنوی صفحہ ۱۳۶

[۲] " " " " " " " صفحہ ۸۷

Marfat.com

بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں اس ہستی کے ساتھ غیر مقلدین کا کیا رویہ ہے،

(۱) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک بزرگ آئے، جب وہ اُٹھ کر چلے گئے تو حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا جانتے ہو یہ کون تھے؟ حاضرین نے عرض کیا کہ نہیں (اور میں انہیں پہچان چکا تھا) فرمانے لگے۔

"ھذا ابو حنیفۃ العراقی لو قال ھذہ الاسطوانۃ من ذھب لخرجت کما قال لقد وفق لہ الفقہ حتی ما علیہ فیہ کبیر مؤنۃ" [1]

یہ ابو حنیفہ ہیں عراق کے رہنے والے، اگر یہ کہہ دیں کہ یہ ستون سونے کا ہے تو ویسا ہی نکل آئے انہیں فقہ میں ایسی توفیق دی گئی ہے کہ اس فن میں انہیں ذرا مشقت نہیں ہوئی،

(۲) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔

"قیل لمالک بن انس ھل رأیت ابا حنیفۃ؟ قال نعم رأیت رجلاً لو کلمک فی ھذہ الساریۃ ان یجعلھا ذھبا لقام بحجتہ" [2]

حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے ابوحنیفہ کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں دیکھا ہے وہ ایسے شخص تھے کہ اگر تم سے اس ستون کے سونا ثابت کرنے کے دلائل بیان کریں تو وہ ضرور اپنی حجت میں کامیاب رہیں۔

---

[1] حسین بن علی الصیمری: المصنف ــ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ ص ۲۷

[2] ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی ــ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۳۷

Marfat.com

(۳) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"من اراد ان یعرف الفقہ فلیلزم ابا حنیفۃ واصحابہ فان الناس کلھم عیال علیہ فی الفقہ"۔ [1]

جو شخص فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے وہ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کو لازم پکڑے کیونکہ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے خوشہ چین ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے تھے۔

"ما رأیت احدًا افقہ منہ"۔ [2]

میں نے ابوحنیفہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔

(۴) حضرت ابوبکر مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

"لم یصح عندنا ان ابا حنیفۃ قال القرآن مخلوق"۔

ہمارے نزدیک یہ بات ثابت نہیں کہ ابوحنیفہ نے قرآن کو مخلوق کہا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ الحمد للہ، اے ابوعبداللہ (یہ امام احمدؒ کی کنیت ہے) ان کا تو علم میں بڑا مقام ہے، فرمانے لگے،

"سبحان اللہ ھو من العلم والورع والزھد وایثار الدار الآخرۃ

سبحان اللہ وہ تو علم، ورع، زہد اور عالم آخرت کو اختیار کرنے میں اس مقام پر ہیں جہاں کسی

---

[1] ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی ۔ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص۳۴۶

[2] حافظ الدین بن محمد المعروف بالکردری ۔ مناقب ابی حنیفہ ص۹۹

Marfat.com

بمحل لا يدركه فيه		کی رسائی نہیں۔
احد"۔ [1]

(۵) حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"مَا مَقَلَتْ عَيْنِي مِثْلَ أَبِي حَنِيفَةَ"۔ [2]		میری آنکھ نے ابوحنیفہ کی مثل نہیں دیکھا۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے۔

"العلماء ابن عباس فی زمانه والشعبی فی زمانه وابو حنیفة فی زمانه والثوری فی زمانه" [3]		علماء تو یہ تھے ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے زمانے میں، امام شعبی رحمہ اللہ اپنے زمانے میں اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے زمانے میں اور سفیان ثوری رحمہ اللہ اپنے زمانے میں"۔

(۶) شیخ الاسلام والمسلمین حضرت یزید بن ہارون رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"کان ابوحنیفة تقیا نقیا زاهدا عالما صدوق اللسان احفظ اهل زمانه سمعت کل من ادرکته من اهل		ابوحنیفہؒ پرہیزگار، پاکیزہ صفات زاہد، عالم، زبان کے سچے، اور اپنے اہل زمانہ میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے، میں نے ان کے معاصرین میں

[1] ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبیؒ — مناقب الامام ابی حنیفۃ ص ۲۷

[2] " " " " — " " " ص ۱۹

[3] محدث ضیمریؒ — اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ ص ۷۶

Marfat.com

"زمانه یقول انه ما رأی افقه منه" [1]
سے جتنے لوگوں کو بھی پایا سب کو یہی کہتے سُنا کہ اس نے ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔

(۷) امام الجرح والتعدیل حضرت یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"وانه والله لَاَعْلَمُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بِمَا جَاءَ عَنِ اللّٰهِ ورسوله" [2]
واللہ ابوحنیفہ اس امت میں خدا اور اس کے رسول سے جو کچھ وارد ہوا ہے اس کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

(۸) سید الحفاظ حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے ایک بار ان کے شاگرد احمد بن محمد بغدادی نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق ان کی رائے دریافت کی تو آپ نے فرمایا۔

"عَدْلٌ ثِقَةٌ مَا ظَنُّكَ بِمَنْ عَدَّلَهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَوَكِيْعٌ" [3]
سراپا عدالت ہیں، ثقہ ہیں ایسے شخص کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے جس کی ابن مبارکؒ اور وکیعؒ نے توثیق کی ہے۔

(۹) امام اہل بلخ حضرت خلف بن ایوب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"صار العلم من الله تعالیٰ الی محمد
اللہ تعالیٰ سے علم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا، آپ کے

---

[1] محدث صیمری — اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ ص ۳۶

[2] مسعود بن شیبۃ سندی متوفی فی القرن السابع — مقدمہ کتاب التعلیم ص ۱۳۴

[3] حافظ الدین بن محمد المعروف بالکردری — مناقب ابی حنیفۃ ص ۱۰۱

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم ثم	بعد آپ کے صحابہ کو، صحابہ کے بعد
صار الی اصحابہ ثم صار	تابعین کو، پھر تابعین سے امام
الی التابعین، ثم صار	ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو
الی ابی حنیفۃ واصحابہ	ملا اس پر چاہے کوئی خوش ہو
فمن شاء فلیرض ومن شاء	یا ناراض۔
فلیسخط" لہ	

(۱۰) محدث ...... عبداللہ بن داودؒ الخریبی فرماتے ہیں۔

"ما یعیب ابا حنیفۃ	حضرت امام ابوحنیفہؒ کی عیب
الا احد رجلین جاهل	گوئی دو آدمیوں میں سے ایک کے
لا یعرف فضل قولہ او	سوا کوئی نہیں کرتا، یا تو جاہل شخص
حاسد لم یقف علی	جو آپ کے قول کا درجہ نہیں جانتا
علمہ فحسدہ" لہ	یا حاسد جو آپ کے علم سے واقف
	نہ ہونے کی وجہ سے حسد کرتا ہے

نیز فرماتے ہیں:۔

"یجب علی اهل الاسلام	مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ
ان یدعوا اللہ لابی حنیفۃ فی	اپنی نماز میں ابوحنیفہؒ کے لیے
صلوتھم قال وذکر حفظہ	دعا کیا کریں، کیونکہ انہوں نے
علیھم السنن والفقہ" لہ	حدیث وفقہ کو ان کیلئے محفوظ کیا ہے"

لہ ابوبکر احمد بن علی الخطیب بغدادی ــ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۳۶

لہ ابوعبداللہ حسین بن علی الصیمری ــ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۷۹

لہ ابوبکر احمد بن علی الخطیب بغدادی ــ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۴۴

Marfat.com

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"لولا ان اللہ قد ادرکنی بابی حنیفۃ وسفیان لکنت بدعیا" [1]

اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ سے نہ ملایا ہوتا تو میں بدعتی ہوتا،

(۱۲) امام ذہبی رحمہ اللہ "تذکرۃ الحفاظ" میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تذکرہ ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں۔

"ابوحنیفۃ الامام الاعظم فقیہ العراق .... وکان اماما، ورعا، عالما عاملا متعبدا کبیر الشان" [2]

ابوحنیفہ امام اعظم اور عراق کے فقیہ ہیں .... وہ امام، پرہیزگار، عالم باعمل، انتہائی عبادت گزار، اور بڑی شان والے تھے۔

(۱۳) حافظ عماد الدین بن کثیر رحمہ اللہ حضرت امام صاحب کا تذکرہ ان الفاظ سے کرتے ہیں۔

"الامام، فقیہ العراق، احد ائمۃ الاسلام والسادۃ الاعلام، احد ارکان العلماء، احد الائمۃ الاربعۃ اصحاب مذاہب المتبوعۃ" [3]

وہ امام ہیں، عراق کے فقیہ ہیں، ائمہ اسلام اور بڑی شخصیات میں سے ایک شخصیت ہیں، ارکان علماء میں سے ایک ہیں، ائمہ اربعہ جن کے مذاہب کی پیروی کی جاتی ہے ان میں سے ایک امام ہیں۔

---

[1] محمد بن احمد بن عثمان الذہبی الشافعی — مناقب الامام ابی حنیفہ ص ۱۸

[2] " " " — تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۶۸

[3] عماد الدین بن کثیر الشافعی — البدایۃ والنہایۃ ج ۱۰ ص ۱۰۷

Marfat.com

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق مذکورہ چند اکابر اعلام کے چیدہ چیدہ اقوال نقل کئے گئے ہیں، ان کے علاوہ اور بہت سے بزرگوں کے اقوال، کتب تاریخ و تذکرہ میں موجود ہیں جن سے حضرت امام صاحبؒ کی فضیلت و منقبت، عظمت و بزرگی ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت امام صاحب کے بارے میں ان اقوال کے موجود ہوتے ہوئے غیر مقلدین کا اُن پر طعن و تشنیع کرنا، ان کی عیب جوئی اور عیب گوئی کرنا اپنی عاقبت خراب کرنے کے سوا کچھ نہیں ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس دَرَد ۔ میلش اندر طعنۂ پاکاں زَنَد

غیر مقلدین کی فقہ حنفی سے نفرت و عداوت

جس طرح غیر مقلدین، حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بغض و عداوت رکھتے ہیں، ایسے ہی انہیں فقہ حنفی سے بھی شدید نفرت ہے، ان کے چھوٹے بڑے وقتاً فوقتاً فقہ حنفی کے خلاف لکھتے رہتے ہیں، اور یہ تو ان کے ہر فرد کے زباں زد ہے کہ " فقہ حنفی قرآن و حدیث کے خلاف ہے "۔ بعض غیر مقلدین تو فقہ حنفی کے خلاف نہایت ہی غلیظ زبان استعمال کرتے ہیں، فقہ حنفی کے خلاف غیر مقلدین کی چند تحریرات نذر قارئین کی جاتی ہیں۔

حکیم فیض عالم لکھتے ہیں :-

" میں مکرر اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ آج فقہ حنفیہ کے نام سے جو اسفار لہو الحدیث (دل بہلانے والی باطل باتوں، ناقل) کا مجموعہ دنیا میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کے ایک حصّہ کو گمراہ کرنے کا موجب بن رہا ہے اس کا ایک لفظ بھی حضرت امام ابو حنیفہؒ سے تعلق نہیں رکھتا " [1]

---

[1] فیض عالم، حکیم ۔ اختلاف امت کا المیہ ص ۱۲

Marfat.com

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:-

"مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجیے کہ آج فقہ حنفی کی آڑ میں جو مجموعہ اسفار لہو الحدیث ہمارے ہاں مروّج اور شائع ہے اس میں ایک حرف بھی سیدنا امام ابو حنیفہؒ سے ثابت نہیں کیا جا سکتا اور نہ آج تک کوئی ثابت کرنے کی جرأت کر سکا ہے، اس مقام پہ بے اختیار سبائیت کی اس ڈاکہ زنی اور رفض کی اس نقب زنی کی داد دینے کو جی چاہتا ہے" [1]

حکیم صاحب کی طرح ان کی جماعت کے اور بہت سے حضرات بھی یہی دعویٰ کرتے ہیں، مگر ان کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، اس کی تردید کے لیے حضرت امام صاحب کی مسانید اور کتاب الآثار، نیز آپ کے تلامذہ حضرت امام محمد و قاضی ابو یوسف رحمہما اللہ کی کتب کا مطالعہ کافی ہے۔ یہ سب کتب بحمد اللہ شائع ہو چکی ہیں ان کا مطالعہ کر کے دیکھ لیا جائے کہ فقہ حنفی کے مسائل اُن کتب میں بروایت امام ابو حنیفہؒ پائے جاتے ہیں یا نہیں؟

جماعت غرباء اہلحدیث کے سابق امام مولوی عبدالستار صاحب اپنے والد مولوی عبدالوہاب صاحب کی اسلامی خدمات کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اپنے زمانہ کے بخاری نے اپنے استاد شیخ الہند میاں صاحب مرحوم سے تحصیل علم کے بعد ۱۳۰۰ھ میں مدرسہ دار الکتاب والسنۃ کی بنیاد شہر دہلی میں قائم کر کے خالص درس قرآن و حدیث شروع کیا اور دیگر علوم آلیہ و عقلیہ منطق و فلسفہ، فقہ مروجہ وغیرہ کے ڈھول کا پول کھولنا شروع کیا اور قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے ان پر عمل عقیدہ رکھنا رکھانا سخت جرم بتایا اور بیان فرمایا کہ کتب فقہ مروجہ شریعت اسلام کے

---

[1] فیض علم، حکیم — اختلاف امت کا المیہ ص ۲۱۲

Marfat.com

بالکل منافی ہیں، کتاب وسنت کے ہوتے ہوئے ان پر عمل کرنا محض گمراہی اور حرام ہے بھلا اکل حلال کے ہوتے ہوئے خنزیر کھانا کب روا ہے۔ لہ

مزید لکھتے ہیں:۔

"شرک وبدعت کی وہ جھاڑ کرتے ہیں اور شخصی تقلید ناسدید کا وہ کھوج کھوتے ہیں اور فقہ کے خراب اور گندہ مسائل جو قرآن وحدیث کے سراسر خلاف ہیں وہ مٹی خراب کرتے کہ باید وشاید"۔ ۲ہ

غیر مقلدین کے مشہور مناظر مولوی طالب الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں۔

"فقہ حنفی (جسے آپ کے علماء اس ملک میں بطور قانون نافذ کرنے کی سر توڑ کوشش میں مصروف ہیں) اتنے گندے مسائل سے بھری پڑی ہے کہ قلم کی نوک اور ہماری زبان اس بات کی متحمل نہیں کہ انہیں ضبط تحریر۔ یا نوک زبان پر لایا جا سکے کیونکہ یہ تو وہ فقہ ہے کہ جب یہ مصطفےٰ کمال پاشا کے ملک میں رائج تھی تو اس کی گمراہی کا سبب بنی اور اسی کے مسائل سن سن کر اسے اسلام سے نفرت ہوئی اور پنجاب یونیورسٹی کی ایم۔ اے اسلامیات کی طالبات نے اس فقہ کی معتبر کتاب ہدایہ کے متعلق کچھ یوں اظہار خیال کیا کہ اگر یہ اسلام ہے تو ہمیں سوشلزم منظور ہے"۔ ۳ہ

مولوی طالب الرحمٰن نے اس کتاب میں فقہ واہل فقہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے

لہ عبدالستار مفتی - خطبہ امارت ص۱۳ مشمولہ رسائل اہلحدیث ج دوم

۲ہ عبدالستار مفتی - خطبہ امارت ص ۱۵-۱۶

۳ہ اصلی حنفی نماز ص۴ : شائع کردہ شبان اہل سنت ملتان۔

Marfat.com

وہ ہمارے لیے ضبط تحریر سے باہر ہے اس لیے ان کے ایک ہی حوالے پر اکتفا کرتے ہوئے آگے چلتے ہیں۔

غیر مقلدین کے ایک اور مناظر مولوی ابوالکلیم اشرف سلیم صاحب نے فقہ حنفی کے خلاف اپنی ایک کتاب کے ٹائٹل پر یہ عبارت درج کی ہے "کتاب ہذا میں محمد رسول اللہ کی احادیث مبارکہ اور فقہ حنفیہ کوفیہ کے بے بنیاد عقائد اور شرمناک مسائل کا علمی تحقیقی موازنہ کیا گیا ہے"۔

مولوی صاحب اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اس کے آخری حصے میں خالص فقہ حنفیہ کے یک صد گمراہ کن، شرمناک، انسانیت سوز، موجب لعنت، خود ساختہ، غیر معتبر، غیر مستند، مخرب اخلاق، عقائد باطلہ کا بیان کیا گیا ہے جسے پڑھ کر آپ پکار اٹھیں گے کہ واقعی مقلدین احناف کی فقہ حنفیہ کے پرخچے اُڑ گئے اور قرآن وحدیث کا پرچم لہرا رہا ہے"۔ [1]

اس کتاب میں مولوی صاحب نے جو بیہودہ عنوانات قائم کر کے ان پر حاشیہ آرائی کی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

مولوی اشرف سلیم کا مبلغ علم

مولوی اشرف سلیم صاحب غیر مقلدین کے معروف مصنف، مقرر اور مناظر ہیں، احناف کے خلاف اشتہار بازی اور چیلنج بازی ان کا عام مشغلہ ہے۔ ان اشتہارات اور چیلنجز کے اندر کس قدر جھوٹ اور فریب ہوتا ہے وہ تو ہم اس وقت زیر بحث نہیں لاتے، اس وقت قارئین کو صرف یہ بتلانا ہے کہ یہ مولوی صاحب جو فقہ حنفی کو قرآن وحدیث کے خلاف ثابت کرنے

---

[1] مولوی اشرف سلیم ۔ احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳

Marfat.com

کے درپے ہیں۔ اُن کا اپنا مبلغ علم کیا ہے، تفصیل میں جائے بغیر صرف ایک حوالہ عرض ہے۔

مولوی صاحب موصوف فلسفہ معراج بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"ہر نبی کو اللہ تعالیٰ اس کی شان و مرتبہ کے مطابق معراج کرائی، حضرت آدمؑ کو جنگل میں مقام توبہ پر معراج کرائی، حضرت نوحؑ کو جبل جودی کے مقام پر معراج کرائی، حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں معراج کرائی، حضرت اسماعیلؑ کو چھری کے نیچے معراج کرائی اور حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر معراج کرائی"۔ [1]

قارئین اس عبارت کو بغور پڑھیے اور داد دیجیے مولوی صاحب کے علم و تحقیق کی، ایسے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب معراج کے معنیٰ سے بھی واقف نہیں، بس تقریری ترنگ میں ہر نبی کو معراج کروا رہے ہیں، دوسرے اس پر بھی غور کیجیے مولوی صاحب نے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھا ہے کہ انہیں صلیب پر معراج ہوئی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کے نزدیک وہ صلیب پر چڑھے تھے اور انہیں سولی دی گئی تھی، حالانکہ یہ نظریہ یہود و نصاریٰ کا تو ہے اہل اسلام کا نہیں اور یہ نظریہ قرآن و حدیث کے بالکل خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۴ : ۱۵۷	اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے،

جن کا مبلغ علم یہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر معراج کرواتے

---

[1] مولوی اشرف سلیم ۔ میزان المتکلمین ص ۱۳۶

Marfat.com

ہیں، جو قرآن و حدیث کے بنیادی عقائد سے بھی واقف نہیں، جو خود قرآن و حدیث کے خلاف لکھ رہے ہیں وہ امام الائمۃ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ پہ کیچڑ اچھالتے ہیں اور اُن کی فقہ کے خلاف لکھتے ہیں ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

ہم نے فقہ حنفی کے خلاف غیر مقلدین کی تحریرات کے صرف دو چار حوالے بطور نمونہ پیش کئے ہیں ورنہ ان کی اکثر کتب اسی قسم کی عبارات سے بھری پڑی ہیں فقہ حنفی کے خلاف لکھنا ان کا محبوب مشغلہ ہے، ایسے لگتا ہے کہ انہوں نے فقہ حنفی کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا اپنا مشن بنالیا ہے تاکہ سادہ لوح عوام کو فریب دے کر فقہ حنفی سے متنفر کرسکیں، پہلے بھی ان کے بڑوں نے فقہ حنفی کے خلاف بہت سی کتابیں لکھی تھیں اور آج بھی یہ کام زور و شور سے جاری ہے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی عقل و شعور سے عاری غیر مقلد فقہ حنفی کے خلاف لکھتا رہتا ہے اور یہ اس کا کوئی نئی تحقیق نہیں ہوتی بلکہ بڑوں کی پٹاری سے چرا کر اپنے نام سے شائع کردیتا ہے۔

ہماری معلومات کے مطابق امام صاحب اور فقہ حنفی کے خلاف پاک و ہند میں پہلی کتاب "استقصاء الافحام" لکھی گئی ہے اس کے مصنف ایک غالی قسم کے شیعہ حامد حسین کنتوری (متوفی ۱۳۰۶ھ) تھے، ان کا مشغلہ ہی ائمہ اہل سنت اور ان کی کتب کی تردید کرنا تھا، بعد میں جو کتابیں فقہ حنفی کے خلاف لکھی گئیں، انہیں اسی کتاب کا چربہ سمجھ لیں، یا اس کتاب کو ان کا ماخذ کہہ لیں[1]

---

[1] ہماری اس بات کی تصدیق مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے اس تبصرہ سے ہوتی ہے جو انہوں نے فقیر محمد جہلمی کی کتاب السیف الصارم پر تبصرہ میں کی ہے موصوف لکھتے ہیں "امام الائمۃ ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ پر جو اعتراضات و مطاعن اخیار اہل الذکر (غیر مقلدین کا اخبار ہے۔ ناقل) میں مشتہر کئے گئے ہیں

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اس کتاب کے بعد فقہ حنفی کے خلاف ایک دوسری کتاب "ظفر المبین فی رد مغالطات المقلدین" کے نام سے لکھی گئی۔ اس کے مصنف ہری چند بن دیوان چند کھتری تھے جو بعد میں مسلمان ہو کر غلام محی الدین کے نام سے مشہور ہوئے۔

محی الدین لاہوری غیر مقلد کا مبلغ علم

ان کا مبلغ علم کیا تھا۔ اس کے متعلق ترجمان اہلحدیث مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کی زبانی سنئے، موصوف محمد احسن امروہی مرزائی سابق غیر مقلد کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اس کی تمثیل میں ایسے بہت اشخاص کو پیش کر سکتے ہیں جنکو ہمارے مہربان منشی صاحب بھی مولوی نہ کہیں گے، اور معہذا وہ صاحب تصانیف ہیں۔ ازاں جملہ ایک شخص محی الدین مرحوم تاجر کتب لاہور ہیں جو بڑی بڑی ضخیم کتب ظفر المبین اور بلاغ المبین وغیرہ ہمارے شاگردوں غلام حسین لاہوری اور اردو تراجم کی مدد سے تصنیف کر کے تمام ملکوں میں شائع کر گئے ہیں اور ان تصانیف کو دیکھ کر پنجاب سے باہر اور دور کے بلاد ہندوستان، بنگال، مدراس، بمبئی، برہما، آسام، رنگون وغیرہ کے لوگ ان کو مولوی و عالم سمجھتے ہیں، اور درحقیقت وہ

بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ: یہ سب کے سب ہذیانات بلا استثناء اکاذیب و بہتانات ہیں جن کا ماخذ زمانہ حال کے معترضین کے لیے حامد حسین شیعی لکھنوی کی کتاب "استقصا الافہام اور استیفاء الانتقام فی نقض منتہی الکلام" کے سوا اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ اس کتاب میں اس قسم کے مطاعن سے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے علاوہ کسی سنی امام (مالک امام بخاری وغیرہ کو نہیں چھوڑا۔ ایک ایک کا نام لے کر کئی کئی ورقوں بلکہ جزوں کو سیاہ کرڈالا ہے" (السیف الصارم لمنکر شان امام الاعظم صفحہ ۱۰۲)۔

Marfat.com

بیچارہ میزان، منشعب بھی پڑھے نہ تھے، اور ماضی مضارع کے معنی نہ جانتے تھے اور اس امر کو آپ بھی جانتے اور مانتے ہوں گے، نہیں جانتے تو لاہور اور امرتسر کے لوگوں سے معلوم کر سکتے ہیں، اور خود بلاغ المبین کی مشمولہ اور ملحقہ تقریظ مولوی ابو عبداللہ غلام علی قصوری مرحوم کو دیکھ سکتے ہیں، اس میں مولوی صاحب مرحوم مقام تعریف کتاب میں اس امر کو جتا چکے ہیں۔" [1]

جس کتاب کے مصنف کا مبلغ علم یہ ہو کہ اُسے علم صرف کی معمولی کتابیں بھی نہ آتی ہوں جیسے ماضی، مضارع کے معنیٰ بھی معلوم نہ ہوں، اس کتاب میں جو کچھ ہوگا ظاہر ہے کہ وہ عقل و خرد سے دور اور علم و تحقیق سے گرا ہوا ہوگا۔

وکیل اہلحدیث مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کے تبصرہ کے بعد ہم اس کتاب پر مزید تبصرہ کئے بغیر آگے چلتے ہیں۔ "ظفر المبین" کے بعد فقہ حنفی کے خلاف "حقیقت الفقہ" لکھی گئی۔ اس کے مصنف محمد یوسف جے پوری صاحب ہیں۔ موصوف نے اس کتاب میں جس قدر دجل و تلبیس، خیانت اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ شاید ایسی جرأت دشمنانِ دین میں سے بھی کسی نے نہ کی ہو، سچ یہ ہے کہ جے پوری صاحب کو حضرت امام صاحب رحمہ اللہ اور ان کی فقہ سے جو بغض و عناد ہے اس کا جتنا مظاہرہ وہ کر سکتے تھے اس کتاب میں انہوں نے اس کا پورا پورا مظاہرہ کیا ہے۔ جے پوری صاحب نے اس کتاب میں حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے متعلق اکابر کے حوالے سے جو زہر اگلا ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس کا کچھ تھوڑا سا تجزیہ عوام کے سامنے پیش کریں، تاکہ مصنف کی دیدہ دلیری، خیانت اور دھوکہ دہی سامنے آسکے، اور سادہ لوح

---

[1] محمد حسین بٹالوی، مولوی — اشاعت السنۃ ج ۱۴ شمارہ ۱۲ ص ۳۵۲

Marfat.com

عوام پر جو اس کی مرعوبیت ہے وہ ختم ہو۔

حقیقت الفقہ کے چند حوالجات کا تجزیہ

۱۔ جے پوری صاحب نے حقیقت الفقہ میں ایک سرخی قائم کی ہے "حنفی مذہب کی حالت" اس سرخی کے تحت انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو حدیث میں قلیل البضاعت یعنی انتہائی کم علم، اور اُن کا پایہ حدیث میں گرا ہوا ثابت کرنے کے لیے، نیز انہیں مجروح قرار دینے کے لیے مختلف عنوانات قائم کر کے تفصیل سے خامہ فرسائی کی ہے، ایک عنوان اس طرح قائم کیا ہے۔" امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور علم حدیث" اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

"تاریخ ابن خلدون جلد ۱ ص ۳۷۱ میں ہے کہ فابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ یقال بلغت روایتہ الی سبعۃ عشر حدیثا او نحوھا،

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ ان کو سترہ حدیثیں پہنچی ہیں"۔ [۱]

جے پوری صاحب، ابن خلدون کی یہ عبارت ذکر کر کے بزعم خویش یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا حدیث میں پایا گرا ہوا تھا، لیکن ابن خلدون کی اس عبارت سے امام صاحبؒ کا علم حدیث میں پایا گرا ہوا ثابت کرنا خود فریبی اور دھوکہ دہی کے سوا کچھ نہیں، اس لیے کہ اول تو جے پوری صاحب نے ابن خلدون کی عبارت کا ترجمہ غلط کیا ہے، جے پوری صاحب ترجمہ کرتے ہیں کہ " امام ابوحنیفہؒ کی نسبت کہا گیا ہے کہ ان کو سترہ حدیثیں پہنچی ہیں"

---

[۱] محمد یوسف جے پوری - حقیقت الفقہ ص ۸۸

Marfat.com

حالانکہ صحیح ترجمہ اس طرح ہے۔

"ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی روایت (یعنی مرویات) سترہ تک پہنچتی ہیں"۔

دونوں ترجموں میں زمین آسمان کا فرق ہے، اصول حدیث سے جسے ذرا بھی مس ہوگا وہ دونوں ترجموں کے فرق کو بخوبی سمجھ لے گا، عوام کے لیے ہم تھوڑی سی وضاحت کئے دیتے ہیں، دیکھئے ایک ہوتا ہے استاذ سے حدیث حاصل کرنا اسے کہتے ہیں تحمل حدیث اور اخذ حدیث، اور ایک ہوتا ہے استاذ سے پڑھی ہوئی احادیث آگے شاگردوں کو پڑھانا اسے کہتے ہیں ادائے حدیث اور روایت حدیث، ابن خلدون کے ذکر کردہ قول کا مطلب یہ ہے کہ امام صاحب نے آگے جو احادیث روایت کی ہیں وہ سترہ تک پہنچتی ہیں' یہ مطلب نہیں کہ امام صاحب نے حدیثیں کل سترہ پڑھی ہیں' روایت حدیث میں قلیل ہونا کوئی عیب نہیں ہے، کیونکہ اس سے علم حدیث سے ناواقفی یا واقفیت کا تھوڑا ہونا لازم نہیں آتا۔ اس لیے کہ ممکن ہے محدث وفور علم کے باوجود حزم و احتیاط کی بنا پر حدیث کی آگے روایت کم کرے، ورنہ تو جو اعتراض حضرت امام صاحبؒ پر کیا جاتا ہے اس سے خلفاء راشدین بالخصوص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دیگر اجلہ صحابہ کرام بھی نہیں بچ سکتے، کیونکہ ان کی مرویات بھی دیگر صحابہ کرام کے مقابلہ میں بہت کم ہیں۔ جے پوری صاحب اگر ابن خلدون کی عبارت کا ترجمہ صحیح کرتے تو اعتراض کا کوئی پہلو نہ نکلتا۔ لیکن انہوں نے یا تو جان بوجھ کر یا عربی سے نابلد ہونے کی بنا پر غلط ترجمہ کیا اور عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اعاذنا اللہ منہ

دوسرے جے پوری صاحب نے تاریخ ابن خلدون سے اپنے مفید مطلب عبارت نقل کی ہے اور آگے پیچھے سے ساری عبارت دیدہ و دانستہ چھوڑ دی ہے

Marfat.com

کیونکہ اس سے بنار اعتراض ہی ختم ہو جاتی ہے، ہم متعلقہ ساری عبارت ذکر کرتے ہیں تاکہ جے پوری صاحب کی خیانت کھل کر سامنے آسکے۔

مؤرخ ابن خلدون لکھتے ہیں۔

" واعلم ایضًا ان الائمۃ المجتہدین تفاوتوا فی الاکثار من ہذہ الضاعۃ والاقلال فابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ یقال بلغت روایتہ الی سبعۃ عشر حدیثا او نحوہا ومالک رحمہ اللہ انما صح عندہ ما فی کتاب الموطا وغایتہا ثلثمائۃ حدیث او نحوہا واحمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فی مسندہ خمسون الف حدیث ولکل ما اداہ الیہ اجتہادہ فی ذالک وقد تقوّل بعض المبغضین المتعسفین الیٰ ان منہم من کان قلیل البضاعۃ فی الحدیث فلہذا قلت روایتہ ولا سبیل الیٰ ہذا المعتقد فی کبار الائمۃ۔ لان الشریعۃ انما تؤخذ من الکتاب والسنۃ .... والامام ابو حنیفۃ انما قلت روایتہ لما شدّد فی شروط الروایۃ والتحمل وضعّفت روایۃ الحدیث الیقینی اذا عارضہا الفعل النفسی وقلت من اجلہا روایتہ فقل حدیثہ لا انہ ترک روایۃ الحدیث متعمدا فحاشاہ من ذالک ویدل علی انہ من کبار المجتہدین فی علم الحدیث اعتماد مذہبہ بینہم والتعویل علیہ واعتبارہ ردًا وقبولا واما

Marfat.com

غیرہ من المحدثین و ھم الجمہور فتوسعوا فی الشروط وکثر حدیثھم والکل عن اجتہاد وقد توسع اصحابہ من بعدہ فی الشروط فکثرت روایتھم" الخ [1]

اور یہ بھی جان لو کہ ائمہ مجتہدین حدیث کے فن میں متفاوت رہے ہیں کسی کی مرویات قلیل اور کسی کی کثیر ہیں، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی مرویات سترہ یا اس کے لگ بھگ پہنچتی ہیں، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح احادیث جو موطا میں ہیں اُن کی زیادہ سے زیادہ تعداد تین سو یا اس کے لگ بھگ ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کی مسند میں ۵۰ ہزار احادیث ہیں اور ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے مطابق سعی کی ہے۔ بعض لوگ جو بغض رکھنے والے اور متعصب ہیں، انہوں نے اس جھوٹ پکڑ باندھ لی ہے کہ ائمہ میں سے کچھ امام حدیث میں قلیل البضاعت ہیں اسی لیے ان سے روایت حدیث کم ہوئی ہے، لیکن اس اعتقاد کی کبار ائمہ کے حق میں کوئی سبیل نہیں، کیونکہ احکام شرعیہ کتاب و سنت ہی سے ماخوذ ہیں ...... اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت اس لیے قلیل ہوئی کہ انہوں نے روایت اور اس کے تحمل کے بارے میں سخت شرطیں لگائیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث یقینی کی روایت جب کہ اس کے معارضہ میں فعل نفسی واقع ہو ضعیف ہو جاتی ہے نہ یہ کہ انہوں نے حدیث کی روایت کو عمداً چھوڑ دیا، امام ابوحنیفہؒ

---

[1] عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون ۔۔۔ تاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۳۷۱

Marfat.com

کے علمِ حدیث میں کبار مجتہدین میں سے ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے
کہ مجتہدین ان کے مذہب پر اعتماد کرتے ہیں رد و قبول کے اعتبار سے
امام صاحب کے علاوہ جمہور محدثین نے روایت حدیث کی
شرائط میں توسع اختیار کیا ہے اس لیے ان کی احادیث کثیر ہوئیں
اور ہر ایک نے یہ شرائط اپنے اجتہاد سے عائد کیں، امام
صاحب کے بعد ان کے اصحاب نے بھی روایت حدیث کی شرائط
میں توسع اختیار کیا تو اُن کی روایات بھی کثیر ہوگئیں۔

قارئین محترم آپ نے ابن خلدون کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائی اس سے کہیں اشارتاً بھی جسے پوری صاحب کا مطلب ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری عبارت ان کے خلاف جاتی ہے شاید اسی لیے وہ صرف ایک فقرہ ذکر کرتے ہیں باقی سب کھا جاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ابن خلدون نے پہلے یہ بتایا کہ بعض ائمہ قلیل الروایت ہیں اور بعض کثیر الروایت، پھر اسکی تمثیل میں ائمہ ثلاثہ کا ذکر کیا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی مرویات سترہ یا اس کے لگ بھگ پہنچتی ہیں، حضرت امام مالکؒ کی تین سو تک، اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی پچاس ہزار تک، اس سے معلوم ہوا کہ ابن خلدون نے امام صاحب کے متعلق جو کہا ہے وہ ان کے قلیل الروایت ہونے کی تمثیل میں کہا ہے، بطور طعن یا اعتراض کے نہیں کہا، بلکہ انہوں نے ان لوگوں کی پُرزور مذمت کی ہے جو کسی امام کو قلیل الروایت ہونے کی وجہ سے حدیث میں قلیل البضاعت (کم علم) سمجھتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

"بعض متعصب لوگ جو ائمہ کبار میں سے کسی امام کو قلیل الروایت

Marfat.com

ہونے کی وجہ سے قلیل البضاعت (حدیث میں کم علم) خیال کرتے ہیں یہ محض ان کا افتراء ہے کبار ائمہ کے بارے میں اس کی قطعاً گنجائش نہیں، کیونکہ شریعت قرآن وسنت ہی سے اخذ کی جاتی ہے (اور جو شخص حدیث میں قلیل البضاعت ہو وہ کیسے احادیث سے احکامِ شریعت کا استنباط کرسکتا ہے) باقی حضرت امام صاحب سے جو روایت حدیث قلیل ہوئی تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ حدیث میں ان کا پایا گرا ہوا تھا یا انہوں نے جان بوجھ کر روایت حدیث کو چھوڑ رکھا تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے روایت وتحمل حدیث میں شرائط بہت سخت لگا رکھی تھیں جس کی وجہ سے ان کی احادیث قلیل ہوئیں ورنہ وہ علم حدیث میں کبار مجتہدین میں سے تھے اور ان کے کبار مجتہدین میں سے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ائمہ مجتہدین کے درمیان ان کا مذہب رد وقبول کے اعتبار سے معتمد و معتبر ہے"۔

قارئین آپ ابن خلدون کا مطلب پوری طرح سمجھ گئے ہوں گے اس لیے ہم مزید شرح کی ضرورت نہیں سمجھتے البتہ ابن خلدون نے قلیل الروایت کی تمثیل میں امام صاحبؒ کے متعلق جو یہ کہا ہے کہ "کہا جاتا ہے کہ ان کی مرویات سترہ یا اس کے لگ بھگ پہنچتی ہیں" اس کا ہم کچھ تجزیہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا نظریہ یہ ہے کہ حضرت امام صاحبؒ کے بارے میں ابن خلدون کا نقل کردہ قول عقلاً ونقلاً غلط ہے جس کے بہت سے شواہد ہیں۔

(۱) ابن خلدون نے اسے بصیغۂ تمریض ذکر کیا ہے جو خود اسکے ضعف اور مرجوحیت کی دلیل ہے۔

(۲) ابن خلدون کا یہ اپنا قول نہیں ہے بلکہ انہوں نے اسے مجہول کے صیغہ یُقَالُ سے ذکر کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ "کہا جاتا ہے" یہ کہنے والے

Marfat.com

کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا :۔

"ان الامام ذکر فی تصانیفہ نیفا وسبعین الف حدیث وانتخب الآثار من اربعین الف حدیث" ؎۱

امام ابوحنیفہ رح نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زیادہ حدیثیں بیان کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب کیا ہے

مقام حیرت ہے کہ حضرت امام صاحبؒ تو ستر ہزار سے زیادہ حدیثیں اپنی تصانیف میں بیان فرماتے ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب کرتے ہیں مگر باایں ہمہ یہ کہا جاتا ہے کہ ان کی مرویات سترہ تک پہنچتی ہیں، اِنَّ ھٰذَا لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔

نمبر۲۔ جے پوری صاحب نے ابن خلدون کے قول کے بعد حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

"(۱) مختصر قیام اللیل مطبوعہ لاہور ص ۱۲۳ میں قول عبداللہ بن مبارک"

کان ابوحنیفہ۔ یتیما فی الحدیث،

ترجمہ : امام ابوحنیفہ حدیث میں یتیم تھے" ؎۲

جے پوری صاحب اس قول کو ذکر کرکے بھی عوام کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ معاذاللہ امام صاحب کا پایہ حدیث میں گرا ہوا تھا لیکن یہ ان کی خام خیالی ہے وجہ یہ ہے کہ اگر واقعتاً یہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ ہی کا قول ہے تو اس کے یہ معنی نہیں لیے جا سکتے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس حدیثیں نہ تھیں اور

؎۱ علی بن سلطان محمد القاری : مناقب الامام الاعظم، ذیل الجواہر المضیئۃ ج ۲ ص ۴۷۴

؎۲ محمد یوسف جے پوری : حقیقت الفقہ ص ۸۶

وہ حدیث سے بے بہرہ تھے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ حضرت امام صاحبؒ کے شاگرد ہیں اور انہوں نے حضرت امام صاحب کی فقہ و حدیث دانی کی انتہائی تعریف کی ہے حتیٰ کہ انہوں نے لوگوں کو حدیث سیکھنے کے لیے حضرت امام صاحبؒ کے پاس جانے کو لازمی قرار دیا ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

(۱) "لولم الق ابا حنیفۃ لکنت من المفالیس فی العلم" ؎۱	اگر میں ابوحنیفہؒ سے نہ ملتا تو علم میں مفلس رہتا۔

بشر بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

(۲) "علیکم بالاثر ولا بد للاثر من ابی حنیفۃ فیعرف بہ تاویل الحدیث ومعناہ" ؎۲	تم پر لازم ہے اثر (حدیث) کا علم اور اثر (حدیث) کا علم حاصل کرنے کے لیے ابوحنیفہؒ لازمی ہیں کیونکہ انہی سے حدیث کا معنیٰ اور مفہوم حاصل ہو سکتا ہے،

سوید بن نصر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

(۳) "لا تقولوا رأی ابی حنیفۃ ولکن قولوا تفسیر الحدیث" ؎۳	یہ نہ کہو کہ ابوحنیفہ کی یہ رائے ہے بلکہ یہ کہو کہ وہ حدیث کی تفسیر ہے

؎۱ موفق بن احمد المکی ـ مناقب ابی حنیفۃ ص۳۰۷

؎۲ " " " " " " ص۳۰۹

؎۳ " " " " " " ص۳۰۸

Marfat.com

قارئین محترم حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جو خود محدث کبیر ہونے کے باوجود حضرت امام صاحبؒ کے بارے میں اس قدر خوش عقیدہ ہیں کہ فرماتے ہیں اگر میں ان سے نہ ملتا تو علم میں مفلس رہتا، اور ان کے قول کو تفسیر الحدیث قرار دے کر ان سے احادیث و آثار کا علم سیکھنا ضروری قرار دیتے ہیں، ایسی صورت میں یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ آپ کے اس قول کہ ابوحنیفہ حدیث میں یتیم تھے، کے یہ معنی ہوں کہ وہ حدیث سے بے بہرہ تھے، بلکہ اس کے وہ صریح معنی مراد ہوں گے جو علاوہ لغت کے دوسری روایات کے بھی مطابق ہیں یعنی "نفیس اور یگانہ"، اس طرح حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے قول "کان یتیما فی الحدیث" کے معنی ہوں گے کہ حضرت امام صاحبؒ حدیث میں نفیس و یگانۂ روزگار تھے، اس لحاظ سے آپ کا یہ قول حضرت امام صاحبؒ کی تعریف میں ہوا نہ کہ طعن و اعتراض میں، ؎

چشم بد اندیش بر کندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

آگے جے پوری صاحب نے مزید اقوال ذکر کئے ہیں، ان کو بھی اسی پر قیاس کر لیں ان سے صرف دھوکہ دہی مقصود ہے اور کچھ نہیں۔

علت: جے پوری صاحب اپنے زعم میں حضرت امام صاحب کا پایۂ حدیث میں گرا ہوا ثابت کرنے کے بعد اس کے اسباب ذکر کرتے ہیں چنانچہ "قلت کے اسباب"، کی سرخی قائم کر کے لکھتے ہیں:

"سبب اول عدم تحصیل حدیث"۔ [1]

اس کے ذیل میں خطیب بغدادی کی ایک روایت طحاوی کے حوالے سے ذکر کی ہے، اور اس سے یہ مطلب نکالنا چاہا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت امام

---

[1] محمد یوسف جے پوری ۔ حقیقت الفقہ صفحہ ۸۹

Marfat.com

صاحبؒ نے علم حدیث حاصل ہی نہیں کیا، اَوَّلاً تو یہ روایت ہی موضوع و من گھڑت ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس پر سخت تنقید کرتے ہوئے اسے موضوع و من گھڑت قرار دیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"واحسب هذه الحكاية موضوعة ففي اسنادها من ليس بثقة" ؎۱ — میرا خیال ہے کہ یہ حکایت من گھڑت ہے اور اس کی سند میں غیر ثقہ راوی ہیں۔

آگے فرماتے ہیں:-

"قلت: الآن كما جزمت بانها حكاية مختلقة" ؎۲ — میں کہتا ہوں کہ اب تو مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ کہانی من گھڑت ہے۔

مزید غصہ کا اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"قلت قاتل الله من وضع هذه الخرافة" ؎۳ — خدا اسے غارت و برباد کرے جس نے یہ خرافات گھڑی ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی رقمطراز ہیں:-

"یہ روایت محض غلط ہے تمام معتمد روایتیں اس کے خلاف ہیں جو ریمارکس امام صاحب کی طرف منسوب کئے ہیں ایسے جاہلانہ ریمارکس ہیں کہ ایک معمولی آدمی کی طرف بھی منسوب نہیں کیے جا سکتے۔ اس روایت کو صحیح مانیں تو ماننا پڑے گا کہ حدیث و کلام کی طرف امام ابو حنیفہؒ نے توجہ ہی نہیں کی، حالانکہ ان فنون میں امام ابو حنیفہؒ کا جو پایہ ہے

؎۱ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی — سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۳۹۶

؎۲ ” ” ” ” — ” ” ج ۶ ص ۳۹۶

؎۳ ” ” ” ” — ” ” ج ۶ ص ۳۹۷

Marfat.com

اس سے کون انکار کر سکتا ہے یہ ممکن ہے کہ تحصیل علم کے بعد امام نے خیال کیا ہو کہ کس فن کو اپنا خاص فن بنائیں اور چونکہ عام خلائق کی ضرورتیں فقہ سے وابستہ دیکھیں اس لیے اسی کو ترجیح دی"۔ [1]

جب کہ یہ حکایت ہی موضوع و من گھڑت ہے تو جے پوری صاحب کا اس کو ذکر کرنا اور اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ امام صاحب نے علم حدیث حاصل ہی نہیں کیا انصاف و دیانت کے خلاف ہے۔

ثانیاً :۔ تھوڑی دیر کے لیے اگر ہم اس روایت کو مان بھی لیں اور جو مطلب جے پوری صاحب نکالنا چاہتے ہیں وہ مطلب بھی نکال لیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے علم حدیث حاصل ہی نہیں کیا تو ان [1] کے جو چار ہزار اساتذہ بتائے جاتے ہیں اس کا کیا مطلب ؟ [2] پھر آپ کو جو کبار مجتہدین میں سے شمار کیا جاتا ہے اس کا کیا مطلب ؟ کیونکہ مجتہد تو علم حدیث کی تحصیل کے بغیر کوئی بن ہی نہیں سکتا، [3] پھر حضرت امام صاحبؒ کو جو امام ذہبی، امام سیوطی اور امام یوسف صالحی رحمہم اللہ نے حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اس کا کیا مطلب ؟ [4] کیا وہ شخص بھی حافظ الحدیث بن سکتا ہے جس نے علم حدیث حاصل ہی نہیں کیا نیز حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے جو لوگوں کو علم حدیث حاصل کرنے کے لیے حضرت امام صاحب کی خدمت میں جانے کی تاکید کی ہے اس کا کیا مطلب ؟ کیا ایسا شخص جس نے خود علم حدیث حاصل نہیں کیا وہ دوسروں کو تعلیم دے سکتا ہے، [5] پھر حضرت عبد اللہ بن مبارک، وکیع بن الجراح، یزید بن ہارون، یزید بن زریع، ابو عاصم النبیل، قاسم بن معن، قاسم بن حکم، عیسیٰ بن یونس، علی بن مسہر، خارجہ بن مصعب، داود طائی، قاضی ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی، زفر بن

---

[1] شبلی نعمانی ۔ سیرت النعمان صلا

ھذیل، جعفر بن عون رحمہم اللہ اور ان جیسے سینکڑوں محدثین جو حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں انہوں نے امام صاحب سے کیا حاصل کیا ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ جے پوری صاحب ناواقف عوام کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور کچھ نہیں لیکن ان حقائق کے ہوتے ہوئے ان کی دھوکہ دہی نہیں چل سکتی۔ آگے لکھتے ہیں

"سبب دوم عدم سفر در تلاش احادیث" لہ

اس کے ذیل میں علامہ شبلی نعمانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

"چنانچہ علامہ شبلی نعمانی سیرت النعمان مطبوعہ مجتبائی صـ۶ میں لکھتے ہیں کہ امام صاحب کے مزاج میں تکلف تھا، اکثر خوش لباس رہتے تھے کبھی کبھی سنجاب وقاقم کے جبے بھی استعمال کرتے تھے، ابومطیع بلخی ان کے شاگرد کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن ان کو نہایت قیمتی چادر پہنے دیکھا جس کی قیمت کم از کم چار سو درہم ہوگی۔ چار پانچ دینار (اشرفی) کی چادر کو گندہ فرماتے اور اوڑھنے سے شرماتے اور ایضاً صفحہ ۲۷ میں لکھتے ہیں کہ ایسے شخص کو طلب حدیث کے لیے عراق، حجاز، مصر، یمن، اور شام کا سفر کرنا اور علم حدیث کی طالب علمی میں برسوں کا ٹنا اور احادیث حفظ کرنی اور زحمت طول سفر اٹھانی دشوار بلکہ ناممکن کہنا چاہیئے۔" لہ

قارئین محترم جے پوری صاحب نے اس موقعہ پر یہودیانہ خصلت "تحریف وتغیر" کا پورا پورا مظاہرہ کیا ہے کیونکہ علامہ شبلی نعمانی نے مذکورہ بالا واقعہ "اخلاق

لہ محمد یوسف جے پوری ۔ حقیقت الفقہ صـ۹۱

لہ " " " صـ۹۱

Marfat.com

وعادات" کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے، جس سے صرف حضرت امام صاحب کے خوش لباس رہنے کو بیان کرنا مقصود ہے اور کچھ بھی نہیں، بے پوری صاحب نے اسے قلت کے اسباب کے تحت بطور طعن ذکر کیا ہے اور انتہائی بد دیانتی سے کام لیتے ہوئے علامہ شبلی کی عبارت کے ساتھ چار پانچ دینار سے لے کر ناممکن کہنا چاہیئے تک لائن زدہ عبارت کو جوڑ کر اپنا مطلب نکالا ہے۔ ہم نے غیر مقلدین کی طبع کردہ "سیرت النعمان" کی ایک ایک سطر چھان ماری لیکن ہمیں بے پوری صاحب کی علامہ شبلی کے حوالے سے ذکر کردہ لائن زدہ عبارت کہیں نظر نہیں آئی، اندازہ کیجئے کہ بے پوری صاحب حضرت امام ابو حنیفہؒ سے بغض وحسد میں اس قدر مغلوب ہوئے ہیں کہ ان کے خلاف عبارت تراش کر دوسروں کے گلے لگانے سے بھی نہیں ہچکچائے اور انہیں یہودیانہ خصلت برتتے ہوئے شرم وحیا مانع نہیں ہوتی۔ یاللعجب ولضیعۃ الادب۔

دوسرے بے پوری صاحب کا حضرت امام صاحب کے بارے میں یہ ثابت کرنا کہ انہوں نے حصول حدیث کے لیے سفر نہیں کیا اس لیے ان سے احادیث کم مروی ہیں، یہ بھی سراسر دھوکہ اور فریب ہے، حقیقت اس کے بالکل خلاف ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کا قیام کوفہ میں تھا، جہاں کبار محدثین ومجتہدین موجود تھے جن سے احادیث اخذ کرنے کے لیے لوگ خود کوفہ آیا کرتے تھے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے طلب حدیث میں بخارا سے لے کر مصر تک تمام اسلامی شہروں کا سفر کیا تھا، دو دفعہ جزیرہ گئے، چار دفعہ بصرہ جانا ہوا، چھ سال تک حجاز میں مقیم رہے مگر اس کے باوجود کوفہ اور بغداد کی وہ اہمیت تھی کہ فرماتے ہیں: "لا احصی کم دخلت الی الکوفۃ وبغداد مع المحدثین"[1]، میں شمار بھی نہیں کرسکتا کہ کوفہ اور بغداد میں مجھے محدثین

[1] شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی: ھدی الساری مقدمہ فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۰

Marfat.com

کے ساتھ کتنی بار جانا پڑا ۔ ان حالات میں حضرت امام صاحبؒ کو طلب حدیث کے لیے اوّل تو کہیں جانے کی ضرورت نہ تھی ۔ لیکن تاریخ بتلاتی ہے کہ آپ نے طلب علم میں کئی سفر کئے ہیں، اُس زمانہ میں حج بھی افادہ و استفادہ کا بڑا ذریعہ تھا کیونکہ ممالک اسلامیہ کے گوشہ گوشہ سے بڑے بڑے اہل کمال حرمین میں آکر جمع ہو جاتے تھے اور درس و افتاء کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا، امام ابوالحسن مرغینانی نے بسند نقل کیا ہے کہ آپ نے پچپن حج کئے تھے، علاوہ ازیں ۱۳۰ھ سے لے کر منصور عباسی کے زمانۂ خلافت تک جس کو چھ سال کا عرصہ ہوتا ہے آپ کا مستقل طور پر قیام مکہ معظمہ ہی میں رہا ۔

۵ : کچھ آگے چل کر ایک عنوان قائم کرتے ہیں ۔

"حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اجماع صحابہؓ"

اس عنوان کے ذیل میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق یہ بتانے کے لیے کہ وہ صحابہ کرام کے اجماع کی مخالفت کرتے تھے علامہ دمیری کی کتاب "حیاۃ الحیوان" سے لفظ "جنین" کے تحت علامہ دمیری کی تحقیق نقل کی ہے ۔ لکھتے ہیں :۔

"علامہ کمال الدین دمیری حیاۃ الحیوان کبریٰ مطبوعہ مصر جلد ۱ صلاا میں فرماتے ہیں :۔ الجنین ھو ما یوجد فی بطن البھیمۃ بعد ذبحھا فان وجد میتا بعد ذبحھا فھو حلال باجماع الصحابۃ کما نقلہ الماوردی فی الحاوی وبہ قال مالک والاوزاعی والثوری وابویوسف ومحمد واسحق والامام احمد وتفرد ابوحنیفۃ بتحریم اکلہ ۔ (ترجمہ) جنین وہ بچہ ہے جو چوپائے کے پیٹ

Marfat.com

میں ذبح کے بعد نکلے اگر ذبح کے بعد وہ بچہ مردہ ہو تو باجماع حلال ہے جیسا کہ ماوردی نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے اور یہی مذہب امام مالکؒ اور اوزاعیؒ اور سفیان ثوریؒ اور ابو یوسفؒ اور محمدؒ اور اسحٰق بن راہویہؒ اور احمد بن حنبل کا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ صرف اکیلے اس کو حرام کہتے ہیں (مولف اس ایک ہی مسئلہ پہ اکتفا کیا گیا ورنہ بہت ایسے مسائل ہیں کہ جن میں امام ابو حنیفہؒ نے اجماع صحابہ کا خلاف کیا ہے جو کسی اہل علم پر پوشیدہ نہیں۔" لہ

جے پوری صاحب نے یہاں بھی بد دیانتی سے کام لیتے ہوئے ادھوری عبارت نقل کی ہے، حیوٰۃ الحیوان میں مذکورہ عبارت میں۔ بتحریم اکلہ۔ کے بعد یہ عبارت ہے " محتجا بقولہ تعالیٰ حرمت علیکم المیتۃ والدم و بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم احلت لنا میتتان ودمان السمك والجراد والکبد والطحال وھذہ میتۃ ثالثۃ لم تذکر" لہ یعنی حضرت امام صاحب نے اس کی تحریم کا قول اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کرتے ہوئے کیا ہے کہ "حرام کیا گیا ہے تمہارے لیے مردار اور خون کو" نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے بھی استدلال کیا ہے کہ "حلال کیے گئے ہیں ہمارے لیے دو مردار اور دو خون یعنی مچھلی اور ٹڈی، جگر اور تلی" "جنین" جو مرا ہوا نکلے وہ تیسرا مردار ہے جس کا تذکرہ حدیث میں نہیں ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام صاحبؒ نے یہ رائے کتاب و سنت

لہ محمد یوسف جے پوری۔ حقیقت الفقہ ص ۹۳

لہ کمال الدین محمد بن موسیٰ الدمیری۔ حیوٰۃ الحیوان ج ا ص ۱۶۱

سے استدلال کرتے ہوئے قائم کی ہے بے دلیل قائم نہیں کی، دججے پوری صاحب نے اسے اس لیے ذکر نہیں کیا کہ کہیں عوام کو یہ پتہ نہ چل جائے کہ حضرت امام صاحبؒ اس مسئلہ میں کتاب وسنت سے استدلال کرتے ہیں نہ کہ اپنی رائے اور قیاس سے)

اور حضرت امام صاحبؒ کا یہ استدلال بالکل صحیح ہے کیونکہ جو جنین مردہ نکلتا ہے وہ "میتۃ" ہے جس کی حُرمت آیتِ مبارکہ حرمت علیکم المیتۃ سے ثابت ہے اور یہ قطعی الثبوت بھی ہے اور قطعی الدلالت بھی، اس کے برخلاف مردہ جنین کے حلال ہونے پر جن احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے۔ اول تو ان میں تاویل کا احتمال ہے یعنی ذکوٰۃ الجنین ذکوٰۃ امہ کے معنی ہیں کذکوٰۃ امہ یعنی جنین کا ذبح ایسے ہی ہے جیسے اس کی ماں کا، دوسرے بالاجماع اُن احادیث کے عموم پر عمل نہیں کیا گیا کیونکہ جنین اگر زندہ نکل آتا ہے تو بالاتفاق سب کے نزدیک اس کا مستقلاً ذبح کرنا ضروری ہے، تیسرے وہ سب کی سب احادیث ضعیف ہیں۔ لہٰذا ان احادیث سے جو نہ قطعی الثبوت ہیں نہ قطعی الدلالت، حضرت امام صاحب کی پیش کردہ آیت مبارکہ کا جو قطعی الثبوت بھی ہے اور قطعی الدلالت بھی، کیسے مقابلہ کیا جاسکتا ہے اور محکم نص پر عمل کیسے چھوڑا جاسکتا ہے۔

علامہ ابن حزم اس مسئلہ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"قال ابومحمد: لوصح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقلنا بہ مسارعین و اذا لم یصح عنہ فلا یحل ترک القرآن لقول قائل او قائلین"۔ [1]

ابومحمد (ابن حزم) کا کہنا ہے کہ اگر اس مسئلہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحیح طور پر کچھ ثابت ہوتا تو ہم بہت جلد اس کا قول کر لیتے، لیکن جبکہ

---

[1] ابو محمد علی بن حزم ظاہری - المحلی ج ۴ ص ۴۶۹

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ میں صحیح طور پر کچھ ثابت ہی نہیں ہے تو کسی ایک کہنے والے یا بہت سے کہنے والوں کے کہنے کی وجہ سے قرآن کو چھوڑنا حلال نہیں ہوگا۔

باقی رہا ماوردی کا اجماعِ صحابہ کا دعویٰ کرنا تو یہ بلا دلیل ہے' اور علامہ دمیری کا اس مسئلہ میں حضرت امام صاحب کو منفرد یعنی تنہا قرار دینا غلط ہے، کیونکہ جلیل القدر تابعی اور دورِ صحابہ کے مفتی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے، چنانچہ کتاب الآثار میں مروی ہے۔

" اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم قال لا تکون ذکوٰۃ نفس ذکوٰۃ نفسین" [1]

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی امام ابو حنیفہؒ نے اور انہوں نے بواسطہ حمادؒ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ایک جاندار کا ذبح دو جانداروں کا ذبح نہیں ہوسکتا،

۶ ۔ جے پوری صاحب کچھ آگے چل کر ایک عنوان قائم کرتے ہیں۔

" حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جرح" [2]

اس عنوان کے تحت جے پوری صاحب نے بعض متعصبین اور حاسدین اور کچھ ایسے حضرات کے حوالے نقل کیے ہیں جو خود غلط فہمی کا شکار تھے، ان کے جوابات ہزار دفعہ دیئے جاچکے ہیں، یہ حوالے نقل کرنے کے بعد جے پوری صاحب لکھتے ہیں۔

"اسمار گرامی ان ائمہ محدثین، فقہاء و فضلاء کے جنہوں نے حضرت امام

---

[1] کتاب الآثار صـ۱۳۷

[2] محمد یوسف جے پوری ۔ حقیقت الفقہ صـ۹۶

Marfat.com

ابوحنیفہؒ کو ناقص الحافظہ اور حدیث کم جاننے والا اور اسی کی جانچ
وپرکھ میں ناقص، نیز عربی زبان میں ناقص بتلایا ہے' اور ان کے
عقائد اور مسائل پر اعتراض کیا ہے"۔ ۱؎

یہ لکھنے کے بعد اسی حضرات کے نام گنوائے ہیں جن میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد، عبداللہ بن مبارک، ابن عیینہ، یزید بن ہارون، عبداللہ بن داود، یحیی بن سعید قطان رحمہم اللہ جیسے بزرگوں کے نام بھی ہیں۔

قارئین محترم! حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں آپ ان اکابر ائمہ محدثین کے اقوال پیچھے ملاحظہ فرما چکے ہیں کیا ان کی موجودگی میں یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے امام صاحب پر جرح کی ہوگی؟ پھر حیران کن بات یہ ہے کہ اس فہرست میں ان لوگوں کے نام بھی ہیں جنہوں نے امام صاحب کی مدافعت میں مستقل کتابیں لکھی ہیں مثلاً حضرت عبدالوہاب شعرانیؒ، مولانا عبدالحی لکھنویؒ وغیرہ پھر اس میں وہ حضرات بھی شامل ہیں جو حضرت امام صاحب کے شاگرد تھے۔ ہم حیران ہیں جے پوری صاحب کی عقل ونقل پر' جے پوری صاحب تو دنیا سے چلے گئے ہم غیر مقلدین کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ مرد میدان بنیں اور ہمت ہے تو ان تمام ائمہ سے بسند صحیح حضرت امام صاحب پر جرح ثابت کر دیں۔ دیدہ باید

جے پوری صاحب مزید کچھ آگے چل کر ایک عنوان یہ قائم کرتے ہیں۔
"کیا حنفی مذہب میں ولی ہوئے ہیں"۔

اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

"اکثر حنفی کہا کرتے ہیں کہ ہمارے مذہب کے حق ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ اس مذہب میں ہزاروں اولیاء اللہ ہوئے ہیں اسکا جواب

۱؎ محمد یوسف جے پوری - حقیقت الفقہ ص ۹۸

Marfat.com

بگوش دل ملاحظہ ہو: حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کہ جن کو چاروں مذہب والے بڑا ولی مانتے ہیں وہ صاف اس بات سے انکار کرتے ہیں چنانچہ طبقات ابن رجب جلد ا صلا۲۰ میں ہے کہ

قیل للشیخ ھل کان للہ ولیا علیٰ غیر اعتقاد احمد بن حنبل فقال ما کان ولا یکون۔ (ترجمہ) حضرت پیران پیر سے پوچھا گیا کہ حنبلی مذہب والوں کے سوا اور مذہب میں بھی کچھ ولی ہوئے ہیں یا نہیں۔ فرمایا نہ تو ہوئے ہیں اور نہ ہوں گے"۔ ؎۱

احناف کے ساتھ جے پوری صاحب کے بغض و عناد کو ملاحظہ فرمائیے کہ انہیں احناف کے اندر کسی ولی اللہ کا ہونا بھی گوارا نہیں ہے اور وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حنفی مذہب میں کوئی ولی نہیں ہوا۔ اور یہ ثابت کرنے کے لیے انہوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا ایک قول ڈھونڈا ہے لیکن ان کا اس قول سے استدلال کرنا بالکل غلط، بے فائدہ اور بے کار ہے۔

اوّلاً:۔ تو اس لیے کہ جے پوری صاحب کو کوئی حدیث پیش کرنی چاہیئے تھی جس سے ثابت ہوتا کہ حنفی مذہب میں نہ ولی ہوئے ہیں نہ ہوں گے، مذکورہ قول تو امتی کا ہے اور غیر مقلدین کے ہاں تو اقوالِ صحابہ حجت نہیں چہ جائیکہ دیگر حضرات کے اقوال، اس لیے یہ قول پیش کرنا شان تحدیث کو بٹہ لگانے کے مترادف بلکہ بقول غیر مقلدین کے شرک ہے۔

ثانیاً:۔ جے پوری صاحب نے مذکورہ قول کا ترجمہ بھی انتہائی غلط کر کے لوگوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے اس لیے کہ انہوں نے اعتقاد کا ترجمہ مذہب کیا ہے جو غلط ہے، کیونکہ فقہی طور پر مذہب مسلک کے معنی میں ہوتا ہے اور حضرت

؎۱ محمد یوسف جے پوری ۔ حقیقۃ الفقہ صلا۱۰۷

Marfat.com

شیخ کے قول میں اعتقاد سے مسلک ہرگز مراد نہیں بلکہ اعتقاد سے وہ بنیادی عقائد مراد ہیں جن پر کفر و اسلام اور نجات و عذاب کا دار و مدار ہے۔ ظاہر ہے کہ ان بنیادی عقائد میں ائمہ اربعہ باہم متفق ہیں اور ان کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں لہٰذا صحیح ترجمہ یہ ہوگا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے سوال ہوا کیا حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے جو عقائد تھے ان عقائد سے ہٹ کر کوئی ولی ہوا ہے تو آپ نے فرمایا نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ اس ترجمہ کو سامنے رکھیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ معتزلہ، خوارج و روافض کی تردید کر رہے ہیں کہ ان میں نہ ولی ہوا نہ ہو سکتا ہے کیونکہ وہ امام احمدؒ کے عقائد سے ہٹے ہوئے تھے نہ کہ ائمہ اہل سنت کے متبعین کی۔ برا ہو عدم تقلید کا یہ انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے۔

ثالثاً :- اگر جے پوری صاحب کے ترجمے کے مطابق حضرت شیخ کی عبارت کا مطلب وہی ہے جو جے پوری صاحب سمجھانا چاہتے ہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ حنبلیوں کے سوا۔ مالکیوں اور شافعیوں میں بھی کوئی ولی نہ ہوا ہو: جے پوری صاحب کے حواری سوچ کر جواب دیں کیا وہ یہ کہنے کے لیے تیار ہیں؟ یاد رہے کہ جے پوری صاحب کا صرف حنبلیوں میں اولیاء ماننا یہ اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ غیر مقلدین میں بھی نہ کوئی ولی ہوا ہے نہ ہوگا کیونکہ غیر مقلدین جس طرح امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے مقلد نہیں ہیں اسی طرح وہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بھی مقلد نہیں ہیں لہٰذا غیر مقلدین خود اپنی زبان سے اقراری ہو گئے کہ نہ ان میں کوئی ولی ہوا ہے نہ ہوگا۔

رابعاً :- جے پوری صاحب کا احناف میں ولیوں کا انکار کرنا سورج کی روشنی میں دن کا انکار کرنے کے مترادف ہے، جے پوری صاحب کے حواریین

Marfat.com

سوچ کر جواب دیں کہ

(۱) حضرت ابراہیم ادہم بلخی، حضرت شقیق بلخی، حضرت بشر حافی، حضرت داود طائی، حضرت فضیل بن عیاض رحمہم اللہ حضرت امام صاحب کے شاگرد یہ اولیاء تھے یا نہیں ؟

(۲) حضرت علی ہجویری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت خواجہ فرید الدین، حضرت خواجہ نظام الدین، حضرت علاؤ الدین صابر کلیری، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمہم اللہ جو سب کے سب حنفی تھے یہ اولیاء تھے یا نہیں ؟

(۳) حضرت مجدد الف ثانیؒ، ان کے صاحبزادگان اور ان کے خلفاء حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کے صاحبزادگان جو سب حنفی تھے یہ اولیاء تھے یا نہیں ؟

اندازہ فرمائیے جے پوری صاحب کی ذہنیت کا، کہتے ہیں آئینہ میں اپنا ہی منہ نظر آتا ہے، چونکہ غیر مقلدین میں کوئی ولی اللہ نہیں ہے اس لیے انہیں احناف میں بھی اولیاء نظر نہیں آتے۔

قارئین محترم! ہم نے "حقیقت الفقہ" کے جن چند حوالوں کا تجزیہ کیا ہے یہ اس کے مقدمہ کے تھے آگے جے پوری صاحب نے اپنی کتاب کے دو حصے کئے ہیں۔ پہلے حصے میں فقہ حنفی کے وہ مسائل درج کئے ہیں جو ان کے زعم میں قرآن وحدیث کے خلاف ہیں، دوسرے حصے میں وہ مسائل درج کئے ہیں جو ان کے خیال میں قرآن وحدیث کے موافق ہیں، لیکن ان دونوں حصوں میں جے پوری صاحب نے انتہائی خیانت اور بددیانتی سے کام لیا ہے، عبارات میں کتر بیونت کی ہے اور مطالب غلط اخذ کئے ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ جن کتب کے حوالے دیئے ہیں ان کی اصل عبارات پیش نہیں کیں بلکہ حوالے اصل کتابوں کے دیئے ہیں اور عبارتیں اصل کتابوں کے ترجموں کی درج کی ہیں۔ جو ترجمے

Marfat.com

خود غیر مقلدین نے کئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب ہم اصل کتابوں میں یہ حوالے دیکھتے ہیں تو وہاں ان کا نام و نشان بھی نہیں ملتا، مگر سادہ لوح عوام بے چارے "حقیقت الفقہ" پڑھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں دیئے گئے حوالے اصل کتابوں کے ہیں جو صحیح ہوں گے۔

برادران احناف سے ہماری گزارش ہے کہ غیر مقلدین سے جب بھی فقہی مسائل پر بات ہو تو اصل عربی کتابوں کے حوالے طلب کریں، اور جب کوئی غیر مقلد "حقیقت الفقہ" لائے تو اس کے سامنے فقہ کی اصل عربی کتابیں لا کر رکھ دیں کہ یہ مسئلہ ان میں سے دکھائیں۔ محال ہے جو کوئی غیر مقلد اصل عربی کتاب سے وہ مسئلہ نکال دے۔ ہم اس کا بارہا تجربہ کر چکے ہیں ؎

خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے   یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

ذیل میں ہم "حقیقت الفقہ" سے چند حوالے نقل کرتے ہیں اور غیر مقلدین سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ یہ حوالے اصل عربی کتابوں سے نکال دیں، لیکن ہمیں یقین ہے کہ وہ قیامت تک بھی یہ حوالے اصل عربی کتابوں سے نہیں نکال سکتے، ملاحظہ فرمائیے۔

یوسف جے پوری صاحب لکھتے ہیں۔

"(۲۳۱) بجائے سبحانک اللّٰھم کے اللّٰھم باعد الخ پڑھنا زیادہ تر صحیح ہے، ابن ہمام شرح وقایہ صفحہ ۹۲۔

(۲۳۲) سبحانک اللّٰھم اور انی وجہت کو نفل نماز میں ملانا جائز ہے درمختار جلد ۱ صفحہ ۲۲۷۔

(۲۳۳) انی وجہت الخ نماز کے اندر پڑھنا مسنون ہے (ابو یوسف) شرح وقایہ صفحہ ۹۲، منیہ صفحہ ۸۲۔

(۲۳۴) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین ضعیف

Marfat.com

ہے۔ ہدایہ جلد ا صفحہ ۳۵۰۔

(۲۳۵) سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین صحیح ہے جلد ا صفحہ ۳۵۰ شرح وقایہ صفحہ ۹۳۔

(۲۳۶) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث مرفوع نہیں وہ قول حضرت علیؓ سے ہے اور ضعیف ہے۔ شرح وقایہ صفحہ ۹۳

(۲۳۷) حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ مجددی حنفی سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو بسبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔ مقدمہ ہدایہ جلد ا صفحہ ۱۱ و صفحہ ۳۵۱۔

(۲۳۸) ابن المنذر نے امام مالکؒ سے ہاتھ باندھنا روایت کیا ہے۔ ہدایہ جلد ا صفحہ ۳۵۔

(۲۳۹) لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب یہ حدیث بسند صحیح صحاح ستہ و ابن حبان و سنن دارقطنی وغیرہ میں مروی ہے۔ ہدایہ ج ا صفحہ ۳۶۱۔

(۲۴۰) ابن ہمام نے تعلب القرآن والی حدیث کے راوی کو ثقہ بتا کر کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہری نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھے۔ ہدایہ جلد ا ۴۲۹

(۲۴۱) امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کی احادیث ضعیف ہیں۔ شرح وقایہ صفحہ ۱۰۸ و صفحہ ۱۰۹۔

(۲۴۲) حضرت ابن عمرؓ کا اثر فاتحہ خلف امام نہ پڑھنے کا ضعیف ہے شرح وقایہ صفحہ ۱۰۹۔

(۲۴۳) حضرت علیؓ کا قول بھی منع فاتحہ میں ضعیف ہے اور باطل ہے۔ شرح وقایہ صفحہ ۱۱۰۔

(۲۴۴) اذا کبر الامام فکبروا الخ حدیث ضعیف ہے شرح وقایہ صفحہ ۱۱۰[1]

---

[1] محمد یوسف جے پوری۔ حقیقت الفقہ صفحہ ۱۹۳

Marfat.com

مزید لکھتے ہیں۔

(۲۵۶) تصدیق احادیث رفع الیدین قبل رکوع و بعد رکوع۔ ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۳۸۶، شرح وقایہ صفحہ ۱۰۲ و صفحہ ۱۰۳۔

(۲۵۷) بیہقی کی روایت میں ابن عمرؓ سے جس کے آخر میں ہے کہ یہی آپ کی نماز رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقی ہوئے یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۳۸۹۔

(۲۵۸) رفع الیدین کرنے کی حدیثیں بہ نسبت ترک رفع کے قوی ہیں ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۳۸۹۔

(۲۵۹) رفع الیدین نہ کرنے کی حدیث ضعیف ہے۔ شرح وقایہ صفحہ ۱۰۲" ؎

جے پوری صاحب تو اس دنیا سے چلے گئے اس لیے موجودہ غیر مقلدین سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ مذکورہ حوالے فقہ کی اصل عربی کتابوں سے نکال کر دکھائیں ورنہ قیامت کے دن خدا کے یہاں جوابدہی کے لیے تیار رہیں، اگر غیر مقلدین یہ کہیں کہ ہم ترجمہ والی کتابوں سے یہ حوالے دکھا سکتے ہیں تو ہم اس کے لیے بھی تیار ہیں، وہ ہمیں ترجمے والی کتابوں میں فقہ کی جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے اُن کتابوں کی عبارات کا ترجمہ دکھلا دیں اور ساتھ ہی یہ نشاندہی کریں کہ یہ ترجمہ اس عربی عبارت کا ہے، لیکن ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ وہ اصل عربی عبارت کا ترجمہ بھی نہیں دکھلا سکتے کیونکہ یہ حوالے جب اصل کتابوں میں نہیں تو ترجمہ میں کہاں سے آئیں گے۔

قارئین کرام بات کہاں سے کہاں چلی گئی۔ اصل بات یہ چل رہی تھی کہ پاک و ہند میں فقہ حنفی کے خلاف پہلی کتاب "استقصاء الافحام" لکھی گئی جس کا مصنف غالی قسم کا شیعہ تھا، دوسری کتاب "ظفر المبین" لکھی گئی جس کا مصنف

؎ محمد یوسف جے پوری ۔ حقیقۃ الفقہ صفحہ ۱۹۴

Marfat.com

مولوی محمد حسین بٹالوی کے بقول میزان و منشعب سے بھی ناواقف تھا اور اسے ماضی و مضارع کے معنی بھی نہیں آتے تھے، اس کے بعد "حقیقت الفقہ" لکھی گئی جس کے چند حوالوں کا تجزیہ گزشتہ صفحات میں پیش کیا گیا۔ اس کے بعد شمع محمدی، درایت محمدی وغیرہ وغیرہ لکھی گئیں اور تاہنوز یہ سلسلہ جاری ہے، اور اب تو چونکہ ترقی کا دور ہے اس لیے غیر مقلدین کے خلاف فقہ حنفی کی کتب کا فرداً فرداً جائزہ لے رہے ہیں، یعنی عالمگیری کے خلاف مستقل کتاب، ہدایہ کے خلاف مستقل کتاب علی ہذا القیاس ان سب کی قدر مشترک یہ ہے کہ ان میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ فقہ حنفی قرآن و حدیث کے خلاف ہے، تقریباً یہ ساری کتابیں ہماری نظر سے گزری ہیں۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کتب کے مصنفین فقہ و حدیث کا تناقض تو کیا ثابت کریں گے ان لوگوں کو تناقض کی تعریف بھی معلوم نہیں، محض تعصب و عناد کی وجہ سے فقہ حنفی کے مسائل کو قرآن و حدیث کے مخالف و متناقض ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں حقیقت میں وہ مسائل قطعاً قرآن و حدیث کے مخالف و متناقض نہیں ہوتے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس حقیقت کو ذرا واضح کر دیا جائے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو اولاً تو ہمیں فقہ کی تعریف جاننی چاہیئے کہ فقہ کسے کہتے ہیں، فقہاء نے فقہ کی یہ تعریف کی ہے " علم بالاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ عن ادلتہا التفصیلۃ " فقہ جاننا ہے شریعت کے فروعی احکام کو ان کی تفصیلی دلیلوں سے، اس تعریف سے معلوم ہوا کہ فقہی مسائل وہ ہوتے ہیں جو تفصیلی دلائل، قرآن، حدیث، اجماع امت اور قیاس مجتہد سے مستنبط ہوتے ہیں، غور فرمائیے جب فقہی مسائل ہوتے ہی وہ ہیں جو قرآن و حدیث، اجماع امت اور قیاس سے مستنبط ہوں تو پھر ان مسائل کے قرآن و حدیث کے مخالفت ہونے کا کیا مطلب ؟ دوسرے

Marfat.com

نمبر یہ ہیں تناقض کی حقیقت اور اس کی شرائط کو سمجھنا چاہیئے، تناقض کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے۔

"التناقض هو اختلاف القضيتين بالايجاب والسلب بحيث يقتضي لذاته صدق احدهما كذب الاخرى او بالعكس" [۱]

تناقض کہتے ہیں دو قضیوں کے ایجاب وسلب میں اس طرح سے مختلف ہونے کو کہ لذاتہ ایک قضیہ کا صادق ہونا دوسرے قضیہ کے کاذب ہونے کا، یا ایک کا کاذب ہونا دوسرے کے صادق ہونے کا تقاضہ کرے۔

دو قضیہ مخصوصہ میں تناقض پائے جانے کے لیے دونوں کا آٹھ چیزوں میں متحد ہونا ضروری ہے وہ آٹھ چیزیں درج ذیل ہیں۔ وحدت موضوع۔ وحدت محمول۔ وحدت زمان، وحدت مکان، وحدت قوۃ وفعل، وحدت شرط، وحدت جزو کل، وحدت اضافت۔ ان کو وحدت ثمانیہ کہا جاتا ہے۔ اگر ان میں سے ایک بھی نہ پائی گئی تو تناقض نہیں پایا جائے گا، مثلاً ایک شخص کہے کہ زید کھڑا ہے، دوسرا کہے کہ کھڑا ہوا نہیں ہے تو اس میں تناقض جب ہی ہوگا جب کہ زید کے کھڑے ہونے کا اور کھڑے نہ ہونے کا زمانہ بھی ایک ہو اور مکان (جگہ) بھی ایک ہو یعنی جس نے یہ کہا ہے کہ زید کھڑا ہے اس کی مراد مثلاً یہ ہو کہ مسجد میں دن کے وقت کھڑا ہے اور جس نے یہ کہا ہے کہ زید کھڑا نہیں ہے اس کی مراد یہ ہو کہ زید مسجد میں دن کے وقت کھڑا نہیں ہے۔ اس صورت میں دونوں باتیں اور اگر زمان یا مکان بدل گئے تو تناقض نہیں رہے گا، اسی مثال کو لے لیں جس نے یہ کہا ہے کہ زید کھڑا ہے اس کی مراد یہ ہو کہ مسجد میں کھڑا ہے اور

---

[۱] فضل امام خیرآبادی - المرقات ص ۲۲

Marfat.com

جس نے کہا ہے کہ کھڑا نہیں ہے اس کی مراد یہ ہو کہ بازار میں کھڑا نہیں ہے تو اس میں کوئی تناقض نہیں ہوگا۔ یا جس نے کہا ہے کہ زید کھڑا ہے اس کی مراد یہ ہو کہ فی الحال کھڑا ہے اور جس نے کہا کہ کھڑا نہیں ہے اس کی مراد یہ ہو کہ صبح کے وقت کھڑا نہیں تھا تو بھی کوئی تناقض نہیں ہوگا۔ یہ سمجھ لینے کے بعد اب آیئے غیر مقلدین کے طرز عمل کی طرف وہ فقہی مسائل کو قرآن و حدیث کے مخالف و متناقض ثابت کرتے وقت ان شرائط کا بالکل لحاظ نہیں کرتے بلکہ انہیں ان شرائط کی شاید ہوا بھی نہیں لگتی۔ اس لیے یہ لوگ فقہی مسائل کو قرآن و حدیث کے مخالف سمجھتے ہیں حقیقت میں وہ مخالف نہیں ہوتے۔

ہاں ایسا ضرور ہوتا ہے کہ بہت سی احادیث بظاہر آپس میں مخالف ہوتی ہیں ایک مجتہد ایک کو ترجیح دے کر اس پر عمل کرتا ہے تو اس کا عمل دوسری حدیث کے بظاہر خلاف نظر آتا ہے اور دوسرا مجتہد دوسری حدیث کو ترجیح دیکر اس پر عمل کرتا ہے تو اس کا عمل پہلی حدیث کے بظاہر خلاف نظر آتا ہے تو اسے حدیث کا بظاہر اختلاف تو کہا جائے گا۔ مجتہد کے مسئلہ کو حدیث کے خلاف نہیں کہا جائے گا کیونکہ وہ تو حدیث ہی پر عمل کر رہا ہے۔ ہم تین چار مسائل پیش کرتے ہیں جنہیں غیر مقلدین قرآن و حدیث کے خلاف بتاتے ہیں حالانکہ وہ قرآن و حدیث کے خلاف نہیں ہیں۔

(۱) حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں :

" بیت اللہ کی چھت پر نماز، پیغمبر رحمت کی ممانعت عن ابن عمر قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی فوق ظھر بیت اللہ (ترمذی شریف) حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کی چھت پر نماز

Marfat.com

پڑھنے سے منع کیا۔ فقہ کا اختلاف من صلی علیٰ ظہر الکعبۃ جازت صلوٰتہ (ہدایہ باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ)۔ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنی جائز ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے منع فرمائیں لیکن فقہ کہے کہ جس نے کعبہ کی چھت پر نماز پڑھی اس کی نماز جائز ہے کیوں جائز ہے جو کام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منع کریں وہ کیوں کر جائز ہو سکتا ہے یہ حدیث پر زیادتی ہے۔" ؎۱

غور فرمائیے حدیث شریف سے فقہ کا اختلاف تو جب ہوتا جبکہ فقہ میں یہ بیان کیا جاتا کہ بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھا کرو۔ پھر آپ کہتے کہ دیکھو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منع فرما رہے ہیں اور یہ حکم دے رہے ہیں، فقہ میں بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا فقط یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ فقہاء نے فرمایا کہ ہو جائے گی، اگر غیر مقلدین کے پاس اس مسئلہ کے خلاف کوئی حدیث ہے تو لائیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ بیت اللہ کی چھت پر نماز نہیں ہوگی۔

دوسرے حکیم صاحب کی دیانت ملاحظہ فرمائیں کہ ہدایہ سے پوری عبارت نقل نہیں کی ہدایہ میں مذکورہ عبارت سے آگے یہ عبارت بھی ہے۔ "الا انہ یکرہ لما فیہ من ترک التعظیم وقد ورد النہی عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم"۔ ؎۲ یعنی گو نماز ہو جائے گی لیکن مکروہ ہوگی کیونکہ یہ بیت اللہ کی تعظیم کے خلاف ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

؎۱ صادق سیالکوٹی، سبیل الرسول ص۱۳۰، ؎۲ برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر فرغانی۔

Marfat.com

اس سے منع فرمایا ہے، دیکھئے اس عبارت سے تو فقہ حنفی میں بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن حکیم صاحب عوام کو فقہ سے متنفر کرنے کے لیے دیانت کا خون کر گئے اور یہ عبارت چھوڑ دی۔

ایک غیر مقلد صاحب فقہ کے اس مسئلہ کے خلاف یہ لیکچر دے رہے تھے کہ بھلا اس مسئلہ کی ضرورت کیا ہے۔ بیت اللہ کی چھت پر کون چڑھتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ بلا ضرورت تو یقیناً کوئی نہیں چڑھتا لیکن ضرورت کے موقعہ پر چڑھنے کی نفی نہیں کی جا سکتی مثلاً بیت اللہ کی چھت کی مرمت یا اس کی صفائی کی غرض سے چڑھنا ہو سکتا ہے، اور بیت اللہ کی چھت پر چڑھنا خود حدیث سے ثابت ہے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ کعبۃ اللہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو چنانچہ آپ نے ظہر کی اذان بیت اللہ کی چھت پر دی تھی ثابت ہوا کہ ضرورت کے موقعہ پر بیت اللہ کی چھت پر چڑھا جا سکتا ہے اور اس صورت میں چونکہ ترک تعظیم نہیں ہے اس لیے یہ چڑھنا مکروہ بھی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں کہ کوئی شخص ضرورتاً بیت اللہ کی چھت پر چڑھا اور اس نے وہاں نماز پڑھ لی تو اس میں کیا استبعاد ہے؟ اور کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس مسئلہ کی ضرورت ہی نہیں۔

تیسرے، حکیم صاحب نے ہدایہ کی عبارت کا ترجمہ بھی صحیح نہیں کیا انتہائی غلط ترجمہ کیا ہے اور اسی سے عوام کو دھوکہ میں ڈالا ہے کیونکہ حکیم صاحب نے ترجمہ کیا ہے "کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنی جائز ہے" حالانکہ ترجمہ یہ بنتا ہے کسی نے کعبۃ اللہ کی چھت پر نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔

چوتھے یہ حدیث ضعیف ہے لہٰذا اس سے غیر مقلدین کو استدلال کرنا صحیح نہیں،

(۲) مولوی اشرف سلیم اس شہ سرخی "حنفی مذہب اور تکبیر تحریمہ میں

Marfat.com

تبدیلی" کے تحت لکھتے ہیں۔

" مسئلہ ہے۔ ہدایہ میں درج ہے کہ اگر نمازی نماز میں تکبیر یعنی اللہ اکبر کے بدلے کوئی اور لفظ تعظیم کا کہہ دے تو جائز ہے اصل عبارت یوں ہے۔ فقال بدل التکبیر الله اجل او اعظم او الرحمن اکبر او لا اله الا الله او غیره من اسماء الله تعالی اجزأه عند ابی حنیفة ہدایہ ج ا صنہ ۔ حدیث رسول: فقہ کا یہ مسئلہ بھی صریحاً کئی حدیثوں کے خلاف ہے، صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قام الی الصلوٰۃ قال الله اکبر اسی مضمون کی اور بہت سی حدیثیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ نماز میں اللہ اکبر کہتے ہیں"۔ [۱]

غور فرمائیے حدیث شریف سے فقہ کا اختلاف تو جب ہوتا جب کہ فقہاء یہ فرماتے کہ تم جب نماز شروع کرو تو اللہ اکبر کے بجائے اللہ اجل وغیرہ کہا کرو پھر آپ کہتے کہ دیکھو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی اللہ اکبر سے نماز شروع کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی یہی حکم دیتے ہیں کہ اللہ اکبر سے نماز شروع کرو اور فقہ میں ہے کہ نماز اللہ اجل سے شروع کیا کرو۔ لیکن فقہ میں تو ایسا کوئی حکم ہے ہی نہیں کہ تم اللہ اکبر چھوڑ کر اللہ اجل کہا کرو پھر اختلاف کہاں؟ فقہ کا اصل مسئلہ یہی ہے کہ نماز اللہ اکبر کہہ کر شروع کی جائے چنانچہ مولوی اشرف سلیم نے ہدایہ کے جس مقام سے یہ مسئلہ لیا ہے وہیں اس سے پہلے یہ لکھا ہوا ہے۔

" ویرفع یدیه مع التکبیر و هو سنة لان النبی

---

[۱] ابو علیم اشرف سلیم ۔ احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص۱۳

Marfat.com

علیہ وسلم واظب علیہ" [1]

کانوں تک ہاتھ اللہ اکبر کے ساتھ اٹھائے یہی سنت ہے کیونکہ نبی علیہ السلام نے اس پر مواظبت فرمائی ہے۔

قارئین: ہے کوئی اختلاف فقہ کا حدیث سے؟ بلکہ یہ فقہی مسئلہ تو بالکل حدیث کے موافق ہے، اُف اور تُف ہے غیر مقلدین پر کہ وہ محض عوام کو دھوکہ دینے کے لیے آگے پیچھے سے کاٹ کر مقید مطلب عبارت ذکر کرتے ہیں اور اصل بات گول کر جاتے ہیں۔

فقہ میں بطور فرض یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر کے بجائے اللہ اجل وغیرہ کہدے تو اسکی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہو جائے گی اور یہ بھی انہوں نے اپنے پاس سے نہیں کہا بلکہ قرآن کی آیت سے استدلال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى۔ اور لیا اس نے نام اپنے رب کا پھر نماز پڑھی۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ آیت مبارکہ میں وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ سے مراد تکبیر تحریمہ کہنا ہے کیونکہ وہ ذکر جس کے فوراً بعد بلا کسی فصل کے صلوٰۃ یعنی نماز کا تذکرہ ہو اس سے مراد تکبیر تحریمہ ہوتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ نماز کی ابتداء مطلق ذکر سے مشروع ہے لہٰذا اس کا کسی خاص لفظ سے مقید کرنا درست نہیں، تاہم امام قدوری رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ حضرت امام صاحبؒ کے نزدیک اللہ اکبر کے علاوہ اللہ اجل وغیرہ سے گو نماز ہو جاتی ہے لیکن مکروہ ہوگی۔ دیکھئے حاشیہ ہدایہ ج۱ ص۱۰۱، ملاحظہ فرمائیے ہدایہ میں یہ مسئلہ بطور فرض کے لکھا ہوا ہے چنانچہ ہدایہ کی عبارت لفظ اِنْ قَالَ سے شروع ہوتی ہے لیکن مولوی اشرف صاحب نے مسئلہ نقل کرتے میں خیانت

---

[1] برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی ۔ ہدایہ ج۱ ص۱۰۰

Marfat.com

کی کہ لفظ اِنْ ذکر نہیں کیا، ہم مولوی اشرف سلیم صاحب سے جو فقہ حنفی کو قرآن و حدیث کے خلاف ثابت کرنا چاہتے ہیں سوال کرتے ہیں کہ اگر کوئی غیر مقلد اللہ اکبر کے بجائے اللہ اَجَلّ کہہ دے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ جواب قرآن و حدیث سے دیں۔ دیدہ باید

(۳) مولوی اشرف سلیم ایک دوسرا عنوان قائم کرتے ہیں۔ "مذہب حنفی میں دونوں ہاتھوں کی جگہ" اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

"مسئلہ ۸۔ فقہ حنفیہ کی کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ نمازی نماز میں اپنے دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھے ہدایہ جلد اول ص۱۰۲، کی عبارت یوں ہے۔ ویعتمد بیدہ علی الیسری تحت السرۃ حدیث رسول ؟: یہ مسئلہ بھی حدیث رسول کے بالکل مخالف ہے صحیح ابن خزیمہ میں وائل بن حجرؓ سے روایت ہے، قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسری علی صدرہ۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینے کے اوپر رکھا۔" [1]

مولوی اشرف سلیم صاحب مشہور کہاوت "اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کا مصداق معلوم ہوتے ہیں کیونکہ غیر مقلدین حضرات کے پاس سینے پر ہاتھ باندھنے کی ایک بھی صحیح، صریح، مرفوع حدیث پوری صحاح ستہ اور ان کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں موجود نہیں، اور یہ جو حدیث پیش کی ہے یہ ضعیف حدیث ہے۔ جس سے استدلال سے غیر مقلدین قائل نہیں۔ جبکہ احناف کے پاس ناف کے نیچے ہاتھ

---

[1] مولوی اشرف سلیم - احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص۱۴

Marfat.com

باندھنے سے متعلق حسن درجے کی بہت سی احادیث اور آثار موجود ہیں جس میں سے بعض احادیث صحاح ستہ کی معتبر کتاب ابوداؤد میں موجود ہیں جن کی تفصیل آپ اصل کتاب میں وضع الیدین تحت السرۃ کے تحت ملاحظہ فرمائیں، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اصل میں تو غیر مقلدین سینے پر ہاتھ باندھ کر صحیح احادیث کی مخالفت خود کرتے ہیں اور الزام یہ ہے کہ فقہ حنفی حدیث کے خلاف ہے۔

۴۷۔ مولوی اشرف سلیم صاحب ایک اور عنوان قائم کرتے ہیں "حنفی مذہب اور نابالغ لڑکے کی امامت" اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

"مسئلہ ۹ : ہدایہ میں فقہ کا یہ مسئلہ بھی درج ہے کہ نابالغ لڑکے کی امامت اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اصل عبارت یوں ہے ولا یجوز للرجال ان یقتدوا بامرۃ او صبی حدیث رسول ؐ : فقہ کا یہ مسئلہ بھی حدیث ہذا کے خلاف ہے جو صحیح مسلم شریف میں تطویل واقعہ کے ساتھ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ چھ سات سال کا نابالغ بچہ بوقت ضرورت۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے"۔ [1]

فقہ کا مسئلہ اس حدیث کے قطعاً مخالف نہیں جس کی طرف مولوی اشرف سلیم صاحب اشارہ کر رہے ہیں کیونکہ اس سے فقط اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ ابتدائی دورِ اسلام میں صحابہ کرام نے ایک بچہ کے پیچھے نماز پڑھی، یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس قصے کی خبر ہوئی اور آپ نے منع نہیں فرمایا۔ اگر یہ ثابت ہوتا تو غیر مقلدین کا موقف درست ہوتا لیکن غیر مقلدین قیامت تک بھی یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس واقعہ کی خبر ہوئی اور آپ

[1] مولوی اشرف سلیم ۔ احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص۱۲

Marfat.com

نے منع نہیں فرمایا، جبکہ فقہاءِ احناف کے پاس بہت سے صحابہ کرام اور تابعین کے آثار ہیں جن میں نابالغ کی امامت سے منع کیا گیا ہے احناف کا ان احادیث و آثار پر عمل ہے گویا نابالغ کے پیچھے نماز سے روکنے والے فقہاءِ احناف نہیں۔ حضرات صحابہ کرام ہیں جو مزاج شناس رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ صحابہ بھی عام صحابہ نہیں ہیں بلکہ حضرت عمر بن خطاب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں اسی طرح جلیل القدر تابعین حضرت عطاء بن ابی رباحؒ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ وغیرہ ہیں۔ تفصیل کے لیے اصل کتاب کے " باب امامۃ الصبی" کو ملاحظہ فرمائیں، اس کے برعکس غیر مقلدین کے پاس کوئی بھی صحیح، صریح، مرفوع حدیث بچہ کی امامت کے متعلق موجود نہیں، تو حدیث کے مخالف یہ خود ہوئے اور الزام فقہ حنفی پر۔

۵۔ غیر مقلدین کے ایک غالی قسم کے مولوی طالب الرحمٰن صاحب فقہ حنفی کو قرآن و حدیث کے خلاف ثابت کرنے کے لیے عوام کے سامنے فقہ کا یہ مسئلہ پیش کیا کرتے ہیں کہ

فقہ کی کتاب ہدایہ میں ہے " وقدر الدرھم وما دونه من النجس المغلظ کالدم والبول والخمر وخرء الدجاج وبول الحمار جازت الصلوٰۃ معه وان زاد لم تجز" [1]

درہم یا اس سے کم نجاست غلیظہ مثلاً خون، پیشاب، شراب، مرغی کی بیٹ، گدھے کا پیشاب، کپڑے پر لگی رہی اور نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی اور اگر نجاست اس سے زیادہ ہو گئی تو نہیں ہوگی،

---

[1] برہان الدین ابو الحسن علی بن ابو بکر فرغانی - ہدایہ ۱ ص۳۲

Marfat.com

جبکہ قرآن کہتا ہے کہ وثیابک فطھر اپنے کپڑے پاک کیجئے اور حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی۔ قرآن و حدیث میں ہے کہ نماز میں کپڑے پاک ہونے چاہئیں اور فقہ کہہ رہی ہے کہ ایک درہم یا اس سے کم نجاست لگی رہی تو نماز ہو جائے گی لہذا فقہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔

قارئین کرام غور فرمائیے کیا فقہ کا یہ مسئلہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے؟ قرآن و حدیث کے خلاف جب ہوتا کہ ہدایہ میں یہ ہوتا کہ نماز میں کپڑوں کا پاک ہونا کوئی ضروری نہیں، پھر آپ کہتے کہ دیکھئے قرآن و حدیث تو نماز میں کپڑوں کا پاک ہونا ضروری قرار دے رہے ہیں اور فقہ میں ہے کہ پاک ہونا ضروری نہیں، میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ غیر مقلدین کبھی بھی اصل مسئلہ عوام کو نہیں بتاتے کیونکہ اگر بتا دیں تو سارا اعتراض ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اسی ہدایہ میں جس باب سے طالب الرحمن صاحب لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے یہ مسئلہ دکھاتے ہیں اسی باب کی پہلی سطر یہ ہے۔

"تطہیر النجاسۃ واجب من بدن المصلی وثوبہ والمکان الذی یصلی علیہ لقولہ تعالٰی وثیابک فطہر وقال علیہ السلام حتیہ ثم اقرصیہ ثم اغسلیہ بالماء" [1]

نمازی کو اپنے بدن سے کپڑوں سے اور جس جگہ نماز پڑھ رہا ہے وہاں سے نجاست کو دور کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنے کپڑے پاک کر لیجئے اور ایک عورت سے (جس نے حضور علیہ السلام

---

[1] برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی ۔ ہدایہ ج ۱ ص ۷۲

سے خون آلود کپڑے کے متعلق دریافت کیا تھا) آپ نے فرمایا پہلے اسے اچھی طرح ہاتھوں سے رگڑ دے پھر پانی سے دھو دے۔

اس سے معلوم ہوا کہ فقہ میں تو نمازی کے لیے کپڑے، بدن، جگہ سب کا پاک ہونا واجب قرار دیا گیا ہے۔ سوچئے کہاں اختلاف رہا فقہ کا قرآن وحدیث سے؟ ہاں فقہ میں بطور فرض یہ مسئلہ ضرور ہے کہ اگر کسی نمازی کے کپڑے یا بدن پر ایک درہم یا اس سے کم نجاست لگی رہ جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ فقہاء احناف فرماتے ہیں کہ ہو جائے گی۔ اس خاص جزی مسئلہ کے خلاف اگر طالب الرحمٰن صاحب کے پاس قرآن کی کوئی آیت یا حدیث ہو تو پیش کریں جس میں صاف لکھا ہو کہ اتنی نجاست لگی رہ جانے پر نماز نہیں ہوگی۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ طالب الرحمٰن صاحب قیامت تک ایسی آیت یا حدیث پیش نہیں کر سکتے، دیکھا جائے تو ان کا دعویٰ ہی دلیل کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ ان کا دعویٰ خاص (جزی مسئلہ) ہے اور دلیل عام جس کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق ہی نہیں، رہی یہ بات کہ فقہاء احناف نے یہ تفریق کس دلیل سے کی ہے کہ ایک درہم یا اس سے کم نجاست لگے تو نماز ہو جائے گی زیادہ لگے تو نہیں ہوگی، یہ ہم بتلاتے ہیں۔

بہت سی احادیث اور آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ انسان بالکلیہ نجاست کے ازالہ کا مکلف نہیں ہے تھوڑی نجاست معاف ہے، مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ "جب مکھی تم میں سے کسی کے برتن میں گر جائے تو اسے اس میں اچھی طرح ڈبو کر نکال دو کیونکہ اس کے دونوں پروں میں سے ایک میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا ہے۔" [1]

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قلیل نجاست معاف ہے، کیونکہ مکھی

---

[1] سلیمان بن اشعث سجستانی: محدث - ابو داؤد ج ۲ صفحہ ۱۸۱

Marfat.com

میں نجس وناپاک چیزوں پر بیٹھنے کی وجہ سے تھوڑی سی نجاست ضرور ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود اسے سالن وغیرہ میں ڈبو کر نکالنے کا حکم ہوا معلوم ہوا کہ اتنی نجاست معاف ہے، ورنہ تو جس چیز میں مکھی گرتی وہ چیز ناپاک ہو جانی چاہیے تھی۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مرتبہ صحابہ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک آپ نے جوتیاں اتار کر بائیں طرف رکھ دیں، صحابہ کرام نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی جوتیاں اتار دیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا کہ تمہیں جوتیاں اتارنے پر کس چیز نے ابھارا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا ہم نے آپ کو جوتیاں اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیں، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے تو جبریل امین نے آکر خبر دی تھی کہ جوتیوں میں ناپاکی لگی ہوئی ہے"۔ [1]

اس حدیث سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ تھوڑی نجاست معاف ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ معلوم ہو جانے پر کہ جوتیوں میں ناپاکی لگی ہوئی ہے جوتیاں اتار کر نماز پڑھاتے رہے اور نماز نہیں توڑی، اگر تھوڑی نجاست معاف نہ ہوتی تو آپ نماز توڑ دیتے اور جوتیاں اتار کر نئے سرے سے نماز پڑھاتے۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ کچھ نہ کچھ نجاست تو معاف ہے تو اب سوال یہ پیدا ہوا کہ عوام کو کیسے بتلایا جائے کہ اتنی نجاست معاف ہے اس کے کپڑوں پر لگے رہنے کی صورت میں نماز ہو جائے گی اس سے زیادہ لگی رہنے کی صورت میں نہیں ہوگی، یہ حد مقرر کرنے کے لیے فقہاء نے اس حدیث میں غور کیا جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "جب تم میں سے کوئی

---

[1] سلیمان بن اشعث سجستانی؛ محدث — ابوداود ج ۱ ص ۹۵

Marfat.com

پاخانے کے لیے جائے تو اسے چاہیئے کہ اپنے ساتھ تین پتھر لیتا جائے جن سے وہ استنجاء کرے، یہ تین پتھروں سے استنجاء کر لینا اس کے لیے کافی ہوگا"[1] (یعنی پھر پانی سے استنجاء کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی)۔

اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ پانی سے استنجاء کرنا ضروری نہیں ہے اگر کوئی پتھروں سے استنجاء کرے تو یہ بھی کافی ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ پتھر سے استنجاء کرنے سے نجاست بالکلیہ زائل نہیں ہوتی کیونکہ پتھر نجاست کو خشک یا پونچھ تو دیتے ہیں لیکن بالکلیہ زائل نہیں کرتے کچھ نہ کچھ نجاست رہ جاتی ہے لیکن اس نجاست کو شریعت نے معاف قرار دیا ہے، ورنہ تو پانی سے استنجاء کرنا لازمی قرار دیا جاتا، اور پاخانہ کی جگہ جہاں قلیل نجاست لگی رہ جاتی ہے وہ درہم کے برابر ہے۔ اس پر نظر کرتے ہوئے فقہاء نے یہ تفریق کی کہ اگر نجاست غلیظہ درہم یا اس سے کم کم بدن یا کپڑوں پر لگی رہ جائے تو نماز ہو جائے گی اور اگر اس سے زیادہ لگی رہی تو نماز نہیں ہوگی، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس نجاست کو لگا رہنے دیا جائے بلکہ اس کا زائل کرنا ضروری ہے۔

قارئین محترم یہ ہے فقہ کا مسئلہ جو احادیث سے مستنبط ہے لیکن غیر مقلدین جو قیاس کو کارِ ابلیس قرار دیتے ہیں وہ اسے اس قدر بھونڈے انداز میں پیش کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ، خاص کر طالب الرحمٰن صاحب کا انداز اس قدر سوقیانہ ہوتا ہے کہ ہم اسے بیان نہیں کر سکتے وہ انہیں کے شایانِ شان ہے۔

ہماری اس تشریح سے ثابت ہوا کہ فقہ حنفی میں نجاست کو زائل کرنا واجب ہے اگر قدر درہم سے زائد نجاست لگے نماز پڑھی تو نماز نہیں ہوگی، اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں وہ یہ کہ جو لوگ فقہ کو قرآن و حدیث۔

---

[1] سلیمان بن اشعث سجستانی : محدث ـ ابوداؤد ج ۱ ص ـ

کے خلاف کہتے ہیں ان کے بڑوں کا اس مسئلہ میں کیا موقف ہے۔
سنئے نواب صدیق حسن خان صاحب جو غیر مقلدین کے محدث، مجدد اور فقیہ ہیں، لکھتے ہیں۔
"فمن صلی ملابسا النجاسة عامدًا فقد اخل بواجب وصلاته صحیحة" ؎۱
جس شخص نے جان بوجھ کر نجاست لگے لگے نماز پڑھی اس نے واجب میں خلل ڈالا تاہم اس کی نماز صحیح ہے۔
موصوف ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:-
"وطہارت محمول وملبوس را شرط صحت نماز گردانیدن کما ینبغی نیست" ؎۲
نماز صحیح ہونے کے لیے اٹھائی ہوئی چیز اور پہنے ہوئے کپڑوں کے پاک ہونے کو شرط قرار دینا مناسب نہیں۔
نواب نور الحسن خان صاحب رقمطراز ہیں۔
"یا در جامہ ناپاک نماز گذارد نمازش صحیح ست" ؎۳
کوئی ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھ لے تو اس کی نماز صحیح ہے۔
ذرا انصاف سے جواب دیجئے یہ مسئلے قرآن وحدیث کے مخالف ہیں یا نہیں؟
یقیناً یہ قرآن وحدیث کے خلاف ہیں، کیونکہ ان میں بلا تفریق نجاست لگے لگے نماز کے جائز ہونے کا قول کیا گیا ہے، لیکن طالب الرحمٰن صاحب اور ان کے

؎۱ صدیق حسن خان، نواب۔ الروضۃ الندیہ ج ۱ ص ۸۵
؎۲ " " " ۔ بدور الاہلۃ ص ۳۹
؎۳ نور الحسن خان، نواب۔ عرف الجادی ص ۲۲

Marfat.com

خوارین کو اپنے بڑوں کے قرآن و حدیث کے مخالف مسائل نظر نہیں آتے۔

غیر کی آنکھ کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر — دیکھ غافل ذرا اپنی آنکھ کا شہتیر بھی

قارئین محترم! جس فقہ کے متعلق گزشتہ صفحات میں آپ نے غیر مقلدین کے دل آزار اقوال پڑھے، اور جس فقہ کو قرآن و حدیث کے خلاف ثابت کرنے کے لیے آج کل ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے یہ وہ فقہ ہے جسے عنداللہ ایسی مقبولیت حاصل ہوئی ہے کہ تیسری صدی کے اوائل میں کوہ قاف کے دامن میں واقع سد سکندری تک اس کا دائرہ عمل پھیل گیا تھا، صدیوں یہ اسلامی ممالک میں بطور قانون نافذ رہی، جس پر ابتداء سے لے کر آج تک ہر دور میں تقریباً دو تہائی مسلمانوں کا عمل رہا جس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ جن کی تعریف و توصیف میں غیر مقلدین رطب اللسان ہیں۔ فرماتے ہیں۔

"عرفنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی المذهب الحنفی طریقۃ انیقۃ هی اوفق الطرق بالسنۃ المعروفۃ التی جمعت و نقحت فی زمان البخاری واصحابہ" [1]

(ذوران مکاشفہ) مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ (تشریح کتاب و سنت اور استنباط مسائل کے سلسلہ میں) مذہب حنفی کا طریقہ تمام طریقوں میں سب سے زیادہ سنت معروفہ (احادیث مبارکہ) کے موافق ہے جس کو امام بخاری وغیرہ کے زمانہ میں منقح کیا گیا اور جمع کیا گیا۔

جس کے طریقہ نماز کو غیر مقلدین کے خاتم المحدثین نواب صدیق حسن خان

---

[1] شاہ ولی اللہ۔ الانصاف مترجم ص۳۲

صاحب اقرب الی السنۃ سمجھتے تھے۔

چنانچہ جعفر شاہ پھلواری صاحب لکھتے ہیں۔

" اور سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ وہ (نواب صاحب۔ناقل) حنفی طریقہ نماز کو اقرب الی السنۃ سمجھتے تھے" [1]

صرف یہی نہیں کہ نواب صاحب حنفی طریقہ نماز کو اقرب الی السنۃ سمجھتے تھے بلکہ وہ نماز پڑھتے ہی حنفی طریقہ کے مطابق تھے۔چنانچہ نواب سید علی حسن خان فرزند صاحب سوانح لکھتے ہیں۔

" والاجاہ مرحوم نماز پنجگانہ حنفی طریقہ پر پڑھتے تھے" [2]

غیر مقلدین کا احناف کے بارے میں نظریہ

غیر مقلدین حضرات جیسا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر کیچڑ اچھالتے اور ان کی فقہ میں کیڑے نکالتے ہیں، ویسے ہی حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے پیروکار احناف کثر اللہ سوادھم پر برستے ہیں، کہیں انہیں مشرک کا خطاب دیتے ہیں اور کہیں انہیں احبار و رہبان کا پجاری کہتے ہیں کہیں انہیں تقلید کا مریض بتلاتے ہیں۔ سب سے زیادہ یہ طعنہ دیتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے امام کو نبی و پیغمبر بلکہ خدا کے برابر سمجھتے ہیں اور یہ قرآن و حدیث پر عمل کے بجائے ائمہ کے اقوال پر عمل کرتے ہیں، ان کے ہاں ائمہ کے اقوال اصل ہیں اور قرآن و حدیث ان کے تابع العیاذ باللہ

چنانچہ ایک غیر مقلد عالم مولوی داؤد راز صاحب لکھتے ہیں۔

" مگر ان فرقوں میں اور مسلک اہل حدیث کے طرز عمل میں زمین آسمان کا فرق ہے، تقلیدی مذاہب میں اولین بنیاد اقوال ائمہ کو قرار دیا گیا ہے پھر قرآن و حدیث کو ان اقوال ائمہ اور قواعد مخترعہ پر پیش کیا جاتا ہے"

---

[1] جعفر شاہ پھلواری ۔ الدین یسر ص۱۶۱

[2] سید علی حسن خان ۔ مآثر صدیقی ج۴ ص۳۱

Marfat.com

اگر قرآن وحدیث ان اقوال ائمہ اور قواعد مخترعہ کی موافقت کریں تو ان کو تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ اقوال ائمہ اور قواعد مخترعہ کے خلاف واقع ہوں تو ان کی تاویل کر دی جاتی ہے۔ احادیث کو صرف تاویل سے رد نہیں کیا جاتا بلکہ ان کی تضعیف و تردید کے لیے دماغوں کی ساری کاوشیں ختم کر دی جاتی ہیں۔" ؎۱

پروفیسر عبداللہ بہاولپوری یوں گوہر افشانی کرتے ہیں۔

"ہر مشرک پہلے مقلد ہوتا ہے پھر مشرک ....

عبادت کہتے ہیں دوسروں کو بڑے سے بڑا جان کر اپنے آپکو اس کے مقابلے میں چھوٹے سے چھوٹا سمجھنا، یہی کچھ مقلد اپنے امام سے کرتا ہے وہ اپنے امام کو اتنا بڑا سمجھتا ہے کہ خود کو اس کے سامنے جانور سمجھتا ہے اور جانوروں کی طرح سے اس کا قلادہ گلے میں ڈالنے کو اپنی سعادت خیال کرتا ہے پھر آہستہ آہستہ اسے اللہ کا شریک ٹھہرا لیتا ہے" ؎۲

مزید لکھتے ہیں۔

"حنفی اگر شروع کی رفع یدین کرتا ہے تو اس لیے نہیں کہ یہ سنت رسول ہے وہ اس لیے کرتا ہے کہ حنفی طریقہ نماز یہی ہے، وہ رکوع کو جاتے اور اٹھتے رفع یدین نہیں کرتا اس لیے نہیں کہ یہ سنت رسول نہیں بلکہ اس لیے کہ حنفی نماز میں یہ رفع یدین نہیں، جو رفع یدین حنفی مذہب میں نہیں خواہ وہ سنت رسول ہی ہو وہ اسے گھوڑے کی

؎۱ حقانیت مسلک اہلحدیث جلد اول ص۱۴

؎۲ عبداللہ بہاولپوری : اصلی اہلسنت ص۳۲

Marfat.com

دم مارنے سے تشبیہ دیتا ہے"۔ [1]

قارئین کرام اختصار کے پیش نظر ہم صرف ان دو تین حوالوں پر اکتفا کر رہے ہیں ورنہ ان حضرات کی اکثر کتابوں میں اس قسم کی عبارات پائی جاتی ہیں اور تقریباً ہر چھوٹا بڑا غیر مقلد اسی کا پرچارک ہے۔

کہتے ہیں کہ مبالغہ آرائی میں عورتوں کو کوئی مات نہیں کر سکتا، لیکن غیر مقلدین کی ان تحریرات کو پڑھ کر ایسے لگتا ہے کہ وہ مبالغہ آرائی میں عورتوں کو بھی مات کر گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ باتیں سب جھوٹ اور بہتان ہیں جو غیر مقلدین نے احناف سے بغض و عداوت کی بنا پر اُن کے ذمے لگاتے ہیں، احناف کثر اللہ سوادھم کا ان باتوں سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور وہ ان سے بالکل بری ہیں۔

اللہ کے فضل و کرم سے احناف قرآن و سنت کے درجات کو بخوبی جانتے ہیں اور ان کے درجات کے مطابق ان پر عمل کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں، احناف کے یہاں پہلا درجہ کتاب اللہ کا ہے دوسرا درجہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے تیسرا درجہ اجماع امت کا ہے اور چوتھا درجہ قیاس کا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اصول اجتہاد

چنانچہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اپنے اصول اجتہاد ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"آخذ بکتاب اللہ فما لم اجد فیہ فبسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان لم اجد فی کتاب اللہ ولا سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذت بقول اصحابہ آخذ بقول من شئت منھم وادع من

---

[1] عبداللہ بہاولپوری : اصلی اہلسنت ص۱۲۴

Marfat.com

شئت منهم ولا اخرج من قولهم الی قول غیرهم فاما اذا انتهی الامر او جاء الی ابراهیم والشعبی وابن سیرین والحسن وعطاء وسعید بن المسیب وعدد رجالا فقوم اجتهدوا فاجتهد کما اجتهدوا[1]

میں کتاب اللہ کو لیتا ہوں اگر اس میں حکم نہیں پاتا تو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لیتا ہوں، اور اگر کتاب و سنت میں حکم نہیں پاتا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول کو لیتا ہوں، ان میں سے جس کے قول کو چاہتا ہوں لے لیتا ہوں اور جس کا قول چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں، لیکن سب حضرات صحابہ کے قول کو چھوڑ کر کسی اور کے قول کو نہیں لیتا، اور جب معاملہ ابراہیمؒ، شعبیؒ، ابن سیرینؒ، حسنؒ عطاءؒ اور سعید بن مسیبؒ تک۔ ان کے علاوہ کچھ اور نام بھی گنے پہنچتا ہے تو جیسے انہوں نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

احناف کثر اللہ سوادہم استنباط مسائل میں حتی الوسع قرآن و سنت کو سامنے رکھتے ہیں، اور کسی بھی مسئلے کے صراحتاً قرآن و سنت میں ہوتے ہوئے قیاس و اجتہاد نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ حدیث مرفوع کے ساتھ ساتھ حدیث موقوف اور مرسل کو بھی حجت مانتے ہیں، اور خبر واحد کے ساتھ ساتھ ضعیف حدیث کو بھی اجتہاد و قیاس پر مقدم رکھتے ہیں اور اس کے ہوتے ہوئے قیاس نہیں کرتے۔

چنانچہ علامہ ابن قیم جوزیؒ فرماتے ہیں:

"واصحاب ابی حنیفۃ رحمہ اللہ مجمعون علی ان

---

[1] ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی ۔ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۶۸

Marfat.com

مذهب ابی حنیفة ان ضعیف الحدیث عنده اولیٰ من القیاس والرای وعلیٰ ذالك بنیٰ مذهبه" [1]

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث بھی قیاس ورائے سے اولیٰ و بہتر ہے' اور اسی پر انہوں نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔

علامہ علاؤالدین محمد بن علی الحصکفی المتوفی ۱۰۸۸ھ تحریر فرماتے ہیں۔

" وقف علی اصحاب الحدیث لایدخل فیه الشافعی اذا لم یکن فی طلب الحدیث ویدخل الحنفی کان فی طلبه اولا۔ بزازیة ای لکونه یعمل بالمرسل ویقدم خبرالواحد علی القیاس" [2]

اگر کسی شخص نے اصحاب الحدیث پر کوئی چیز وقف کی تو شافعی المسلک اس میں داخل نہیں ہوگا تاوقتیکہ وہ حدیث کی طلب نہ کرتا ہو' اور حنفی اصحاب الحدیث کے زمرے میں داخل ہوگا خواہ وہ طلب حدیث میں مشغول ہو یا نہ ہو وجہ یہ ہے کہ حنفی مرسل حدیث پر بھی عمل کرتا ہے اور خبر واحد کو قیاس پر مقدم سمجھتا ہے۔

علامہ حصکفی کے اس بیان سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ احناف خبر واحد کو بھی قیاس پر مقدم سمجھتے ہیں وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل اہل حدیث کہلانے کے مستحق بھی احناف ہیں نہ کہ غیر مقلد، بلکہ مذکورہ حوالجات سے یہ بات روز روشن کی طرح

---

[1] شمس الدین محمد بن ابی بکر؛ المعروف ابن قیم - اعلام الموقعین ج ۱ ص۔۔۔

[2] درمختار مع شرح ردالمحتار ج ۴ ص ۲۵۶

Marfat.com

واضح ہو گئی کہ احناف کے یہاں قرآن و سنت مقدم ہیں اور قیاس کا درجہ قرآن و سنت اور اجماع امت کے بعد کا ہے، ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس موقعہ پر فقہ حنفی کے چند وہ مسائل ذکر کر دیں جن میں احناف نے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا ہے۔

چند مسائل جن میں قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا ہے

(۱) قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ نوم (نیند) بلا تفریق ہر حال میں ناقض وضو ہو جیسا کہ بیہوش ہو جانا ہر حال میں ناقض وضو ہے، کیونکہ نقض وضو کی علت دونوں میں مشترک ہے، لیکن چونکہ نیند کے متعلق حدیث میں تفصیل آئی ہے کہ نماز میں قیام، قعود، رکوع سجود میں کوئی سو جائے تو اس پر وضو لازم نہیں ہے اس لیے ہر نیند کو ناقض وضو قرار نہیں دیا گیا اور حدیث پر عمل کرتے ہوئے قیاس کو چھوڑ دیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

"والاغماء حدث فی الاحوال کلها وهو القیاس فی النوم الا انا عرفناه بالاثر والاغماء فوقه فلا یقاس علیه" [1]

بیہوشی ہر حال میں ناقض وضو ہے اور نیند کی بابت بھی قیاس یہی ہے (کہ وہ ہر حال میں ناقض وضو ہو) مگر نیند (میں تفصیل) کو ہم نے حدیث سے معلوم کیا ہے، اور اغماء نیند سے بڑھ کر ہی ہے اس لیے نیند کو اغماء پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ نماز میں قہقہہ مارنے سے وضو نہیں ٹوٹنا چاہیے کیونکہ قہقہہ کوئی ناپاک چیز تو ہے نہیں جو بدن سے نکلی ہو، اور اس کے

---

[1] برہان الدین ابو الحسن علی بن ابو بکر فرغانی۔ ہدایہ ج اول ص ۲۶

نکلنے سے وضو ٹوٹ جائے لیکن چونکہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں قہقہہ مارنے والوں کو وضو کرنے کا حکم دیا تھا اس لیے نماز میں قہقہہ مارنے سے وضو کے ٹوٹنے کا قول کیا گیا اور قیاس کو چھوڑ دیا گیا۔

چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

"والقهقهة فى صلوٰة ذات ركوع وسجود والقياس انها لا تنقض وهو قول الشافعى لانه ليس بخارج نجس ولهذا لم يكن حدثا فى صلوٰة الجنازة وسجدة التلاوة وخارج الصلوٰة ولنا قوله عليه السلام الا من ضحك منكم قهقهة فليعد الوضوء والصلوٰة جميعا وبمثله يترك القياس" [۱]

اور وضو کو توڑنے والی چیز رکوع وسجود والی نماز میں قہقہہ مارنا (بھی) ہے، قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے وضو نہ ٹوٹے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول بھی ہے، اس لیے کہ قہقہہ کوئی نکلنے والی ناپاک چیز تو ہے نہیں یہی وجہ ہے کہ نماز جنازہ، سجدۂ تلاوت اور نماز سے باہر قہقہہ مارنا ناقض وضو نہیں۔ لیکن قہقہہ کے ناقض وضو ہونے پر ہماری دلیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ہے "خبردار تم میں سے جو بھی قہقہہ مار کر ہنسا ہے اسے چاہیئے کہ وہ وضو اور نماز دونوں کو لوٹائے" اور اس جیسی حدیث کی موجودگی میں قیاس کو ترک کر دیا جاتا ہے

(۳) کنوئیں میں اگر نجاست گر جائے تو از روئے قیاس اس میں دو صورتیں بنتی ہیں ایک تو یہ کہ نجاست نکال دینے کے باوجود بھی کنواں پاک نہ ہو کیونکہ

---

[۱] برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی ۔ ہدایہ ج ۱ ص ۲۶

Marfat.com

اس کی دیواروں وغیرہ پر جو نجاست لگی ہے اس سے پاکی ممکن نہیں، دوسری یہ کہ کنوئیں کا پانی جاری پانی کے حکم میں ہو کر کبھی ناپاک ہی نہ ہو۔ لیکن چونکہ کنوئیں کے بارے میں آثار صحابہ پائے جاتے ہیں اس لیے کنوئیں کے مسائل کو ان آثار پر مبنی کیا گیا اور قیاس کو چھوڑ دیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

"ومسائل البیر مبنیۃ علی اتباع الآثار دون القیاس" [1]

اور کنوئیں کے تمام مسائل اتباع آثار پر مبنی ہیں نہ کہ قیاس پر

(۴) مسئلہ محاذات میں قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ مرد کی نماز بھی فاسد نہ ہو جیسے عورت کی نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ محاذات کا تحقق دونوں سے ہوا ہے ایک سے نہیں لیکن چونکہ حدیث سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ دیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

"وان حاذتہ امرأۃ وھما مشترکان فی صلوٰۃ واحدۃ فسدت صلوٰتہ ان نوی الامام امامتھا والقیاس ان لا تفسد وھو قول الشافعی رحمۃ اللہ علیہ اعتبارا بصلوتھا حیث لا تفسد وجہ الاستحسان ما رویناہ وانہ من المشاھیر" [2]

اگر کوئی عورت مرد کے برابر کھڑی ہو گئی اس حال میں کہ دونوں ایک نماز میں مشترک ہیں تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی اگر امام نے عورت کی امامت کی نیت کر لی، قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ مرد کی نماز فاسد نہ ہو (اور

---

[1] برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی - ہدایہ ۱ ص۴۲

[2] " " " " " " ص۱۲۴

Marfat.com

یہی حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی ہے) عورت کی نماز پر قیاس کرتے ہوئے کہ عورت کی نماز فاسد نہیں ہوتی وجہ استحسان وہ حدیث ہے جو ہم روایت کر چکے جو کہ احادیث مشہورہ میں سے ہے"

(۵) امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائے اور اس کے مقتدی اس کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تو ان کی نماز ہو جائے گی، قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ مقتدی کی نماز نہ ہو کیونکہ اس صورت میں مقتدی کی حالت امام کی حالت سے قوی ہے۔ لیکن چونکہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرض الوفات میں بیٹھ کر نماز پڑھائی تھی اور صحابہ کرام نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تھی اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

"ویصلی القائم خلف القاعد وقال محمد لا یجوز وھو القیاس لقوۃ حال القائم ونحن ترکناہ بالنص وھو ما روی ان النبی علیہ السلام صلی آخر صلوٰتہ قاعدًا والقوم خلفہ قیام"۔[۱]

اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا بیٹھ کر پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے، امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کیونکہ قائم کا حال قاعد سے قوی ہے لیکن ہم نے قیاس کو حدیث کی وجہ سے ترک کر دیا اور وہ حدیث یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری نماز بیٹھ کر پڑھی جب کہ صحابہ کرام آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔

(۶) نماز کے دوران بے وضو ہو جانے کی صورت میں "بنا" جائز ہے قیاس

---

[۱] برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی - ہدایہ ج ۱ ص ۱۲۷

کا تقاضا تو یہ ہے کہ بنار جائز نہ ہو کیونکہ اول تو بے وضو ہو جانا منافی صلوٰۃ ہے دوسرے اپنی جگہ سے ہٹنا پھر وضو کے لیے چل کر جانا یہ خود مفسد صلوٰۃ ہیں، لیکن چونکہ حدیث میں بنار کو جائز قرار دیا گیا ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

" ومن سبقه الحدث فی الصلوٰۃ انصرف فان کان اماما استخلف و توضأ و بنیٰ والقیاس ان یستقبل وھو قول الشافعی لان الحدث ینافیھا والمشی والانحراف یفسدانھا فاشبه الحدث العمد ولنا قوله علیه السلام مَنْ قَاءَ او رعف او اَمْذیٰ فی صلوٰته فلینصرف ولیتوضأ ولیبن علی صلوٰته مالم یتکلم " الخ [1]

جب نماز میں حدث پیش آجائے وہ لوٹ جائے پھر اگر امام ہے تو خلیفہ بنا جائے اور وضو کر کے بنار کرے۔ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ وہ نئے سرے سے نماز پڑھے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول بھی ہے وجہ یہ ہے کہ حدث منافی صلوٰۃ ہے اور وضو کے لیے چل کر جانا اور قبلہ سے پھرنا یہ چیزیں مفسد صلوٰۃ ہیں لہٰذا یہاں تو جو کہ بے وضو ہو جانے کے مشابہ ہو گیا (جیسے اس میں نماز نئے سرے سے پڑھنی پڑتی ہے اس میں بھی نئے سرے سے پڑھی جائے) لیکن (قیاس کے برعکس) ہماری دلیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ہے کہ جسے نماز میں قے آجائے یا نکسیر پھوٹ پڑے یا مذی نکل

---

[1] برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر مرغینانی - ہدایہ جلد ۱ ص ۱۲۸

Marfat.com

جائے تو وہ جا کر وضو کرے اور اپنی نماز پر بنا کرے جب تک کہ اُس نے بات نہ کی ہو۔

(۷) عیدالفطر کے دن کسی عذر کی وجہ سے نماز نہ پڑھی جا سکے تو دوسرے دن پڑھنی جائز ہے لیکن اگر دوسرے دن بھی کوئی عذر پیش آجائے تو تیسرے دن عیدالفطر کی نماز پڑھنی جائز نہیں۔ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ دوسرے دن پڑھنی بھی جائز نہ ہو کیونکہ یہ نماز جمعہ کی نماز کی طرح ایک مخصوص نماز ہے جس کی بہت سی شرطیں ہیں اور جیسے جمعہ کی نماز وقت نکلنے کے بعد قضاء نہیں کی جاتی ایسے ہی یہ بھی نہ کی جائے لیکن چونکہ حدیث میں عیدالفطر کی نماز کی قضاء دوسرے دن تک جائز رکھی گئی ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں۔

" فان حدث عذر یمنع من الصلوٰۃ فی الیوم الثانی لم یصلها بعدہ لان الاصل فیها ان لا تقضی کالجمعۃ الا انا ترکناہ بالحدیث وقد ورد بالتاخیر الی الیوم الثانی عند العذر" [۱]

اگر کوئی ایسا عذر پیش آجائے جس کی وجہ سے عیدالفطر کی نماز دوسرے دن بھی ادا نہ کی جا سکے تو پھر تیسرے دن ادا نہیں کی جائے گی، کیونکہ قیاس کا تقاضا تو اس میں یہ ہے کہ یہ دوسرے دن بھی قضا نہ کی جائے جمعہ کی نماز کی طرح لیکن ہم نے حدیث کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا اور حدیث میں عذر کی وجہ سے عیدالفطر کی نماز میں تاخیر صرف دوسرے دن تک ہی آئی ہے (اس لیے دوسرے دن تو پڑھی جائے گی تیسرے دن نہیں)۔

---

[۱] برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی - ہدایہ ج ۱ ص ۱۷۴

Marfat.com

(۸) غیر مسلم کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں لیکن صدقہ دیا جا سکتا ہے۔ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ زکوٰۃ کی طرح صدقہ دینا بھی جائز نہ ہو، لیکن چونکہ حدیث میں صدقہ دینے کی اجازت موجود ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

"ویدفع الیه ما سوی ذالك من الصدقة وقال الشافعی لا یدفع وهو روایة عن ابی یوسف اعتبارًا بالزکوٰة ولنا قوله علیه السلام تصدقوا علی اهل الادیان کلها ولولا حدیث معاذ لقلنا بالجواز فی الزکوٰة" ؎

ذمی (دارالاسلام میں رہنے والے غیر مسلم) کو زکوٰۃ کے علاوہ دیگر صدقات دیئے جا سکتے ہیں، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہیں دیئے جا سکتے۔ (اور یہی قاضی ابو یوسف سے بھی ایک روایت ہے) زکوٰۃ پر قیاس کرتے ہوئے لیکن (قیاس کے برخلاف) ہماری دلیل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ہے کہ تمام دین والوں پر صدقہ کر دیا کرو اور اگر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث نہ ہوتی جس میں زکوٰۃ دینے سے منع کیا گیا ہے تو ہم زکوٰۃ دینے کو بھی جائز قرار دے دیتے۔

(۹) اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں بھولے سے کھا پی لے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا، قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جائے کیونکہ روزہ کے منافی چیز پائی گئی، بعینہ ایسے ہی جیسے نماز میں کوئی بھولے سے بات چیت کرے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے، لیکن چونکہ حدیث میں آتا ہے کہ بھولے سے کھا پی

؎ برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر فرغانی۔ ہدایہ ۱ ص ۲۰۵

Marfat.com

لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

" اذا اکل الصائم او شرب او جامع ناسیا لم یفطر والقیاس ان یفطر وھو قول مالک لوجود ما یضاد الصوم فصار کالکلام ناسیا فی الصلوٰۃ ووجہ الاستحسان قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام للذی اکل و شرب ناسیا تم علی صومک فانما اطعمک اللہ وسقاک " [۱]

اگر روزہ دار نے بھولے سے کھا پی لیا، یا صحبت کر لی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ ٹوٹ جاتے یہی حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا قول بھی ہے وجہ یہ ہے کہ روزہ کے مخالف چیز پائی جا رہی ہے لہٰذا یہ ایسے ہی ہو گیا جیسے کوئی بھولے سے نماز میں بات چیت کرے، لیکن استحسان کی وجہ (کہ روزہ نہیں ٹوٹتا) یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص سے جس نے روزہ میں بھولے سے کھا پی لیا تھا یہ فرمایا تھا کہ اپنے روزہ کو پورا کرو تمہیں اللہ تعالیٰ نے کھلایا پلایا ہے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص روزہ میں جان بوجھ کر منہ بھر کر قے کر دے تو اس پر روزے کی قضا لازم ہے، قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس پر قضا لازم نہ ہو کیونکہ کوئی چیز جوف بطن یا جوف دماغ میں تو گئی نہیں کہ جس سے روزہ ٹوٹے لیکن چونکہ حدیث میں ہے کہ جسے از خود قے ہو جائے اس پر قضا نہیں ہے اور جو عمداً قے کرے اس پر قضا ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

---

[۱] برہان الدین ابو الحسن علی بن ابو بکر فرغانی - ہدایہ ج ۱ ص ۲۱۶

Marfat.com

"فان استقاء عمدا ملاء فيه فعليه القضاء لما رويناه والقياس متروك به" [1]

اگر کسی نے عمداً منہ بھر کر قے کی تو اس پر روزہ کی قضا لازم ہے اسکی دلیل وہ حدیث ہے جو ہم پیچھے روایت کر چکے ہیں اور (یہ) قیاس (کہ اس پر قضا لازم نہ ہو کیونکہ کوئی چیز کھائی پی نہیں) اس حدیث کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے۔

(۱۱) اعتکاف واجب کے لیے روزہ شرط ہے: اگر کسی نے روزہ کے بغیر اعتکاف واجب کیا تو اس کا اعتکاف نہیں ہوگا، قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ اعتکاف واجب میں روزہ کی شرط نہ لگائی جائے کیونکہ روزہ مستقل عبادت ہے اگر اسے دوسری عبادت کے لیے شرط قرار دیں تو لازم آئے گا کہ یہ مستقل عبادت نہ رہے، لیکن چونکہ حدیث میں ہے کہ روزہ کے بغیر اعتکاف نہیں ہوتا اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا۔ چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

"والصوم من شرطه عندنا خلافا للشافعي هو يقول ان الصوم عبادة وهو اصل بنفسه فلا يكون شرطا لغيره ولنا قوله عليه السلام لا اعتكاف الا بالصوم والقياس فى مقابلة النص المنقول غير مقبول" [2]

روزہ اعتکاف واجب کی شرط ہے ہمارے نزدیک، بخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے وہ فرماتے ہیں کہ روزہ چونکہ خود مستقل عبادت ہے اس لیے کسی دوسری عبادت کی شرط نہیں بن سکتا۔ ہماری دلیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ہے کہ روزہ کے بغیر اعتکاف نہیں ہوتا اور منقول حدیث کے مقابلہ میں قیاس قبول نہیں کیا جاتا۔

---

[1] برہان الدین ابو الحسن علی بن ابو بکر مرغینانی — ہدایہ ۱ صفحہ ۲۰۲

[2] " " " " " صفحہ ۲۲۹

Marfat.com

قارئین محترم ہم نے فقہ کی صرف ایک کتاب ہدایہ سے یہ چند مسائل جو صرف عبادات سے متعلق ہیں نقل کیے ہیں ان جیسے سینکڑوں مسائل ہیں جن میں قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا ہے بخوفِ طوالت ہم انہیں چھوڑ رہے ہیں اس وقت صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ غیر مقلدین نے عوام کو بہکانے کے لیے بہت سی بایں بے پر کی اڑا رکھی ہیں جن میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ احناف حدیث کو چھوڑ کر قیاس و رائے اور اماموں کے اقوال پر عمل کرتے ہیں، حالانکہ جس قدر حدیث پر احناف عمل کرتے ہیں کوئی اور نہیں کرتا، احناف کے یہاں حدیث مرفوع بھی حجت ہے حدیث موقوف بھی حجت ہے، حدیث مرسل بھی حجت ہے اور ضعیف حدیث بھی رائے و قیاس کے مقابلہ میں مقدم اور حجت ہے، جبکہ غیر مقلدین صرف مرفوع کو حجت مانتے ہیں وہ بھی جب ان کے حق میں ہو۔ اگر خلاف ہو تو رد کر دیتے ہیں۔ ان کے ہاں نہ موقوفاتِ صحابہ حجت ہیں نہ مرسل احادیث حجت ہیں اور نہ ہی ضعیف احادیث حجت ہیں پھر بھی یہ عامل بالحدیث ہیں اور احناف جو سب احادیث کو حجت مانتے ہیں وہ ان کے گمان میں عامل بالقیاس اور تارک حدیث ہیں دَرحقیقت یہ لوگ خود تارکین حدیث ہیں سوائے چند متنازعہ مسائل میں احادیثِ مختلفہ پر عمل کرنے کے ان کے پلے کچھ نہیں، متنازعہ مسائل میں بھی جن احادیث کو اپنے موقف کے مطابق سمجھتے ہیں ان پر عمل کرتے ہیں باقی تمام احادیث کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، اس حقیقت کو ہم ذرا تفصیل سے ذکر کرتے ہیں تاکہ ان حضرات کی اصلی صورت قارئین کے سامنے آسکے اور انہیں ان کے قول و عمل کا حال معلوم ہو سکے، اس سلسلہ میں ہم ان حضرات کے اکابر کی عبارات پیش کریں گے جو خود عمل بالحدیث کے دعویدار تھے

غیر مقلدین حدیث پر عمل کرتے ہیں یا اس سے بغاوت؟

غیر مقلدین کے عمل بالحدیث کی حقیقت کیا ہے؟ آیا یہ لوگ واقعتاً زندگی کے تمام

Marfat.com

شعبوں میں قرآن وحدیث ہی سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں ؟ یا یہ صرف ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ؟ اس کو جاننے کے لیے غیر مقلدین کے بزرگوں کی تحریرات پیش کی جاتی ہیں جن سے بخوبی یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ غیر مقلدین کا عمل بالحدیث فقط دعاوی کی حد تک ہے ماسوا آمین بالجہر، رفع یدین، فاتحہ خلف الامام اور ان جیسے چند متنازعہ مسائل کے دیگر مسائل سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے، سارا زور وشور ان ہی مسائل پر ہے۔ تمام تحقیقات کا مدار یہی مسائل ہیں گویا یہ مسائل فروعی مسائل نہیں بلکہ کفر وایمان کی بنیاد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کے یہاں ہر وہ شخص اہل حدیث اور پکا محمدی مسلمان ہے جو آمین پکار کر کہے، رفع یدین کرے، سینہ پر ہاتھ باندھے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھے خواہ وہ کتنا ہی جاہل گندے اخلاق والا اور بدکردار کیوں نہ ہو، ہاں جو ان مسائل پر عامل نہیں خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم باعمل متقی و پرہیزگار کیوں نہ ہو، وہ نہ "اہل حدیث" ہے نہ "محمدی مسلمان" ہے۔ یا للعجب خیر آپ غیر مقلدین کے عمل بالحدیث کے متعلق ان کے بزرگوں کی تحریرات ملاحظہ فرمائیے :-

نواب صدیق حسن خان صاحب بتحریر فرماتے ہیں

"اس زمانہ میں ایک شہرت پسند اور ریاکار فرقہ نے جنم لیا ہے جو ہر قسم کی خامیوں اور نقائص کے باوجود اپنے لیے قرآن وحدیث کے علم اور اس پر عامل ہونے کا دعویدار ہے، حالانکہ اہل علم وعمل اور اہل عرفان سے اس کو کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ فرقہ ان "علوم آلیہ" سے جاہل ہے جن کی واقفیت طالب حدیث کے لیے اس فن کی تکمیل میں نہایت ضروری ہے اس کے ساتھ ساتھ ہی یہ فرقہ ان "علوم عالیہ" سے بھی جاہل ہے جن کے بغیر طریق سنت پر چلنے کی کوئی گنجائش نہیں، مثلاً صرف، نحو، لغت، معانی اور بیان، چہ جائیکہ دوسرے کمالات ان میں پائے جائیں....

.... اسی لیے تم ان لوگوں کو دیکھو گے کہ یہ محض الفاظ

حدیث کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں اور حدیث شریف کے فہم اور اس کے معانی و مفاہیم میں غور و خوض کی طرف توجہ نہیں کرتے، ان کا گمان ہے کہ محض الفاظ کا نقل کرلینا ہی کافی ہے حالانکہ یہ خیال حقیقت سے دور ہے کیونکہ حدیث سے مقصود تو حدیث کی فہم اور اس کے معانی میں غور و فکر کرنا ہے، نہ کہ صرف الفاظِ حدیث کی نقل پر اکتفا کرلینا، پس سب سے پہلے تو حدیث میں اس کا سُننا ہے پھر اس کو زبانی یاد رکھنا ہے' پھر اس کو سمجھنا ہے پھر اس پر عمل کرنا ہے پھر اس کی نشر و اشاعت ہے' اور ان لوگوں نے فقط حدیث کے سُن لینے اور اس کی نشر و اشاعت پر اکتفار کر لیا ہے حدیث کے یاد کرنے اور سمجھنے کے بغیر حالانکہ اس پر اکتفار و اختصار کر لینے کا کوئی فائدہ نہیں پس حدیث اس زمانہ میں بچوں کا پڑھنا پڑھانا رہ گیا ہے نہ کہ اصحابِ یقین کا وہ اپنی غفلتوں میں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے حضرت ابو سُفیانؒ سے نقل کیا ہے کہ وہ ایک دفعہ زائدہ بن احمد کی مجلس میں حاضر ہوئے تو سب سے پہلی حدیث جو ان سے سُنی وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد تھا کہ "آدمی کے اسلام کی اچھائی میں سے ہے اس کا بے کار کاموں کو چھوڑ دینا"، آپ (یہ حدیث سُن کر) کھڑے ہو گئے اور فرمایا مجھے یہی حدیث کافی ہے۔ جب میں اس سے فارغ ہوں گا تو دوسری حدیث سنوں گا، عقلمند لوگوں کا سماع ایسا ہوتا تھا، رہے یہ جاہل (غیر مقلد۔ ناقل) تو ان کا حدیث کے ساتھ بڑے سے بڑا سلوک فقط یہ ہے کہ یہ لوگ چند ایسے مسائل کو اختیار کر لیتے ہیں جو عبادات کے اندر مجتہدین اور محدثین کے مابین اختلافی ہیں معاملات سے متعلق مسائل جو کہ روزمرہ پیش آتے ہیں ان سے انہیں کوئی واسطہ نہیں۔

اور ان کا سارے کا سارا اتباعِ حدیث فقط یہ ہے کہ یہ ابن خلافت کو نقل کرتے

Marfat.com

رہتے ہیں جو ائمہ مجتہدین اور محدثین کے درمیان عبادات کے اندر واقع ہوا ہے نہ کہ ارتفاقات کے اندر، اسی لیے یہ لوگ اس باب میں ائمہ حدیث کی جانچ پرکھ سے بے بہرہ اور معاملات کے بارے میں حدیث کی سمجھ بوجھ سے ناواقف ہیں، ایسے ہی سنن اور اصحاب سنن کے اسلوب اور طریقہ کے مطابق کسی ایک مسئلہ کے استخراج اور کسی ایک حکم کے استنباط پر بھی قادر نہیں ہیں، اور انہیں اس کی توفیق بھی کیسے ہو کہ یہ حدیث پر عمل کرنے کے بجائے زبانی جمع خرچ پر اور سنت کی اتباع کے بجائے شیطانی تسویلات پر اکتفار کرتے ہیں اور پھر اس کے عین دین ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور وہ اس بات پر خوش ہیں کہ مسلمانوں کے درمیان پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں اور یہ ان میں سے ہر ایک کی عادت ہے، امیر ہو یا غریب، تندرست ہو یا بیمار، میں نے ان کو بارہا آزمایا لیکن میں نے ان میں سے کسی کو ایسا نہیں پایا کہ جسے صالحین کے طریقہ پر چلنے کی کوئی رغبت ہو یا وہ اہل ایمان کی سیرت کے مطابق چلتا ہو، بلکہ میں نے تو ان میں سے ہر ایک کو کمینی دنیا میں منہمک، اور اس کے ردی ساز و سامان میں مستغرق، جاہ و مال کو جمع کرنے والا، حلال و حرام کی تمیز کے بغیر مال کی ویپ رکھنے والا پایا۔ اسلام کی مشاس سے خالی الذہن، اور عام مسلمانوں کی نسبت شریر کمینے لوگوں کی طرح بہت سنگدل پایا، شریعت نے انہیں ڈھیل دی پھر میں نے ان کے متعلق غور و فکر کیا تو مجھ پر روشن ہوا کہ ان میں کوئی فلاح نہیں ہے اور وہ قوم فلاح پائے بھی کیسے جس کا قول فعل کے اور فعل قول کے مخالف ہو باتیں تو "خیر البریۃ" (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی کرتے ہیں لیکن خود "شر البریۃ" مخلوق میں سب سے بدتر ہیں۔[1]

نواب صاحب چند سطروں بعد فرماتے ہیں۔

"بخدا یہ امر انتہائی تعجب و تحیر کا باعث ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو خالص

[1] صدیق حسن خان: نواب الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ ص ۱۵۲ تا ۱۵۴

Marfat.com

موحد گردانتے ہیں اور اپنے ماسوی سب مسلمانوں کو مشرک بدعتی قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ خود انتہائی متعصب اور دین میں غلو کرنے والے ہیں۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔ مقصود یہ ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جن کا دیکھنا آنکھوں کی چُبھن اور گلوں کی گھٹن، جانوں کے کرب اور دکھ، روحوں کے بخار، سینوں کا غم اور دلوں کی بیماری کا باعث ہے اگر تم ان سے انصاف کی بات کرو تو ان کی طبیعتیں انصاف قبول نہیں کریں گی"۔ الخ [1]

یہ طویل ترین اقتباس نواب صاحب کی کتاب "الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ" سے لیا گیا ہے جو عربی میں ہے طوالت کے خوف سے اصل عربی عبارت نہیں لکھی گئی صرف اس کے ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے، اصل عربی کتاب کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب ان لوگوں کے کردار سے کس قدر پریشان تھے، نواب صاحب نے ان سے تنگ آکر لوگوں کے سامنے ان کا کچا چٹھا کھول دیا اور اپنے انتہائی کرب و بے چینی کا اظہار کر دیا۔

قارئین محترم یہ تو نواب صاحب کے زمانہ میں پیدا ہونے والے غیر مقلدین کا حال تھا اس سے اندازہ کیجئے کہ موجودہ دور کے غیر مقلدین کا کیا حال ہوگا؟

مولانا عبد الجبار صاحب غزنوی ارشاد فرماتے ہیں:

"ہمارے اس زمانہ میں ایک فرقہ نیا کھڑا ہوا ہے جو اتباع حدیث کا دعویٰ رکھتا ہے اور درحقیقت وہ لوگ اتباع حدیث سے کنارے ہیں، جو حدیثیں کہ سلف و خلف کے ہاں معمول بہا ہیں ان کو ادنیٰ سی قدح اور کمزور جرح پر مردود کہہ دیتے ہیں اور صحابہ کے اقوال و افعال کو ایک بے طاقت سے قانون اور بے نور سے قول کے سبب پھینک دیتے ہیں

---

[1] صدیق حسن خان، نواب الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ ص ۱۵۴ ۱۵۵

اور ان پر اپنے بیہودہ خیالوں اور بیمار فکروں کو مقدم کرتے ہیں اور اپنا نام محقق رکھتے ہیں حاشا و کلا، اللہ کی قسم یہی لوگ ہیں جو شریعت نبویہ (کی حدبندی) کے نشان کو گراتے ہیں اور ملت حنیفیہ کی بنیادوں کو کہنہ کرتے ہیں اور سنت مصطفویہ کے نشانوں کو مٹاتے ہیں احادیث مرفوعہ کو چھوڑ رکھا ہے اور متصل الاسناد آثار کو پھینک دیا ہے اور ان کے دفع کرنے کے لیے وہ حیلہ بناتے ہیں کہ جن کے لیے کسی یقین کرنے والے کا شرح صدر نہیں ہوتا اور نہ کسی مومن کا سر اٹھتا ہے۔" الخ [۱]

نواب وحید الزماں صاحب رقمطراز ہیں:

"غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہلحدیث کہتے ہیں انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی بھی پرواہ نہیں کرتے نہ سلف صالحین صحابہ اور تابعین کی۔ قرآن کی تفسیر صرف لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں۔ حدیث شریف میں جو تفسیر آچکی ہے اس کو بھی نہیں سنتے، بعضے عوام اہلحدیث کا یہ حال ہے کہ انہوں نے صرف رفع یدین اور آمین بالجہر کو اہلحدیث ہونے کے لیے کافی سمجھا ہے، باقی اور آداب اور سنن اور اخلاق نبوی سے کچھ مطلب نہیں، غیبت جھوٹ افترا سے باک نہیں کرتے۔ ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ اور حضرت صوفیہ کے حق میں بے ادبی اور گستاخی کے کلمات زبان پر لاتے ہیں اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک اور کافر سمجھتے ہیں بات بات میں ہر ایک کو مشرک اور قبر پرست کہہ دیتے ہیں۔" [۲]

---

[۱] عبدالجبار غزنوی: مولانا — فتاویٰ علماء حدیث ج ۷ ص ۸۰

[۲] وحید الزماں: نواب — لغات الحدیث ج ۲ ص ۹۱ کتاب ش

Marfat.com

قارئین کرام آپ نے غیر مقلدین کے نواب صاحبان اور دیگر علماء کے حوالے ملاحظہ فرمائے، غور کیجئے کہ وہ غیر مقلدین کے رویہ سے کس قدر نالاں ہیں اور اس حقیقت کا کھلے دل سے اعتراف کر رہے ہیں کہ ان لوگوں کو حدیث سے سوائے متنازعہ مسائل کے کوئی مس نہیں۔ یہ لوگ صرف اپنے آپ کو مسلمان اور موحد سمجھتے ہیں اور اپنے ماسوا باقی سب کو مشرک اور بدعتی قرار دیتے ہیں۔

غیر مقلدین کے ان نواب صاحبان کا رونا بالکل صحیح ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ غیر مقلدین نے توحید و رسالت اپنے لیے ہی خاص کر رکھی ہے وہ اپنے ماسوٰی سب کو مشرک اور بدعتی سمجھتے ہیں اسی پر بس نہیں صاف طور پر ان کو جہنمی بتلاتے ہیں ان سے نکاح کو ناجائز قرار دیتے ہیں، غیر مقلدین کے ایک مشہور و مقتدر عالم ابوشکور عبدالقادر حصاروی صاحب نے خاص اس مسئلہ پر ایک کتاب لکھی ہے۔ "سیاحۃ الجنان بمناکح اہل الایمان" اس کتاب سے چند حوالے نقل کیے جاتے ہیں۔

حنفی گمراہ اور فرقہ ناجیہ سے خارج ہیں ان سے نکاح جائز نہیں

عبدالقادر حصاروی صاحب لکھتے ہیں۔

"یہ امر روشن ہو چکا کہ حق مذہب اہلحدیث ہے اور باقی جھوٹے اور جہنمی ہیں تو اہلحدیثوں پر واجب ہے کہ ان تمام گمراہ فرقوں سے بچیں اور ان سے خلا ملا اختلاط میل جول دینی تعلقات نہ رکھیں یعنی باطل مذہب والوں کے پیچھے نمازیں نہ پڑھیں اور ان کے جنازہ میں شامل نہ ہوں ان سے سلام نہ لیں ان سے مناکحت نہ کریں نہ ان کو اپنی لڑکیاں دیں اور نہ ان سے لیں"۔ [1]

آگے لکھتے ہیں۔

"مقلدین حنفیہ کے ہر دو فرقے دیوبندی اور بریلوی بلاشبہ گمراہ اور اہلحدیثوں جیسے مسلمان نہیں ہیں"۔ [2]

---

[1] عبدالقادر حصاروی ۔ سیاحۃ الجنان ص ۴ [2] عبدالقادر حصاروی ۔ سیاحۃ الجنان ص ۵

Marfat.com

مزید لکھتے ہیں :

"خواص تو جانتے ہیں میں عوام کی خاطر کچھ عرض کرتا ہوں کہ مقلدین موجودہ دس وجوں سے گمراہ اور فرقہ ناجیہ سے خارج ہیں جن سے مناکحت جائز نہیں ہے، وجہ اول یہ کہ موجودہ حنفیوں میں تقلید شخصی پائی جاتی ہے جو سراسر حرام اور ناجائز ہے"۔ [۱]

مزید لکھتے ہیں :

"مولانا ابراہیم سیالکوٹی نے رسالہ فرقہ ناجیہ میں یہ لکھا ہے کہ ناجیہ فرقہ اہلحدیث ہے اور باقی فرقے بعد میں پیدا ہوئے ہیں، .... اسی طرح مولوی محمد صاحب جوناگڑھی نے اپنی تصنیفات میں حنفیوں کو گمراہ اور فرقہ ناجیہ سے خارج قرار دیا ہے"۔ [۲]

آخر میں یوں زہر اگل کر اپنے قلب کو تسکین دیتے ہیں کہ

"سچا فرقہ اور ناجیہ اہلحدیث ہے باقی سب فی النار والسقر ہیں لہذا مناکحت فرقہ ناجیہ کی آپس میں ہونی چاہیئے اہل بدعت سے نہ ہو تاکہ مخالطت لازم نہ آئے"۔ [۳]

غیر مقلدین کے اکابر کے بیانات کے بعد مزید وضاحت کی ضرورت تو محسوس نہیں ہوتی تاہم چند کتب حدیث کے متعلق غیر مقلدین کے رویہ کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ یہ پہلو بھی سامنے آجائے۔

بظاہر ہر غیر مقلد بخاری کا متوالا نظر آتا ہے جب کوئی بات ہو تو بخاری۔ جب کسی حدیث کا ذکر ہو تو بخاری۔ ہر ایک کے منہ پر بخاری بخاری کی رٹ ہے۔ ہر ایک سب سے

---

[۱] جبالنا ددھاروی۔ سیاحۃ الجنان ص ۵ [۲] جبالنا ددھاروی۔ سیاحۃ الجنان ص ۱۱

[۳] " " " ص ۲۲

Marfat.com

پہلے بخاری کا حوالہ مانگتا ہے، گویا ان کے نزدیک بخاری کے علاوہ حدیث کی کوئی اور کتاب ہی نہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلدین کی بخاری سے عقیدت صرف زبانی جمع خرچ تک محدود ہے، کیونکہ جب انہیں بخاری شریف سے ان کے مؤقف کے خلاف حدیثیں دکھلائی جاتی ہیں اور ان کے موقف کے برعکس امام بخاری علیہ الرحمۃ کا اجتہاد دکھلایا جاتا ہے تو ان کی ساری عقیدت کافور ہو جاتی ہے، بخاری شریف میں سیکڑوں احادیث ایسی ہیں جن پر غیر مقلدین عمل نہیں کرتے اور امام بخاری رحمہ اللہ کے بیسیوں اجتہادات ایسے ہیں جنہیں غیر مقلدین ماننے کے لیے تیار نہیں راقم کے پاس بخاری شریف کی ان احادیث اور امام بخاری کے ان اجتہادات کی ایک طویل فہرست موجود ہے جس پر غیر مقلدین کا عمل نہیں ہے بخوفِ طوالت یہاں اس کا تذکرہ ترک کیا جاتا ہے کسی دوسرے مقام پر وہ فہرست پیش کی جائے گی انشاء اللہ۔ سر دست یہاں وہ حوالجات پیش کیے جاتے ہیں جن سے غیر مقلدین کی بخاری اور امام بخاری سے عقیدت و محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

بخاری شریف آگ میں (العیاذ باللہ)

مشہور صحافی اختر کاشمیری اپنے سفر نامۂ ایران میں لکھتے ہیں:

"اس سیشن کے آخری مقرر گوجرانوالہ کے اہل حدیث عالم مولانا بشیر الرحمٰن مستحسن تھے، مولانا مستحسن بڑی مستحب قسم کی چیز ہیں علم محیط (اپنے موضوع پر ناقل) جسمِ بسیط کے مالک، ان کا اندازِ تکلم جدت آلود اور گفتگو رفت ہوتی ہے۔ فرمانے لگے۔

"اب تک جو کچھ کہا گیا ہے وہ قابلِ قدر ضرور ہے قابلِ عمل نہیں، اختلاف ختم کرنا ضروری ہے مگر اختلاف ختم کرنے کے لیے اسبابِ اختلاف کو مٹانا ہوگا، فریقین کی جو کتب قابلِ اعتراض ہیں ان کی موجودگی اختلاف کی بھٹی کو تیز تر کر رہی ہے کیوں نہ ہم ان اسباب کو ہی ختم کر دیں؟ اگر آپ صدقِ دل

Marfat.com

سے اتحاد چاہتے ہیں تو ان تمام روایات کو جلانا ہوگا جو ایک دوسرے کی دل آزاری کا سبب ہیں ہم بخاری کو آگ میں ڈال لیتے ہیں، آپ اصول کافی کو نذر آتش کریں آپ اپنی فقہ صاف کریں ہم اپنی فقہ (محمدی۔ ناقل) صاف کر دینگے"۔ [۱]

نواب وحید الزماں صاحب کی امام بخاریؒ پر تنقید

نواب وحید الزماں صاحب امام بخاری پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"امام جعفر صادق مشہور امام ہیں۔ بارہ اماموں میں سے اور بڑے ثقہ اور فقیہ اور حافظ تھے، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے شیخ ہیں، اور امام بخاری کو معلوم نہیں کیا شبہ ہو گیا کہ وہ اپنی صحیح میں ان سے روایت نہیں کرتے.....

اللہ تعالیٰ امام بخاری پر رحم کرے مروان اور عمران بن حطان اور کئی خوارج سے تو انہوں نے روایت کی اور امام جعفر صادق سے جو ابن رسول اللہ ہیں ان کی روایت میں شبہ کرتے ہیں"۔ [۲]

ایک دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

"اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر تعجب ہے کہ انہوں نے امام جعفر صادق سے روایت نہیں کی اور مروان وغیرہ سے روایت کی جو اعداے اہل بیت علیہم السلام تھے"۔ [۳]

نواب وحید الزماں صاحب کی بخاری شریف کے ایک راوی پر سخت تنقید

نواب صاحب بخاری شریف کے ایک راوی مروان بن الحکم پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[۱] اختر کاشمیری۔ آتشکدۂ ایران ص ۱۰۹ [۲] وحید الزماں، نواب۔ لغات الحدیث ج ۱ کتاب ج ص ۹۱

[۳] وحید الزماں، نواب۔ لغات الحدیث ج ۲ کتاب ص ۲۹

"حضرت عثمانؓ کو جو کچھ نقصان پہنچا وہ اسی کمبخت شریر النفس مروان کی بدولت خدا اس سے سمجھے"۔ [1]

بخاری شریف حکیم فیض عالم کی نظر میں

امام بخاری رحمہ اللہ نے واقعہ افک سے متعلق جو احادیث بخاری شریف میں ذکر کی ہیں ان کی تردید کرتے ہوئے حکیم فیض عالم لکھتے ہیں:

"ان محدثین، ان شارحین حدیث، ان سیرت نویس اور ان مفسرین کی تقلیدی ذہنیت پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جو اتنی بات کا تجزیہ یا تحقیق کرنے سے بھی عاری تھے کہ یہ واقعہ سرے سے ہی غلط ہے، لیکن اس دینی و تحقیقی جرأت کے فقدان نے ہزاروں ایسے پیدا کیے اور پیدا ہوتے رہیں گے" ہمارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں جو کچھ درج فرما دیا وہ صحیح اور لاریب ہے خواہ اس سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت، انبیاء کرام کی عصمت، ازواج مطہرات کی طہارت کی فضائے بسیط میں دھجیاں بکھرتی چلی جائیں، کیا یہ امام بخاری کی اسی طرح تقلید جامد نہیں جس طرح مقلدین ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں"۔ [2]

حکیم فیض عالم کے نزدیک امام بخاری واقعہ افک کی روایت میں مرفوع القلم ہیں

حکیم فیض عالم لکھتے ہیں:

"دراصل امام بخاری میرے نزدیک اس روایت کے معاملہ میں مرفوع القلم ہیں، داستان گو کی چابک دستی کے سامنے امام بخاریؒ کی احادیث کے متعلق

---

[1] وحید الزمان: نواب — لغات الحدیث ج ۲ کتاب س ص ۲۱۳

[2] فیض عالم: حکیم — صدیقہ کائنات ص ۱۰۶

Marfat.com

تمام چھان بین دھری کی دھری رہ گئی"۔ ؎۱

غیر مقلدین ذرا سوچ کر جواب دیں کہ جب امام بخاری کی اس عظیم واقعہ کے متعلق احادیث کی چھان بین دھری کی دھری رہ گئی تو دیگر احادیث کے متعلق ان کی چھان بین کا اعتبار کیونکر ہوگا؟

بخاری شریف میں موضوع روایت

حکیم فیض عالم تحریر کرتے ہیں کہ

"اب ایک طرف بخاری کی ۹ سال والی روایت ہے اور دوسری طرف اتنے قوی شواہد و حقائق ہیں اس سے صاف نظر آتا ہے کہ ۹ سال والی روایت ایک موضوع قول ہے جسے ہم منسوب الی الصحابہؓ کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے"۔ ؎۲

بخاری شریف کے ایک مرکزی راوی پر حکیم فیض عالم کی جرح و تنقید

حکیم فیض عالم بخاری شریف کے ایک مرکزی راوی جلیل القدر تابعی اور حدیث کے مدون اول امام ابن شہاب زہریؒ پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ابن شہاب منافقین وکذابین کے دانستہ نہ سہی نادانستہ ہی سہی مستقل ایجنٹ تھے اکثر گمراہ کن، خبیث اور مکذوبہ روایتیں انہیں کی طرف منسوب ہیں"۔ ؎۳

مزید لکھتے ہیں:

"ابن شہاب کے متعلق یہ بھی منقول ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے بھی بلا واسطہ روایت کرتا تھا جو اس کی ولادت سے پہلے مر چکے تھے' مشہور شیعہ مؤلف

؎۱ فیض عالم، حکیم صدیقہ کائنات ص ۱۰۶ ؎۲ فیض عالم، حکیم صدیقہ کائنات ص ۸۰

؎۳ " " " " ص ۱۰۷

Marfat.com

شیخ عباس قمی کہتا ہے کہ ابن شہاب پہلے سنی تھا پھر شیعہ ہو گیا (تتمۃ المنتہی ص ۱۲۵)
عین الغزال فی اسماء الرجال میں بھی ابن شہاب کو شیعہ ہی کہا گیا ہے"۔ ؎۱

قارئین کرام! حکیم فیض عالم کی امام بخاری اور ابن شہاب پر اس شدید جرح کے بعد غیر مقلدین کو بخاری شریف پر سے اعتماد اٹھا لینا چاہیئے اور بخاری شریف کی ان سینکڑوں احادیث سے ہاتھ دھو لینا چاہیئے جن کی سند میں ابن شہاب موجود ہیں بالخصوص حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی رفع یدین والی حدیث اور حضرت عبادہؓ کی قرأت فاتحہ والی حدیث سے تو بالکل دستبردار ہو جانا چاہیئے کیونکہ ان احادیث کی سند میں یہی ابن شہاب موجود ہیں، دیکھئے غیر مقلدین کیا فیصلہ فرماتے ہیں۔

امام ترمذی پر حکیم فیض عالم کی تنقید

حکیم فیض عالم ترمذی شریف کی دو روایتوں پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"امام مسلم سے تقریباً ۲۱ برس بعد ابو عیسیٰ محمد ترمذی نے یہ وضعی روایات اپنی کتاب میں درج کی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلم کی وفات کے بعد کسی سبائی ٹکسال میں انہیں گھڑا گیا ہے"۔ ؎۲

مسند امام احمد بن حنبل حکیم فیض عالم کی نظر میں

حکیم صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"مسند احمد بن حنبلؒ کا جامع اول ابوبکر شافعی کے نام سے معروف ہے حقیقت میں یہ شخص رافضی تھا اور بظاہر شافعی بنا ہوا تھا........مسند کا جامع دوم ابوبکر قطیعی متوفی ۳۶۸ھ ہے یہ بھی شیعہ تھا، ان دونوں شیعوں نے امام احمد اور ان کے بیٹے عبداللہ سے کچھ حدیثیں لے کر ان میں جا بجا اپنے مسلک کے مطابق محو و اثبات کر کے شیعی روایات کے الفاظ کو بدل کر اپنی

؎۱ فیض عالم ۔ حکیم ۔ صدیقہ کائنات ص ۱۰۸ ؎۲ فیض عالم ۔ حکیم ۔ خلافت راشدہ ص ۱۱۸

Marfat.com

خود ساختہ حدیثوں کے مناسب اسناد جوڑ کر چھ جلدوں میں ایک ضخیم مجموعہ احادیث مدون کر ڈالا۔ [1]

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیے مسند احمد میں ۳۰ ہزار (اور ایک قول کے مطابق ۴۰ ہزار) احادیث ہیں جنہیں امام احمد بن حنبلؒ نے ساڑھے سات لاکھ احادیث میں سے انتخاب کر کے ان کی صحت کا خیال رکھتے ہوئے اپنی مسند میں جمع کیا ہے اور محدثین نے اس مسند کو دوسرے درجہ کی کتب حدیث میں شمار کیا ہے اور امہات الکتب میں سے قرار دیا ہے، لیکن کیا کیجئے غیر مقلدین کے ان محقق صاحب کو کہ انہوں نے اس قدر احادیث کو شیعوں کی کارستانی قرار دے کر ان پر سے اعتماد ختم کر ڈالا اور پھر بھی کہلائے اہلحدیث، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

شرح معانی الآثار مولوی عبد العزیز مناظر ملتانی کی نظر میں

مولوی عبد العزیز ملتانی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جواب اس کا یہ ہے کہ یہ سب امام طحاوی حنفی کا نظریہ ہے جو کسی طرح بھی قابل وثوق نہیں، آپ امام مزنی کے بھانجہ اور شاگرد ہیں اپنے ماموں سے کسی وجہ سے ناراض ہو کر حنفی ہو گئے پھر کیا تھا حنفی مذہب کی حمایت اور تائید میں ایک مستقل کتاب بنام معانی الآثار لکھ ماری جس میں ضعیف حدیثوں کی تصحیح اور صحاح کی تضعیف کر کے احناف کی رضا جوئی حاصل کی۔" [2]

غیر مقلدین کے دل میں ذرا خوف خدا نہیں، اتنے بڑے جلیل القدر محدث پر الزام لگاتے ہوئے حیا نہیں آئی، بے دھڑک جو منہ میں آیا کہہ دیا، امام طحاویؒ اپنے ماموں سے ناراض ہو کر حنفی نہیں بنے بلکہ وجہ اور ہے یہ وجہ خود امام طحاویؒ بیان فرماتے ہیں امام طحاویؒ

[1] فیض عالم، حکیم — خلافت راشدہ ص ۸۴-۸۵

[2] عبد العزیز ملتانی — فیصلہ رفع یدین ص ۱۰ مندرجہ استیصال التقلید طبع فاروقی کتب خانہ ملتان

Marfat.com

سے محمد بن احمد شروطیؒ نے پوچھا کہ آپ نے اپنے ماموں کا مسلک کیوں ترک کیا اور امام ابو حنیفہؒ کا مسلک کیوں اختیار کیا؟

فرمایا۔

" اس کی وجہ یہ ہوئی کہ میں دیکھتا تھا کہ میرے ماموں امام اعظم کی کتابوں کا مسلسل مطالعہ فرماتے ہیں اس لیے میں نے بھی یہی مسلک اختیار کر لیا"۔ [1]

معلوم ہوا کہ امام طحاویؒ کی اپنے ماموں سے کوئی ناراضگی نہیں تھی یہ سب باتیں حاسدین کی اڑائی ہوئی ہیں۔ دوسرے امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار بعض علماء کے اصرار پر لکھی تھی۔ اصرار کی وجہ یہ تھی کہ بعض ملحدین لوگوں کے سامنے یہ ذکر کرتے تھے کہ احادیث آپس میں بہت متناقض و متعارض ہیں، جس سے کم علم اور کمزور ایمان والے کچھ تذبذب کا شکار ہوتے تھے، امام طحاویؒ نے اس مشکل کو حل کرنے کے لیے ایک کتاب لکھی جس میں ناسخ و منسوخ راجح و مرجوح معمول و متروک کو ظاہر کیا تاکہ عوام الناس کسی تذبذب کا شکار نہ رہیں مگر حاسدوں کا خدا بھلا کرے انہوں نے امام طحاویؒ کا احسان ماننے کے بجائے الٹا ان پر طعن شروع کر دیا اور الزام لگایا کہ امام طحاویؒ نے احناف کی رضا جوئی کے لیے یہ کام کیا حاشا وکلا ہرگز ہرگز امام طحاویؒ سے یہ گمان نہیں کیا جا سکتا خود ان کی کتاب شہادت دے رہی ہے کہ معاملہ ہرگز ایسا نہیں کیونکہ شرح معانی الآثار میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جو احناف کے ہاں معمول بہا نہیں ہیں لیکن خود امام طحاویؒ کا معمول ہیں۔

غیر مقلدین کا مقصد احیاء سنت نہیں امت میں اختلاف و انتشار پھیلانا ہے

جس شخص کے دل میں بھی احیاء سنت کا جذبہ ہوتا ہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] سید لطف الحسنؒ حیات امام طحاوی ص ۲۷

Marfat.com

کی چھوٹی سی چھوٹی سنت پر بھی عمل کرتا ہے اور اس کے چھوڑنے کو بُرا سمجھتا ہے اور اس میں کسی مصلحت کی پرواہ نہیں کرتا، جیسا کہ اس پر اسلاف کے واقعات شاہد ہیں۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ غیر مقلدین جو اتباع سنت کے دعویدار ہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام سنتوں کو اپناتے اور کسی بھی سنت کے چھوڑنے کو بُرا جانتے لیکن وہ ایسا نہیں کرتے ان کے ہاں فقط ان اعمال پر زور ہے جو مختلف فیہ ہیں اور ان لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری سینکڑوں سنتوں سے جو سونے جاگنے چلنے پھرنے کھانے پینے ملنے جلنے معاشرت و معاملات سے متعلق ہیں کوئی سروکار نہیں۔

اور جن متنازع فیہ اعمال پر ان کا زور ہے ان میں بھی یہ حال ہے کہ جہاں کوئی مصلحت دیکھی انہیں ترک کر دیا مثلاً رفع یدین کو لے لیجیے، ان لوگوں کے یہاں رفع یدین سنت مؤکدہ، سنت دائمہ، سنت متواترہ، بلکہ فرض و واجب تک کے درجے میں ہے جس کے اثبات کے لیے انہوں نے سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں جس پر ہر وقت مناظرہ و مجادلہ بلکہ مقاتلہ تک کے لیے تیار ہیں، اس عمل کو بھی یہ لوگ ذاتی اغراض کے لیے ترک کر دیتے ہیں، چند حوالے ملاحظہ فرمائیے۔

عنایت اللہ اثری لکھتے ہیں:

"انہیں ایام کا ذکر ہے کہ مولوی عبدالوہاب صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ مولوی عبدالحکیم نصیر آبادی جب فلاں جگہ جاتے ہیں تو وہاں کے احناف کی خاطر رفع الیدین چھوڑ دیتے ہیں۔ [۱]

(۲) غیر مقلدین کے جماعتی آرگن ہفت روزہ الاعتصام میں رفع یدین سے متعلق ایک سوال و جواب شائع ہوا ہے اُسے بھی ملاحظہ فرمائیں:

سوال یہ ہے:

(۱) بندہ رفع الیدین کو سنت رسول سمجھ کر نماز میں ادا کرتا ہے والدین کا

---

[۱] عنایت اللہ اثری۔ الجزء بیلغ ص ۲۳

Marfat.com

اصرار ہے کہ رفع الیدین چھوڑ دو مجھے اس صورت میں سنت رسول پر عمل کرنا چاہیئے یا والدین کی اطاعت؟

(۲) چونکہ اسلامی تعلیمات میں اس قسم کی نظائر ملتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور جہاد کے مواقع پر اطاعت و خدمت والدین کو ترجیح دی ہے اب جب کہ رفع الیدین سنت ہے اور اطاعت و خدمت والدین فرض ہے مجھے کس پہلو کو ترجیح دینا چاہیئے بہرحال ابھی تک میں سنت پر پابند ہوں مگر تذبذب ضرور رہتا ہے، کہ کہیں روز حشر خدا کے ہاں والدین کا نافرمان نہ ٹھہر جاؤں۔

سائل محمد گلزار عابد ولد محمد اسماعیل ارزانی پور)

غیر مقلدین کے شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی جواب دیتے ہیں۔

"الجواب بعون الوہاب" ان حالات میں والدین کی دلجوئی کے لیے ترک رفع یدین کی گنجائش ہے، البتہ وقتاً فوقتاً بطریق احسن افہام و تفہیم کا سلسلہ جاری رہنا چاہیئے لعل اللہ یحدث بعد ذالك امرا ہمارے بعض اسلاف تبلیغی مصلحت کے پیش نظر ترک رفع پر عامل تھے اس طرح ممکن ہے آپ بھی کوئی بہتر ناصحانہ کردار ادا کر سکیں"۔ [۱]

۳- خواجہ عطاء الرحمٰن صاحب رقمطراز ہیں۔

"مولانا خالد صاحب (گرجاکھی) نے بتایا ہے کہ والد صاحب (نور حسین گرجاکھی) نے ایک دن تہجد کی نماز میں اپنے استاد مولانا علاؤالدین صاحب کے ساتھ باجماعت ادا کی تو مولانا علاؤالدین صاحب کو تہجد میں رفع الیدین کر کے نماز پڑھتے دیکھا، حالانکہ مولانا دن کی نمازوں میں رفع یدین نہ کرتے تھے۔ میں نے پوچھا تو فرمانے لگے بیٹا یہ سنت سے ثابت ہے لیکن میں دن کو اس لیے نہیں کرتا

---

[۱] ثناء اللہ مدنی رسالہ الاعتصام ص ۹ مئی ۱۹۹۰ء

Marfat.com

تاکہ لوگ بدک نہ جائیں، کہنے لگے میں ایک دن اپنے استاد حضرت مولانا غلام رسولؒ صاحب قلعوی کے ساتھ اکیلا نماز پڑھ رہا تھا تو انہوں نے بھی رفع الیدین کیا۔ میں نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا بیٹا یہ سنت رسولؐ ہے۔ ہم لوگ صرف اس لیے نہیں کرتے کہ لوگ بدک نہ جائیں اور ہماری تبلیغ میں رکاوٹ نہ ہو۔" ؎۱

راقم کے علم میں ہے کہ تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ لاہور کے ایک بڑے مولوی صاحب جب دیوبندی اور بریلوی امام کے پیچھے ان کی مساجد میں نماز پڑھتے ہیں تو رفع یدین نہیں کرتے یہ ہے غیر مقلدین کا رفع یدین سے عشق کہ جہاں مصلحت دیکھی اسے چھوڑ دیا، یہ ایک رفع یدین ہی کی بات نہیں بلکہ ان لوگوں کے یہاں مسئلہ ہی یہ ہے کہ سنت کی خلاف ورزی جائز اور اس کے ترک پر کوئی گناہ نہیں۔

چنانچہ مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب سے سوال ہوا کہ

"کوئی شخص فرض نماز ادا کرے اور سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ ترک کر دے تو خدا کے پاس اس ترک سنت کا کیا مواخذہ ہوگا؟"

مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب نے جواب دیا

"جواب سنتوں کی وضع رفع درجات کے لیے ہے ترک سنن سے رفع درجات میں کمی رہتی ہے مواخذہ نہیں ہوگا انشاء اللہ" ؎۲

جماعت غرباء اہلحدیث کے مفتی عبدالستار صاحب کے چند فتاوی بھی ملاحظہ فرمالیں۔

"سوال نمبر ۲۲۱۔ کیا قبلہ رخ پاؤں کر کے سونا جائز ہے (محمد عاشق از ابوہر) جواب نمبر ۲۲۱۔ بیٹھتے واسطے کی نیت اگر توہین کعبہ نہ ہو تو درست ہے اگر

؎۱ خواجہ عطاء الرحمٰن ۔ سوانح مولانا نور حسین گرجاکھی ص ۱۲

؎۲ ثناء اللہ امرتسری ۔ فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۲۶

Marfat.com

ہو تو نادرست ہے۔ نیت درست ہو تب بھی افضل و بہتر و مسنون طریقہ یہی ہے کہ قبلہ کی طرف منہ شمال کی جانب سر ہو جنوب کی جانب پیر ہوں جس طرح مردہ کو قبر میں لٹایا جاتا ہے اگر اس کے خلاف لیٹے گا تو مسنون نہیں جائز ہے"۔ [۱]

سوال (۳) "سُنا ہے کہ آپ (مفتی عبدالستار) اور آپ کے طلبا ر نماز کی سنتوں کو ضروری نہ سمجھ کر نہیں پڑھتے کیا یہ صحیح ہے اور کیا حقیقتاً سنتیں نہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں فقط والسلام آپکا مخلص عبداللہ عفی عنہ صفر ۱۳۸۲ھ

جواب: (۳) میں یا میرے طلبا ر سنتوں کو سنت سمجھ کر پڑھتے ہیں فرض یا واجب نہیں جانتے۔ کوئی شخص کسی وجہ سے سنتیں نہ پڑھے تو ثواب سے محروم ہوگا، کافر یا گنہگار نہ ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے ایک اعرابی اور ایک نجدی شخص کو توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ فرض کی ادائیگی پر مفلح اور جنتی فرمایا تھا نیز آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عالم کو جو فرض نماز پڑھ کر کتاب و سنت کے درس دینے میں مصروف ہو جاتا ہے عابد پر فضیلت دی ہے،

فقط ابو محمد عبدالستار امام جماعت غربا ر اہل حدیث کثر اللہ سوادھم مورخہ ۳ صفر ۱۳۸۲ھ [۲]

سوال (۴) "نبی علیہ السلام نے فجر کی سنتیں کبھی ترک کی ہیں؟ نوافل و سنت کے ترک پر گناہ تو نہیں؟

جواب (۴) نوافل و سنن صلوٰۃ کے ترک پر گناہ نہیں"۔ [۳]

نواب صدیق حسن خان صاحب تحریر فرماتے ہیں:

---

[۱] عبدالستار، مفتی۔ فتاویٰ ستاریہ ج ۱ ص ۱۳۰

[۲] عبدالستار، مفتی۔ فتاویٰ ستاریہ ج ۴ ص ۴۵-۴۶ [۳] عبدالستار، مفتی۔ فتاویٰ ستاریہ ج ۴ ص ۴۵

Marfat.com

"والسنۃ ان تکون السورۃ بعد الفاتحۃ و بعد آمین و یقرأ علی ترتیب المصحف و لو خالف جاز وصح بلا کراھۃ"۔ ؎۱

اور سنت یہ ہے کہ سورۃ، فاتحہ اور آمین کے بعد ہو اور (باقی سورتوں میں بھی) قرآن کی ترتیب کے مطابق پڑھے اگر ترتیب کے خلاف پڑھا تو بھی جائز اور بلا کراہت صحیح ہے۔

نماز سے ہٹ کر دیگر سنتوں کے متعلق غیر مقلدین کے اکابر کا طرز عمل بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔ میاں نذیر حسین صاحب کے ایک شاگرد مولوی سلامت اللہ جیراجپوری صاحب کے صاحبزادے اسلم جیراجپوری صاحب لکھتے ہیں۔

"ان (مولوی بشیر احمد سہسوانی شاگرد میاں نذیر حسین صاحب۔ ناقل) کی بیٹی کو بیاہنے کے لیے سہسوان کے ایک معزز اور دولتمند رئیس آئے۔ جماعت اہل حدیث میں اس شادی کی بڑی دھوم تھی۔ میں بھی والد صاحب کے ساتھ مدار المہام صاحب کی مسجد میں گیا جہاں نکاح تھا۔ مجھے تعجب ہوا کہ مہر پچاس ہزار اشرفی مقرر کیا گیا۔ واپسی پر جب ہم سوار ہوئے تو میں نے والد سے کہا کہ اس قدر مہر تو سنت کے خلاف ہے، ہماری مسجد کے مؤذن حاجی نعمت اللہ پرتاپ گڑھی بھی ساتھ تھے جنہوں نے سید صاحب کے جہاد میں مولوی امیر علی کا ساتھ دیا تھا، متقی، مجاہد اور سوائے اللہ کے کسی سے نہ ڈرنے والے، میری بات سن کر بولے کہ

"مولویوں کا حال مجھ سے سنو۔ یہی مولوی محمد بشیر اور قاضی شیخ محمد اور فلاں فلاں ہماری مسجد میں ایک دن بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے، مسئلہ یہ طے ہوا کہ خانۂ خدا میں سوائے اللہ کے کسی کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا جائز نہیں

؎۱ صدیق حسن خان: نزل الابرار ص ۸۲۔ بحوالہ انبیاء الحسین ص ۴۸

Marfat.com

ہے۔ اسی درمیان میں نواب صدیق حسن خان آ گئے جو اس وقت شیش محل میں رہتے تھے اور جماعت اسی مسجد میں پڑھتے تھے۔ یہ سارے مولوی ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے صرف میں بیٹھا ہوا تھا اور ہنس رہا تھا۔ نواب صاحب نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ میں نے سارا قصہ سنایا وہ بھی ہنس پڑے۔ یہ مولوی ہم کو تو حدیث سناتے ہیں کہ جس عورت کا مہر کم ہو وہ برکت والی ہوتی ہے اور خود اپنی بیٹیوں کا مہر بندھواتے ہیں پچاس ہزار دینار سُرخ۔"[1]

راقم الحروف غیر مقلدین کے ایک مکتبہ پر ان کے مطبوعہ سیپارے تبدیل کروانے کے لیے گیا تو انہوں نے انتہائی حیل وحجت سے کام لیتے ہوئے تبدیل کرنے سے انکار کر دیا اس پر راقم نے اُن سے کہا کہ حدیث میں تو سودا واپس لینے کی فضیلت وارد ہوئی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ مَنْ اقال اقال اللہ عثرتہٗ او کما قال جس نے سودا واپس لے لیا اللہ اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ آپ اچھے اہلحدیث ہیں کہ سودا واپس کرنا تو کجا تبدیل بھی نہیں کر رہے۔ اس پر وہ منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہنے لگے انہیں نماز (یعنی رفع یدین) کی حدیثیں نہیں آتیں یہ آتی ہیں۔

ڈسکہ کے ایک مولانا .... نے راقم کو بتلایا کہ میں غیر مقلدین کے مکتبہ پر گیا تو وہ زمین پر جگہ ہونے کے باوجود بنچ پر کھانا کھا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ مولانا حدیث میں تو آتا ہے کہ اللہ کے نبی زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور آپ کسی مجبوری کے بغیر جگہ ہوتے ہوئے بھی بنچ پر بیٹھ کر کھا رہے ہیں، انہوں نے بلا تکلف فوراً یہ کہا کہ مولوی صاحب پہلے اپنی نماز صحیح کریں۔ آپ لوگ نماز تو صحیح پڑھتے نہیں (یعنی رفع یدین تو کرتے نہیں) ان باتوں پر اعتراض کرتے ہیں۔

ان حوالجات سے ثابت ہوا کہ غیر مقلدین کے یہاں متفق علیہ اور مؤکدہ سنتوں کی ادائیگی

---

[1] اسلم جیراجپوری، نوادرات ص ۳۸۴

ضروری ہے اور نہ ان کے چھوڑنے پر کوئی گناہ ہے بلکہ سنت سے ہٹا ہوا عمل بلا کراہت صحیح ہے مکروہ بھی نہیں۔ لیکن آمین بالجہر، رفع یدین وغیرہ جن کے مستحب ہونے میں بھی امت کا اختلاف ہے وہ ان کے یہاں اس قدر ضروری ہیں کہ ان پر عمل درآمد کیے بغیر نہ کسی کی نماز صحیح ہے اور نہ کوئی ان کے بغیر محمدی بن سکتا ہے، ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ احیاء سنت میں مخلص نہیں اور نہ ان کا مقصد احیاء سنت ہے، ان کا مطمح نظر فقط اختلافی مسائل کو ہوا دینا ہے اور ہر اس کام کا الٹ کرنا ہے جو اہلسنت کا معمول ہے۔

مشہور ہے کہ کسی شیعہ نے اپنے شیعہ ذاکر سے پوچھا یہ تو بتلائیے ہمارا مذہب کیا ہے؟ ذاکر نے جواب دیا کہ اہل سنت جو کریں اس کا اُلٹ کرنا ہمارا مذہب ہے۔
شاید غیر مقلدین نے بھی اسی روش کو اپنا لیا ہے اور ہر اس مسئلہ کی مخالفت کرنا جہاد سمجھنے لگے ہیں جو اہل سنت کے یہاں مفتیٰ بہا ہے اور اہل سنت کا اس پر عمل ہے جس کا منطقی نتیجہ اختلاف و انتشار کا پیدا ہونا ہے۔

مثلاً

(۱) یہ لوگ گدی پر مسح کو بلا وجہ بدعت کہتے ہیں حالانکہ گدی پر مسح احادیث سے ثابت ہے۔ [۱]

(۲) عام ناقص اور سوتی جرابوں پر لوگوں کو دکھلا کر مسح کرتے ہیں حالانکہ یہ کسی صحیح و صریح حدیث سے ثابت نہیں۔

(۳) دوران نماز زبردستی پاؤں سے پاؤں ملاتے ہیں حالانکہ کسی بھی مرفوع حدیث میں اس کا تذکرہ نہیں۔

---

[۱] دیکھئے التنقیح الجیدہ ۱ ص ۹۲-۹۳ نیل الاوطار ۱۵ ص ۱۸۰

Marfat.com

(۴) چیخ کر آمین کہنے کو سنت سمجھتے ہیں حالانکہ شریعت میں چیخنا منع آیا ہے[1] بالخصوص مسجد میں۔

(۵) رکوع میں جاتے اُٹھتے رفع یدین نہ کرنے سے نماز کو ناقص بلکہ فاسد تک کہہ دیتے ہیں حالانکہ نہ یہ کسی حدیث میں ہے اور نہ ہی اہل سنت میں سے کسی امام کا یہ مسلک ہے۔

(۶) جو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز کو باطل کہتے ہیں، ان کے نزدیک اس کی نماز ہی نہیں ہوتی، حالانکہ یہ کسی صحیح، صریح، مرفوع حدیث سے ثابت نہیں اور نہ ہی یہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مسلک ہے۔

(۷) فجر کی رہ جانے والی سنتوں کو فجر کی نماز کے فوراً بعد ادا کر لینے پر زور دیتے ہیں حالانکہ متعدد احادیث میں اس سے ممانعت آئی ہے[2]

(۸) دیگر متفق علیہ نوافل کو چھوڑ کر جمعہ کے خطبہ کے دوران اور مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ یہ نوافل ائمہ اہل سنت کے یہاں متروک یا مختلف فیہ ہیں اور کتب حدیث میں ان کے معارض احادیث موجود ہیں[3]

(۹) جمع بین الصلوٰتین پر بے خوف و خطر عمل کرتے ہیں حالانکہ صحابہ و تابعین بلا عذر جمع بین الصلوٰتین کو گناہِ کبیرہ قرار دیتے تھے[4]

---

[1] دیکھیے سورۃ اعراف آیت: ۵۵ - بخاری ج ۲ ص ۶۰۵ مسلم ج ۲ ص ۳۲۶

[2] دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۸۲ نسائی ج ۱ ص ۶۷ مسلم ج ۱ ص ۲۷۶ وغیرہ [3] دیکھئے موطا امام مالک ج ۱ ص ۵۸ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۱ طحاوی ج ۱ ص ۲۵۴ فتح القدیر ج ۱ ص ۳۸۸ [4] دیکھئے ترمذی ج ۱ ص ۲۶ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۷۵ موطا امام محمد ص ۱۲۹ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۹

Marfat.com

(۱۰) ننگے سر نماز پڑھنے میں فخر محسوس کرتے ہیں حالانکہ ننگے سر نماز پڑھنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت مبارکہ کے خلاف ہے اور بقول مولانا محمد داؤد غزنوی کے بدرسم ہے۔ [1]

(۱۱) عورت و مرد کی نماز میں فرق کو بدعت کہہ کر مٹانا کار ثواب سمجھتے ہیں حالانکہ متعدد احادیث میں فرق موجود ہے [2]۔

(۱۲) عورتوں کے جمعہ و عیدین کے لیے کھلے میدان اور مساجد میں آنے پر زور دیتے ہیں حالانکہ صحابہ و تابعین زمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع کرتے تھے [3]

(۱۳)۔ آٹھ رکعت تراویح کی ترویج و تبلیغ کو جہاد سمجھتے ہیں حالانکہ صحابہ و تابعین بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور اہلسنت کے ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی ۲۰ رکعات سے کم تراویح کا قائل نہیں۔ [4]

(۱۴)۔ گاؤں، دیہات میں جمعہ کی نماز پڑھنے کو فرض عین قرار دیتے ہیں حالانکہ احادیث و آثار میں اس کی ممانعت آئی ہے [5]

(۱۵)۔ مسجد محلہ میں دوسری تیسری بلکہ چوتھی جماعت کے کروانے کو ثواب کا کام سمجھتے ہیں حالانکہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معمول مبارک کے بالکل خلاف ہے [6]۔

(۱۶)۔ عیدین کی نماز میں بارہ تکبیروں کو ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کسی صحیح صریح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں، جب کہ چھ تکبیریں کہنا صحیح آثار سے ثابت ہے۔

---

[1] دیکھئے فتاویٰ علماء حدیث ج ۴ ص ۲۹۱ [2] دیکھئے مراسیل ابی داؤد ص ۸، جامع المسانید ج ۱ ص ۴۰۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۲ وغیرہ [3] دیکھئے بخاری شریف ج ۱ ص ۱۲۰، درمنثور ج ص

[4] دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲، سنن الکبریٰ بیہقی ج ۲، کنز العمال، مختصر قیام اللیل مروزی

[5] دیکھئے فتح الباری ج مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۶۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۰۱

[6] دیکھئے مجمع الزوائد ج ۲ ص ۴۵، کتاب الام جلد ۱ ص ۱۳۶-۱۵۵، المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۹۰

Marfat.com

۱۷۔ نماز جنازہ اونچی آواز سے پڑھتے ہیں حالانکہ یہ کسی صحیح صریح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں اور نہ ہی یہ ائمہ مجتہدین ائمہ اہل سنت میں سے کسی کا مسلک ہے (البتہ روافض کا ضرور معمول ہے)

۱۸۔ قربانی عید کے چوتھے دن کرنے کو احیاء سنت سمجھتے ہیں حالانکہ کسی صحیح صریح مرفوع حدیث سے چوتھے دن قربانی کرنا ثابت نہیں۔

۱۹۔ اونٹ کی قربانی میں دس آدمیوں کو شریک کرنا بھی صحیح سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کسی صحیح صریح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں بلکہ صحیح حدیث کے خلاف ہے اور ائمہ اہل سنت ائمہ اربعہ میں سے کسی کا بھی مسلک نہیں۔

۲۰۔ ایک مجلس کی دی ہوئی تین طلاقوں کو ایک ہی سمجھتے ہیں حالانکہ صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہے کہ ایک مجلس کی دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی ۔ یہی ائمہ اہلسنت ائمہ اربعہ کا مسلک ہے۔

۲۱۔ مصافحہ ایک ہی ہاتھ سے کرنے میں اپنی شان سمجھتے ہیں حالانکہ کسی ایک بھی صحیح صریح مرفوع حدیث سے صرف اکیلے داہنے ہاتھ سے مصافحہ کرنا ثابت نہیں،

۲۲۔ تقلید کو شرک و بدعت اور تمام برائیوں کی جڑ کہتے ہیں حالانکہ تقلید قرآن و حدیث اجماع امت اور قیاس مجتہد چاروں دلائل سے ثابت ہے۔ اہل باطل کو چھوڑ کر ساری امت مسائل اجتہادیہ میں ائمہ مجتہدین کی تقلید پر متفق رہی ہے جن میں بڑے بڑے محدثین، فقہاء اور اولیاء ہوئے ہیں۔ اور ان جیسے بیسیوں مسائل ہیں جن میں غیر مقلدین اہلسنت کے خلاف چلتے ہیں اور ان میں اجماعی مسائل کی بھی پرواہ نہیں کرتے، لہٰذا اب اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ ان لوگوں کا مقصد احیاء سنت نہیں بلکہ امت میں اختلاف و انتشار پھیلانا ہے جس کا آج کل بخوبی مشاہدہ ہو رہا ہے۔

Marfat.com

اس موقع پر غیر مقلدین کے ایک ماہانہ رسالے " ترجمان الحدیث " ج ۱۲ شمارہ نمبر ۵ کے ایک صفحہ کا عکس پیش کیا جاتا ہے۔ یہ صفحہ ایک غیر مقلد مولوی خواجہ قاسم کے مضمون کا ہے۔ اس صفحہ کو پڑھ کر قارئین اندازہ فرمائیں کہ غیر مقلدین کی محنت و قوت کس کام میں صرف ہو رہی ہے؟ آیا یہ اختلاف و انتشار کو ہوا دی جا رہی ہے یا نہیں؟ خواجہ صاحب نے اپنے مضمون کا عنوان قائم کیا ہے، " غیر اہل حدیث کی گالیوں کے جواب میں " کہتے ہیں آئینہ میں اپنا ہی منہ نظر آتا ہے، خواجہ صاحب کا اپنے رسالوں میں خود اپنا انداز تبرائی اور سوقیانہ ہے اس لیے دوسروں کی تنقید انہیں گالیاں نظر آتی ہیں، خیر سر دست اس کو چھوڑیئے اصل بات تو یہ عرض کرنی ہے کہ اس وقت غیر مقلدین امت میں اختلاف و انتشار کو ہوا دینے میں مصروف ہیں جس کا ایک زندہ ثبوت خواجہ قاسم کی یہ تحریر ہے جس میں تمام اختلافی مسائل کا تذکرہ ہے جنہیں ہوا دے کر غیر مقلدین اپنا مطلب نکالتے ہیں۔

Marfat.com

لیجئے یہ ہے عکس خواجہ قاسم کی تحریر کا۔

تحریر
جناب محمد قاسم خواجہ

غیر اہلحدیث کی گالیوں کے جواب میں

تقلید پر نزاع کا عالم !

تقلید کا زور ٹوٹ رہا ہے سمجھدار لوگ اس سے کنی کترانے لگے ہیں۔ بستیوں میں جمعے ہو رہے ہیں۔ عورتوں کو مسجدوں میں آنے کی اجازت مل گئی ہے۔ غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جانے لگی ہے۔ احناف کی مساجد آئمہ تراویح کے بعد دو تہائی سے زیادہ خالی ہو جاتی ہیں۔ مسجدوں میں دوبارہ جماعتیں ہونے لگی ہیں۔ تین طلاق کے مسئلے پر حنفی علماء خود اپنے معتقدین کو اہلحدیثوں کے پاس جانے کا مشورہ دینے لگے ہیں۔ حلالے کے علمبرداروں کو حلالہ کا مسئلہ بتلاتے ہوئے گھبراہٹ محسوس ہونے لگی ہے۔ اب انہیں مفقود الخبر کی بیوی کے بارے میں نوے برس کی عدت بتلانے میں بھی شرم آنے لگی ہے۔ بلکہ تقلید کے مبلغین ہر مسئلے پر تحقیق کے میدان میں قدم رکھ چکے ہیں۔ جو تقلید کی عین ضد ہے۔ ـــــ الغرض تقلید پہ نزاع کا عالم طاری ہے وہ جانکنی کے عذاب میں مبتلا ہے اور بچنے کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ تقلید کے محافظ اسے آکسیجن لگا کر زندہ رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور اسے ایسا خون دے رہے ہیں جسکا نمبر اس کے گروپ سے نہیں ملتا۔ جب کوئی صورت کارگر ثابت نہیں ہوتی تو غصہ نکالنے کیلئے پڑوسیوں کو گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں۔

حنفی علماء کرام !

شہر گوجرانوالہ میں پہلے بھی حنفی علماء کرام رہتے تھے مثلاً حضرت مولانا محمد چراغ صاحب حضرت مولانا عبدالواحد صاحب، حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب، حضرت مفتی خلیل احمد صاحب

Marfat.com

قارئین کے سامنے حال ہی میں پیش آنے والا کراچی کا ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ جس کا تذکرہ مفتی رشید احمد صاحب نے کیا ہے۔ انہیں کے الفاظ میں یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

مفتی صاحب رقمطراز ہیں:

"ایک اور عجوبہ سماعت فرمائیں آبادی کے اندر بول و براز کی حالت میں قبلہ کی طرف رُخ کرنے کا جواز مختلف فیہ ہے اس لیے احتیاط بہرحال اس میں ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے مگر اہل حدیث کے ہاں تو دوسرے مذاہب کی مخالفت ہی بڑا جہاد ہے چنانچہ کراچی میں انہوں نے اپنی مسجد کے استنجا خانے گرا کر از سرِ نو قبلہ رُخ تعمیر کرائے ہیں وجہ دریافت کرنے پر ارشاد ہوا کہ یہ سنت چودہ سو سال سے مردہ تھی ہم نے اسکو زندہ کیا ہے" [1]

اندازہ کیجیے، کیا قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا احیاءِ سنت ہے؟ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی حکم ہے اور کیا صحابہ و تابعین اور دیگر مسلمان ایسا ہی کرتے تھے ہرگز نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم نیز صحابہ کرام کا قصہ اور انکا عمل سُن لیجیے۔

"حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تم بیت الخلاء آؤ تو پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرو نہ پیٹھ کرو بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف رُخ کیا کرو (یہ حکم مدینہ شریف کے اعتبار سے ہے کیونکہ مسجد نبوی کا قبلہ جنوب کی طرف ہے) حضرت ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ملک شام آئے تو یہاں بیت الخلاء قبلہ رُخ بنے ہوئے پائے ہم تو رُخ تبدیل کر کے بیٹھتے تھے پھر بھی اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے تھے" [2]

---

[1] رشید احمد رشیدیہ مفتی - احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۱۰ [2] دیکھیے مسلم شریف مترجم ج ۱ ص ۱۳۰

Marfat.com

غیر مقلدین کی ایسی ناشائستہ حرکات جو سراسر حدیث کے خلاف ہیں ان کے ہوتے ہوئے اب بھی انہیں اگر انتشار و اختلاف کا باعث نہ سمجھا جائے اور بقول غیر مقلدین کے اسے احیار سنت ہی کہا جائے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر خلاف سنت کام سنت ہے اور صحیح سنت پر عمل کرنا دین سے دور رہنا ہے العیاذ باللہ۔

یوسف پنشنر کی کارروائی بھی سنتے چلئے وہ کہتا ہے۔

"امرتسر میں یہ گل کھلا کر میں اپنے وطن ضلع مظفر گڑھ میں شادی کرانے چلا گیا ریل نہ ہونے کی وجہ سے کئی دنوں کا سفر تھا، راستے میں بھی یہی طریق رہا، جہاں نماز پڑھی آمین بالجہر کہی اور شورش ہوئی خدا خدا کرکے اپنے وطن حسین پور ضلع مظفر گڑھ میں پہنچے وہاں بھی اپنے قصبہ (حسین پور) میں آمین بالجہر کہی تو عام شورش ہوئی یہاں تک کہ میرے سسرال والوں نے نکاح دینے سے انکار کر دیا۔" ؎

ملاحظہ فرمائیے یہ طریقہ ہے غیر مقلدین کے احیار سنت کا، جہاں جاتے ہیں گل کھلاتے ہیں اور وہ گل یہی کھلتا ہے کہ بھائی بھائی دست و گریباں ہو جاتے ہیں ماں باپ اور آل و اولاد میں نفرت ہو جاتی ہے۔ لوگوں میں عام شورش اور اختلاف و انتشار پیدا ہوتا ہے نوبت مقدمہ بازی تک پہنچتی ہے۔ حالانکہ احیار سنت کا ثمرہ تو یہ ہوتا ہے کہ ٹوٹے دل جوڑ جاتے ہیں باہم الفت و محبت پیدا ہوتی ہے۔ درحقیقت غیر مقلدین احیار سنت نہیں کرتے مسائل متنازعہ کو چھیڑتے ہیں جس کا نتیجہ تنازعہ ہوتا ہے یہ لوگ بے نمازی سے یہ نہیں کہتے کہ نماز پڑھو۔ نمازی سے کہتے ہیں کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی اس سے اصل فساد پیدا ہوتا ہے۔

اب تک جو کچھ از غیر مقلدین کا بیان ہوا اس کی صداقت ان کے بعض علمار کی

؎ نقوش ابو الوفا صلالا

Marfat.com

تحریرات سے ظاہر ہوتی ہے یہ جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے ۔ قارئین غیر مقلدین کے بعض علماء کی تحریرات ملاحظہ فرمائیں ۔

پروفیسر محمد مبارک غیر مقلدین کی ایک ذیلی جماعت ' جماعت غرباء اہل حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ۔

" جماعت غرباء اہل حدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت پر رکھی گئی تھی صرف یہی مقصد نہیں بلکہ تحریک مجاہدین یعنی سید احمد بریلوی کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریز کو خوش کرنے کا مقصد نہاں تھا جس کا اظہار اس طرح کیا گیا کہ سنہ میں مولوی عبدالوہاب ملتانی صاحب نے اپنے امام ہونے کا دعویٰ کیا اور ساتھ ہی یہ کہا جو میری بیعت نہیں کرے گا وہ جہالت کی موت مرے گا " ۔ ؎ۛ

میر ابراہیم سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں ۔

" جماعت اہل حدیث اپنے ناقص العلم اور غیر محتاط نام نہاد علماء کی تحریروں اور تقریروں سے دھوکا نہ کھائے کیونکہ ان میں سے بعض تو پرانے خارجی اور بے علم محض اور پرانے کانگریسی ہیں جو کانگریس کا حق نمک ادا کرنے کے لیے ایک نہایت گہری زمین دوز تجویز کے تحت انگریزی پالیسی تفرقہ ڈالو اور فتح کرو سے مسلمانوں کو اختلافی مسائل میں مشغول کر کے باہمی اتفاق میں رکاوٹ اور مسلمانوں میں خصوصاً اہل حدیث میں تعصب پیدا کرنا چاہتے ہیں " ۔ ؎ۛ

قاضی عبدالاحد صاحب خانپوری تحریر فرماتے ہیں :

؎ۛ محمد مبارک ، پروفیسر ۔ علماء احناف اور تحریک مجاہدین ص ۴۸

؎ۛ محمد ابراہیم سیالکوٹی : اخبار اہلحدیث ص ۳۶ بحوالہ تحقیق مسئلہ تراویح

Marfat.com

"اس زمانے کے جھوٹے اہلحدیث مبتدعین مخالفین سلف صالحین جو حقیقت ماجاء الرسول سے جاہل ہیں وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوتے ہیں روافض کے یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر و نفاق کے تھے اور مُدخل ملاحدہ و زنادقہ کا تھے اسلام کی طرف اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے بعینہ مثل تشیع کے ....

مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علی اور حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دے دیں اور پھر جس قدر الحاد و زندقہ پھیلائیں، کچھ پرواہ نہیں اسی طرح ان جہال بدعتی کاذب اہلحدیثوں میں ایک دفعہ رفع یدین کرے اور تقلید کا رد کرے اور سلف کو ہتک کرے مثل امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جن کی امامت فی الفقہ اجماع امت کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر کفر بد اعتقادی اور الحاد اور زندلقیت ان میں پھیلاوے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چین بجبیں بھی نہیں ہوتے اگرچہ علماء اور فقہاء اہل سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں ہرگز نہیں سنتے سبحان اللہ ما اشبہ اللیلۃ بالبارحۃ، اور سر اس کا یہ ہے کہ وہ مذہب و عقائد اہل السنۃ والجماعۃ سے نکل کر اتباع سلف سے مستنکف و متکبر ہو گئے ہیں فافہم وتدبر"[۱]

ماہانہ مجلہ "اہل حدیث دہلی" کے ایڈیٹر حکیم اجمل خان (یہ وہ حکیم اجمل خان نہیں جو خاندان شریفی کے مشہور و معروف حکیم و طبیب ہیں) اپنی جماعت کی کارروائی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

---

[۱] عبدالاحد خانپوری ، قاضی - التوحید والسنۃ فی رد اہل الالحاد والبدعۃ ص ۲۶۲

Marfat.com

"فی الوقت ہماری جمعیت، مسلک کی دعوت و تبلیغ کے لیے نہیں بلکہ روپیہ، اقتدار کی ہوس کو پورا کرنے کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے، عوام کو بیوقوف بنایا جارہا ہے اور مسلک و جماعت کے نام اور منصب کا بلیک میل کیا جارہا ہے جس شخص کے پاس جمعیت کا عہدہ و منصب ہو وہ پہلے اس کے ذریعہ عرب دنیا میں بھیکتا ہے پھر اپنے کاروبار کو وسیع کرتا ہے کیونکہ اس منصب کے ذریعہ دینا اور عرب شیوخ تک رسائی بہرحال آسان ہو جاتی ہے اس لیے ان عہدوں پر دوبارہ آنے اور ہمیشہ برقرار رہنے کی کوشش کی جارہی ہے جیسا کہ حالیہ جماعتی انتخابات کے نظارے سامنے آئے ہیں لوگوں نے ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے، آبروریزی کرنے، دھاندلی مچانے لاقانونیت اور شرعی تقاضوں کو پامال کرنے میں کوئی کور کسر باقی نہیں رکھی ہے اور آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ سب سے بڑی دھاندلی اور لاقانونیت مرکزی جمعیت کے ناظم صاحب کی طرف سے ہو رہی ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے عہدہ پر دوبارہ آنے کے لیے بے چین ہیں اور اس کے لیے جوڑ توڑ اور دھاندلیاں کر رہے ہیں"۔ [1]

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

"دہلی کا حال ان سے بھی زیادہ خراب۔ یہاں جمعیت کے کارکنان کو ہنگامہ آرائی اور دینی جماعت کے ماحول کو پراگندہ کرنے، پارٹی بازی پھیلانے کے لیے استعمال کیا گیا"۔ [2]

غیر مقلدین کے چودھویں صدی کے مجددین کے کارنامے

جماعت غرباء اہل حدیث کے دوسرے امام عبدالستار صاحب نے جماعت

---

[1] اجمل خان حکیم۔ مجلہ اہل حدیث (دیباچہ) ۔ ۱۹۹۰ء اور [2] اجمل خان حکیم۔ مجلہ اہل حدیث (دیباچہ) اپریل ۱۹۹۰ء

Marfat.com

غربا اہلحدیث کے اجلاس دہلی ۱۳۵۲ میں ایک خطبہ امارت پیش کیا تھا جس میں چودھویں صدی کے اپنے مجدد کی خدمات ذکر کی تھیں، کچھ خدمات آپ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

مولوی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں۔

"چودھویں صدی کے مجدد اعظم کی اہم ترین اسلامی خدمات، جناب حافظ کلام رب العلمین رئیس المحدثین امام زمانہ وحید دہر مولانا الحاج ابو محمد عبدالوہاب رضی اللہ عنہ حامی توحید و ماحی الشرک محیی السنۃ قامع البدعۃ اپنے زمانہ کے بخاری نے اپنے استاذ شیخ الہند میاں صاحب مرحوم سے تحصیل علم کے بعد ۱۳۰۰ھ میں مدرسہ دارالکتاب والسنۃ کی بنیاد شہر دہلی میں قائم کرکے خالص درس قرآن حدیث شروع کیا اور دیگر علوم آلیہ و عقلیہ منطق و فلسفہ فقہ مروجہ وغیرہ کے ڈھول کا پول کھولنا شروع کیا اور قرآن حدیث کے ہوتے ہوئے ان پر عمل عقیدہ رکھنا رکھانا سخت جرم بتایا اور بیان فرمایا کہ کتب فقہ مروجہ شریعت اسلام کے بالکل منافی ہیں۔ کتاب و سنت کے ہوتے ہوئے ان پر عمل کرنا محض گمراہی اور حرام ہے بھلا اکل حلال کے ہوتے ہوئے خنزیر کھانا کب روا ہے"۔ [۱]

مزید لکھتے ہیں:

" بعد نماز علی الصباح کلام مجید کا ترجمہ ہوتا ہے، قرآن کھل جاتے ہیں۔ کشن گنج کے تمام اہلحدیث بوڑھوں سے لے کر جوانوں اور شعور دار بچے تک ترجمہ پڑھتے ہیں۔ مولانا ممدوح ترجمہ میں وہ عام فہم دقائق بیان فرماتے ہیں اور شرک و بدعت کی وہ چھاڑ کرتے ہیں اور شخصی تقلید ناسدید کا وہ کھوج کھودتے ہیں اور فقہ کے خراب اور گندہ مسائل کی جو قرآن و حدیث

---

[۱] عبدالستار مفتی۔ خطبہ امارت ص ۱۳

Marfat.com

کے سراسر خلاف ہیں وہ مٹی خراب کرتے ہیں کہ بایدوشاید اور بے تحاشا سامعین کی زبان سے سبحان اللہ اور بارک اللہ نکلتا ہے۔" [1]

غیر مقلدین کا احناف کی مساجد میں نماز پڑھنے کا مقصد

غیر مقلدین کے چودھویں صدی کے مجدد اعظم کے پوتے عبد الغفار سلفی حنفیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے یوں گوہر افشانی کرتے ہیں۔

"اہل حدیث کی نماز غیر اہل حدیث کی اقتدا میں بہتر نہیں۔ اگر سنت اور صحیح مسلک واشاعت کی خاطر احناف کی اقتدا میں نماز پڑھی جائے تو جائز کیا بلکہ ضروری ہے کیونکہ آپ احناف کی مسجد میں جا کر صحیح طریقہ کے مطابق صحیح وضو کریں گے پھر نماز سنت طریقہ کے مطابق آمین رفع یدین سے پڑھیں گے، مقتدین کو متبعین سنت کی نماز کا علم ہوگا وہ آپ سے دریافت کریں گے آپ نے آمین کیوں کہی رفع یدین کیوں کیا آپ ان کو جواب دیں گے، سننے والوں میں دس ہوں گے تو ایک تو آپ کا حامی بھی ہوگا۔ اس طرح آپ کا مسلک پھیلے گا۔ اگر اس پوری کارروائی کی ہمت وجرأت نہ ہو تو پھر آپ اہل حدیث مسجد بنانے کی الگ کوشش کریں اور تا قیام مسجد اپنی نماز گھر پر پڑھیں۔ الخ [2]

---

[1] عبد الستار حنفی، خطبہ امامت ص ۱۵۔۲۰

[2] عبد الغفار سلفی، فتاوی ستاریہ ج ۲ ص ۲۸۔۹۰

Marfat.com

قارئین محترم یہ ایک طویل موضوع ہے جس کے لیے دفتر درکار ہیں اختصار کے پیش نظر ہم اسی پر اکتفار کرتے ہیں اور کچھ زیر نظر کتاب "حدیث اور اہل حدیث" کے متعلق عرض کرکے مقدمہ کو ختم کرتے ہیں۔ ؎

کبھی فرصت سے سن لینا بڑی ہے داستاں میری

سبب تالیف

اس کتاب کے لکھنے کا سبب یہ بنا کہ اکثر غیر مقلدین کی زبانی یہ سننے میں آتا تھا کہ مقلدین احناف حدیث پر عمل نہیں کرتے اور نہ ہی ان کے پاس حدیثیں ہیں۔ ان حضرات کی تحریرات میں بھی یہی چیز نظر آتی تھی۔ اس چیز کو دیکھ کر دل میں خیال پیدا ہوا کہ ہمیں اپنی فقہ کا جائزہ لے کر دیکھنا چاہیئے کہ کیا واقعی غیر مقلدین کے کہنے کے مطابق ہمارے پاس احادیث نہیں ہیں اور ہم اقوال رجال ہی پر عمل کرتے ہیں، یا ہمارے پاس بھی احادیث ہیں اور ہمارا عمل بھی احادیث پر ہے، چنانچہ جب ہم نے اپنی فقہ کا جائزہ لینا شروع کیا تو ہر ہر مسئلہ میں اس قدر احادیث نظر آئیں کہ عقل حیران رہ گئی اور غیر مقلدین کی اڑائی ہوئی باتوں کے ڈھول کا اچھی طرح سے پول کھل گیا، اور یہ حقیقت ظاہر ہوئی کہ ان کی یہ سب باتیں جھوٹ کا پلندہ ہیں جن سے فقہ حنفی کا دامن پاک ہے۔

ان احادیث مبارکہ کو دیکھ کر دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ انہیں ترتیب دے کر ان کا ترجمہ کیا جائے اور عوام کو بتایا جائے کہ احناف کا عمل ان احادیث پر ہے

Marfat.com

اور غیر مقلدین ان احادیث پر عمل کرنے کے بجائے ان کے خلاف عمل کرتے ہیں چنانچہ راقم الحروف نے زیر نظر کتاب " حدیث اور اہل حدیث " تصنیف کی جو آپ کے سامنے ہے۔

کتاب کا طرز

اس کتاب کا طرز یہ ہے کہ اس میں اولاً اوپر ایک عنوان قائم کر کے اس سے متعلق احادیث مبارکہ حدیث کی مستند کتابوں (صحاح ستہ وغیرہا) سے باحوالہ نقل کی گئی ہیں، ساتھ ہی اُن کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

ثانیاً اُن احادیث مبارکہ سے جو مسئلہ ثابت ہوتا ہے وہ ذکر کیا گیا ہے، پھر اس مسئلہ کے خلاف غیر مقلدین کے علمار کے اقوال ذکر کئے گئے ہیں، بعد میں ان پر تبصرہ کر کے فیصلہ عوام پر چھوڑ دیا گیا ہے وہ فیصلہ کریں کہ غیر مقلدین حدیث کی موافقت یعنی اس پر عمل کرتے ہیں یا اس کی مخالفت ؟

زیر نظر کتاب میں غیر مقلدین کے جن علمار کی تحریرات ذکر کی گئی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان علمار کا غیر مقلدین کے ہاں جو مرتبہ و مقام ہے وہ بھی ذکر کر دیں تاکہ عوام کے سامنے یہ بات بھی آجائے کہ یہ اقوال معمولی غیر مقلدین کے نہیں بلکہ ان کے بڑے بڑے علمار کے ہیں جن کا دعویٰ تھا کہ ہم صرف قرآن و حدیث پر عمل کرتے ہیں۔

چنانچہ غیر مقلدین کے ایک مقتدر عالم بدیع الدین راشدی صاحب نے جنکے مندرجہ ذیل القابات علامہ الشاہ ثناء اللہ صاحب نے لکھے ہیں۔

"ناصر السنة النبوية - ناصر العقيدة السلفية

قامع البدعة - المجاهد لاعلاء كلمة الله

Marfat.com

الصلب فی السنۃ ۔ الملازم للعبادۃ
العالم الفاضل المحدث الفقیہ
رئیس المحققین العلامۃ الشیخ
السید بدیع الدین الشاہ السندی الراشدی" [۱]

"ہدایۃ المستفید ترجمہ فتح المجید" کے مقدمہ میں اپنے اکابر علماء کا تعارف اور ان کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے القابات ذکر کئے ہیں ان میں سے چند ایک کے القابات کو یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ ہمارے پیش کردہ حوالوں کو پڑھتے وقت غیر مقلدین کے ذہن میں اپنے ان علماء کا درجہ و مقام ملحوظ خاطر رہے۔

میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کے القابات

"شیخ الکل، امام المتقین، سید المحدثین، تاج الفقہاء، علم العلماء، جامع العلوم النقلیہ والعقلیہ، ناصر السنۃ النبویۃ، عمدۃ العاملین، زبدۃ الکاملین، حجۃ اللہ علی الخلق مجدد القرن، الامام، المحدث الفقیہ الاصولی الشیخ شیخنا السید نذیر حسین" الخ [۲]

ثناء اللہ امرتسری صاحب کے القابات

"رئیس المفسرین، شیخ المحدثین، امام المناظرین، ابن تیمیہ زماں شوکانی دوراں سردار اہلحدیث فی الہند شیخنا الشیخ، الامام المتقی النقی العامل الورع الکامل محیی السنۃ، محو اہل البدعۃ، بقیۃ السلف عمدۃ الخلف، مجدد القرن ابو الوفاء ثناء اللہ بن محمد خضر الکشمیری الاصل ثم الامرتسری" [۳]

---

[۱] عطاء اللہ ثاقب ۔ ہدایۃ المستفید ترجمہ فتح المجید شرح کتاب التوحید ج ۱ ص ۳۴
[۲] بدیع الدین شاہ راشدی ۔ ہدایۃ المستفید ترجمہ فتح المجید ج ۱ ص ۱۱
[۳] " " " " ج ۱ ص ۱۰۳

Marfat.com

نواب صدیق حسن خان صاحب کے القابات

"نواب معلی القاب، مرجع العلماء وعمدۃ الکملاء ومنبع الفیوض الرحمانیۃ، ناشر السنۃ النبویہ، المحدث الفقیہ العلامۃ السید صدیق بن حسن بن علی الحسینی البخاری القنوجی البوفالی"۔ [۱]

نواب وحید الزمان صاحب کے القابات

"نواب عالی جناب، عالم باعمل فقیہ وقت محب السنۃ وحید الزمان بن مسیح الزمان الدکنی" [۲]

حافظ عبداللہ روپڑی صاحب کے القابات

"شیخنا العلامۃ المحدث، استاذ العلماء افضل الفضلاء الصابر، الصائم الشیخ الحافظ عبداللہ بن روشن دین الروپری الامرتسری اللاھوری" [۳]

تالیفِ کتاب سے مقصود

اس کتاب کے لکھنے سے ہمارے پیش نظر تین مقاصد ہیں۔

(۱) اشاعت حدیث میں حصہ لینا۔

(۲) احناف کے دلائل کو یکجا کرنا تاکہ عام پڑھے لکھے لوگ بھی ان سے استفادہ کر سکیں اور انہیں عمل کرتے وقت اس بات پر پوری طرح سے شرح صدر ہو کہ ان کے پاس کثیر تعداد میں احادیث مبارکہ موجود ہیں اور اُن کا عمل ان احادیث پر ہے۔

(۳) غیر مقلدین جو ہر وقت یہ راگ الاپتے ہیں کہ قرآن و حدیث پر عمل فقط ہم کرتے

---

[۱] بدیع الدین شاہ راشدی۔ ہدایۃ المستفید ترجمہ فتح المجید ۱ صـ۱۰۳

[۲] " " " ۱ صـ۱۰۴

[۳] " " " ۱ صـ۱۰۵

Marfat.com

ہیں کوئی اور نہیں کرتا اور حنفی قرآن و حدیث کے خلاف عمل کرتے ہیں، انہیں آئینہ میں ان کی صورت دکھلانا اور بتلانا کہ دیکھئے یہ کثیر تعداد میں احادیث مبارکہ موجود ہیں جن پر ہمارا عمل ہے اور آپ ان کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ اس لیے حدیث کے مخالف آپ ہیں ہم نہیں۔

راقم الحروف نے اس کتاب کی تدوین میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا ہے کہ حوالے اصل کتابوں سے تلاش کر کے اصل کتابوں ہی کے دیئے ہیں اور جہاں کہیں کسی دوسری کتاب سے حوالہ نقل کرنا پڑا وہاں اس دوسری کتاب کا حوالہ بھی دیا ہے، اس کتاب کی ترتیب سوائے چند مقامات کے حدیث کی مایہ ناز کتاب "اعلاء السنن" کی ترتیب پر رکھی ہے۔ اس کتاب کی ترتیب میں احقر کو بے شمار کتابوں سے استفادہ کا موقعہ ملا جن میں سب سے زیادہ استفادہ اعلاء السنن اور آثار السنن سے کیا، اللہ تعالیٰ انکے مصنفین کے درجات بلند فرمائے اور ان کا فیض تاقیامت جاری و ساری رکھے آمین۔

چونکہ انسان خطا کا پتلا ہے اس لیے بہت ممکن ہے کہ کتاب میں کچھ اغلاط رہ گئی ہوں لہٰذا علماء کرام سے میری درخواست ہے کہ وہ اس کتاب میں جہاں کہیں کوئی سقم پائیں راقم کو اس پر متنبہ فرمائیں۔ راقم الحروف کسی بھی سقم کے دور کرنے اور کسی بھی غلطی کی اصلاح کرنے میں ذرا بھی پس و پیش سے کام نہ لے گا بلکہ ان علماء کا شکر گزار اور ان کے حق میں دعا گو ہوگا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کاوش کو مقبول و منظور فرمائے اور اسے عوام کی اصلاح اور احقر کی نجات کا ذریعہ بنائے اور جن بزرگوں، عزیزوں، دوستوں نے راقم الحروف سے جس درجے میں بھی تعاون کیا ہے اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔ وما علینا الا البلاغ المبین

انوار خورشید

۲۹ جمادی الثانیہ ۱۴۱۳ھ، ۲۵ دسمبر ۱۹۹۲ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نجاسة الماء القليل بوقوع نجس فيه قليلا كان اوكثيرا

تھوڑا پانی نجاست کے واقع ہونے سے ناپاک ہو جاتا ہے تھوڑی نجاست ہو یا زیادہ

۱- عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا ولغ الكلب فى اناء احدكم فليرقه ثم ليغسله سبع مرار۔

(مسلم ج ۱ ص ۱۳۷)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈالدے تو اُسے چاہیئے کہ وہ اُسے بہا کر سات مرتبہ دھوئے۔

۲- عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم طهور اناء احدكم اذا ولغ فيه الكلب ان يغسله سبع مرات اولاهن بالتراب

(مسلم ج ۱ ص ۱۳۷ ابو داؤد ج ۱ ص ۱۰)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے برتن کی پاکی جبکہ کتا اس میں منہ ڈالدے یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھوئیں پہلی بار مٹی سے مانجھیں۔

۳- عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه

Marfat.com

وسلم لا يبولن احدكم فی الماء الدائم الذی لا يجری ثم يغتسل فيه

(بخاری ج ۱ ص۳۷)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پیشاب کرے تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں جو کہ بہہ نہیں رہا پھر اسی میں غسل کرے۔

۴۔ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یبولنّ احدکم فی الماء الدائم ثم یتوضأ منہ

(ترمذی ج ۱ ص۱۲)

حضرت ابو ہریرہؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ نہ پیشاب کرے تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوتے پانی میں پھر اسی سے وضو کرے۔

۵۔ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا استیقظ احدکم من اللیل فلا یدخل یدہ فی الاناء حتی یفرغ علیھا مرتین او ثلثاً فانہ لا یدری این باتت یدہ

(ترمذی ج ۱ ص۱۳)

حضرت ابو ہریرہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی رات کو سو کر اُٹھے تو جب تک ہاتھوں پر دو یا تین دفعہ پانی نہ بہا لے اس وقت تک (پانی کے) برتن میں ہاتھ نہ ڈالے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ اس کے ہاتھ نے کہاں

Marfat.com

رات گزاری۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ جب پانی میں نجاست گر جائے اور پانی تھوڑا ہو تو پانی ناپاک ہو جائے گا چاہے پانی کے تینوں اوصاف رنگ، بُو، مزہ میں سے کوئی وصف بدلے یا نہ بدلے کیونکہ ان احادیث میں اس کی کوئی صراحت نہیں کہ ان تینوں وصفوں میں سے کوئی وصف بدلے تو پانی ناپاک ہوگا ورنہ نہیں۔

پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتے کے جوٹھے پانی کو بہا دینے کا حکم دیا ہے۔ اس کے بہا دینے کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے (ورنہ پاک پانی کے بہا دینے کا آپ حکم نہیں دے سکتے کیونکہ وہ تو پانی کو ضائع کرنا ہوگا جو کہ ناجائز ہے) حالانکہ کتے کے منہ ڈالنے سے تینوں اوصاف میں سے کوئی وصف بھی نہیں بدلتا۔

دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتے کے جوٹھے برتن کو پاک کرنے کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ برتن کو سات دفعہ دھویا جائے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کتے کے منہ ڈالنے سے برتن ناپاک ہو جاتا ہے جب برتن ناپاک ہوگا تو جو چیز اس میں ہوگی وہ بھی ناپاک ہو جائے گی اسی لیے آپ نے اس چیز کے بہا دینے کا حکم دیا ہے۔ حالانکہ کتے کے منہ ڈالنے سے کوئی وصف بھی نہیں بدلتا۔

تیسری اور چوتھی حدیثوں سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کر کے اس سے وضو اور غسل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ وضو و غسل سے ممانعت اسی لیے ہے کہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے حالانکہ پانی میں پیشاب کرنے سے تینوں وصفوں میں سے کوئی وصف بھی نہیں بدلتا۔

Marfat.com

پانچویں حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نیند سے بیدار ہو کر ہاتھ کو دھوئے بغیر پانی میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سوتے میں ہاتھ شرمگاہ کو چھو جانے سے شرمگاہ پر رہ جانے والی نجاست ہاتھ کو لگ جائے جس کی وجہ سے پانی ناپاک ہو جاتے اس لیے احتیاطاً ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں ڈالنے سے منع فرما دیا حالانکہ ناپاک ہاتھ ڈالنے سے پانی کے اوصاف میں سے کوئی وصف بھی نہیں بدلتا۔ الغرض ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اگر پانی میں نجاست گر جائے اور پانی تھوڑا ہو تو پانی ناپاک ہو جائے گا چاہے پانی کے تینوں وصفوں میں سے کوئی وصف بدلے یا نہ بدلے۔

لیکن ان تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ پانی تھوڑا ہو یا زیادہ وہ اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی چیز تبدیل نہ ہو۔

چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔

"آب باراں و دریا و چاہ طاہر و مطہر ست پلید نمی گردد مگر بنجاستے کہ بو یا مزا یا رنگ اورا برگرداند" (عرف الجادی ص۹)

بارش، دریا اور کنوئیں کا پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے وہ ناپاک نہیں ہوتا مگر اس نجاست سے کہ جو اس کے رنگ یا بو یا مزہ کو بدل دے۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:-

"لا یفسد ماء البئر ولو کان صغیرا والماء فیہ قلیلا بوقوع نجاسۃ او موت حیوان دموی او غیر دموی ولو انتفخ او تفسخ او تمعط بشرط ان لا یتغیر احد اوصافہ" الخ

(نزل الابرار ج ۱ ص ۳۱)

Marfat.com

کنوئیں کا پانی ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ کنواں چھوٹا ہو اور اس میں پانی تھوڑا ہو کسی نجاست کے گرنے سے یا (اس میں) خونی یا غیر خونی جانور کے مرنے سے اگرچہ وہ جانور (مر کر) پھول گیا ہو یا پھٹ گیا ہو یا اس کے بال و پر گر گئے ہوں بشرطیکہ پانی کے اوصاف میں سے کوئی وصف نہ بدلے۔

ملاحظہ فرمائیے۔ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ تھوڑے پانی میں نجاست گر جائے تو وہ ناپاک ہو جائے گا۔ رنگ، بُو، مزہ بدلے یا نہ بدلے لیکن غیر مقلدین قلیل و کثیر میں تفریق کے بغیر کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب جب تک رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی چیز نہ بدلے اس وقت تک پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت۔ ؟

نوٹ :۔ غیر مقلدین کے اس نظریہ کے مطابق اگر پانی کے ایک گلاس یا کسی ایک چھوٹے برتن میں پیشاب کے قطرے پڑ جائیں تو وہ پانی پاک ہونا چاہیئے کیونکہ پیشاب کے قطروں سے پانی کے رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی چیز بھی نہیں بدلتی۔

Marfat.com

الانجاس

نجاسة المنی منی ناپاک ہے

۱۔ عن یحیی بن عبدالرحمن بن حاطب انه اعتمر مع عمر بن الخطاب فی رکب فیهم عمرو بن العاص وان عمر بن الخطاب عرس ببعض الطریق قریبا من بعض المیاه فاحتلم عمر وقد کاد ان یصبح فلم یجد مع الرکب ماء فرکب حتی اذا جاء الماء فجعل یغسل مارای من ذالك الاحتلام حتی اسفر فقال له عمرو بن العاص اصبحت ومعنا ثیاب فدع ثوبك یغسل فقال عمر بن الخطاب واعجبا لك یا عمرو بن العاص لئن کنت تجد ثیابا افکل الناس یجد ثیابا والله لو فعلتها لکانت سنة بل اغسل مارأیت وانضح مالم ار

(موطا امام مالکؒ صـ۳۶)

یحیی بن عبدالرحمن بن حاطبؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ ایک ایسی جماعت میں شریک ہوکر عمرہ کیا جس میں حضرت عمرو بن العاصؓ بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے پانی کے قریب ایک جگہ رات کو پڑاؤ ڈالا (اتفاق سے) آپ کو احتلام ہوگیا۔ صبح ہونے کے قریب

Marfat.com

تھی لیکن آپ کو ساتھیوں سے پانی نہیں ملا چنانچہ آپ سوار ہوئے اور پانی کے پاس پہنچ کر احتلام کے اثرات و نشانات کو دھونے لگے حتیٰ کہ خوب روشنی ہوگئی۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کہنے لگے کہ آپ نے تو صبح کر دی (یہ) ہمارے پاس کپڑے ہیں (انہیں پہن کر نماز پڑھ لیجئے) اور اپنا کپڑا چھوڑ دیجئے۔ وہ بعد میں دھو لیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عمرو بن عاصؓ تم پر تعجب ہے۔ اگر تمہارے پاس کپڑے ہیں تو کیا سب کے پاس کپڑے ہیں، بخدا اگر میں نے ایسا کیا تو یہ ایک طریقہ بن جائیگا میں تو کپڑے میں منی دیکھتا ہوں تو دھو لیتا ہوں ورنہ پانی چھڑک لیتا ہوں۔

۲۔ ابن وھب عن افلح بن جبیر عن ابیہ قال عرسنا مع ابن عمر بالابواء ثم سرنا حین صلینا الفجر حتی ارتفع النھار فقلت لابن عمر انی صلیت فی ازاری وفیہ احتلام ولم اغسلہ فوقف علی فقال انزل فاطرح ازارک وصل رکعتین واقم الصلوٰۃ ثم صل الفجر ففعلت۔

(المدونۃ الکبریٰ ج ۱ صـ۲۲)

حضرت ابن وھبؓ بروایت افلح بن جبیر حضرت جبیرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے (ایک دفعہ) حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ مقام ابواء میں رات گزاری۔ ہم نے جب فجر کی نماز پڑھ لی تو وہاں سے چل پڑے یہاں تک کہ دن بلند ہو گیا۔ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ جس کپڑے میں میں نے نماز پڑھی ہے اس میں منی لگی ہوئی تھی اور

Marfat.com

میں اُسے دھو نہیں سکا تھا، آپ میری وجہ سے رک گئے اور فرمایا کہ اُتر کر کپڑے بدلو اور دو رکعت سنت پڑھ کر نماز کی اقامت کہو اور فجر کی نماز پڑھو، میں نے ایسا ہی کیا۔

۳۔ عن جابر بن سمرة قال سئل رجل النبي صلى الله عليه وسلم اصلي في الثوب الذي آتي فيه اهلي قال نعم الا ان ترى فيه شيئا فتغسله۔

(موارد الظمآن ج ۱ ص ۸۲)

حضرت جابر بن سمرۃ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ کیا میں ان کپڑوں میں نماز پڑھ سکتا ہوں جو میں نے بیوی سے صحبت کے وقت پہنے ہوئے ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں لیکن اگر تمہیں ان میں منی لگی ہوئی نظر آئے تو پھر انہیں دھولو۔

۴۔ عن خالد بن ابی عزة قال سأل رجل عمر بن الخطاب فقال اني احتلمت على طنفسة فقال ان كان رطبا فاغسله وان كان يابسا فاحككه وان خفي عليك فارششه (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۵)

حضرت خالد بن ابی عزۃؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن خطاب سے ایک شخص نے پوچھا کہ مجھے کپڑوں میں احتلام ہوگیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو منی تر ہے تو اسے دھولے اور اگر خشک ہے تو اسے کھرچ دے اور اگر منی کا پتہ ہی نہ چلے تو اسے ہلکا سا دھو ڈال۔

۵۔ عن عائشةؓ انها قالت في المني اذا اصاب الثوب اذا رأيته فاغسله وان لم تره فانضحه"

(طحاوی ج ۱ ص ۴۳)

Marfat.com

حضرت عائشہؓ نے منی سے آلودہ کپڑے کے بارے میں فرمایا کہ اگر تو کپڑے میں منی لگی ہوئی دیکھے تو اسے دھولے اور اگر نہ دیکھے تو پانی چھڑک دے۔

۶۔ عن معاویۃ بن ابی سفیان انہ سئل اختہ ام حبیبۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم هل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی الثوب الذی یجامعها فیہ فقالت نعم اذا لم یر فیہ اذی۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۵۳)

حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنی ہمشیرہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہلیہ حضرت ام حبیبہؓ سے پوچھا کہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کپڑوں میں نماز پڑھ لیتے تھے جو آپ نے صحبت کے وقت پہنے ہوتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں لیکن اس وقت جب کہ آپ ان میں کوئی گندگی (منی) نہ دیکھتے۔

۷۔ عن ابی هریرۃ قال فی المنی یصیب الثوب ان رأیتہ فاغسلہ والا فاغسل الثوب کلہ

(طحاوی ج ۱ ص ۴۳)

حضرت ابوہریرہؓ نے منی کے متعلق جو کہ کپڑے کو لگ گئی ہو ارشاد فرمایا کہ اگر وہ تمہیں دکھائی دے تو اسے دھو لو ورنہ سارے کپڑے کو دھو۔

۸۔ عن عبد الملک بن عمیر قال سئل جابر بن سمرۃ وانا عندہ عن الرجل یصلی فی الثوب الذی یجامع فیہ اهلہ قال صل فیہ الا ان تری

Marfat.com

فیہ شیئاً فتغسلہ و لاتنضحہ فان النضح لا یزیدہ الا شرا، (طحاوی ج ۱ صـ۴۴)

عبد الملک بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن سمرہؓ سے میری موجودگی میں ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو انہی کپڑوں میں نماز پڑھ لیتا ہے جو اس نے بیوی سے صحبت کے وقت پہنے ہوتے ہیں۔ آپ نے جواباً فرمایا کہ تو انہی کپڑوں میں نماز پڑھ لے الا یہ کہ تو ان میں کوئی چیز (منی) دیکھے۔ ایسی صورت میں اس کو دھوئے اور پانی نہ چھڑکیو، کیونکہ اس سے تو مزید گندگی بڑھے گی۔

۹۔ عن عبد الکریم بن رشید قال سئل انس بن مالک عن قطیفۃ اصابتھا جنابۃ لا یدری این موضعھا قال اغسلھا۔ (طحاوی ج ۱ صـ۴۴)

عبد الکریم بن رشیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ سے ایک ایسی چادر کے متعلق سوال کیا گیا جس میں منی لگ گئی تھی لیکن یہ نہیں پتہ چلتا تھا کہ کہاں لگی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ (ساری) چادر کو دھو۔

۱۰۔ عن عائشۃؓ قالت کنت افرک المنی من ثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یابسا و اغسلہ اذا کان رطبا۔ (دار قطنی ج ۱ صـ۱۲۵ طحاوی ج ۱ صـ۴۱ صحیح ابی عوانۃ ج ۱ صـ۲۰۴)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑے سے

Marfat.com

سے منی کو کھرچ دیتی تھی جب کہ منی خشک ہوتی اور جب کہ منی تر ہوتی تو پھر میں اس کو دھو دیتی تھی۔

۱۔ عن عمار بن یاسر قال اتی علیّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا علی بئر ادلو ماء فی رکوۃ لی فقال یا عمار ما تصنع؟ قلت یا رسول اللہ بابی وامی اغسل ثوبی من نخامۃ اصابتہ فقال یا عمار انما یغسل الثوب من خمس من الغائط والبول، والقیٔ والدم، والمنیٔ یا عمار ما نخامتک ودموع عینیک والماء الذی فی رکوتک الا سواء، الحدیث

(دار قطنی ج ۱ ص ۱۲۷)

حضرت عمار بن یاسر فرماتے ہیں کہ میں کنوئیں پر اپنی چھاگل میں پانی کھینچ رہا تھا کہ میرے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور فرمایا کہ عمار کیا کر رہے ہو؟۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں اپنا کپڑا دھو رہا ہوں اسے تھوک لگ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا عمار کپڑے کو پانچ چیزیں لگ جانے کی وجہ سے دھونا چاہیئے۔ پیشاب، پاخانہ قے، خون اور منی۔ عمار تمہارا تھوک، تمہاری آنکھوں کے آنسو اور وہ پانی جو تمہاری چھاگل میں ہے سب برابر ہیں (یعنی سب پاک ہیں)

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ منی ناپاک ہے کیونکہ اگر منی پاک ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام منی سے آلودہ کپڑے کو نہ تو خود

Marfat.com

دھوتے نہ دھونے کا حکم دیتے بلکہ انہی کپڑوں میں نماز پڑھ لیتے لیکن حدیث نمبر ۳ اور ا سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منی سے آلودہ کپڑے کے دھونے کا حکم دیا ہے۔ حدیث نمبر ۶ سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ منی سے آلودہ کپڑے میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اگر منی پاک ہوتی تو کم ازکم بیان جواز کے لیے زندگی میں ایک مرتبہ تو آپ منی سے آلودہ کپڑوں میں نماز پڑھتے لیکن ذخیرہ احادیث میں کوئی ایسی حدیث نہیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ آپ نے منی سے آلودہ کپڑے میں نماز پڑھی ہے۔ اور حدیث نمبر ۴، ۵، ۷، ۸، اور ۹ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ابوہریرۃ، حضرت جابر بن سمرہؓ حضرت انس بن مالکؓ منی سے آلودہ کپڑے کے دھونے کا فتویٰ دیتے تھے۔ حدیث نمبر ا سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے منی سے آلودہ کپڑے کو دھویا پھر نماز پڑھی حتٰی کہ نماز میں تاخیر کی بھی پرواہ نہیں کی لیکن منی سے آلودہ کپڑے میں نماز نہیں پڑھی۔ حدیث نمبر ۲ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے منی سے آلودہ کپڑوں میں پڑھی گئی نماز کے لوٹانے کا حکم دیا۔ اگر منی پاک ہوتی تو آپ نماز لوٹانے کا حکم نہ دیتے لیکن ان تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ منی پاک ہے اس کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:۔

" در نجاستے منی آدمی دلیلی نیامدہ "

آدمی کی منی کے ناپاک ہونے میں کوئی دلیل نہیں آئی، (بدور الاہلہ ص ۱۵)

نواب نور الحسن لکھتے ہیں:۔

" منی ہر چند پاک است " (عرف الجادی ص ۱)

Marfat.com

منی ہر صورت میں پاک ہے

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

" والمنی طاہر سواء کان رطبا او یابسا مغلظا او غیر مغلظ "

(کنز الحقائق صہ ۱۶
نزل الابرار ج ۱ صہ ۴۹)

منی پاک ہے چاہے تر ہو یا خشک گاڑھی ہو یا گاڑھی کے علاوہ

ملاحظہ فرمائیے :- احادیث سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ منی ناپاک ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب منی بالکل پاک ہے اور اس کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں ۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ منی کو پاک کہنا احادیث کی موافقت کرنا ہے یا مخالفت ؟ ۔

الدلیل علی نجاسۃ الخمر (شراب کے ناپاک ہونے کی دلیل)

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ ۵ : ۹

اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے سب گندے کام ہیں شیطان کے ، سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ ۔

۱- عن ابی ثعلبۃ الخشنی انہ سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انا نجاور اھل الکتاب وھم یطبخون فی قدورھم الخنزیر ویشربون فی آنیتھم الخمر فقال رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم ان وجدتم غیرھا فکلوا فیھا واشربوا وان لم تجدوا غیرھا فارحضوھا بالماء وکلوا واشربوا۔

(ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۱)

حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا عرض کیا کہ ہم اہل کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں یہ لوگ اپنی ہانڈیوں میں خنزیر پکاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہیں ان کے علاوہ دوسرے برتن ملیں تو ان میں کھا پی لو اور اگر دوسرے نہ ملیں تو پھر ان کو پانی سے دھو کر (ان میں) کھاؤ پیئو۔

۲۔ عن عثمان قال اجتنبوا الخمر فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سماھا ام الخبائث

(المقاصد الحسنۃ للسخاوی ص ۲۰۲)

حضرت عثمانؓ (بن عفان) نے فرمایا کہ شراب سے بچو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ام الخبائث (تمام ناپاک چیزوں کی ماں) رکھا ہے۔

۳۔ عن طارق بن سوید الجعفی سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الخمر فنھاہ وکرہ ان یصنعھا للدواء فقال انہ لیس بدواء ولکنہ داء (مسلم ج ۲ ص ۱۶۳)

حضرت طارق بن سوید جعفیؓ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شراب

Marfat.com

کے متعلق سوال کیا، آپ نے انہیں روک دیا اور دوا کے لیے شراب بنانے کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ یہ دوا نہیں ہے یہ تو بیماری ہے۔

۴۔ عن سلیمان بن موسی قال لما افتتح خالد بن الولید الشام نزل آمد فاعدلہ من بہا من الاعاجم الحمام ودلوکا عجن بالخمر وکان لعمر عیون من جیوشہ یکتبون الیہ بالاخبار فکتبوا الیہ بذلک فکتب الیہ عمر ان اللہ حرم الخمر علی بطونکم واشعارکم وابشارکم" (کنز العمال ج ۹ ص ۵۲۳)

سلیمان بن موسٰی فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے جب ملک شام فتح کیا اور آمد (شہر) میں نزول فرمایا تو وہاں رہنے والے عجمیوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے لیے حمام اور جسم پرملنے کے لیے ایک خوشبو تیار کی جو شراب سے خمیر کی گئی تھی ان کے لشکر میں حضرت عمرؓ کے بہت سے جاسوس بھی تھے جو حضرت عمرؓ کو رپورٹیں لکھ کر بھیجا کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کو یہ بات بھی لکھ بھیجی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب حرام قرار دی ہے تمہارے بطنوں پر تمہارے بالوں پر اور تمہاری کھالوں پر۔

۵۔ عن ابی عثمان والربیع او ابی حارثۃ قال بلغ عمر ان خالد بن الولید دخل الحمام فتدلک بعد النورۃ بثخین عصفر معجون بخمر

Marfat.com

فکتب الیہ بلغنی انك تدلکت بخمر وانہ قد حرم ظاھر الخمر و باطنھا وقد حرم مس الخمر کما حرم شربھا فلا تمسوھا اجسامکم فانھا نجس (کنز العمال ج ۹ ص ۵۲۲)

ابو عثمان وربیع سے یا ابو حارثہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ خالد بن ولید حمام میں داخل ہوئے اور انہوں نے نورہ کے بعد کوئی خوشبو ملی جو شراب سے خمیر کی گئی تھی۔ ——— حضرت عمرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو لکھا ——— مجھے پتہ چلا ہے کہ تم نے شراب کی مالش کی ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ بلاشبہ شراب کے ظاہر و باطن کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے اور شراب کے پینے کی طرح اس کے چھونے کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ شراب اپنے جسموں پر مت لگاؤ کیونکہ یہ ناپاک ہے۔

۶- عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ حرم الخمر و ثمنھا وحرم المیتۃ و ثمنھا وحرم الخنزیر و ثمنہ۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۳۷)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے شراب اور اس کی قیمت کو، مردار اور اس کی قیمت کو، خنزیر اور اس کی قیمت کو۔

۷- عن مجاھد قال اذا اصاب ثوبك خمر فاغسلہ

Marfat.com

ھو اشد من الدم۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۸ ص ۱۹۳)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ تمہارے کپڑے پر شراب لگ جائے تو اس کو دھوؤ یہ خون سے زیادہ شدید ہے۔

آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ شراب ناپاک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شراب، جوئے اور انصاب و ازلام کو رجس قرار دیا ہے جس کے معنی ناپاکی کے ہیں۔

پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شراب اور خنزیر کے برتنوں میں دوسرے برتنوں کے ہوتے ہوئے کھانے پینے سے روکا ہے اور دوسرے برتن نہ ہونے کی صورت میں ان کو دھو کر استعمال کرنے کا حکم دیا ہے اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ شراب ناپاک ہے ورنہ آپ ان برتنوں کو دھو کر استعمال کرنے کا اور دوسرے برتنوں کے ہوتے ہوئے اُن کے استعمال کرنے کا حکم نہ فرماتے۔

دُوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شراب کو اُمُّ الخبائث قرار دیا ہے۔ خبائث خبیثۃ کی جمع ہے اور خبیثۃ خُبثٌ سے بنا ہے جس کے معنی نجاست و ناپاکی کے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "لَا یُصَلِّیَنَّ الرَّجُلُ وَھُوَ یُدَافِعُ الْاَخْبَثَیْنِ" یعنی آدمی ایسی حالت میں نماز نہ پڑھے کہ اسے شدت سے پیشاب پاخانہ آرہا ہو۔ اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشاب پاخانہ کو اَخْبَث فرمایا ہے۔ اَخْبَث، خُبْثٌ کا اسم تفضیل ہے جس کے معنی ہیں بہت ناپاک شراب کو آپ نے اُمُّ الخبائث قرار دیا ہے جس کے معنی تمام ناپاک چیزوں کی اصل اور جڑ۔

Marfat.com

تیسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوا کے لیے بھی شراب بنانے کو ناپسند فرمایا ہے۔ اس سے ایک تو یہ ثابت ہوا کہ دوا کے لیے شراب بنانا صحیح نہیں ــــــ دوسرے یہ ثابت ہوا کہ شراب ناپاک ہے کیونکہ دوا دو قسم کی ہوتی ہے ایک وہ جو کھائی یا پی جاتی ہے دوسری وہ جو بدن پر ملی جاتی ہے۔ شریعت نے مطلقاً دونوں قسم کی دوا کے لیے شراب بنانے کو منع فرمایا ہے۔ اگر شراب پاک ہوتی تو کم از کم زخم پر لگانے کے لیے بنانی جائز ہوتی کیونکہ ہر ایسی چیز جو حرام ہو لیکن پاک ہو اس کا چھونا اجماعاً جائز ہے۔

چوتھی اور پانچویں حدیث سے شراب کا ناپاک ہونا بالکل صراحت سے معلوم ہو رہا ہے حضرت عمرؓ فرما رہے ہیں کہ شراب کو جسم پر (بطور دوا یا خوشبو بھی) نہ ملو کیونکہ یہ ناپاک ہے

چھٹی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ شراب کی خرید و فروخت حرام ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ شراب ناپاک ہے کیونکہ اشیاء کی خرید و فروخت کے حرام ہونے کی چند وجوہات ہیں اول یہ کہ وہ چیز کرامت (عزت واحترام و بزرگی) والی ہے اس لیے اس کی خرید و فروخت حرام ہے جیسے آزاد آدمی کو بیچنا حرام ہے۔ دوم یہ کہ اس چیز سے مالیت منتفی ہے جس کی بناء پر اس کی خرید و فروخت حرام ہے جیسے سوم یہ کہ وہ چیز ایسی ہے جس سے سب کو نفع اٹھانا جائز ہے اس لیے اس کی خرید و فروخت حرام ہے جیسے کنوئیں کا پانی اور زمین پر لگی ہوئی گھاس پھوس۔ چہارم یہ کہ وہ چیز ناپاک ہے اس لیے اس کی خرید و فروخت حرام ہے جیسے پیشاب پاخانہ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ شراب کی خرید و فروخت کو جو حرام قرار دیا گیا ہے اس کی کیا وجہ بن سکتی ہے چنانچہ آپ غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ شراب کی خرید و فروخت کے حرام کی وجہ نہ تو یہ ہے کہ وہ کرامۃ (بزرگی اور عزت واحترام) رکھتی ہے اور نہ یہ

Marfat.com

کہ اس سے مالیت منتفی ہے کیونکہ کافروں کے حق میں تو وہ مال ہی ہے اور نہ شراب ایسی چیز ہے جس سے سب کو نفع اٹھانا جائز ہو۔ اب ایک ہی صورت اس کی خرید و فروخت کے حرام ہونے کی رہ جاتی ہے اور وہ ہے اس کا ناپاک ہونا پیشاب پاخانہ کی مانند۔ جلیل القدر تابعی حضرت مجاہدؒ کے فتوے سے معلوم ہو رہا ہے کہ شراب خون سے بھی زیادہ ناپاک ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کپڑے پر لگ جائے تو اس کو دھوؤ۔ اگر شراب پاک ہوتی تو آپ شراب آلود کپڑے کے دھونے کا حکم نہ دیتے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ اور احادیث و آثار کی بنا پر فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ شراب ناپاک ہے، شراب کے ناپاک ہونے پر اجماع امت بھی ہے چنانچہ محمد بن عبدالرحمن الشافعی فرماتے ہیں۔ "اجمع الائمۃ علی نجاسۃ الخمر الا ما حکی عن داود انہ قال بطھارتھا مع تحریمھا" (رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ ص۶) یعنی شراب کے ناپاک ہونے پر تمام ائمہ کرام کا اجماع ہے البتہ داود ظاہری سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ شراب کو حرام سمجھتے ہوئے پاک کہتے ہیں۔

لیکن آیت کریمہ، احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ شراب پاک ہے۔ شراب کو ناپاک کہنا بے دلیل ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

"فتحریم الحمر و الخمر الذی دلت علیہ النصوص لا یلزم منہ نجاستھا بل لا بد دلیل آخر علیہ و الا بقینا علی الاصول المتفق علیھا من الطھارۃ" (الروضۃ الندیۃ ۱۵ مسلک)

یعنی گدھوں اور شراب کے حرام ہونے سے کہ جس پر قرآن و حدیث دلالت کر رہے ہیں ان کا ناپاک ہونا لازم نہیں آتا۔ ان کے ناپاک ہونے کی دوسری دلیل ہونی ضروری ہے ورنہ یہ متفق علیہ اصول یعنی طہارۃ پر باقی رہیں گے۔

نواب نورالحسن لکھتے ہیں:۔

"حکم بنجاست خمر بنا بر حرمت بے دلیل باشد" (عرف الجادی ص۲۳۷)

یعنی شراب کو حرام ہونے کی وجہ سے ناپاک کہنا بے دلیل ہے۔

نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:۔

"والمنی طاھر .... وکذالك الخمر"

(نزل الابرار ج ۱ ص۴۹)

یعنی منی پاک ہے اور ایسے ہی شراب (بھی پاک ہے)

ملاحظہ فرمائیے۔ آیت کریمہ، احادیث و آثار اور اجماع امت سے ثابت ہو رہا ہے کہ شراب ناپاک ہے لیکن غیر مقلدین آیت کریمہ، احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف کہہ رہے ہیں کہ شراب پاک ہے۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

المیتۃ والدم والخنزیر کلہا نجسۃ

مردار، خون، خنزیر سب ناپاک ہیں

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْمَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ الآیۃ ۶ : ۱۲۵

Marfat.com

آپ فرما دیجئے کہ میں نہیں پاتا اس وحی میں جو میری طرف کی گئی ہے کسی چیز کو حرام کھانے والے پر جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ چیز مُردار ہو، یا بہتا ہوا خون یا سوّر کا گوشت کہ وہ ناپاک ہے۔

۱- عن ابن عباس قال اراد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یتوضأ من سقاء فقیل لہ انہ میتۃ قال دباغہ یذھب بخبثہ او نجسہ او رجسہ (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۶۱)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مشک سے وضوء فرمانے کا ارادہ کیا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ یہ تو مردار (کی کھال کی بنی ہوئی) ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی دباغت اس کی ناپاکی کو دُور کر دیتی ہے۔

۲- عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما اھاب دبغ فقد طھر،
(ترمذی ج ۱ ص ۳۰۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کھال دباغت دے لی گئی وہ پاک ہو گئی۔

۳- عن جابر بن عبد اللہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفتح و ھو بمکۃ یقول ان اللہ و رسولہ حرم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والاصنام فقیل یا رسول اللہ ارأیت شحوم المیتۃ فانہ یطلی بہ السفن ویدھن

Marfat.com

بہا الجلود و یستصبح بہا الناس قال لا ھو حرام ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند ذالک قاتل اللہ الیھود ان اللہ حرم علیھم الشحوم فاجملوہ ثم باعوہ فاکلوا ثمنہ

(ترمذی ج ۱ ص۲۴۲)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردار کی چربی کے بارے میں جناب کی کیا رائے ہے کیونکہ وہ کشتیوں پر ملی جاتی ہے اور کھالوں پر اس کا روغن لگایا جاتا ہے، اور لوگ اس سے چراغ جلاتے ہیں، آپ نے فرمایا (یہ جائز) نہیں (ہے) حرام ہے، پھر اسی موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا یہودیوں کو ہلاک کرے اللہ نے ان پر چربی کو حرام قرار دیا۔ انہوں نے اسے پگھلا کر بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔

۴۔ عن نافع عن ابن عمرؓ انہ رأی فی ثوبہ دما فغسلہ فبقی اثرہ اسود و دعا بمقص فقصہ فقرضہ ، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص۱۵۹)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے کپڑے میں خون لگا ہوا دیکھا تو اسے دھو دیا لیکن سیاہ نشان باقی رہا آپ نے

Marfat.com

قینچی منگوائی اور اسے کاٹ دیا۔

۵۔ حدثنا یزید بن ھارون عن ھشام عن الحسن فی الجب یقطر فیہ القطر عن الخمر او الدم قال یھراق ، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۱۶۷)

حضرت حسن (بصریؒ) نے فرمایا کہ مٹکے میں شراب یا خون کے قطرے گر جائیں تو اسے بہا دیا جائے۔

۶۔ حدثنا محمد بن ابی عدی عن اشعث عن الحسن " قال القیئ والخمر والدم بمنزلۃ یعنی فی الثوب " (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۱۹۳)

حضرت حسن (بصریؒ) نے فرمایا کہ قے، شراب اور خون سب ایک ہی طرح کے ہیں یعنی یہ اگر کپڑے پر لگ جائیں تو کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔

۷۔ عن عائشۃؓ انھا قالت قالت فاطمۃ بنت حبیش لرسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللّٰہ انی لا اطھر افادع الصلوٰۃ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انما ذٰلک عرق ولیس بالحیضۃ فاذا اقبلت الحیضۃ فاترک الصلوٰۃ فاذا ذھب قدرھا فاغسلی عنک الدم وصلی ' (بخاری ج ۱ ص ۴۴)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت جیشؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا میں نماز (پڑھنی) چھوڑ دوں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رگ (سے نکلنے والا خون) ہے حیض نہیں ہے اس

Marfat.com

لیے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دے اور جب اندازہ کے مطابق وہ ایام گزر جائیں تو خون کو دھولے اور نماز پڑھ لے۔

۸۔ عن ابی ثعلبۃ الخشنی انہ سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انا نجاور اہل الکتاب وہم یطبخون فی قدورہم الخنزیر ویشربون فی آنیتہم الخمر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان وجدتم غیرہا فکلوا فیہا واشربوا وان لم تجدوا غیرہا فارحضوہا بالماء وکلوا واشربوا۔ (ابوداود ج ۲ ص۱۸۱)

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا عرض کیا کہ ہم اہل کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں، یہ لوگ اپنی ہانڈیوں میں خنزیر پکاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں ان کے علاوہ دوسرے برتن ملیں تو ان میں کھاؤ پیو اور اگر دوسرے نہ ملیں تو پھر ان کو پانی سے دھو کر ان میں کھاؤ پیو۔

آیت کریمہ اور احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ مردار، خون، خنزیر تینوں نجس و ناپاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مردار، خون، خنزیر تینوں کو یکجا کر کے فرمایا اِنَّہٗ رِجْسٌ یہ ناپاک ہیں۔

پہلی اور دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مردار کی کھال کو دباغت کے بعد پاک قرار دیا ہے۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مردار کی کھال دباغت سے پہلے ناپاک تھی اگر وہ پہلے ہی سے پاک ہوتی تو اول

Marfat.com

توصحابۂ کرام کو اس کی پاکی میں تردد نہ ہوتا دوسرے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما دیتے کہ بھئی وہ تو پاک ہے لیکن آپ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ مردار کی کھال جب دباغت دے دی جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔

تیسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مردار خون خنزیر کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ چیزیں ناپاک ہیں ورنہ ان کی بیع جائز ہوتی۔

چوتھی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے خون آلود کپڑے کو دھویا اس کا نشان باقی رہ گیا تو اسے قینچی سے کاٹ دیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خون ناپاک ہے کیونکہ اگر یہ پاک ہوتا تو حضرت ابن عمرؓ خون آلود کپڑے کو نہ دھوتے نہ کاٹتے۔

پانچویں حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ جلیل القدر تابعی حضرت حسن بصریؒ نے یہ فتویٰ دیا کہ جس پانی کے مٹکے میں ایک قطرہ بھی خون کا گر گیا اسے بہا دو۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ خون ناپاک ہے ورنہ آپ اس کے بہانے کا حکم نہ دیتے۔

چھٹی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے حضرت حسن بصریؒ نے قے، شراب اور خون سب کو ناپاک قرار دیا ہے۔

ساتویں حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت فاطمہ بنت جبیشؓ کے استفسار پر خون استحاضہ کو رگ کا خون قرار دیا اور فرمایا کہ جب ایام حیض ختم ہو جائیں اور استحاضہ کا خون رہ جائے تو اسے بدن سے دھو کر نماز پڑھ لیا کرو۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ خون ناپاک ہے ورنہ آپ رگ سے بہنے والے خون (خون استحاضہ) کو دھونے کا حکم نہ دیتے۔ خون کے ناپاک ہونے پر اجماع بھی ہے چنانچہ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں۔ وفیہ ان الدم نجس

Marfat.com

باجماع المسلمین" (نووی شرح مسلم ج ۲ صنہ ۱)

آٹھویں حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسرے برتنوں کی موجودگی میں شراب اور خنزیر والے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خنزیر بھی ناپاک ہے ورنہ آپ ان برتنوں میں (دوسرے برتنوں کی موجودگی میں) کھانے پینے سے منع نہ فرماتے اور دوسرے برتنوں کی عدم موجودگی کی صورت میں ان کے دھونے کا حکم نہ دیتے۔

لیکن آیت کریمہ اور احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مردار، خون، خنزیر سب پاک ہیں ان کو ناپاک قرار دینا صحیح نہیں۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں

"وھم چنیں در آیۂ میتہ مردار حرام باشد نہ نجس .... وھم چنیں استدلال بر نجاست خنزیر بلفظ رجس کما ینبغی نیست .... وھم چنیں در نجس بودن ہر خون سنتی صحیح ثابت نہ گشتہ"

(بدور الاھلۃ صفحہ ۱۵-۱۶-۱۸)

یعنی اسی طرح آیت میتہ میں مردار حرام ہوگا ناپاک نہیں ..... اور ایسے ہی خنزیر کے ناپاک ہونے پر لفظ رجس سے استدلال کرنا مناسب نہیں ہے .... اور اسی طرح ہر خون کے ناپاک ہونے میں کوئی صحیح سنت ثابت نہیں ہوئی۔

نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔

"دعوی نجس عین بودن سگ و خنزیر و پلید بودن خمر و دم مسفوح و حیوان مردار ناتمام است" (عرف الجادی صنہ ۱)

یعنی کتے اور خنزیر کے نجس العین ہونے کا، شراب، بہنے

Marfat.com

والے خون اور مردار جانور کے پلید ہونے کا دعویٰ ناتمام ہے"۔
ملاحظہ فرمائیے۔ قرآن و حدیث سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ مردار خون، خنزیر ناپاک ہیں۔ لیکن غیر مقلدین حضرات کا کہنا ہے کہ مردار، خون، خنزیر پاک ہیں ان کو ناپاک کہنا صحیح نہیں۔
قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

نجاسۃ الکلب ــــ (کتا ناپاک ہے)

۱- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیرقہ ثم لیغسلہ سبع مرار (مسلم ج ۱ ص ۱۳۷)

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے چاہیئے کہ وہ اسے بہا کر سات مرتبہ دھوئے۔

۲- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طہور اناء احدکم اذا ولغ فیہ الکلب ان یغسلہ سبع مرات اولٰھن بالتراب۔
(مسلم ج ۱ ص ۱۳۷، ابوداؤد ص ۱۰)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے برتن کی پاکی جب کہ کتا اس میں منہ ڈال دے یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھوئیں پہلی مرتبہ مٹی سے مانجیں۔

Marfat.com

۳۔ عن عطاء عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیهرقه ولیغسله ثلث مرات ، (الکامل لابن عدی ج ص بحوالہ اعلاء السنن ج ۱ ص ۱۹۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اُسے چاہیئے کہ پانی بہا دے اور برتن کو تین بار دھولے۔

۴۔ عن الاعرج عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم فی الکلب یلغ فی الاناء انه یغسله ثلثا او خمسا او سبعا ،

(دارقطنی ج ۱ ص ۶۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ (آپ نے فرمایا) کتا برتن میں منہ ڈال دے تو برتن کو تین یا پانچ یا سات دفعہ دھو دیا جائے۔

۵۔ عن عطاء عن ابی هریرة قال اذا ولغ الکلب فی الاناء فاهرقه ثم اغسله ثلث مرات ، (دارقطنی ج ۱ ص ۶۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس کا پانی گرا کر تین دفعہ اُسے دھو دو۔

۶۔ عن عطاء عن ابی هریرة انه کان اذا ولغ الکلب فی الاناء اهراقه وغسله ثلث مرات (دارقطنی ج ۱ ص ۶۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کتا برتن میں منہ ڈال دیتا تو آپ پانی گرا کر تین مرتبہ اسے دھو لیتے۔

۷۔ عن ابن جریج قال قلت لعطاء کم یغسل الاناء الذی یلغ فیه الکلب قال کل ذالک سمعت سبعا

Marfat.com

وخمسا وثلاث مرات، (مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۹۶)

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطار بن ابی رباح رحمہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال جائے اسے کتنی بار دھویا جائے۔ آپ نے فرمایا میں نے سب سُنا ہے تین دفعہ بھی، پانچ دفعہ بھی، سات دفعہ بھی۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ کتا ناپاک ہے کیونکہ حدیث نمبر ۲ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتے کے جوٹھے کے پھینکنے اور برتن کے دھونے کا حکم دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتے کا جوٹھا ناپاک ہے اور کتے کے جوٹھے کا ناپاک ہونا اسی وجہ سے ہے کہ خود کتا ناپاک ہے۔

دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے وہ برتن ناپاک ہو جاتا ہے اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے مٹی سے مانجھا جائے پھر پانی سے دھویا جائے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ کتا ناپاک ہے ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کتے کے جوٹھے برتن کو ناپاک نہ قرار دیتے جلیل القدر صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا عمل بھی یہی تھا اور وہ اسی پر فتویٰ دیتے تھے۔

لیکن ان احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ کتا بھی پاک کتے کا لعاب بھی پاک کتے کا جوٹھا بھی پاک کتے کا پیشاب بھی پاک کتے کا پاخانہ بھی پاک، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

"حدیث ولوغ کلب دال بر نجاست تمامہ کلب و دم و شعر و عرق نیست بلکہ ایں حکم مختص بولوغ اوست" (بدور الاہلہ ص ۱۶)

یعنی کتے کے منہ ڈالنے والی حدیث پورے کتے اس کے خون، بال اور پسینے کے ناپاک ہونے پر دلالت نہیں کرتی بلکہ یہ حکم تو صرف اس کے منہ ڈالنے کے ساتھ خاص ہے۔

Marfat.com

نواب وحیدالزماں لکھتے ہیں۔

"واختلفوا فی لعاب الکلب والخنزیر وسورهما والارجح طهارته کما مرّ وکذلک فی بول الکلب وخراءه والحق انه لا دلیل علی النجاسة" (نزل الابرار ج ۱ ص ۵۰-۴۹)

لوگوں نے کتے، خنزیر اور ان کے جوٹھے کے متعلق اختلاف کیا ہے زیادہ راجح بات یہ ہے کہ ان کا جوٹھا پاک ہے جیسا کہ گزر چکا اور ایسے ہی لوگوں نے کتے کے پیشاب پاخانہ کے متعلق اختلاف کیا ہے حق بات یہ ہے کہ ان کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

ملاحظہ فرمائیے۔ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ کتا اور اس کا جوٹھا ناپاک ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب کتا، کتے کا لعاب، کتے کا جوٹھا، کتے کا پیشاب، کتے کا پاخانہ سب پاک ہیں۔ ان کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

بول ما یؤکل لحمہ وما لا یؤکل لحمہ نجس

حلال وحرام سب جانوروں کا پیشاب ناپاک ہے،

۱۔ عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اکثر عذاب القبر من البول"
(مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۸۳)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اکثر قبر کا عذاب پیشاب (سے نہ بچنے) کی وجہ سے ہوتا ہے

۲۔ عن ابی امامة عن النبی صلی الله علیه وسلم

Marfat.com

قال اتقوا البول فانہ اول ما یحاسب بہ العبد فی القبر۔

(مجمع الزوائد ۱ ص ۲۰۹)

حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پیشاب سے بچو کیونکہ قبر میں بندہ کا سب سے پہلے اسی پر محاسبہ ہوتا ہے۔

۳۔ عن ابی ہریرۃ مرفوعا استنزھوا من البول فان عامۃ عذاب القبر منہ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۸۹)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیشاب سے بچو کیونکہ عام طور پر عذاب قبر پیشاب (سے نہ بچنے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔

۴۔ عن عبادۃ بن الصامت قال سألنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن البول فقال اذا مسکم شیٔ فاغسلوہ فانی اظن ان منہ عذاب القبر۔

(التلخیص الحبیر ۱ ص ۱۰۶)

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشاب کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب تمہارے ذرا سا بھی پیشاب لگ جائے تو اسے دھودو کیونکہ میرا گمان یہی ہے کہ اس سے بھی عذاب قبر ہوتا ہے۔

۵۔ عن عمار بن یاسر قال اتی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا علی بئر ادلو ماءً

Marfat.com

فذكرته لى فقال يا عمار ما تصنع؟ وقلت يا رسول الله بابى و امى اغسل ثوبى من نخامة اصابته فقال يا عمار انما يغسل الثوب من خمس من الغائط والبول والقيئ والدم والمنى يا عمار ما نخامتك و دموع عينيك والماء الذى فى ركوتك الا سواء (دار قطنی ج ا ص۱۲۷)

حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ میں کنوئیں پر اپنی چھاگل میں پانی کھینچ رہا تھا کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ عمار کیا کر رہے ہو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں اپنا کپڑا دھو رہا ہوں اسے تھوک لگ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا عمار کپڑے کو پانچ چیزیں لگ جانے کی وجہ سے دھونا چاہیئے۔ پیشاب، پاخانہ، قے، خون اور منی، عمار تمہارا تھوک، تمہاری آنکھوں کے آنسو اور وہ پانی جو تمہاری چھاگل میں ہے سب برابر یعنی پاک ہیں۔

۶- روى انه عليه السلام لما فرغ من دفن صحابى صالح ابتلى بعذاب القبر جاء الى امرأته فسألها عن اعماله فقالت يرعى الغنم ولا يتنزه من بوله فحينئذ قال عليه السلام استنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر منه۔ (نور الانوار ص۱۷ وعزاه فى حاشيته الى الحاكم)

مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک نیک وصالح صحابی کی

Marfat.com

تدفین سے فارغ ہوئے، تو آپ کو احساس ہوا کہ وہ عذاب قبر میں مبتلا ہوئے ہیں آپ ان کی اہلیہ کے پاس تشریف لائے اور ان صحابی کے اعمال کے متعلق دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ بکریاں چرایا کرتے تھے اور ان کے پیشاب سے نہیں بچتے تھے۔ اس موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پیشاب سے بچو کیونکہ قبر کا عذاب عام طور پر اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ پیشاب ناپاک ہے۔ انسان کا پیشاب ہو یا حیوان کا حلال جانوروں کا ہو یا حرام کا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشاب سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے اور نہ بچنے پر وعید ذکر کی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ پیشاب ناپاک ہے اس کے لگنے سے بدن ناپاک ہوگا اور جب بدن ناپاک ہوگا اور بے خیالی میں کوئی پیشاب لگے ہوئے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدن اور کپڑے پر پیشاب لگ جانے کی صورت میں ان کے دھونے کا حکم دیا اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ پیشاب ناپاک ہے ورنہ آپ دھونے کا حکم نہ دیتے اور چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشاب کے ناپاک ہونے میں حلال و حرام جانور کی کوئی تخصیص نہیں فرمائی اس لیے یہی کہا جائے گا کہ پیشاب مطلقاً ناپاک ہے۔ انسان کا ہو، حیوان کا ہو، حلال جانور کا ہو یا حرام جانور کا۔

لیکن ان تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جانوروں کا پیشاب پاک ہے حلال جانور کا پیشاب ہو یا حرام جانوروں کا چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:۔

"والمنی طاهر وكذلك الدم غير دم الحيضة

Marfat.com

وکذلک رطوبۃ الفرج وکذلک الخمر وبول

ما یؤکل لحمہ ومالا یؤکل لحمہ من

الحیوانات"۔ (نزل الابرار ج ۱ ص ۴۹)

یعنی منی پاک ہے، ایسے ہی حیض کے خون کے علاوہ باقی خون شرمگاہ کی رطوبت، شراب اور حلال وحرام جانوروں کا پیشاب سب پاک ہیں

ملاحظہ فرمائیے۔ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ پیشاب ناپاک ہے خواہ کسی کا بھی ہو لیکن غیر مقلدین کا کہنا ہے حیوانات کا پیشاب پاک ہے خواہ حلال ہوں یا حرام۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟۔

Marfat.com

المسح علی العمامة (صرف پگڑی پر مسح صحیح نہیں)

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ (الآیة - ۵ : ۶)

اے ایمان والو جب تم نماز کے لیے اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت (دھوؤ) اور اپنے سر پر مسح کرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت (دھوؤ)

۱- عن انس بن مالك قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يتوضأ وعليه عمامة قطرية فادخل يده من تحت العمامة فمسح مقدم رأسه ولم ينقض العمامة (ابوداؤد ۱ ص۱۹)

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا آپ کے سر مبارک پر قطری پگڑی تھی۔ آپ نے پگڑی کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا اور پگڑی کو کھولا نہیں۔

Marfat.com

- قال الشافعی اخبرنا مسلم عن ابن جریج عن عطاء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ فحسر العمامۃ عن رأسہ ومسح مقدم رأسہ او قال ناصیتہ بالماء۔ (کتاب الام ج ۱ صـ ۲۶)

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو اپنی پگڑی کو سر سے اوپر کیا، اور سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا۔ یا حضرت عطاءؒ نے فرمایا کہ آپ نے اپنی ناصیہ پر مسح فرمایا پانی سے۔

۳۔ عن ابن عمر انہ کان اذا مسح رأسہ رفع القلنسوۃ ومسح مقدم رأسہ۔ (رواہ الدارقطنی ج ۱ صـ ۱۰۱ و فی التعلیق المغنی سندہ صحیح)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب سر پر مسح فرماتے تو ٹوپی سر سے ہٹا لیتے اور سر کے اگلے حصہ پر مسح فرماتے۔

۴۔ مالک انہ بلغہ ان جابر بن عبداللہ الانصاری سئل عن المسح علی العمامۃ فقال لا حتی یمسح الشعر بالماء (موطا امام مالک صـ ۲۳)

حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ انصاری سے پگڑی پر مسح کرنے کے متعلق سوال کیا گیا آپ نے فرمایا جائز نہیں ہے جب تک بالوں کا پانی سے مسح نہ کرے۔

۵۔ مالکؒ عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عروۃ بن

Marfat.com

الزبیر کان ینزع العمامۃ و یمسح رأسہ بالماء۔
(موطا امام مالک ص۲۳)

حضرت عروہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ وہ سر سے پگڑی ہٹا کر پانی سے سر پر مسح فرماتے تھے۔

۱۔ عن نافع انہ رای صفیۃ بنت ابی عبید امرأۃ عبد اللہ بن عمر تنزع خمارھا و تمسح علی رأسھا بالماء و نافع یومئذ صغیر، قال یحیی وسئل مالک عن المسح علی العمامۃ والخمار فقال لا ینبغی ان یمسح الرجل ولا المرأۃ علی العمامۃ ولا خمار ولیمسھا علی رؤسھا۔
(موطا امام مالک ص۲۳)

امام نافعؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابو عبید کی صاحبزادی اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اہلیہ کو دیکھا کہ انہوں نے دوپٹہ سر سے ہٹا کر پانی سے سر پر مسح کیا نافعؒ ان دنوں بچے تھے۔ امام مالکؒ سے پگڑی اور دوپٹہ پر مسح کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مرد و عورت کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ پگڑی اور دوپٹے پر مسح کریں انہیں چاہیئے کہ سر پر مسح کریں۔

آیت کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ دوران وضو سر پر مسح کرنا فرض ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے لہٰذا جو شخص دوران وضو سر پر مسح نہیں کریگا اس کا وضو نہیں ہوگا۔
احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی کے سر پر پگڑی یا ٹوپی ہو تو دوران وضو یا تو ان کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر سر پر مسح کرے یا پھر سے پگڑی یا ٹوپی اتار کر مسح کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا ہی کیا کرتے تھے صحابہ کرام کا بھی یہی معمول تھا۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان کی اہلیہ صفیہؓ حضرت عروہ بن زبیرؓ کے بارے میں صراحت ہے کہ وہ دوران وضو سر سے پگڑی ہٹا کر سر پر مسح کیا کرتے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے پگڑی پر مسح کرنے کا مسئلہ پوچھا گیا۔ تو آپ نے یہی فتویٰ دیا کہ پگڑی پر اس وقت تک مسح صحیح نہیں ہوگا جب تک پانی بالوں کو نہ لگے۔

ان تمام تصریحات سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ اگر کسی نے صرف پگڑی یا ٹوپی یا دوپٹہ پر مسح کیا سر پر نہ کیا تو اس کا وضو نہیں ہوگا کیونکہ مسح فرض ہے اور فرض رہ جانے سے وضو نہیں ہوتا۔ ہاں اگر سر پر مسح کر کے پگڑی یا ٹوپی پر بھی مسح کرلے یا پہلے سے باوضو ہو اور دوبارہ ثواب کی نیت سے وضو کر رہا ہو اور صرف پگڑی یا ٹوپی پر مسح کرلے تو وضو ہو جائے گا۔

لیکن آیت کریمہ اور احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ سر پر مسح کے بغیر صرف ٹوپی یا پگڑی پر بھی مسح کرلینا کافی ہے چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب کے نزدیک تنہا پگڑی پر بھی مسح صحیح ہے۔

(الروضۃ الندیۃ ج ۱ ص ۳۱)

عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں۔

"صرف پگڑی پر بھی مسح کافی ہے"۔ (فتاویٰ اہلحدیث ج ۱ ص ۲۷۰)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :۔

"والجمع بین الصلوتین والمسح علی الخفین والمسح علی العمامۃ والجوربین سجائز عندنا"۔ (نزل الابرار ج ۱ ص ۳)

"نمازوں کو اکٹھا پڑھنا، موزوں پر مسح کرنا اور پگڑی وجرابوں پر مسح

Marfat.com

کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے"۔

ملاحظہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ تو سر پر مسح کا حکم دے رہے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سر پر پگڑی وغیرہ ہونے کی صورت میں پگڑی ہٹانے یا اس کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر سر پر مسح کرنے کا طریقہ تعلیم فرما رہے ہیں۔ اسی پر صحابہ کرام کا عمل ہے اور اسی پر صحابۂ کرام اور ائمہ عظام کا فتویٰ ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب صرف پگڑی وغیرہ پر بھی مسح کافی ہے سر پر مسح کرنے کے لیے پگڑی وغیرہ ہٹانے کی ضرورت نہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

غسل الرجلین فی الوضوء
وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۔ الآیہ ۵: ۶

اے ایمان والو جب تم نماز کے لیے اُٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت (دھوؤ) اور اپنے سر پر مسح کرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت (دھوؤ)

۱۔ عن عبد اللہ بن عمرو قال تخلف عنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر سافرناہ فادرکنا وقد حضرت العصر فجعلنا نمسح

Marfat.com

علی ارجلنا فنادی ویل للاعقاب من النار

(مسلم ج ۱ ص ۱۲۵)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک سفر میں جو ہم نے آپ کے ساتھ کیا تھا ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ نے ہم کو پالیا اس اثنار میں عصر کا وقت ہو گیا۔ ہم اپنے پاؤں پر مسح کرنے لگے۔ آپ نے پکار کر فرمایا ایڑیوں کے لیے ہلاکت ہے آگ سے۔

۲- عن ابی هریرة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای رجلا لم یغسل عقبیہ فقال ویل للاعقاب من النار، (مسلم ج ۱ ص ۱۲۵)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا ایک شخص نے (دوران وضو) اپنی ایڑی نہیں دھوئی تو آپ نے فرمایا ایڑیوں کے لیے ہلاکت ہے آگ سے۔

آیت کریمہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ دوران وضو پاؤں (میں موزے نہ ہوں تو ان) کا دھونا فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پاؤں کے دھونے کا حکم دیا ہے لہٰذا اگر کسی نے وضو کرتے ہوئے پاؤں نہ دھوئے تو اس کا وضو نہیں ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرامین سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ پاؤں میں موزے نہ ہوں تو ان کا دھونا فرض ہے کیونکہ آپ ذرا سی ایڑی کے خشک رہ جانے پر اتنی وعید فرما رہے ہیں جبکہ مسح میں تو اکثر پاؤں ہی خشک رہتا ہے۔

خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کا ہمیشہ کا عمل یہی تھا کہ دوران وضو پاؤں میں موزے نہ ہوتے تو پاؤں کو اچھی طرح دھوتے اسی پر اجماع امت

Marfat.com

بھی ہے۔

لیکن آیت کریمہ احادیث مبارکہ اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اگر کوئی دوران وضو پاؤں پر مسح کرے تو اسے منع نہیں کرنا چاہیئے۔ ایک غیر مقلد صاحب اتنے آگے بڑھے کہ انہوں نے فرمایا کہ مسح ہی فرض ہے۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:۔

"ولا یجوز الانکار علی امور مختلفۃ فیھا بین العلماء کغسل الرجل ومسحہ" (ھدیۃ المہدی ص۱۵ ج۱)

یعنی جن امور میں علماء کے درمیان اختلاف ہے ان پر انکار جائز نہیں جیسا کہ (دوران وضو) پاؤں کا دھونا اور اس کا مسح کرنا۔

مولوی ابراہیم لکھتے ہیں:۔

"پاؤں دھونے کے بجائے مسح فرض ہے"۔

(فتاویٰ ابراہیمیہ ص۲۱ بحوالہ فتح المبین ص۱۵)

ملاحظہ فرمائیے قرآن وحدیث تو پاؤں کے دھونے کو فرض قرار دے رہے ہیں اسی پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام اور ائمہ عظام کا عمل ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ اگر کوئی پورا پاؤں نہ دھوئے صرف مسح ہی کرے تو بھی صحیح ہے اسے روکنا نہیں چاہیئے بلکہ مسح ہی فرض ہے۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے یہ قرآن وحدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

استحباب التسمیۃ عند الوضوء وعدم کونھا فرضا

وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے فرض نہیں،

۱- عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا ھریرۃ اذا توضأت فقل بسم اللہ والحمد

Marfat.com

لله فان حفظتك لا تبرح تكتب لك الحسنات حتى تحدث من ذالك الوضوء۔

(معجم طبرانی صغیر ج۱ ص۷۳ و اسنادہ حسن مجمع الزوائد ج ۱ ص۲۲)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ جب تو وضو کرنے لگے تو کہہ بسم اللہ والحمد للہ بلاشبہ تیرے محافظ فرشتے تیرے لیے مسلسل نیکیاں لکھتے رہیں گے حتیٰ کہ تو اس وضو سے بے وضو ہو جائے۔

۲۔ (عن البراء مرفوعا) ما من عبد يقول حين يتوضأ بسم الله ثم يقول بكل عضو اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله ثم يقول حين يفرغ اللهم اجعلنى من التوابين واجعلنى من المتطهرين الا فتحت له ثمانية ابواب الجنة يدخل من ايها شاء فان قام من فوره ذالك فصلى ركعتين يقرأ فيهما ويعلم ما يقول انفتل من صلاته كيوم ولدته امه ثم يقال له استأنف العمل۔

(کنز العمال ج۵ ص۲۹۹)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جو شخص وضو کرتے وقت کہے بسم اللہ پھر ہر عضو کو دھوتے وقت کہے اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله، پھر وضو سے فارغ ہو کر کہے۔ اللهم اجعلنى من التوابين واجعلنى

Marfat.com

من المتطہرین ۔ تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے جس سے چاہے داخل ہو جائے ۔ پھر اگر وضو سے فارغ ہوتے ہی فوراً دو رکعتیں اس طرح سے پڑھے کہ ان میں قراءۃ کرے اور جو کچھ کہہ رہا ہے اس کا اسے علم بھی ہو تو وہ اپنی نماز سے ایسے منتقل ہوتا ہے جیسے وہ اس دن تھا جس دن اسے اس کی ماں نے جنا تھا، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ اب نئے سرے سے عمل کر

۳۔ عن رفاعۃ بن رافع انہ کان جالسا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انہا لا تتم صلاۃ لاحد حتی یسبغ الوضوء کما امرہ اللہ تعالیٰ یغسل وجہہ ویدیہ الی المرفقین ویمسح براسہ ورجلیہ الی الکعبین'

(ابوداؤد ۱۲۳ ابن ماجہ صلاۃ)

حضرت رفاعہ بن رافعؓ سے مروی ہے کہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ۔ آپ نے فرمایا کسی کی نماز اس وقت تک پوری نہیں ہوتی جب تک وہ اچھی طرح سے وضو نہ کرے جیسا کہ اللہ نے وضو کا حکم دیا ہے اپنے چہرہ کو دھوئے دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھوئے اپنے سر کا مسح کرے اور دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے ۔

۴۔ عن عبد اللہ بن مسعود قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا تطہر احدکم فلیذکر اسم اللہ علیہ فانہ یطہر جسدہ کلہ فان لم یذکر احدکم اسم اللہ

Marfat.com

علی طھورہ لم یطھر الا ما مر علیہ الماءُ الحدیث

(بیہقی ج ۱ صفحہ ۴۴)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اسے چاہیئے کہ اللہ کا نام لے لے (بسم اللہ پڑھ لے) اس طرح سارا جسم پاک ہوگا اور اگر کسی نے دورانِ وضو اللہ کا نام نہ لیا تو جس عضو پر پانی جائے گا وہی پاک ہوگا۔

۵- عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضاء فذکر اسم اللہ علیٰ وضوئہ کان طھور الجسدہ قال و من توضأ ولم یذکر اسم اللہ علیٰ وضوئہ کان طھورًا لا عضائہ ۔

(دارقطنی ج ۱ صفحہ ۷۴)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وضو کیا اور وضو کرتے وقت اللہ کا نام لیا تو یہ اس کے (سارے) بدن کی طہارت ہوگا، فرمایا جس نے وضو کیا اور وضو کرتے ہوئے اللہ کا نام نہ لیا تو یہ صرف اس کے اعضاء وضو کی طہارت ہوگا ۔

۶- عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ و ذکر اسم اللہ تطھر جسدہ کلہ و من توضأ ولم یذکر اسم اللہ لم یطھر الا موضع الوضوء

(دارقطنی ج ۱ صفحہ ۷۴)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام لیا تو اس کا بدن پاک ہوگا اور جس نے وضو کیا اور اللہ کا

Marfat.com

نام نہ لیا تو صرف اس کے وضو کی جگہ پاک ہو گی۔

۷- عن الحسن قال یسمی اذا توضأ فان لم یفعل اجزأہ

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب (کوئی) وضو کرے تو بسم اللہ پڑھے اور اگر نہ پڑھی تو بھی وضو ہو جائے گا۔

مذکورہ احادیث و آثار سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ وضو کرتے وقت شروع میں بسم اللہ پڑھ لینی چاہیئے اس کا بڑا اجر و ثواب ہے لیکن اگر کسی نے بسم اللہ نہ پڑھی تو وضو بہر حال ہو جائے گا (گو ترک سنت کی وجہ سے ثواب کم ہو گا) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک صاحب کی نماز کی اصلاح کرتے ہوئے وضو کا طریقہ بتلایا لیکن انہیں یہ نہیں فرمایا کہ پہلے بسم اللہ پڑھو۔ اگر وضو کے شروع میں بسم اللہ ضروری ہوتی تو آپ اس کا تذکرہ ضرور فرماتے۔ حدیث نمبر ۴-۵-۶ سے صراحۃً معلوم ہو رہا ہے کہ اگر وضو کرتے ہوئے بسم اللہ نہ پڑھی تو وضو ہو جائے گا حضرت حسن بصریؒ یہی فتویٰ دیتے تھے اسی پر اجماع امت بھی ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگر کسی نے بسم اللہ نہ پڑھی تو اس کا وضو نہیں ہو گا۔ چنانچہ مفتی عبدالستار لکھتے ہیں۔

"الغرض ہر متوضی کو وضو کے شروع میں بسم اللہ یا بسم اللہ والحمد للہ ضرور کہنا چاہیئے۔ اگر ابتداء وضو میں بھول جائے تو اثناء وضو میں بسم اللہ اولا و آخرا کہہ لے ورنہ وضو نہ ہو گا اور جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں۔"

(فتاویٰ ستاریہ ج ۲ ص ۱۹)

عامر گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں۔

"وضو کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھ کر وضو شروع کرنا چاہیئے جو بسم اللہ

Marfat.com

نہیں پڑھتا اس کا وضو نہیں ہوتا۔" (صلاۃ النبی صہ)

ملاحظہ فرمائیے :۔ وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کو نہ تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ذکر کیا اور نہ ہی کسی صحیح حدیث سے بسم اللہ کا ضروری ہونا ثابت ہوتا ہے ائمہ اربعہ میں سے بھی بسم اللہ کے ضروری ہونے کا کوئی قائل نہیں نہ ان میں سے کسی نے یہ فتویٰ دیا کہ اگر کسی نے وضو کرتے ہوئے بسم اللہ نہ پڑھی تو اس کا وضو نہیں ہوگا لیکن عمل بالحدیث کے دعویدار کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب وضو کرتے ہوئے بسم اللہ نہ پڑھی تو وضو نہیں ہوگا۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟۔

یاد رہے کہ اس مسئلہ میں غیر مقلدین نے داود ظاہری کی تقلید کی ہے کیونکہ صرف یہی اس بات کے قائل ہیں۔

چنانچہ محمد بن عبدالرحمن لکھتے ہیں۔

" وحکی عن داود انہ قال لا یجزئ وضوء الا بہا سواء ترکہا عامدا او ناسیا۔" (رحمۃ الامۃ صلا)

داود ظاہری سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ بسم اللہ کے بغیر وضو نہیں ہوتا چاہے کوئی عمداً چھوڑے یا سہواً۔

المسح علی الرقبۃ

گردن (گدی) پر مسح کرنا مستحب ہے

۱۔ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من توضأ و مسح بیدیہ علی عنقہ

Marfat.com

وقی الغل یوم القیٰمۃ (التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۹۳)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے وضو کیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن (گدی) پر مسح کیا تو وہ قیامت کے دن طوق (پہنائے جانے) سے بچا لیا جائیگا

۲- عن ابن عمران النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من توضأ ومسح بیدیہ علی عنقہ امن یوم القیٰمۃ من الغل (مستفردوس مع تسدید القوس ج ۴ ص ۱۱۲)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے وضو کیا اور دونوں ہاتھ اپنی گردن (گدی) پر پھیرے تو وہ قیامت کے دن طوق (پہنائے جانے) سے مامون رہے گا۔

۳- عن لیث عن طلحۃ بن مصرف عن ابیہ عن جدہ انہ رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسح مقدم رأسہ حتی بلغ القذال من مقدم عنقہ۔ (طحاوی ج ۱ ص ۲۸)

حضرت طلحہ بن مصرف بروایت اپنے والد، اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اپنے سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا حتی کہ آپ (اپنے ہاتھ) سر کے آخر حصہ تک لے گئے۔

۴- عن طلحۃ عن ابیہ عن جدہ انہ رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح رأسہ حتی بلغ القذال وما یلیہ من مقدم العنق

Marfat.com

بمرة ۔ (مسند احمد ج ۳ صفحہ ۴۸۱)

حضرت طلحہ بروایت اپنے والد، اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے سر پر مسح فرما رہے ہیں یہاں تک کہ آپ (اپنے ہاتھ) سر کے آخری حصے اور اس سے متصل گردن کے اوپر کے حصہ تک ایک بار لے گئے۔

۵۔ عن موسی بن طلحة قال من مسح قفاه مع رأسه وقي الغل يوم القيامة قلت فيحتمل ان يقال هذا وان كان موقوفا فله حكم الرفع

(التلخيص الجبير ج ۱ ص ۹۲)

حضرت موسیٰ بن طلحہؓ فرماتے ہیں جس نے اپنے سر کے ساتھ گدی کا بھی مسح کیا وہ قیامت کے دن طوق (پہنائے جانے) سے بچا لیا جائے گا، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے۔

۶۔ حدثني طلحة بن مصرف عن ابيه عن جده كعب بن عمرو اليامي ان رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ فمضمض ثلاثا واستنشق ثلاثا يأخذ لكل واحدة ماء جديدا وغسل وجهه ثلثا فلما مسح رأسه قال هكذا واومأ بيده من مقدم رأسه حتى بلغ بهما الى اسفل عنقه من قبل قفاه ۔ (غاية المقصود ج ۱ ص ۱۳۷)

Marfat.com

حضرت کعب بن عمروؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا۔ تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، ہر مرتبہ آپ نیا پانی لیتے تھے پھر تین دفعہ چہرہ کو دھویا جب آپ نے سر پر مسح کیا تو اس طرح کیا۔ راوی نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سر کے اگلے حصے سے (مسح شروع کیا) یہاں تک کہ اپنے ہاتھوں کو گدی کی طرف سے گردن کے نیچے تک لے گئے۔

۷۔ عن وائل بن حجر (فی حدیث طویل) فغسل وجهه ثلثا و خلل لحيته و مسح باطن اذنيه ثم ادخل خنصره فی داخل اذنه ليبلغ الماء ثم مسح رقبته و باطن لحيته من فضل ماء الوجه ۔ الحديث

(معجم طبرانی کبیر ۲۲ صـ۵۰)

حضرت وائل بن حجرؓ سے ——— مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چہرہ کو تین مرتبہ دھویا پھر داڑھی میں خلال کیا اور کانوں کے اندر مسح فرمایا چھنگلی کان میں ڈال کر تاکہ پانی پہنچ جائے پھر آپ نے گردن (گدی) کا اور داڑھی کے اندر کے حصہ کا مسح کیا چہرہ کے بچے ہوئے پانی سے۔

۸۔ عن وائل بن حجر (فی حديث طويل) ثم مسح على راسه ثلثا و ظاهر اذنيه ثلاثا وظاهر رقبته واظنه قال و ظاهر لحيته .

Marfat.com

(مثلاثنا الحدیث ۔ کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۱ ص ۱۴۰)

حضرت وائل بن حجرؓ سے (ایک دوسری حدیث میں) مروی ہے کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سر پر تین دفعہ مسح کیا اور کانوں کے اوپر کے حصہ پر تین دفعہ مسح کیا اور گردن کے اوپر کے حصہ (گدی) پر راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضرت وائل نے یہ بھی فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ڈاڑھی کے اوپر کے حصہ پر (بھی) تین دفعہ مسح کیا۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ دوران وضو گردن (گدی) پر مسح کرنا مستحب ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بھی گردن (گدی) پر مسح فرمایا ہے اور لوگوں کو بھی گردن (گدی) پر مسح کی ترغیب دی ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ احادیث میں گردن پر مسح کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ گردن پر مسح کرنا "احداث فی الدین" ہے، بدعت ہے چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

"گردن کے مسح کا احادیث میں کہیں ذکر نہیں" (صلوٰۃ الرسول ص ۸۳)

مفتی عبدالستار لکھتے ہیں۔

"اور گردن کا مروجہ مسح کسی حدیث میں نہیں بلکہ احداث فی الدین ہے" (فتاویٰ ستاریہ ج ۳ ص ۵۳)

خالد حسین گرجاکھی لکھتے ہیں۔

"وضو میں گردن کا مسح کرنا ثابت نہیں بلکہ بدعت ہے" (صلوٰۃ النبی ص ۷)

ملاحظہ فرمائیے۔ یہ ہے غیر مقلدین کی حدیث دانی اور عمل بالحدیث کی

Marfat.com

حالت کہ ذخیرۂ احادیث میں گردن کے مسح کی کئی حدیثیں موجود ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ گردن کے مسح کا احادیث میں کوئی ذکر نہیں، احادیث سے صاف پتہ چل رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گردن (گدی) پر خود بھی مسح کیا ہے اور لوگوں کو بھی ترغیب دی ہے لیکن یہ کہتے ہیں کہ گردن پر مسح بدعت ہے۔ یہ ہے غیر مقلدیت کا نتیجہ کہ بے دھڑک فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعت کہہ دیا۔ العیاذ باللہ

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل کو بدعت بتانا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ہے۔

نواقض الوضوء

الوضوء من خروج الدم

بدن کے کسی حصہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے

۱۔ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اصابہ قیئ او رعاف او قلس او مذی فلینصرف فلیتوضأ ثم لیبن علی صلاتہ وھو فی ذالک لا یتکلم

(ابن ماجہ ص۸۵)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے دوران نماز الٹی ہو جائے یا نکسیر بہہ پڑے یا منہ بھر کر قے

Marfat.com

ہو جائے یا مذی نکل آئے تو اسے چاہیئے کہ جا کر وضو کرے اور نماز پر بنا کرے بشرطیکہ اس دوران کوئی بات چیت نہ کی ہو۔

۲۔ عن عائشۃ انہا قالت قالت فاطمۃ بنت ابی حبیش لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یارسول اللہ انی لا اطہر افادع الصلوٰۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ذٰلک عرق ولیس بالحیضۃ فاذا اقبلت الحیضۃ فاترکی الصلوٰۃ فاذا ذہب قدرہا فاغسلی عنک الدم وصلی۔ (بخاری ج ۱ ص۴۴)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہؓ بنت ابی حبیش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا میں نماز پڑھنی چھوڑ دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رگ سے نکلنے والا خون س لیے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دے اور جب اندازہ کے مطابق وہ ایام گزر جائیں تو خون کو دھولے اور نماز پڑھ لے۔

۳۔ عن زید بن ثابت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "الوضوء من کل دم سائل"

(کامل ابن عدی ج ۱ ص۱۹۳)

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بہنے والے خون (کے نکلنے سے) سے وضو (لازم ہو جاتا) ہے۔

۴۔ عن عمر بن عبد العزیز قال قال تمیم الداری قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "الوضوء

Marfat.com

من کل دم سائل" (دار قطنی ج ۱ ص۱۵۷)

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ حضرت تمیم داریؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بہنے والے خون (کے نکلنے) سے وضوء (لازم ہو جاتا) ہے۔

۵۔ عن معمر عن ایوب عن ابن سیرین فی الرجل یبصق دما قال اذا کان الغالب علیه الدم توضأ (مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص۱۴۸)

حضرت ابن سیرینؒ نے اس شخص کے متعلق جسے خون آلود تھوک آتا ہے فرمایا کہ جب تھوک پر خون غالب ہو تو وضو کرے۔

مذکورہ احادیث وآثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر بدن کے کسی حصہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے گا۔

پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نکسیر بہنے کی صورت میں وضو کرنے کا حکم دیا ہے اور ظاہر ہے کہ نکسیر بہتی ہے تو خون ہی نکلتا ہے۔

دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہؓ بنت ابی حبیش کو خون استحاضہ آنے کی صورت میں نماز کے لیے وضو کا حکم دیا ہے اور وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ خون استحاضہ رگ سے نکلنے والا خون ہے جو مانع صلاۃ تو نہیں ہے البتہ اس سے وضو باقی نہیں رہتا اس لیے نماز کے وقت وضو کرنا پڑیگا۔ اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ رگ سے نکلنے والا خون ناقض وضو ہے جب رگ سے نکلنے والا خون ناقض وضو ہے تو پھر ہر وہ خون جو بدن کے کسی حصہ سے بھی نکل کر بہہ پڑے وہ بھی ناقض وضو ہو گا۔

Marfat.com

کیونکہ بہنے والا خون رگ ہی کا ہوتا ہے شاید اسی لیے آپ نے یہ کلیہ بیان فرما دیا ہے کہ ہر بہنے والے خون سے وضو لازم ہو جاتا ہے۔ جلیل القدر تابعی حضرت امام ابن سیرینؒ سے کسی نے خون آلود تھوک کے متعلق مسئلہ پوچھا تو فرمایا اگر خون غالب ہو تو وضو کرنا پڑے گا۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ بدن کے کسی حصہ سے بھی خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

چنانچہ نواب نورالحسن لکھتے ہیں۔

"ونمی شکند از برآمدن خون وقے" (عرف الجادی صـ۱۳)

خون نکلنے اور قے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :۔

"فلا ینقض بخروج الدم من غیر السبیلین ولو سال .... والدم الخارج من الجروح والبثور لا ینقض وکذا القیح والصدید"

(نزل الابرار ج ۱ صـ۱۸)

پیشاب پاخانہ کی جگہ کے علاوہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ وہ بہہ پڑے ...... وہ خون جو زخموں سے نکلے وہ بھی وضو نہیں توڑتا۔ ایسے ہی خالص پیپ اور خون آلود پیپ سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں :۔

"بدن سے خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا" (دستور المتقی صـ۳۸)

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو فرما رہے ہیں کہ کسی بھی جگہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جائے گا لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

Marfat.com

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

الوضوء من القیئ والرعاف

قے آنے اور نکسیر بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

عن عائشۃؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اصابہ قیئ اورعاف او قلس او مذی فلینصرف فلیتوضأ الحدیث ۔ (ابن ماجہ ص۸۵)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے دوران نماز الٹی ہو جائے یا نکسیر بہہ جائے یا منہ بھر کرقے ہو جائے یا مذی نکل آئے تو اسے چاہیئے کہ جا کر وضو کرے ۔

۲۔ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قاء احدکم فی صلاتہ او قلس فلینصرف فلیتوضأ ثم لیبن علی ما مضی من صلاتہ مالم یتکلم وقال ابن جریج فان تکلم استانف (دارقطنی ج۱ ص۱۵۳)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم میں سے کسی کو دوران نماز الٹی ہو جائے یا منہ بھر کرقے ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ جا کر وضو کرے اور جو نماز پڑھ چکا ہے اس پر بناء کرے جب تک بات چیت نہ کی ہو ۔ ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ اگر بات چیت کرلی تو پھر نئے سرے سے نماز پڑھے ۔

۳۔ عن ابی الدرداء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاء فتوضاء فلقیت ثوبان فی مسجد دمشق

Marfat.com

فذكرت ذلك له فقال صدق وانا صببت له وضوئه۔ (ترمذی ص۲۵)

حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قے ہوئی تو آپ نے وضو فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں جامع مسجد دمشق میں حضرت ثوبانؓ سے ملا تو میں نے ان سے اس بات کا تذکرہ کیا انہوں نے فرمایا کہ ابو درداءؓ نے سچ کہا اور میں نے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وضو کا پانی ڈالا تھا۔

۴۔ عن ابن عمر انه كان اذا رعف رجع فتوضأ ولم يتكلم ثم رجع وبنى على ما قد صلى۔

(بیہقی ج ۱ ص ۲۵۹)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب کبھی ان کی نکسیر پھوٹ جاتی تو لوٹ کر وضو کرتے اور بات چیت نہ کرتے پھر واپس آکر پڑھی ہوئی نماز پر بنا کر لیتے۔

۵۔ عن ابن عمر قال اذا رعف الرجل فى الصلوٰة اوزرعه القيء او وجد مذيا فانه ينصرف ويتوضأ ثم يرجع فيتم ما بقى على ما مضى ما لم يتكلم۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۳۹)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب کسی کی نماز میں نکسیر بہہ پڑے یا قے غالب آجائے یا مذی پائے تو وہ جا کر وضو کرے اور واپس آکر باقی نماز کو پڑھی ہوئی نماز پر (بنا کرتے ہوئے) پوری کرے جب تک کہ اس نے کلام نہ کیا ہو۔

Marfat.com

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ منہ بھر کر قے آنے سے اور نکسیر پھٹنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قے ہوئی تو آپ نے وضو کیا۔ صحابہ کرام کو بھی آپ نے اسی کا حکم فرمایا۔ چنانچہ صحابہ کرام اسی پر عمل کرتے کراتے رہے۔

لیکن ان احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں:۔

"ونمی شکند از برآمدن خون وقے" (عرف الجادی ص۱۴)

یعنی خون نکلنے اور قے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

"وکذا القیح والصدید" (نزل الابرار ج ۱ ص ۱۸)

ایسے ہی خالص پیپ اور خون آلود پیپ سے وضو نہیں ٹوٹتا

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قے آنے سے خود وضو فرماتے صحابہ کرام کو بھی یہی حکم دیتے کہ قے آنے سے وضو کرو لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب قے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا لہٰذا وضو کی ضرورت نہیں۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

نقض الوضوء من القهقهة فی الصلوٰة

نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

عن ابی موسیٰ قال بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی اذ دخل رجل فتردی فی حفرۃ کانت فی المسجد وکان فی بصرہ ضرر

Marfat.com

فضحك كثير من القوم وهو فى الصلوٰة فامر رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يعيد الوضوء و يعيد الصلوٰة ۔ (رواه الطبرانى فى الكبير مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۴۶)

حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک صاحب آئے اور مسجد کے ایک گڑھے میں گر گئے۔ ان صاحب کی آنکھ میں تکلیف تھی۔ بہت سے لوگ دوران نماز ہی ہنس پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو وضو اور نماز دونوں کے لوٹانے کا حکم دیا۔

۲۔ عن ابی العالیۃ (الریاحی) ان رجلا اعمیٰ تردی فی بئر والنبی صلی الله علیه وسلم یصلی باصحابه فضحك بعض من كان يصلى مع النبی صلی الله علیه وسلم فامر النبی صلی الله علیه وسلم من ضحك منهم ان يعيد الوضوء والصلوٰة

(مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۳۷۶)

حضرت ابو العالیہ الریاحیؒ سے مروی ہے کہ ایک نابینا آدمی ایک کنوئیں میں گر پڑا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابۂ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے۔ کچھ لوگ جو آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے ہنس پڑے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہنسنے والوں کو حکم دیا کہ وہ وضو اور نماز دونوں لوٹائیں۔

Marfat.com

۳- عن الحسن البصری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال بینما ھو فی الصلوٰۃ اذا قبل رجل اعمیٰ من قبل القبلۃ یرید الصلوٰۃ والقوم فی صلاۃ الفجر فوقع فی زُبْیَۃٍ فاستضحک بعض القوم حتی قہقہ فلما فرغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان قہقہ منکم فلیعد الوضوء والصلوٰۃ ،

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ بروایت الامام محمد ص۳۵)

حضرت حسن بصریؒ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک نابینا آدمی قبلہ کی جانب سے نماز کے ارادہ سے آیا ۔ لوگ فجر کی نماز میں مشغول تھے ۔ یہ نابینا ایک گڑھے میں گر گیا ۔ کچھ لوگ ہنس پڑے حتیٰ کہ انہوں نے قہقہہ لگایا ۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا تم میں سے جس نے قہقہہ مارا ہے وہ وضو اور نماز دونوں لوٹائے ۔

۴- یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن منصور بن زاذان عن الحسن عن معبد رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ بینما ھو فی الصلوٰۃ اذا قبل رجل اعمیٰ یرید الصلوٰۃ فوقع فی زبیۃ فاستضحک بعض القوم حتی قہقہ فلما انصرف النبی صلی اللہ صلی وسلم قال من کان منکم قہقہ فلیعد الوضوء والصلوٰۃ ۔

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ بروایت الامام ابی یوسف ص۲۸)

Marfat.com

حضرت معبدؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نماز پڑھانے میں مشغول تھے کہ ایک نابینا آدمی نماز کے ارادہ سے آیا اور ایک گڑھے میں گر گیا کچھ لوگ ہنس پڑے حتےٰ کہ انہوں نے قہقہہ لگایا۔

جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا تم میں سے جس نے قہقہہ لگایا ہے وہ وضو اور نماز دونوں لوٹائے۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ دوران نماز قہقہہ لگانے سے جس طرح نماز ٹوٹ جاتی ہے ایسے ہی وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوران نماز قہقہہ لگانے والوں کو وضو اور نماز دونوں کے لوٹانے کا حکم دیا۔

لیکن ان احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :۔

"ولا ینقض بالقهقهة ولو من مصل بالغ فی صلاۃ کاملة" (نزل الابرار ج ۱ ص ۱۹)

یعنی قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ بالغ نمازی کامل نماز میں قہقہہ لگائے۔

ملاحظہ فرمائیے۔ یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالحدیث کہ اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ دوران نماز قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن یہ کہتے ہیں کہ نہیں صاحب قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

Marfat.com

مس الذکر غیر ناقض

شرمگاہ پر ہاتھ لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا

۱- عن طلق بن علیؓ قال قال رجل مسست ذکری او قال الرجل یمس ذکرہ فی الصلوٰۃ اعلیہ الوضوء؟ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا انما ھو بضعۃ منک۔

(اخرجہ الخمسۃ وصححہ ابن حبان، وقال ابن المدینی ھو احسن من حدیث بسرۃ، بلوغ المرام مترجم ص۶۳)

حضرت طلق بن علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا کہ میں اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگاؤں یا کہا کہ کوئی شخص بھی ایسا کرے تو کیا اُسے وضو کرنا پڑے گا؟ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ نہیں، وہ تمہارے جسم کا ایک حصہ ہے۔

(امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے یہ حدیث ذکر کی ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ابن مدینی کا کہنا ہے کہ یہ حدیث حضرت بسرہ کی حدیث سے زیادہ بہتر ہے)

۲- عن سلام الطویل عن اسماعیل بن رافع عن حکیم بن سلمۃ عن رجل من بنی حنیفۃ یقال لہ جری ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ انی ربما اکون فی الصلوٰۃ فتقع یدی علی فرجی فقال امض فی صلاتک۔

(رواہ ابن ... و معرفۃ الصحابہ ، اعلاء السنن ج ۱ ص۱۱۹)

Marfat.com

حکیم بن سلمہ بنو حنیفہ کے ایک شخص سے جسے جری کہا جاتا ہے۔ روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات میں نماز میں مشغول ہوتا ہوں اور میرا ہاتھ شرمگاہ پر پڑجاتا ہے؟ آپ نے فرمایا نماز جاری رکھا کرو۔

۳۔ عن ارقم بن شرجیل قال حککت جسدی وانا فی الصلوٰۃ فافضیت الی ذکری فقلت لعبد اللہ بن مسعود فقال لی اقطعہ وھو یضحک این تعزلہ منک انما ھو بضعۃ منک۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ موثقون مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۴۴)

حضرت ارقم بن شرجیل فرماتے ہیں۔ دوران نماز میں نے اپنا بدن کھجایا تو (ہاتھ) شرمگاہ تک پہنچ گیا۔ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے عرض کیا۔ آپ نے ہنستے ہوئے فرمایا اسے کاٹ دو، اسے اپنے سے جدا کرکے کہاں لے جاؤ گے یہ تمہارے بدن کا ہی ایک ٹکڑا ہے۔

۴۔ عن الحسن ان خمسۃ من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب و ابن مسعود وحذیفۃ وعمران بن حصین ورجلا آخر قال بعضھم ما ابالی مسست ذکری او انفی وقال الآخر فخذی وقال الآخر رکبتی۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۴۴)

Marfat.com

حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے پانچ صحابہ حضرت علیؓ بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت عمران بن حصینؓ اور ایک اور صحابی کا (شرمگاہ کو ہاتھ لگ جانے کے متعلق مذاکرہ ہوا) ایک نے کہا کہ مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میں شرمگاہ کو چھوؤں یا ناک کو، دوسرے نے کہا کہ یا اپنی ران کو، تیسرے نے کہا کہ یا اپنے گھٹنے کو۔

۵۔ عن قیس قال سأل رجل سعدا عن مس الذکر فقال ان علمت ان منك بضعة نجسة فاقطعها۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۶)

حضرت قیسؒ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضرت سعدؓ سے شرمگاہ کو چھونے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم جانتے ہو کہ یہ تمہارے بدن کا ناپاک ٹکڑا ہے تو اسے کاٹ دو۔

اخبرنا ابو العوام البصری قال سأل رجل عطاء بن ابی رباح قال یا ابا محمد رجل مس فرجه بعد ما توضأ قال رجل من القوم ان ابن عباسؓ کان یقول ان کنت تستنجسه فاقطعه قال عطاء بن ابی رباح هذا والله قول ابن عباس۔ (موطا امام محمد ص ۵۱)

ابو العوام بصری فرماتے ہیں کہ حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ اے ابو محمد ایک شخص نے وضو کرنے

Marfat.com

کے بعد اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگا لیا ہے۔ لوگوں میں سے ایک صاحب بولے کہ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تو اسے ناپاک سمجھتا ہے تو کاٹ دے۔ حضرت عطاء ابن ابی رباحؒ نے فرمایا بخدا یہ ابن عباسؓ ہی کا قول ہے۔

۷- عن علی بن ابی طالب فی مس الذکر قال ما ابالی مسستہ او طرف انفی (موطا امام محمد صـ۵۲)

حضرت علیؓ سے شرمگاہ کو چھونے کے متعلق مروی ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اپنی شرمگاہ کو چھوؤں یا اپنی ناک کا کنارہ۔

۸- عن البراء بن قیس قال سألت حذیفۃ بن الیمان عن الرجل مس ذکرہ فقال انما ھو کمسہ راسہ۔ موطا امام محمد صـ۵۵

حضرت براءؒ بن قیس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جس نے اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگا لیا ہو تو آپ نے فرمایا ایسے ہی ہے جیسے سر کو ہاتھ لگا لینا۔

۹- عن عمیر بن سعد النخعی قال کنت فی مجلس فیہ عمار بن یاسر فذکر مس الذکر فقال انما ھو بضعۃ منک وان لکفک موضعا غیرہ۔ (موطا امام محمد صـ۵۵)

عمیر بن سعد نخعیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک ایسی مجلس میں موجود

Marfat.com

تھا جس میں حضرت عمار بن یاسرؓ بھی تھے کہ شرمگاہ کو ہاتھ لگانے کا تذکرہ ہوا۔ آپ نے فرمایا وہ تیرے بدن کا ہی ایک ٹکڑا ہے البتہ تیری ہتھیلی کے لیے اس کے علاوہ (بھی) جگہ ہے۔

۱۰۔ عن ابی الدرداء انہ سئل عن مس الذکر فقال انما ھو بضعۃ منک۔ (مؤطا امام محمد ص۵۸)

حضرت ابو درداءؓ سے شرمگاہ کو ہاتھ لگانے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ تیرے بدن کا ہی ایک حصہ ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ شرمگاہ پر ہاتھ لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ عام صحابہ کرام کا فتویٰ بھی یہی ہے چنانچہ حضرت علیؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت ابو درداءؓ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ احادیث میں موجود ہیں۔ ان سب کے نزدیک شرمگاہ پر ہاتھ لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

چنانچہ نواب نورالحسن لکھتے ہیں۔

"مس کردن ناقض وضو است" (عرف الجادی ص۱۲)

یعنی شرمگاہ کو ہاتھ لگانا ناقض وضو ہے۔

نواب وحیدالزماں لکھتے ہیں۔

"وینقض بمس الذکر والفرج بیطن الکف او

Marfat.com

بطون الاصابع من غیر حائل و ینقض وضوء اللامس و الملموس"۔ (نزل الابرار ج ۱ صـ۱۹)

مرد و عورت کی شرمگاہ پر ہتھیلی کے اندر کے حصہ یا انگلیوں کے اندر کے حصہ سے بغیر کسی رکاوٹ کے ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور ہاتھ لگانے اور لگوانے والے دونوں کا ٹوٹتا ہے۔

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

" ذکر یا فرج کو ہاتھ لگانے یا اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (دستور المتقی صـ۷۷)

ابو سعید شرف الدین لکھتے ہیں۔

" مس ذکر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا وضو کرنا فرض ہے۔

(فتاوٰی ثنائیہ ج ۱ صـ۱۱۲)

ملاحظہ فرمائیے ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جلیل القدر صحابہ کرام فرما رہے ہیں کہ مس ذکر (شرمگاہ کو ہاتھ لگانے) سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن غیر مقلدین بالکل بے دھڑک بلا جھجک فتویٰ دے رہے ہیں کہ نہیں صاحب وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ان احادیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے سوچئے کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان غلط ہے۔ کیا صحابہ کرام غلط فتوے دیتے رہے ؟ اگر غیر مقلدین کی بات صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب صحابہ اور ان سے مسئلہ پوچھ کر عمل کرنے والے سب تابعین بے وضو ہی نماز پڑھتے پڑھاتے رہے۔ العیاذ باللہ نواب وحید الزماں صاحب کی عقل کی داد دیتے چلئے کہ انہوں نے یہ فتویٰ اپنی طرف سے جڑ دیا کہ اگر کوئی دوسرا کسی کی شرمگاہ کو ہاتھ لگائے تو جس نے لگایا ہے اور جس کے لگایا ہے دونوں کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ نواب صاحب تو گزر گئے کیا نواب صاحب کے حواری اس کے ثبوت میں کوئی حدیث پیش کر سکتے ہیں ؟

Marfat.com

ذرا اس پر بھی غور فرمائیے کہ نواب صاحب کے نزدیک دوسرا کسی کی شرمگاہ کو ہاتھ لگائے تو دونوں کا وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن اگر دونوں مباشرتِ فاحشہ کریں (یعنی بالکل برہنہ ہو کر ایک دوسرے سے مل کر لیٹیں) تو اس سے نواب صاحب کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

"وکذا بمباشرة الفاحشة" (نزل الابرار ج ۱ ص ۱۹ و کنز الحقائق ص ۱۲)

اور ایسے ہی مباشرۃِ فاحشہ سے (بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔)

قارئین کرام ملاحظہ فرمایا آپ نے یہ ہے مسلک اہل حدیث۔ اب آپ خود فیصلہ فرمائیے کہ یہ قرآن و سنت کے موافق ہے یا مخالف؟

ایک نئی دریافت

مردوں کے لیے شلوار یا تہبند ٹخنوں سے نیچے کرنا گناہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے منع فرمایا ہے اور اس عمل پر سخت وعید بیان فرمائی ہے۔ یہ بات سب کو معلوم ہے اور بالکل واضح ہے محتاج بیان نہیں۔ لیکن کیا کپڑے کے ٹخنوں سے نیچا ہو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ اس کا نہ کسی حدیث میں تذکرہ ہے نہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مسلک ہے ہاں غیر مقلدین نے اسے نواقض وضو میں شمار کیا ہے ان کے نزدیک اگر کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو جائے تو از سر نو وضو کرنا چاہیئے۔ چنانچہ یونس قریشی صاحب رقمطراز ہیں۔

"ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہننے والوں کو از سر نو وضو کرنا چاہیئے۔"

(دستور المتقی ص ۸۷)

Marfat.com

من ترك جزأ يسيرًا مما يجب تطهيره لا تصح طهارته

اعضاءِ وضو میں سے ذرا سی جگہ بھی خشک رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا

عن جابر رضی اللہ عنہ قال اخبرنی عمر بن الخطاب ان رجلا توضاء فترك موضع ظفر علیٰ قدمه فابصره النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ارجع فاحسن وضوئك فرجع ثم صلی۔

(مسلم ج ۱ ص ۱۲۵)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ نے بتلایا کہ ایک شخص نے وضو کیا اور ناخن کے برابر جگہ اپنے پاؤں پر (خشک) چھوڑ دی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے دیکھ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ اچھی طرح سے وضو کرو۔ وہ گیا (اور اچھی طرح وضو کر کے) نماز پڑھی

مذکورہ حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ دورانِ وضو اگر اعضاءِ وضو میں سے کوئی جگہ ناخن کے برابر خشک رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا ۔۔۔ ہر آدمی جانتا ہے کہ ناخن پالش لگانے سے ناخن خشک رہتے ہیں اس لیے اگر کسی نے ناخن پالش لگا لی ہے تو اس کا وضو نہیں ہوگا۔

لیکن اس حدیث اور اتنی عام فہم بات کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ ناخن پالش لگے ہونے کے باوجود وضو ہو جاتا ہے چنانچہ عبداللہ روپڑی صاحب ایک سوال کا جواب دیتے ہیں، سوال و جواب دونوں ملاحظہ فرمائیے۔

سوال :۔ کیا عورت ناخن پالش ناخنوں پر لگا کر وضو کر کے نماز پڑھ سکتی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ناخن پالش لگا کر وضو کرے تو وضو نہیں ہوتا ؟

جواب :۔ ناخن پالش مہندی کی قسم سے مہندی کا رنگ بھی دو تین دفعہ لگانے

Marfat.com

سے گاڑھا اور موٹا ہو جاتا ہے جو بالاتفاق جائز ہے ایسا ہی ناخن پالش کو سمجھ لینا چاہیئے"

(فتاویٰ اہلحدیث ج ۱ ص ۲۵۱)

ملاحظہ فرمائیے:۔ غیر مقلدین کے مجتہد العصر صاحب کو چاہیئے تھا کہ اس سوال ———— کا جواب حدیث سے دیتے کیونکہ غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ ہر مسئلہ قرآن و حدیث میں موجود ہے، لیکن چونکہ اس مسئلہ سے متعلق کوئی حدیث تھی نہیں اور جواب دینا ضروری تھا اس لیے مجتہد صاحب نے خود اجتہاد کیا وہ اس طرح سے کہ ناخن پالش کو مہندی پر قیاس کیا اور حکم لگایا کہ چونکہ مہندی لگانے سے وضو ہو جاتا ہے تو ناخن پالش سے بھی وضو ہو جائے گا لیکن مجتہد صاحب نے اس قیاس میں بُری طرح ٹھوکر کھائی اور غلط قیاس کر بیٹھے، جو لوگ ائمہ مجتہدین کے قیاسات کو غلط قرار دینے پر تلے ہوئے ہوں وہ خود کیسے صحیح قیاس کر سکتے ہیں۔ ناخن پالش قطعاً مہندی کی قسم سے نہیں ہے کیونکہ مہندی میں انسانی صنعت کو دخل نہیں۔ مہندی کے پتے ہوتے ہیں جنہیں پیس کر پانی میں ڈال کر گوندھ لیا جاتا ہے اور اس کے ہاتھ پر لگانے سے رنگ چڑھ جاتا ہے جبکہ ہاتھوں پر مہندی کا کوئی جُز بھی باقی نہیں رہتا۔ اس کے برعکس ناخن پالش خالص انسانی صنعت ہے اس کے ناخنوں پر لگانے سے ناخنوں پر کوئی رنگ نہیں چڑھتا بلکہ ناخنوں پر رنگ دار روغن رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جونہی ناخن پالش اترتی ہے ناخن صاف ہو جاتے ہیں۔ کوئی رنگ نظر نہیں آتا دوسرے مہندی کا رنگ گہرا ہوتا ہے، ناخن پالش کی طرح اس کی تہہ نہیں بن جاتی جو پانی کو ناخن تک پہنچنے سے روک سکے۔ تیسرے مہندی کا رنگ پانی کے ناخن تک سرایت کرنے کو نہیں روکتا جبکہ ناخن پالش پانی کے سرایت کرنے کو روکتی ہے۔ اس کا تجربہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ کسی صاف کاغذ پر مہندی کا رنگ چڑھائیں اور مہندی ہٹا

Marfat.com

لیں اور اس پر پانی ڈال کر دیکھیں پانی سرایت کر جائیگا اس کے بعد کاغذ پر ناخن پالش لگائیں اور اس پر پانی ڈالیں پانی نیچے سرایت نہیں کرے گا۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ناخن پالش پانی کے سرایت کرنے میں رکاوٹ بنتی ہے لہذا جب پانی ناخنوں تک نہیں پہنچا تو وضو کیسے ہو جاتا ہے۔ غیر مقلدین جو اس انوکھے اجتہادی فتوے پر عمل کر رہے ہیں۔ وہ سراسر حدیث کی مخالفت کر رہے ہیں کہ اللہ کے نبی تو ناخن کے برابر جگہ خشک رہ جانے سے وضو کے لوٹانے کا حکم دیتے ہیں اور یہ ہیں کہ ۱۰۔ ۲۰ ناخنوں کی جگہ خشک رہ جانے پر بھی وضو کے

لوٹانے کا حکم نہیں دیتے بلکہ کہتے ہیں کہ وضو ہو جاتا ہے العیاذ باللہ۔ یہ ہے حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل جس کا الزام غیر مقلدین حضرات احناف پر لگاتے نہیں تھکتے

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

عمل بالحدیث کے دعویدار بتلائیں کہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

Marfat.com

النهي عن استقبال القبلة واستدبارها في البول و التغوط

پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ رُو ہونا اور پیٹھ کرنا منع ہے

۱- عن ابی ایوب (رضی اللہ تعالٰی عنہ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلۃ ولا تستدبروها ببول ولا غائط ولکن شرقوا او غربوا قال ابو ایوب فقدمنا الشام فوجدنا مراحیض قد بنیت قبل القبلۃ فننحرف عنها و نستغفر اللہ۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۳ مسلم ج ۱ ص ۱۳۰ واللفظ لمسلم)

حضرت ابو ایوب انصاری رض سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جب تم بیت الخلاء آؤ تو پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف نہ رُخ کرو نہ پیٹھ کرو البتہ مشرق یا مغرب کی طرف رُخ کرو۔ حضرت ابو ایوب انصاری رض فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ملک شام میں آئے تو ہم نے بیت الخلا قبلہ رُخ بنے ہوئے پائے ہم تو رُخ تبدیل کر لیتے تھے اور اللہ سے استغفار کر لیتے تھے۔

۲- عن ابی هریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا جلس احدکم علی حاجتہ فلا یستقبلن القبلۃ ولا یستدبرها (مسلم ج ۱ ص ۱۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے قضاء حاجت کے لیے بیٹھے تو وہ ہرگز ہرگز قبلہ کی طرف نہ رُخ کرے نہ پیٹھ۔

Marfat.com

۳۔ عن سھل بن حنیف ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثہ قال انت رسولی الی اھل مکۃ قل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارسلنی یقرأ علیکم السلام ویأمرکم بثلث لا تحلفوا بغیر اللہ واذا تخلیتم فلا تستقبلوا القبلۃ ولا تستدبروھا ولا تستنجو بعظم ولا بعرۃ

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۷)

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں قاصد بنا کر بھیجا فرمایا تم میرے قاصد بن کر اہل مکہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا ہے وہ تمہیں سلام کہتے ہیں اور تین چیزوں کا حکم دیتے ہیں۔ (۱) غیر اللہ کی قسم نہ کھاؤ (۲) جب بیت الخلا جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرو نہ پیٹھ، (۳) ہڈی اور مینگنی سے استنجا نہ کرو۔

۴۔ عن سھل بن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ذھب احدکم الخلاء فلا یستقبل القبلۃ ولا یستدبرھا۔

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۰۵)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء جائے تو قبلہ کی طرف نہ رخ کرے نہ پشت۔

۵۔ عن سلمان قال: قال لہ بعض المشرکین وھو یستھزئ بہ انی لاری صاحبکم یعلمکم کل شیئ حتی الخراءۃ قال اجل امرنا صلی اللہ علیہ وسلم ان

Marfat.com

لا نستقبل القبلۃ ولا نستدبرھا، الحدیث۔

(دار قطنی ج ۱ ص۵۷)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُن سے کسی مُشرک نے استہزاءً کہا کہ تمہارے صاحب تو تمہیں ہر چیز سکھلاتے ہیں حتیٰ کہ پیشاب پاخانہ کا طریقہ بھی، آپ نے کہا کہ ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم قبلہ کی طرف نہ رُخ کریں نہ پشت۔

۶۔ عن معقل بن ابی معقل الاسدی قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نستقبل القبلتین ببول او غائط،

(ابوداؤد ج ۱ ص۳)

حضرت معقل بن ابی معقل اسدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیشاب پاخانہ کرتے وقت دونوں قبلوں کی طرف رُخ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۷۔ عن سلمۃ بن وھرام قال سمعت طاؤسا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتی احدکم البراز فلیکرم قبلۃ اللہ فلا یستقبلھا ولا یستدبرھا، الحدیث۔

(دار قطنی ج ۱ ص۵۹)

حضرت سلمہ بن وہرام فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طاؤس رحمہ کو سُنا کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی پاخانے کے لیے آئے تو اُسے چاہیئے کہ وہ اللہ کے قبلہ کا اکرام کرے نہ اس کی طرف رُخ کرے نہ پشت۔

۸۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

من لم یستقبل القبلۃ ولم یستدبرھا فی الغائط کتبت لہ حسنۃ ومحی عنہ سیئۃ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۰۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بیت الخلاء میں نہ قبلہ کی طرف منہ کیا، نہ پیٹھ کی تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک گناہ مٹا دیا جائے گا۔

ابنِ قیم رحمہ اللہ کی تحقیق

قال ابن القیمؒ:

"ومن خواصھا (ای الکعبۃ) ایضاً انہ یحرم استقبالھا واستدبارھا عند قضاء الحاجۃ دون سائر بقاع الارض واصح المذاھب فی ھذہ المسئلۃ انہ لا فرق فی ذالک بین الفضاء والبنیان لبضعۃ عشر دلیلا قد ذکرت فی غیر ھذا الموضع،

(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد ج ۱ ص ۸)

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

بیت اللہ شریف کے خواص میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ قضائے حاجت کے وقت اس کی طرف رُخ کرنا اور پشت کرنا حرام ہے، دنیا کی باقی تمام جگہوں کے علاوہ، اور اس مسئلہ میں صحیح ترین مذہب یہ ہے کہ استقبال و استدبار میں کوئی فرق نہیں خواہ فضاء میں ہو یا عمارت میں (ہر جگہ حرام ہے) ان دس سے زیادہ دلائل کی وجہ سے جو میں

Marfat.com

نے دوسری جگہ بیان کئے ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ بول و براز (پیشاب پاخانہ) کرتے وقت بغیر کسی عذر کے قبلہ رُو ہونا اور پشت کرنا مطلقاً ناجائز ہے آبادی میں ہو یا صحرا میں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے، اور قبلہ شریف کے اکرام کرنے کا حکم دیا ہے جس کی صورت یہی بتلائی ہے کہ بول و براز کے وقت اُس کی طرف نہ رُخ کیا جائے اور نہ پشت، نیز آپ نے اس شخص کے لیے جو بول و براز کے وقت نہ قبلہ رُو ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی طرف پشت کرتا ہے نیکیوں کے ملنے اور گناہوں کے مٹنے کی نوید سنائی ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام بول و براز کے وقت قبلہ رُو ہونے اور اس کی طرف پشت کرنے سے بچتے تھے، اور اگر کہیں بیت الخلاء قبلہ رُو بنے ہوئے بھی ہوتے تو رُخ بدل کر بیٹھتے تھے چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث (عا) سے واضح ہے، امام ابن قیمؒ کی تحقیق کے مطابق صحیح ترین مذہب بھی یہی ہے کہ آبادی ہو یا صحرا، ہر حال میں بول و براز کے وقت قبلہ رُو ہونا اور اس کی طرف پشت کرنا منع ہے الّا یہ کہ کسی عذر کی وجہ سے کیا جائے تو وہ دُوسری بات ہے۔

لیکن ان صحیح، صریح، مرفوع احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ رو ہونا یا پشت کرنا بالکل جائز ہے۔ ناجائز ہونا تو درکنار مکروہ بھی نہیں ہے بلکہ مسنون ہے۔

چنانچہ محمد یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں :-

"مگر گھر میں یا کسی چیز کی آڑ میں جائز ہے" (دستور المتقی صفحہ ۵۲)

Marfat.com

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

"ولا یکرہ الاستقبال والاستدبار للاستنجاء"

(نزل الابرار ج ۱ ص ۵۳)

استنجا کرتے وقت قبلہ رُو ہونا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا مکروہ نہیں ہے۔

مفتی رشید احمد لدھیانوی لکھتے ہیں :

"ایک اور اعجوبہ سماعت فرمائیں۔ آبادی کے اندر بول وبراز کی حالت میں قبلہ کی طرف رُخ کرنے کا جواز مختلف فیہ ہے اس لیے احتیاط بہرحال اس میں ہے کہ اس سے احتراز کیا جاتے مگر اہلحدیث کے ہاں تو دوسرے مذاہب کی مخالفت ہی بڑا جہاد ہے چنانچہ کراچی میں انہوں نے اپنی مسجد کے استنجا خانے گرا کر از سر نو قبلہ رُخ تعمیر کرائے ہیں۔ وجہ پوچھنے پر ارشاد ہوا کہ یہ سنت چودہ سو سال سے مردہ تھی ہم نے اس کو زندہ کیا ہے۔"

(احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۹)

ملاحظہ فرمائیے :- اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما رہے ہیں کہ پیشاب پاخانہ کرتے وقت ہرگز قبلہ رو نہ ہونا۔ صحابہ کرام آپ کے فرمان کے مطابق عمل کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ استنجا خانے قبلہ رُخ بنے ہوتے ہوتے ہیں تو خود رُخ بدل لیتے ہیں لیکن وائے نادانی غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نہیں صاحب منع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ رُو ہونا اس کی طرف پیٹھ کرنا بالکل جائز ہے اور صرف جائز ہی نہیں بلکہ مسنون ہے حتیٰ کہ وہ قبلہ رُو ہو کر پیشاب کرنے کے لیے دوسرے رُخ پر بنے ہوئے استنجا خانے گرا کر قبلہ رُخ بنواتے ہیں اور اسے مردہ سنت کو زندہ کرنا سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

قارئین کرام دل پر ہاتھ رکھ کر اور کلیجہ کو تھام کر بتلائیے کیا اللہ کے نبی کے فرمان کے خلاف کوئی عمل سنت ہو سکتا ہے؟ کیا نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمان کے خلاف کسی عمل کو سنت قرار دینا یہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی شان اقدس میں گستاخی نہیں؟ کیا اللہ کے نبی کے فرمان کے خلاف عمل کو سنت قرار دینے والے اہلحدیث کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ ع

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے

قارئین کرام انصاف سے فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

Marfat.com

عدم وجوب غسل الجمعة وكونه سنّة

جمعہ کے دن غسل واجب نہیں سُنّت ہے

۱- عن ابی هريرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ فاحسن الوضوء ثم اتی الجمعة فدنی واستمع وانصت غفرله ما بينه وبين الجمعة وزيادة ثلثة ايام ومن مس الحصا فقد لغا۔

(رواہ الترمذی وقال هذا حديث حسن صحيح ج ۱ ص ۱۱۷)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے خوب اچھی طرح سے وضو کیا پھر نماز جمعہ کے لیے آیا اور قریب ہو کر کان لگائے اور خاموش رہا تو اس جمعہ سے اگلے جمعہ اور مزید تین دن کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے کنکریوں کو چھوا اس نے لغو کام کیا۔

۲- عن سمرة بن جندب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ يوم الجمعة فبها ونعمت ومن اغتسل فالغسل افضل۔

(ترمذی ج ۱ ص ۱۱۱، ابوداؤد ج ۱ ص ۵۱)

حضرت سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن وضو کیا تو خیر اچھا کیا اور جس شخص نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔

۳- عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا یوم عید جعلہ اللہ للمسلمین فمن جاء الجمعۃ فلیغتسل وان کان طیب فلیمس منہ وعلیکم بالسواک (ابن ماجہ ص۷۸)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک یہ عید کا دن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے (خاص) کردیا ہے پس جو شخص جمعہ کی نماز پڑھنے آئے اسے چاہیئے کہ وہ غسل کرے اور اگر خوشبو ہو تو وہ بھی لگالے اور تم پر مسواک لازم ہے۔

۴- عن ابن مسعودؓ قال من السنۃ الغسل یوم الجمعۃ (رواہ البزار ورجالہ ثقات، مجمع الزوائد ج ۲ ص۱۷۳)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے

۵- عن علیؓ قال یستحب الغسل یوم الجمعۃ ولیس بحتم (رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ ثقات مجمع الزوائد ج۲ ص۱۷۴)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جمعہ کے دن غسل کرنا مستحب ہے واجب نہیں۔

۶- عن عکرمۃ ان ناسا من اھل العراق جاءوا فقالوا یا ابن عباس اتری الغسل یوم الجمعۃ واجبا قال لا ولکنہ اطہر وخیر لمن اغتسل ومن لم یغتسل فلیس بواجب۔ الحدیث (ابوداود ج ۱ ص۵۱)

Marfat.com

حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے کہ کچھ اہل عراق (حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس) آئے اور کہنے لگے ابن عباسؓ کیا تم جمعہ کے دن غسل کرنے کو واجب سمجھتے ہو آپ نے فرمایا نہیں البتہ غسل زیادہ پاکیزگی کا سبب ہے اور جو غسل کرے اس کے لیے بہتر ہے اور جو نہ کرے تو واجب بھی نہیں ہے۔

۷۔ عن ابی وائل قال ذکروا غسل یوم الجمعة عنده فقال ابو وائل انه لیس بواجب رب شیخ کبیر لو اغتسل فی البرد الشدید یوم الجمعة لمات

(مصنف ابن ابی شیبة ج ۲ ص ۹۶)

حضرت عبیدہؒ (راوی حدیث) فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے حضرت ابو وائلؓ کے سامنے جمعہ کے دن کے غسل کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا (جمعہ کے دن) غسل واجب نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو بہت سے بوڑھے جمعہ کے دن سخت سردی میں نہاتے اور مرجاتے۔

۸۔ عن زاذان قال سألت علیا عن الغسل فقال اغتسل اذا شئت فقلت انما اسئلك عن الغسل الذی هو الغسل قال یوم الجمعة و یوم عرفة و یوم الفطر و یوم الاضحیٰ

(طحاوی ج ۱ ص ۸۲)

حضرت زاذانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے غسل کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا جب چاہو غسل کر لو۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو اس غسل کے متعلق پوچھ رہا ہوں جس کے کرنے میں فضیلت ہے۔ آپ

Marfat.com

نے فرمایا جمعہ کے دن عرفہ کے دن عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن۔

۹۔ عن ابن عمرؓ ان عمر بن الخطاب بینا ھو قائم فی الخطبۃ یوم الجمعۃ اذ جاء رجل من المھاجرین الاولین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فناداہ عمر ایۃ ساعۃ ھذہ قال انی شغلت فلم انقلب الی اھلی حتی سمعت التاذین فلم ازد ان توضأت فقال والوضوء ایضا وقد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یامر بالغسل۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۲۰)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہاجرین اولین صحابہ میں سے ایک صاحب (حضرت عثمانؓ) حاضر ہوئے حضرت عمرؓ نے پکار کر ان سے کہا کہ یہ (آنے کا) کونسا وقت ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں کسی کام میں مشغول تھا اور ابھی گھر بھی نہیں لوٹا تھا کہ میں نے اذان سنی اور وضو سے زیادہ کچھ نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا صرف وضو ہی کیا؟ حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے واجب نہیں ہے۔

پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کے

Marfat.com

دن اچھی طرح سے وضو کر کے آنے پر اجر و ثواب ذکر فرمایا ہے اس سے ظاہر ہوتا کہ جمعہ کے لیے اگر کوئی صرف وضو ہی کرے تو بھی کافی ہے۔ غسل واجب نہیں اگر غسل واجب ہوتا تو اس کو چھوڑ کر محض وضو کر لینے پر اتنا اجر و ثواب نہ ملتا۔

دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کے دن صرف وضو کر لینے کو بھی کافی بتلایا ہے البتہ غسل کو افضل قرار دیا ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ غسل واجب نہیں صرف افضل ہے۔

تیسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کے دن غسل کے ساتھ ساتھ خوشبو لگانے اور مسواک کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ غسل سنت ہے واجب نہیں ورنہ تو غسل کے ساتھ خوشبو لگانا اور مسواک کرنا بھی واجب ہوتا حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

چوتھی پانچویں چھٹی ساتویں آٹھویں احادیث سے بالترتیب ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت ابو وائلؓ سب جمعہ کے دن غسل کو سنت سمجھتے تھے واجب نہیں سمجھتے تھے۔ اگر جمعہ کے دن کا غسل واجب ہوتا تو یہ صحابۂ کرام اس کا انکار نہ فرماتے۔

نویں حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن غسل سنت ہے واجب نہیں کیونکہ حضرت عثمانؓ کے وضو کر کے آنے پر حضرت عمرؓ نے صرف انہیں ٹوکا تھا واپس نہیں بھیجا تھا کہ جاؤ غسل کر کے آؤ اگر غسل واجب ہوتا تو حضرت عمرؓ ضرور انہیں واپس بھیج دیتے اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا عمرؓ اور عثمانؓ دونوں کے نزدیک بھی غسل واجب نہیں ہے۔ یہی تابعین و تبع تابعین کا مسلک ہے اور اسی پر اجماع امت بھی ہے چنانچہ محمد بن عبدالرحمٰن الشافعی لکھتے ہیں "والغسل للجمعة سنة عند جميع الفقهاء الا داود والحسن" (رحمۃ الامۃ ص ۶۱)

Marfat.com

جمعہ کے لیے غسل تمام فقہاء کے نزدیک سنت ہے سوائے
داود ظاہری اور حسن کے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جمعہ کا غسل
واجب ہے چنانچہ نواب نورالحسن لکھتے ہیں۔

" و برائے جمعہ واجب ست "
(عرف الجادی صلا)

اور جمعہ کے لیے غسل واجب ہے

نواب وحیدالزماں لکھتے ہیں :۔

" ولمن یرید ان یصلی الجمعۃ واجب "

(نزل الابرار ۱ ص ۲۵)

اور جو شخص جمعہ کی نماز پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہے اس پر غسل واجب ہے۔

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں :۔

" جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے"۔ (دستور المتقی ص ۵۸)

ملاحظہ فرمائیے :۔ احادیث و آثار سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔ یہی صحابہ کرام کا مسلک ہے۔ اسی پر اجماع امت بھی ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب جمعہ کے دن غسل واجب ہے۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

یاد رہے کہ غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں داود ظاہری کی تقلید کی ہے کیونکہ وہ جمعہ کے غسل کو واجب قرار دیتے ہیں۔

ذیل میں غسل سے متعلق چند مسائل ذکر کئے جاتے ہیں یہ وہ مسائل ہیں جنہیں نواب وحیدالزماں صاحب نے نبی مختار (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی فقہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ وہ رقمطراز ہیں :۔

Marfat.com

۱۔ " ولوا دخل ذکرہ فی دبر نفسہ لا یلزم الغسل الا بالانزال " (نزل الابرار ج ۱ ص ۲۲)

اگر کسی شخص نے اپنا عضوِ تناسل اپنے پچھلے حصہ میں داخل کیا تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا مگر یہ کہ انزال ہو جائے۔

۲۔ " ولو لف الحشفۃ فی خرقۃ ثم اولجھا فان وجد لذۃ الجماع اغتسل والا لا " (نزل الابرار ج ۱ ص ۲۲)

اگر کسی نے اپنا عضو تناسل پٹی میں لپیٹ کر عورت کی شرمگاہ میں داخل کیا تو اس صورت میں اگر صحبت کا مزہ پایا ہے تو غسل کرے گا ورنہ نہیں۔

۳۔ " ولو اتی عذراء ولم یزل عذرتھا لا یجب الغسل ولو حبلت " (نزل الابرار ج ۱ ص ۲۲)

اگر کسی نے کنواری لڑکی سے صحبت کی اور لڑکی کا پردۂ بکارت زائل نہ ہوا تو غسل واجب نہیں ہوگا اگرچہ وہ لڑکی حاملہ ہو جائے۔

یہ اور ان جیسے دسیوں مسائل ہیں جنہیں نواب وحید الزماں صاحب نے نبی مختار کے فقہی مسائل کہہ کر پیش کیا ہے۔ نواب صاحب اگر حیات ہوتے تو ہم ان سے پوچھتے وہ تو اس دنیا سے جا چکے اس لیے اب ہم نواب صاحب کے مرثیہ خوانوں اور ان کی تعریف کے پل باندھنے والے غیر مقلدین سے پوچھتے ہیں کہ نواب صاحب کے یہ مسائل قرآن و حدیث کے مطابق ہیں یا مخالف؟ اگر یہ قرآن و حدیث کے مطابق ہیں تو پھر ان کے اثبات میں قرآن کی کوئی آیت یا احادیث میں سے کوئی حدیث پیش فرمائیں جس میں یہ مسائل درج ہوں۔

اور اگر یہ مسائل قرآن و حدیث کے خلاف ہیں تو پھر نواب صاحب اور ان کے متبعین کے بارے میں کیا فتویٰ ہے جو ان مسائل کو نہ صرف صحیح سمجھتے ہیں بلکہ

Marfat.com

انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فقہی مسائل قرار دیتے ہیں۔؟

نواب صاحب اگر ان مسائل کو اجتہادی مسائل کہہ کر پیش کرتے تو ہمیں اس سوال و جواب کی ضرورت نہ پڑتی لیکن انہوں نے چونکہ یہ مسائل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فقہی مسائل کہہ کر پیش کئے ہیں۔ (نواب صاحب نے اپنی کتاب کا نام رکھا ہے "نزل الابرار من فقہ النبی المختار"۔ جس کا مطلب ہے نبی مختار کی فقہ سے نیک لوگوں کی مہمانی) اس لیے اس سوال و جواب کی ضرورت پیش آئی۔

التیمم ضربتان

تیمم میں دو ضربیں ہیں

۱۔ عن ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین الی المرفقین۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۱۸۱)	حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک چہرہ کے لیے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔
۲۔ عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التیمم ضربۃ للوجہ وضربۃ للذراعین الی المرفقین۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۱۸۱)	حضرت جابرؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تیمم میں ایک ضرب چہرہ کے لیے ہے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں بازوؤں کے لیے۔

Marfat.com

۳- عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین الی المرفقین۔

(مستدرک حاکم ج ا ص۱۷۹)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک ضرب چہرہ کے لیے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔

۴- عن ابن عمرؓ رضی اللہ عنہما قال کان تیمم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضربتین ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین الی المرفقین

(جامع المسانید ج ا ص۲۳۴)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیمم دو ضربیں تھا ایک ضرب چہرہ کے لیے اور دوسری کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔

۵- عن نافع ان ابن عمر تیمم فی مربد النعم فقال بیدیہ علی الارض فمسح بھما وجھہ ثم ضرب بھما علی الارض ضربۃ اخری ثم مسح بھما یدیہ الی المرفقین،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ا ص۱۵۸)

حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے چوپایوں کے باڑہ میں تیمم کیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے چہرہ پر مسح کیا پھر دوسری مرتبہ دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر مسح کیا۔

Marfat.com

۶- عن نافع قال سألت ابن عمر عن التيمم فضرب بيديه الى الارض ومسح بهما يديه ووجهه وضرب ضربة اخرى فمسح بهما ذراعيه

(طحاوی ج ۱ ص ۸)

حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے تیمم کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے ہاتھوں اور چہرہ کا مسح کیا پھر دوسری بار دونوں ہاتھ مارے اور ان سے دونوں بازوؤں کا مسح کیا۔

۷- عن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجهه قال التیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة للذراعین الی المرفقین

(مسند امام زید ص ۸۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک ضرب چہرہ کے لیے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔

۸- عن جابر انه ضرب بیدیه الارض ضربة فمسح بهما وجهه ثم ضرب بهما الارض ضربة اخری فمسح بهما ذراعیه الی المرفقین

(مصنف ابن ابی شیبة ج ۱ ص ۱۶۱)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے چہرہ کا مسح کیا پھر دوبارہ دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔

Marfat.com

۹۔ عن حبيب الشهيد انه سمع الحسن سئل عن التيمم فضرب بيديه على الارض فمسح بهما وجهه ثم ضرب بيديه على الارض ضربة اخرى فمسح بهما يديه الى المرفقين ۔

حضرت حبیب شہید سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت حسنؓ (بصری) کو سنا کہ آپ سے تیمم کے بارے میں سوال کیا گیا آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے چہرہ کا مسح کیا پھر دوبارہ دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا مسح کیا

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۱۵۸)

۱۰۔ عن ابن طاؤس عن ابيه انه قال التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة للذراعين الى المرفقين ۔

ابن طاؤسؒ اپنے والد طاؤسؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ۔ ایک ضرب چہرہ کے لیے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۱۵۹)

۱۱۔ عن الزهری قال التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة للذراعين ۔

امام زہریؒ فرماتے کہ تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک ضرب چہرہ کے لیے اور ایک دونوں ہاتھوں کے لیے ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۱۵۹)

Marfat.com

۱۲- عن ابراهيم فى التيمم قال تضع راحتيك فى الصعيد فتمسح وجهك ثم تضعهما ثانية فتنفضهما فتمسح يديك وذراعيك الى المرفقين - (كتاب الآثار للامام ابى حنيفة بروايت الامام محمد ص۱۵)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے تیمم کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اپنے دونوں ہاتھ مٹی پر رکھ کر چہرہ کا مسح کرلو پھر دوبارہ دونوں ہاتھ رکھ کر جھاڑو اور کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں ـــــ کا مسح کرلو۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں۔ پہلی ضرب چہرہ پر مسح کے لیے اور دوسری ضرب دونوں ہاتھوں پر مسح کے لیے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ جلیل القدر صحابۂ کرام حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابرؓ کے نزدیک بھی تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ، زہریؒ، طاؤسؒ، ابراہیم نخعیؒ جیسے اجلۂ تابعین کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ بھی تیمم میں دو ضربوں ہی کے قائل ہیں (رحمۃ الامۃ ص۱۱)

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تیمم میں صرف ایک ہی ضرب ہوتی ہے اور کسی حدیث میں دو ضربوں کا ذکر نہیں۔

چنانچہ نواب نورالحسن لکھتے ہیں:۔

"تیمم یک ضربہ ست بر زمین" (عرف الجادی ص۱۱)

تیمم ایک ضرب ہے زمین پر۔

نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں۔

"در احادیث صحیحہ جز یک ضربہ از برای وجہ و کفین دیگر ہیچ نیامدہ" (بدور الاہلۃ ص۔۔)

صحیح احادیث میں چہرہ اور ہتھیلیوں کے لیے سوائے ایک ضرب کے

اور کچھ نہیں آیا -

ملاحظہ فرمائیے - احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں -
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام، تابعین عظام سب کہہ رہے ہیں کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب دو نہیں ایک ہے -
قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی کھلی مخالفت ہے یا موافقت -؟

اقل الحیض واکثرہ

حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت

۱- عن ابی امامۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اقل الحیض ثلاث و اکثرہ عشر -

(رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۸۰)

حضرت ابو امامۃؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے -

۲- عن واثلۃ بن الاسقع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقل الحیض ثلثۃ ایام و اکثرہ عشرۃ ایام

(دار قطنی ج ۱ ص ۲۱۹)

حضرت واثلۃ بن اسقعؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے -

۳- عن انس قال ادنی الحیض ثلثۃ ایام

(رواہ الدارمی ج ۱ ص ۲۱۰، قلت رجالہ رجال مسلم اعلاء السنن ج ۱ ص ۲۴۲)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن ہے -

Marfat.com

۴۔ عن انس قال ادنی الحیض ثلثۃ واقصاہ عشرۃ،
(دارقطنی ج ۱ صفحہ ۲۱۹)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

۵۔ عن الحسن ان عثمان بن ابی العاص الثقفی قال الحائض اذا جاوزت عشرۃ ایام فھی بمنزلۃ المستحاضۃ تغتسل وتصلی۔
(دارقطنی ج ۱ صفحہ ۲۱۰)

حضرت حسنؒ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حائضہ عورت جب دس سے تجاوز کر جائے تو وہ بمنزلہ مستحاضہ عورت کے ہے غسل کر کے نماز پڑھے گی۔

۶۔ عن سفیان قال اقل الحیض ثلث واکثرہ عشر۔
(دارقطنی ج ۱ صفحہ ۲۱۰)

حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

مذکورہ احادیث وآثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

لیکن ان احادیث وآثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ حیض کی اقل و اکثر کوئی مدت متعین نہیں اور نہ ہی تعیین مدت پر کوئی دلیل موجود ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں :۔

" و در تقدیر اقل و اکثر حیض آنچہ بتمسک ارزد نیامدہ "
(بدور الاہلہ صفحہ ۳۵)

Marfat.com

اور حیض کی اقل و اکثر مدت کی تعیین سے متعلق کوئی قابل تمسک دلیل نہیں آئی۔

نواب نور الحسن خاں لکھتے ہیں :-

" نیست مدت برائے اقل و اکثر حیض .... و در شرع دلیل از برائے اقل و اکثر طہر و حیض نیامدہ " ۔ (عرف الجادی صلہ ۱)

اور اقل و اکثر حیض کی کوئی مدت متعین نہیں ۔ اور شریعت میں اقل و اکثر طہر و حیض کے متعلق کوئی دلیل نہیں آئی ۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

ولاحد لاقلہ واکثرہ" (نزل الابرار ج ۱ ص ۲۵)

اقل و اکثر حیض کی کوئی حد نہیں

ایک دوسرے مقام پر نواب صاحب رقمطراز ہیں :-

" اور اس باب میں جو حدیثیں حنفیوں نے روایت کی ہیں وہ سب موضوع اور باطل ہیں اور صحیح مذہب اہل حدیث کا ہے کہ حیض کی کوئی مدت متعین نہیں ہوسکتی ۔ ہر ایک عورت کی عادت پر اس کا انحصار ہے " ۔ (تیسیر الباری ج ۱ ص ۲۳۰)

ملاحظہ فرمائیے : احادیث و آثار سے تو حیض کی اقل و اکثر مدت ثابت ہو رہی ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب حیض کی کوئی مدت متعین نہیں ، قارئین فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

Marfat.com

لا یجوز مس المصحف الا بطہارۃ

طہارت کے بغیر قرآن پاک کو چھونا جائز نہیں

لَا یَمَسُّهُ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۵۶: ۷۹ نہیں چھوتے اسکو مگر پاک لوگ

۱۔ عن حکیم بن حزام رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما بعثہ والیا الی الیمن قال لا تمس القرآن الا وانت طاہر (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۸۵ دارقطنی ج ۱ ص ۱۲۲)

حضرت حکیم بن حزام سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب انہیں یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ تم قرآن کو نہ چھونا مگر اس حالت میں کہ تم پاک ہو۔

۲۔ عن عبد اللہ بن عمر رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یمس القرآن الا طاہر۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر والصغیر ورجالہ موثقون مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۷۶)

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کو پاک آدمی کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

۳۔ عن عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم ان فی الکتاب الذی کتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمرو بن حزم ان لا یمس القرآن الا طاہر (موطا امام مالک ص ۱۸۵)

حضرت عبداللہ بن ابوبکر بن حزم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خط عمرو بن حزم کو لکھا تھا اس میں یہ بات بھی تھی کہ قرآن کو پاک آدمی کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

Marfat.com

۴۔ عن انس بن مالك قال خرج عمر متقلد السيف فقيل له ان ختنك واختك قد صبوا فاتاهما عمر وعندهما رجل من المهاجرين يقال له خباب وكانوا يقرؤن طٰہٰ فقال اعطونی الكتاب عندكم اقرأه وكان عمر يقرأ الكتاب فقالت له اخته انك رجس ولا يمسه الا المطهرون فقم فاغتسل اوتوضأ فقام عمر فتوضأ ثم اخذ الكتاب فقرأ طٰہٰ۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۱۲۳)

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ تلوار لٹکا کر نکلے آپ سے کہا گیا کہ آپ کے تو بہنوئی اور بہن صابی ہو گئے ہیں۔ آپ سیدھے بہن بہنوئی کے پاس آئے ان کے پاس مہاجرین میں سے ایک صاحب جنہیں خبابؓ کہا جاتا ہے موجود تھے یہ سب سورۃ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ کتاب دو جو تم پڑھ رہے تھے میں بھی پڑھوں اور کتاب پڑھنے لگے۔ آپ سے آپ کی بہن نے کہا کہ تم تو ناپاک ہو اور کتاب اللہ کو پاک لوگ ہی چھوتے ہیں اس لیے کھڑے ہو اور غسل یا وضو کرو حضرت عمر اٹھے وضو کیا پھر کتاب لے کر سورۃ طٰہٰ پڑھی۔

۵۔ كان ابو وائل يرسل خادمه وهى حائض الى ابى رزين فتاتيه بالمصحف فتمسك بعلاقته۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۳)

حضرت ابو وائلؒ اپنی خادمہ کو حالتِ حیض ہی میں حضرت ابو رزینؒ کے پاس بھیجتے تھے اور خادمہ ان کے یہاں سے قرآن مجید ڈوری سے پکڑ کر لاتی تھی۔

Marfat.com

آیت کریمہ اور احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ قرآن مجید کو چھونے کے لیے طہارت شرط ہے۔ طہارت (وضو یا غسل) کے بغیر قرآن کو چھونا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے منع فرمایا ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام کا اسی پر عمل ہے اور اسی پر اجماع امت بھی ہے۔

چنانچہ عبدالرحمٰن الشافعی لکھتے ہیں۔

"ولا یجوز مس المصحف ولا حمله لمحدث بالاجماع"

(رحمۃ الامۃ صفحہ ۱۵)

اور جائز نہیں ہے قرآن کا چھونا اور اٹھانا بے وضو شخص کے لیے اجماعی طور پر۔

لیکن آیت کریمہ احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قرآن کو چھونے کے لیے طہارت شرط نہیں ہے۔ طہارت کے بغیر بھی قرآن کو چھو سکتے ہیں۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:۔

"وقیل لا یشترط الطهارة لمس المصحف وجزم به الشوکانی وغیره من اصحابنا"

(نزل الابرار ۱ صفحہ)

اور کہا گیا ہے کہ قرآن کو چھونے کے لیے طہارت شرط نہیں ہے اسی پر ہمارے اصحاب میں سے شوکانی وغیرہ نے جزم کیا ہے۔

نواب نورالحسن لکھتے ہیں:۔

"اگرچہ محدث را مس مصحف جائز باشد" (عرف الجادی صفحہ ۱۵)

اگرچہ بے وضو شخص کے لیے قرآن کو چھونا جائز ہے۔

Marfat.com

ملاحظہ فرمائیے :۔ اللہ تعالیٰ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابۂ کرام تابعین عظام ائمہ مجتہدین سب کہہ رہے ہیں کہ طہارت کے بغیر قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے لیکن ان سب سے ہٹ کر غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب قرآن کو بلا طہارت بھی چھونا جائز ہے۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے کہ یہ قرآن وحدیث کی کھلی مخالفت ہے یا موافقت ہے یاد رہے کہ غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں داود ظاہری کی تقلید کی ہے کیونکہ وہی قرآن مجید کو بلا طہارت چھونے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

طهارة الثوب والبدن شرط لصحة الصلوٰة

کپڑوں کا اور بدن کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کیلئے شرط ہے

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ : ۷۴ : ۴ ۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھئے۔

۱۔ عن عائشة انها قالت قالت فاطمة بنت ابی حبیش لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یارسول اللہ انی لا اطہر افادع الصلوٰۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ذٰلك عرق ولیس بالحیضة فاذا اقبلت الحیضة فاترکی الصلوٰۃ فاذا ذھب قدرھا فاغسلی عنك الدم وصلی (بخاری ج ۱ صـ ۴۴)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہؓ بنت ابو حبیش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا میں نماز پڑھنی چھوڑ دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا کہ یہ رگ سے نکلنے والا خون ہے حیض نہیں ہے اس لیے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دے اور جب اندازہ کے مطابق وہ ایام گزر جائیں تو خون کو دھولے اور نماز پڑھ لے۔

۱- عن ابی سعید الخدری ــــــــــــ قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باصحابہ اذ خلع نعلیہ فوضعہما عن یسارہ فلما رای القوم ذالک القوا نعالھم فلما قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاتہ قال ما حملکم علی القائکم نعالکم قالوا رأیناک القیت نعلیک فالقینا نعالنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان جبریل علیہ السلام اتانی فاخبرنی ان فیہما قذرا الحدیث۔

(ابوداود ج ۱ ص ۹۵)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک آپ نے جوتیاں اتار کر بائیں طرف رکھ دیں صحابہ کرام نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی جوتیاں اتار دیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا کہ تمہیں جوتیاں اتارنے پر کس چیز نے ابھارا؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہم نے آپ کو جوتیاں اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تو جبرئیل امین نے آکر خبر دی تھی کہ جوتیوں میں ناپاکی (لگی ہوئی) ہے

آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے

Marfat.com

بدن کا پاک ہونا اور کپڑوں کا پاک ہونا ضروری ہے۔ اگر بدن پر اور کپڑوں پر مقدارِ عفو سے زیادہ نجاست لگی رہی اور اسی حالت میں نماز پڑھ لی تو نماز صحیح نہیں ہو گی۔

آیت کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کپڑوں کے پاک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ صحت صلاۃ کے لیے کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے۔ اگر ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھی تو صحیح نہیں ہو گی۔

حدیث نمبر ۲ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نعلین پہن کر نماز پڑھا رہے تھے۔ جبریل امین نے آکر اطلاع دی کہ یہ ناپاک ہیں تو آپ نے وہ اتار دیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کپڑوں وغیرہ کا پاک ہونا بھی صحتِ نماز کے لیے شرط ہے ورنہ آپ اپنی جوتیاں نہ اتارتے انہی میں نماز پڑھاتے رہتے۔ رہی یہ بات کہ آپ نے ان جوتیوں میں پڑھی ہوئی نماز کیوں نہیں لوٹائی تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ نجاست تھوڑی ہو گی جو معاف ہے؟

حدیث نمبر ایک سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش ؓ کو بدن سے خون صاف کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے بدن کا نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونا بھی شرط ہے اور اس پر اجماعِ امت بھی ہے۔

لیکن آیت کریمہ اور احادیثِ مبارکہ کے خلاف غیر مقلدین حضرات کا بلاتفریق یہ کہنا ہے کہ اگرچہ بدن پر نجاست لگی ہوئی ہو اور کپڑے بیشک ناپاک ہوں تاہم نماز صحیح ہو جائے گی۔ نماز کے صحیح ہونے کے لیے بدن اور کپڑوں کا پاک ہونا شرط نہیں۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:۔

Marfat.com

"فمن صلی ملابسا لنجاسۃ عامداً فقد اخل بواجب وصلاتہ صحیحۃ" (

جس شخص نے جان بوجھ کر نجاست لگے ہوئے نماز پڑھی اس نے واجب میں خلل ڈالا البتہ نماز اس کی صحیح ہے۔

نیز فرماتے ہیں :۔

"وطہارت محمول وملبوس را شرط صحت نماز گردانیدن کما ینبغی نیست"

(بدور الاہلہ صہ ۳۹)

نماز کے صحیح ہونے کے لیے اٹھائی ہوئی چیز اور پہنے ہوئے کپڑوں کے پاک ہونے کو شرط قرار دینا مناسب نہیں ۔

نواب نور الحسن خان لکھتے ہیں :۔

" یا در جامۂ ناپاک نماز گزارد نمازش صحیح ست"۔ (عرف الجادی صہ ۲۲)

ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھی تو اس کی نماز صحیح ہے۔

ملاحظہ فرمائیے :۔ آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز صحیح ہونے کے لیے کپڑے اور بدن کا پاک ہونا شرط ہے۔ ناپاک کپڑوں میں اور ناپاک بدن سے نماز صحیح نہیں ہوگی۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب طہارت کو شرط قرار دینا مناسب نہیں۔ ناپاکی لگے ہوئے بھی نماز صحیح ہے۔

قارئین آپ خود فیصلہ فرمائیے یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

طهارة المكان شرط لصحة الصلوة

جگہ کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کیلئے شرط ہے

وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا

Marfat.com

بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔ ۲:۱۲۵

اور ہم نے (حضرت) ابراہیم و (حضرت) اسماعیل علیہما السلام کی طرف حکم بھیجا کہ میرے گھر کو خوب پاک رکھا کرو، طواف و اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے۔

وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔ ۲۲:۲۶

اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع و سجود کرنیوالوں کے لیے پاک رکھنا۔

۱۔ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی ان یصلی فی سبعۃ مواطن فی المزبلۃ والمجزرۃ والمقبرۃ وقارعۃ الطریق وفی الحمام ومعاطن الابل وفوق ظہر بیت اللہ۔ (ترمذی ج ۱ ص ۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ کوڑے کرکٹ کی جگہ میں جانور ذبح کرنے کی جگہ میں قبرستان میں، راستہ چلنے کی جگہ میں، حمام میں، اونٹوں کے باڑے میں اور بیت اللہ کی چھت پر۔

۲۔ عن انس بن مالک قال بینما نحن فی المسجد مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ جاء اعرابی فقام یبول فی المسجد فقال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہ مہ قال قال

Marfat.com

رسول الله صلی الله علیہ وسلم لا تزرموه دعوه فتركوه حتی بال ثم ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم دعاه فقال له ان هذه المساجد لا تصلح لشئ من هذا البول ولا القذر انما هی لذکر الله والصلوٰة وقراءة القرآن او کما قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم قال فامر رجلا من القوم فجاء بدلو من ماء فشنه علیه۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۳۸)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا صحابہ کرام اسے ڈانٹتے ہوئے کہنے لگے رُک جا رُک جا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا پیشاب نہ روکو۔ جانے دو چنانچہ صحابہ کرام نے اسے چھوڑ دیا حتیٰ کہ اس نے پیشاب کر لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا کہ یہ مسجدیں پیشاب پاخانہ کے لیے نہیں ہوتیں، یہ تو اللہ کے ذکر، نماز اور قرآن کی تلاوت کے لیے ہیں، یا ایسا ہی کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے ایک شخص کو حکم دیا وہ پانی کا ایک ڈول بھر کے آیا اور پیشاب کی جگہ بہا دیا۔

آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ صحت صلاۃ کے لیے جگہ کا پاک ہونا بھی شرط ہے اگر کسی نے ناپاک جگہ پر نماز پڑھی تو اس کی نماز

Marfat.com

صحیح نہیں ہو گی۔

لیکن آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں :۔

" وطہارت مکان نماز واجب ست شرط صحت نماز نیست "

بدور الاھلہ ص۴۱

نماز کی جگہ کا پاک ہونا واجب ہے نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط نہیں ہے۔

نواب نور الحسن خاں لکھتے ہیں :۔

" وطہارت مکان نماز واجب ست نہ شرط صحت نماز (عرف الجادی ص۲۱)

نماز کی جگہ کا پاک ہونا واجب ہے نہ کہ نماز کے صحیح ہونے کی شرط۔

ملاحظہ فرمایئے :۔ آیات کریمہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے لیے جگہ کا پاک ہونا بھی ضروری ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ اگر جگہ پاک نہ ہوئی تو نماز صحیح نہیں ہو گی لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب نماز کے صحیح ہونے کے لیے جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ناپاک جگہ پر بھی نماز پڑھ لی تو نماز صحیح ہو جائے گی۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن وحدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

ستر العورة شرط لصحة الصلوٰة

ستر کا ڈھانپنا نماز کے صحیح ہونے کیلئے شرط ہے

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (۷:۳۱)

اے بنی آدم تم اپنی آرائش سے لو ہر نماز کے وقت

Marfat.com

۱۔ عن عائشة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تقبل صلوٰة الحائض الا بخمار،

(ترمذی ج ۱ صفحہ ۸۶ ابوداؤد صفحہ ۹۴)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوان عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔

۲۔ عن عبد الله بن ابی قتادة عن ابیه رفعه لا یقبل الله من امرأة صلاة حتی تواری زینتها ولا جاریة بلغت المحیض حتی تختمر

(اخرجه الطبرانی فی الاوسط بحوالہ الدرایۃ ج ۱ صفحہ ۱۲۲)

حضرت عبد اللہ بن ابی قتادہ اپنے والد سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عورت کی نماز اس وقت تک قبول نہیں فرماتے جب تک کہ وہ اپنی زینت نہ چھپالے اور نہ کسی ایسی لڑکی کی نماز قبول فرماتے ہیں جو کہ بالغ ہوگئی ہو جتنی کہ وہ اوڑھنی اوڑھ لے۔

آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے ستر ڈھانپنا بھی شرط ہے۔ اگر دوران نماز بلا عذر ستر کھلا رہا تو نماز نہیں ہوگی اسی پر اجماع امت بھی ہے۔

لیکن آیت کریمہ، احادیث مبارکہ اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ بلا ستر ڈھانپے نماز کے صحیح نہ ہونے کو ہم نہیں مانتے ستر کھلا رہنے کے باوجود نماز ہو جاتی ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:۔

• واما آنکہ نمازِ زن اگرچہ تنہا یا بازناں یا با شوہر یا دیگر محارم باشد

Marfat.com

بے ستر تمام عورت صحیح نیست پس غیر مسلم ست"۔ (بدور الاہلہ ص ۳۹)
رہی یہ بات کہ عورت کی نماز اگرچہ وہ تنہا ہو یا دوسری عورتوں کے ساتھ ہو یا شوہر یا دوسرے محرموں کے ساتھ ہو تو پورے ستر کے ڈھانپے بغیر نماز نہیں ہوتی تو یہ بات ہمیں تسلیم نہیں۔

نواب نور الحسن خاں لکھتے ہیں :۔

" واز ینجا دریافتہ باشی کہ ہر کہ چیزی از عورتش در نماز نمایاں شد یا در جامہ ناپاک نماز گزارد نمازش صحیح ست"۔ (عرف الجادی ص ۲۲)
یہیں سے تجھے معلوم ہوگا کہ نمازی کے ستر کا جو حصہ بھی نماز میں کھل جاتے یا وہ ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھ لے تو اس کی نماز صحیح ہے۔

ملاحظہ فرمائیے : قرآن و حدیث اور اجماع اُمت سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ نماز پڑھنے والے کے لیے ستر ڈھانپنا ضروری ہے ۔ اگر بلا عذر ستر کھلا رہا تو نماز نہیں ہوگی لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب ہم نہیں مانتے کہ بلا ستر نماز نہیں ہوتی ۔ ستر ڈھانپے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے ۔
قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

فضیلۃ الاسفار بالفجر

فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھنا افضل ہے

۱۔ عن عبد اللہ بن مسعودؓ قال ما رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی الصلاۃ لغیر میقاتہا الا صلوتین جمع بین المغرب والعشاء (بجمع) وصلی الفجر قبل میقاتہا۔ (بخاری ص ۲۲۸)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز بھی بے وقت پڑھی ہو سوائے دو نمازوں یعنی مغرب اور عشاء کے کہ ان کو آپ نے (مزدلفہ) میں اکٹھا پڑھا اور فجر کو وقت سے پہلے۔

۲- عن رافع بن خدیج ـــــــ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر۔ (ترمذی ج ۱ ص ۲۲)

حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ فجر کو خوب روشنی میں پڑھو کیونکہ اس میں بہت بڑا ثواب ہے۔

۳- عن محمود بن لبید عن رجال من قومہ من الانصار ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما اسفرتم بالصبح فانہ اعظم للاجر۔ (نسائی ج ۱ ص ۶۱)

حضرت محمود بن لبیدؓ نے اپنی قوم کے کئی انصاریوں سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا روشن کرو گے تم فجر کو اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔

۴- عن بیان قال قلت لانس حدثنی بوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوٰۃ قال کان یصلی الظہر عند دلوک الشمس و یصلی العصر بین صلوتیکم الاولی و العصر و کان یصلی المغرب

Marfat.com

عند غروب الشمس و یصلی العشاء عند غروب الشفق و یصلی الغداة عند الفجر حین یفتتح البصر کل ما بین ذالک وقت او قال صلوۃ۔ (مسند ابی یعلی ج ۷ ص ۶۹ تحقیق حسین سلیم اسد)

حضرت بیانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے عرض کیا کہ آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے اوقات بتلائیے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ظہر کو سورج کے ڈھل جانے کے وقت پڑھتے تھے اور عصر ہماری دونوں نمازوں میں سے پہلی (ظہر) اور عصر (کے وقت) کے درمیان پڑھتے تھے اور مغرب غروب آفتاب کے وقت پڑھتے تھے اور عشاء غروب شفق کے وقت پڑھتے تھے اور فجر صبح صادق کے طلوع ہونے کے وقت پڑھتے تھے جب کہ آنکھ دور سے کسی چیز کو دیکھ لیتی تھی۔ ان کے درمیان نماز کا وقت ہے یا نماز ہے

۵۔ ثنا المعتمر سمعت بیانا ابا سعید قال سمعت انسا یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الصبح حین یفسح البصر رواہ الامام ابو محمد القاسم ثابت السرقسطی فی کتاب غریب الحدیث و قال یقال فسح البصر وانفسح اذا رأی الشیئ من بعد یعنی به اسفار الصبح (نصب الرایۃ ج ۱ ص ۲۳۹)

حضرت معتمرؒ نے بیان کیا کہ میں نے بیان یعنی ابو سعید کو سنا انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا

Marfat.com

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جس وقت کہ آنکھ دور سے کسی چیز کو دیکھ لیتی تھی، یہ حدیث امام ابو محمد قاسم ثابت سرقسطی نے کتاب "غریب الحدیث" میں روایت کی ہے اور فرمایا ہے کہ فَسَحَ البَصَرُ وَانْفَسَحَ اس وقت کہا جاتا ہے جب کہ آنکھ دور سے کسی چیز کو دیکھے اور مراد اس سے حدیث میں صبح کا اجالا ہے۔

۶- عن رافع بن خدیج یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لبلال رضی اللہ عنہ نور بصلوۃ الصبح حتی یبصر القوم مواقع نَبْلِهِمْ من الاسفار۔ (رواہ ابن ابی حاتم وابن عدیؒ الطیالسی واسحاق وابن ابی شیبۃ والطبرانی واسنادہ حسن۔ آثار السنن ص۵۵)

حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ صبح کی نماز کو روشنی میں پڑھو یہاں تک کہ لوگ روشنی کی وجہ سے اپنے تیر اندازی کے نشانے کو دیکھنے لگیں۔

۷- عن عبد الرحمن بن یزید قال کان عبد اللہ بن مسعود یسفر بصلوۃ الغداۃ۔ (معجم طبرانی کبیرہ ۹ ص۲۵۸)

حضرت عبد الرحمن بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فجر کی نماز خوب اجالا کرکے پڑھتے تھے۔

Marfat.com

آپ نے ایک دفعہ حج کے موقعہ پر مزدلفہ میں غلس (اندھیرے) میں نماز پڑھی تو اسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عام معمول کے وقت سے پہلے نماز پڑھنا ذکر فرمایا، اگر آپ کا معمول غلس میں نماز پڑھنے کا ہوتا تو کبھی بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آپ کے مزدلفہ میں غلس میں نماز پڑھنے کو عام معمول کے وقت سے پہلے نماز پڑھنا نقل فرماتے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابودرداءؓ اوران کے علاوہ عام صحابۂ کرام کا معمول بھی فجر کی نماز اسفار ہی میں پڑھنے کا تھا چنانچہ جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعیؒ کا یہ فرمانا کہ صحابۂ کرام جس قدر فجر کی نماز کے خوب روشن کر کے پڑھنے پر متفق تھے اتنا کسی اور پر نہیں تھے اس پر شاہد ہے

لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل، آپ کے تاکیدی حکم اور عام صحابۂ کرام کے معمول کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ فجر کی نماز غلس (اندھیرے) میں پڑھنا افضل ہے۔

چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

"فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے"۔ (دستور المتقی ص۸)

غیر مقلدین کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

"آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین ہمیشہ غلس (اندھیرے) میں فجر کی نماز پڑھتے رہے"۔ (فتاویٰ علماء حدیث ج۲ ص۱۵۵)

ملاحظہ فرمائیے:- احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فجر کی نماز اجالے میں پڑھتے تھے اور صحابۂ کرام کو بھی یہی حکم دیتے تھے کہ فجر کی نماز اسفار میں پڑھو کیونکہ یہ بڑے اجر کا باعث ہے اور صحابۂ کرام

Marfat.com

آپ کے کہنے کے مطابق ہی عمل بھی کرتے تھے لہٰذا فجر کی نماز اسفار ہی میں پڑھنا افضل ہونا چاہیئے لیکن غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نہیں صاحب فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا ہی افضل ہے۔

قارئین ذرا سوچئے کیا اللہ کے نبی اور صحابہ کے عمل کے خلاف کسی عمل میں افضلیت ہو سکتی ہے ؟

کیا یہ بات مانی جا سکتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین ہمیشہ غلس میں نماز پڑھتے رہے ؟ کیونکہ اگر یہ بات مان لی جائے تو اس کا مطلب تو نعوذ باللہ یہ ہوگا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و عمل میں مطابقت نہیں۔ دوسروں کو حکم تو دیں کہ اجالے میں نماز پڑھو اور خود اندھیرے میں پڑھیں العیاذ باللہ۔ غیر مقلدین کو اس کی کیا پرواہ ہے انہیں تو اپنا خود ساختہ مسلک عزیز ہے چاہے جو ہوتا ہے سو ہوتا رہے۔ قارئین کرام آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

تاخیر الظہر فی الصیف وتعجیلها فی الشتاء

ظہر کی نماز گرمیوں میں تاخیر سے اور سردیوں میں جلدی پڑھنی چاہیئے

۱۔ عن انس بن مالك قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان الحر ابرد بالصلوة واذا كان البرد عجل۔ (نسائی جلد ا ص۸۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز گرمی میں ٹھنڈے وقت میں پڑھتے تھے اور

Marfat.com

سردی میں جلدی پڑھ لیتے تھے۔

۲۔ عن ابی سعید قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابردوا بالظہر فان شدۃ الحر من فیح جہنم۔ (بخاری ج ۱ ص۷۷)

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے بھاپ (کی وجہ) سے ہوتی ہے۔

۳۔ عن ابی ذر الغفاری قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فاراد المؤذن ان یؤذن للظہر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال له ابرد حتی رأینا فیئ التلول فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان شدۃ الحر من فیح جہنم فاذا اشتد الحر فابردوا بالصلوۃ۔

(بخاری ج ۱ ص۷۷، مسلم ج ۱ ص۲۲۴)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ٹھنڈا کر۔ مؤذن نے دوبارہ اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس سے پھر فرمایا ٹھنڈا کر حتی کہ ہمیں ٹیلوں کا سایہ نظر آنے لگا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے ہوتی ہے لہذا جب

Marfat.com

گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ ظہر کی نماز گرمیوں میں تاخیر سے پڑھنی چاہیے اور سردیوں میں جلدی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی معمول ہے اور اسی کا آپ نے حکم دیا ہے۔

لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس معمول اور حکم کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز ہر حالت میں (گرمی سردی کے فرق کے بغیر) اول وقت میں پڑھنی افضل ہے چنانچہ۔

ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں :-

"نماز ہر حالت میں اول وقت پڑھنی افضل ہے"

(فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۵۵۳)

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول ہے کہ آپ ظہر کی نماز سردیوں میں جلدی اور گرمیوں میں تاخیر سے پڑھتے ہیں۔ یہی آپ نے دوسروں کو حکم بھی دیا ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب نماز اول وقت میں پڑھنی افضل ہے۔ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معمول اور آپ کے حکم کے خلاف پڑھی جانے والی کسی نماز میں افضلیت ہو سکتی ہے ؟-

قارئین فیصلہ فرمائیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معمول اور آپ کے حکم کے خلاف کوئی عمل اپنانا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

Marfat.com

كراهة الصلوة فى الاوقات الثلث

تین اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے

۱۔ عن عقبة بن عامر الجهنى يقول ثلث ساعات كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهانا ان نصلى فيهن او ان نقبر فيهن موتانا حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس وحين تضيف الشمس للغروب حتى تغرب۔ (مسلم جلد اول صفحہ ۲۷۶)

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رض فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں منع فرماتے تھے تین اوقات میں نماز پڑھنے سے بھی اور مردوں کو دفنانے سے بھی۔ ایک تو جب سورج طلوع ہو رہا ہو یہاں تک کہ بلند ہو جائے۔ دوسرے جس وقت کہ ٹھیک دوپہر ہو جب تک زوال نہ ہو جاتے۔ تیسرے جس وقت سورج ڈوبنے لگے جب تک کہ پورا ڈوب نہ جاتے۔

مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ تین اوقات ایسے ہیں جن میں کوئی بھی نماز جائز نہیں نہ فرض نہ واجب، نہ سنت نہ نفل۔ (۱) طلوعِ آفتاب (۲) زوالِ آفتاب (۳) غروبِ آفتاب۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور کسی نماز اور کسی دن کو اس ممانعت سے خاص

Marfat.com

نہیں کیا۔

لیکن اس صریح وصحیح مرفوع حدیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تحیۃ المسجد ان تینوں اوقات میں اور مطلق نوافل جمعہ کے دن زوال کے وقت پڑھنے جائز ہیں۔ چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

" ومنها تحية المسجد........ وهي مشروعة في جميع الاوقات حتى في الاوقات المنهي عن الصلوٰة فيها " الخ

(نزل الابرار ج ۱ ص ۱۲۷)

انہیں میں سے تحیۃ المسجد بھی ہے اور یہ تمام اوقات میں جائز ہے حتیٰ کہ جن اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے ان میں بھی،

ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:۔

" مگر زوال کے وقت جمعہ کے روز نفل وغیرہ پڑھنی جائز ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۴۳)

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو فرما رہے ہیں کہ تین اوقات میں کوئی سی بھی نماز نہ پڑھنا۔ ان اوقات میں نماز جائز نہیں لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب نوافل پڑھ لینے چاہئیں وہ جائز ہیں۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک چیز کو منع کر دینے کے بعد اس کے کرنے کا فتویٰ دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

Marfat.com

عدم جواز الجمع بین الصلوتین بغیر عذر

بلا عُذر دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا جائز نہیں

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى : ۲ - ۲۳۸

محافظت کرو سب نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا : ۴ : ۱۰۳

بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقررہ وقتوں میں۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ : ۱۰۷ : ۴ - ۵

پھر خرابی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔

۱۔ عن عبد الله قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي الصلوة لوقتها الا بجمع وعرفات۔
(نسائی ج ۲ ص ۳۶)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وقت پر پڑھتے تھے سوائے مزدلفہ اور عرفات کے

۲۔ عن عبد الله قال ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى صلاة الا لميقاتها الا صلاتين صلوة المغرب والعشاء بجمع وصلى الفجر يومئذ قبل ميقاتها۔ (مسلم ج ۱ ص ۴۱۷)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دیکھا نماز وقتوں پر پڑھتے دیکھا سوائے دو نمازوں یعنی مغرب و عشاء کے مزدلفہ میں اس دن آپ نے فجر کی نماز وقت (معتاد) سے پہلے پڑھی۔

۳- عن عثمان بن عبد اللہ بن موھب قال سئل ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ ما التفریط فی الصلوٰۃ قال ان تؤخر حتی یجیئ وقت الاخری۔

(طحاوی ج ۱ ص۱۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ نماز میں تفریط (قصور) کا کیا مطلب ہے، آپ نے فرمایا کہ نماز کو اس قدر تاخیر سے پڑھے کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

۴- عن ابی قتادۃ (فی حدیث طویل) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اما انہ لیس فی النوم تفریط انما التفریط علی من لم یصل الصلوٰۃ حتی یجیئ وقت الصلوٰۃ الاخری، الحدیث۔ (مسلم ج ۱ ص۲۳۹)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار نیند میں کوئی تفریط نہیں ہے، تفریط اس شخص کی طرف سے ہے جو نماز نہ پڑھے، حتی کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

۵- عن ابی ذر قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انت اذا کانت علیک امراء یؤخرون الصلوٰۃ عن وقتھا او یمیتون الصلوٰۃ عن وقتھا

Marfat.com

قال قلت فما تأمرنی قال صل الصلوٰة لوقتها فان ادرکتها معهم فصل فانها لك نافلة۔

(مسلم ج ۱ صفحہ ۲۳۰)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا کہ (اے ابوذر) تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جبکہ تمہارے حکمران ایسے ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرکے یا نماز کو مار کے پڑھیں گے۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ پھر میرے لیے آپ کا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا تم نماز کو اس کے وقت پر پڑھ لینا، پھر اگر ان کے ساتھ بھی نماز مل جائے تو پھر پڑھ لینا کہ وہ تمہارے لیے نفل ہو جائیں گے۔

۶۔ عن طاؤس عن ابن عباس قال لا یفوت صلوٰة حتی یجیئ وقت الاخریٰ، (طحاوی ج ۱ صفحہ ۱۱۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز اس وقت (قضا) ہوتی ہے، جب دوسری نماز کا وقت آجائے۔

۷۔ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جمع بین الصلوتین من غیر عذر فقد اتی بابا من الکبائر۔ (ترمذی ج ۱ صفحہ ۴۸، مستدرک حاکم ج ۱ صفحہ ۲۷۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰة والسلام نے فرمایا جس نے بغیر کسی عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا کرکے پڑھا وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے میں داخل ہوا۔

Marfat.com

۸۔ قال محمد بلغنا عن عمر بن الخطاب انہ کتب فی الآفاق ینہاھم ان یجمعوا بین الصلوٰتین ویخبرھم ان الجمع بین الصلوٰتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر۔ (موطا امام محمد ص۱۲۹)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت عمر بن خطابؓ کے متعلق یہ روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے تمام اطراف میں یہ لکھ بھیجا تھا کہ لوگ دو نمازیں اکٹھی کر کے نہ پڑھیں اور انہیں اطلاع دی تھی کہ ایک وقت میں اکٹھی دو نمازیں پڑھنا گناہِ کبیرہ ہے۔

۹۔ عن ابی موسیٰ انہ قال الجمع بین الصلوٰتین من غیر عذر من الکبائر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۴۵۹)

حضرت ابو موسیٰؓ (اشعری) فرماتے ہیں کہ بغیر عذر کے دو نمازوں کو اکٹھے پڑھنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

۱۰۔ عن ابی قتادۃ العدوی ان عمر کتب الیٰ عامل لہ، ثلث من الکبائر الجمع بین الصلوٰتین الا من عذر والفرار من الزحف، والنھبی۔

(بیہقی ج ۳ ص۱۶۹، مستدرک حاکم ج ص)

حضرت ابو قتادہ عدویؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ایک عامل کو لکھا کہ تین چیزیں کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔ بغیر عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنا، لڑائی سے بھاگنا اور لوٹنا۔

۱۱۔ عن قتادۃ عن ابی العالیۃ ان عمر کتب الیٰ ابی موسیٰ: واعلم ان جمعا بین الصلوٰتین

Marfat.com

من الکبائر الا من عذر۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۵۲)

حضرت ابوالعالیہ الریاحیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ جان لیجئے کہ بغیر عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

۱۲۔ عن ابی بن عبد اللہ قال جاء نا کتاب عمر بن عبد العزیز لا تجمعوا بین الصلوتین الا من عذر،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۴۵۸)

حضرت ابی بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا خط پہنچا (جس میں یہ تھا) کہ دو نمازوں کو بغیر عذر کے اکٹھے نہ پڑھو۔

آیات کریمہ اور احادیث وآثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ حج کے موقعہ پر مزدلفہ اور عرفات کے علاوہ بغیر کسی عذر شرعی کے دو نمازوں کو اکٹھا کرکے پڑھنا جائز نہیں کیونکہ آیات کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ نمازوں کے اوقات مقرر ہیں، اُنکی محافظت واجب ہے اور ان کی خلاف ورزی باعث عذاب ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ہمیشہ نماز اپنے وقت پر پڑھا کرتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی اسی کی تاکید فرماتے تھے، آپ نے بغیر کسی عذر شرعی کے دو نمازوں کے اکٹھا کرکے پڑھنے کو گناہ کبیرہ قرار دیا۔ یہی صحابہ کرام کا موقف تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنی مملکت کے اطراف واکناف میں لکھ بھیجا تھا کہ دو نمازوں کو اکٹھا کرکے نہ پڑھا جائے، دو نمازوں کو اکٹھا کرکے پڑھنا گناہِ کبیرہ ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا کہنا بھی یہی تھا کہ دو نمازوں کو بغیر کسی عذر شرعی کے اکٹھا کرکے پڑھنا گناہِ کبیرہ ہے۔

لیکن آیات کریمہ اور احادیث وآثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ

Marfat.com

جمع بین الصلوتین" دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا، حقیقتاً جمع کر کے پڑھا جائے یا صورۃً جمع کر کے پڑھا جائے۔ بہر دو صورت جائز ہے چاہے کوئی عذر ہو یا نہ ہو عذر بھی عام ہے، دینی ہو یا دنیاوی۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

" ویجوز الجمع بین صلوۃ الظہر والعصر وکذالک بین المغرب والعشاء جمع تقدیم او تاخیر بسفر او عذر او مرض او حاجۃ من حوائج الدنیا والآخرۃ" (نزل الابرار ۱ ص۵۴)

ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازوں کو اکٹھے کر کے پڑھنا جائز ہے خواہ جمع تقدیم ہو یا تاخیر سفر میں، یا عذر کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے، یا دینی و دنیوی کاموں میں کسی کام کی وجہ سے۔

مزید لکھتے ہیں۔

" الجمع بین الصلوتین من غیر عذر ولا سفر ولا مطر جائز عند اہل الحدیث، والتفریق افضل واشترط بعضہم ان لا یتخذوہ عادۃ ورواہ الامامیۃ فی کتبہم عن العترۃ الطاہرۃ۔"

(ہدیۃ المہدی ج ۱ ص۱۰۹)

اہل حدیث کے نزدیک بغیر کسی عذر بغیر کسی سفر اور بغیر بارش کے بھی دو نمازوں کو اکٹھے پڑھنا جائز ہے، تفریق افضل ہے، بعضوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ لوگ اسے عادت نہ بنالیں اور جمع بین الصلوتین کو امامیہ نے اپنی کتابوں میں آل پاک سے روایت کیا ہے۔

Marfat.com

فٹ بال کھیلنے کیلئے جمع بین الصلوٰتین

قارئین کرام غیر مقلدین کے یہاں جمع بین الصلوٰتین کے لیے کسی عذر کی ضرورت تو دور رہی کھیل کود اور دنیاوی نوکری کی وجہ سے بھی جمع بین الصلوٰتین جائز ہے ذیل میں ثناء اللہ امرتسری صاحب کے دو فتوے ذکر کیے جاتے ہیں ملاحظہ فرمایئے

سوال :— فی زمانہ کثرت سے رواج ہے کہ مسلم حصول انعام کے لیے مثلاً آپ شلڈ فٹ بال کھیلا کرتے ہیں اور کھیلنے کے باعث عصر و مغرب کی نماز ترک کر دیتے ہیں، پر قضاء نماز پڑھ لیتے ہیں کیا یہ جائز ہے۔

(محمد مصطفیٰ)

جواب :۔ نماز قضا کر کے پڑھنا بلا وجہ اچھا نہیں ہے کھیلنے والوں کو چاہیئے کہ پہلے افسروں سے تصفیہ کر لیں، کہ نماز کے وقت کھیل کود کو چھوڑ دیں گے وہ اگر نہ مانیں تو ظہر کے ساتھ عصر ملا لیں، یا عصر کے ساتھ ظہر ملا کر جمع پڑھ لیں۔ (فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۶۳۱)

نوکری کے لیے جمع بین الصلوٰتین

سوال :۔ مجھے نوکری کے باعث ظہر کے وقت ہمیشہ کی فرصت رہتی ہے اور عصر میں فرصت نہیں ملتی۔ کیا ظہر کے ساتھ عصر ملا کر پڑھنے کی اجازت ہے

(محمد عبد الحفیظ)

جواب :۔ واقعی اگر وقت عصر نہیں ملتا تب ظہر کے ساتھ عصر جمع کر لیا کریں۔

(فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۶۳۶)

ملاحظہ فرمائیے :۔ یہ ہے غیر مقلدین کا قرآن و حدیث پر عمل، قرآن کہہ رہا

Marfat.com

ہے کہ ہر نماز کا ایک وقت مقرر ہے ، نماز کی محافظت ضروری ہے ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر نماز اپنے وقت پر پڑھتے تھے ، اسی کی صحابہ کرام کو تاکید فرماتے تھے ۔ اور بلا عذر دو نمازوں کے اکٹھا پڑھنے کو آپ گناہ کبیرہ قرار دے رہے ہیں ، اسی پر صحابہ کرام کا عمل ہے ۔

لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب ، جمع بین الصلوتین بالکل جائز ہے ۔ عذر وغیرہ کی قید کی بھی ضرورت نہیں ۔ عذر ہو یا نہ ہو ، حتیٰ کہ اگر کھیل کود اور دنیاوی نوکری کی مصروفیت ہو تب بھی جائز ہے ۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

تثنیۃ الاقامۃ

اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہے جائیں ،

۱۔ عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ قال حدثنا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عبد اللہ بن زید الانصاری جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ رأیت فی المنام کأن رجلا قام و علیہ بردان اخضران علی جِذمَۃِ حائط فاذن مثنیٰ واقام مثنیٰ وقعد قعدۃ قال فسمع ذالک بلال فقام فاذن مثنیٰ واقام مثنیٰ وقعد قعدۃ ، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۰۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک شخص دو سبز دریں اوڑھے ہوئے ایک دیوار کے ٹکڑے پر کھڑا ہوا اور اس نے اذان واقامت کہی اور اس نے (شروع کی ۴ تکبیرات کے علاوہ باقی) کلمات دو دو بار کہے اور تھوڑی دیر بیٹھا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ سُنا تو آپ بھی کھڑے ہوئے اور آپ نے بھی اسی طرح اذان واقامت کہی کہ دونوں میں (شروع کی ۴ تکبیرات کے علاوہ باقی کلمات کو) دو دو دفعہ کہا اور تھوڑی دیر بیٹھے۔

۲۔ عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ قال حدثنی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان عبد اللہ بن زید الانصاری رأی فی المنام الاذان، فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فقال علّمہ بلالاً فاذن مثنیٰ مثنیٰ واقام مثنیٰ مثنیٰ وقعد قعدۃ، (طحاوی۔ ص۹۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے خواب میں اذان دیکھی تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آکر آپ کو خبر دی آپ نے فرمایا بلال کو سکھا دو چنانچہ آپ نے اذان دی تو (شروع کی ۴ تکبیرات کے علاوہ باقی کلمات کو) دو دو دفعہ کہا اور اقامت کہی تو بھی ان کلمات کو دو دو دفعہ ہی کہا، اور تھوڑی دیر بیٹھے۔

۳۔ عن ابی العمیس قال سمعت عبد اللہ بن محمد

Marfat.com

بن عبد اللہ بن زید الانصاریؓ یحدث عن ابیہ عن جدہ انہ اری الاذان مثنیٰ مثنیٰ والاقامۃ مثنیٰ مثنیٰ قال فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرتہ فقال علمھن بلالا قال فتقدمت فامرنی ان اقیم،

(خلافیات بیہقی بحوالہ درایہ ج ۱ ص ۱۱۵)

حضرت ابوالعمیسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن زید انصاری کو سنا وہ بواسطہ اپنے والد کے اپنے دادا سے روایت کر رہے تھے کہ (حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ نے فرمایا) میں نے ایسی اذان واقامت دیکھی جن میں (شروع کی ۴ تکبیرات کے علاوہ باقی کلمات) دو دو دفعہ کہے گئے تھے۔ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا اور آپ کو خبر دی۔ آپ نے فرمایا یہ کلمات بلالؓ کو سکھلا دو۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں پھر میں آگے بڑھا تو آپ نے مجھے اقامت کہنے کا حکم دیا۔

۴۔ عن الشعبی عن عبد اللہ بن زید الانصاری قال سمعت اذان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان اذانہ واقامتہ مثنی مثنی۔

(صحیح ابی عوانۃ ج ۱ ص ۳۳۱)

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ بن زید انصاری نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان سنی، آپ کی اذان واقامت دونوں میں (شہادتین اور حی الصلوٰۃ حی الفلاح کے)

Marfat.com

کلمات دو دو دفعہ کہے گئے تھے۔

۵۔ عن ابی محذورۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم علمہ الاذان تسع عشرۃ کلمۃ والاقامۃ سبع عشرۃ کلمۃ (ترمذی ج ۱ ص۴۸، نسائی ج ۱ ص۷۳، دارمی ج ۱ ص۲۱۷)

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو اذان کے ۱۹ کلمات سکھائے اور اقامت کے ۱۷ کلمات۔

۶۔ عن ابی محذورۃ قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاذان تسع عشرۃ کلمۃ والاقامۃ سبع عشرۃ کلمۃ الاذان " اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ والاقامۃ سبع عشرۃ کلمۃ، " اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشھدان لا الہ الا اللہ، اشھدان لا الہ الا اللہ، اشھدان محمد رسول اللہ، اشھد ان محمد رسول اللہ، حیی الصلوٰۃ، حیی الصلوٰۃ حیی علی الفلاح، حیی علی الفلاح، قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ " (ابن ماجہ ص۵۲، ابوداود ص۷۳)

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اذان کے ۱۹ کلمات سکھائے اور اقامت کے سترہ، اذان کے کلمات تو یہ ہیں ...... اور اقامت کے

Marfat.com

کے کلمات اس طرح ہیں۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان محمد رسول اللہ، اشہد ان محمد رسول اللہ، حی الصلوٰۃ، حی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ۔

۷- عن عبد العزیز بن رفیع قال سمعت ابا محذورة یؤذن مثنیٰ مثنیٰ و یقیم مثنیٰ مثنیٰ،

(طحاوی ج ۱ ص ۹۵)

حضرت عبد العزیز بن رفیع فرماتے ہیں کہ میں نے ابو محذورۃ رضی اللہ عنہ کو سنا وہ اذان میں (شروع کی ۴ تکبیرات کے علاوہ باقی کلمات) دو دو دفعہ کہتے تھے اور اقامت میں بھی اسی طرح دو دو کلمات کہتے تھے۔

۸- عن الاسود بن یزید ان بلالا کان یثنی الاذان ویثنی الاقامة و کان یبدأ بالتکبیر و یختتم بالتکبیر، (مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص ۴۶۲، طحاوی ج ۱ ص ۹۵، دارقطنی ج ۱ ص ۲۴۲)

حضرت اسود بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت بلال اذان کے (شروع کی ۴ تکبیرات کے علاوہ باقی) کلمات دو دو دفعہ کہتے تھے اور اسی طرح اقامت کے کلمات بھی دو دو دفعہ کہتے تھے اور اذان واقامت کی ابتداء و انتہا اللہ اکبر پر کرتے تھے۔

۹- عن سوید بن غفلة قال سمعت بلالا یؤذن مثنیٰ و یقیم مثنیٰ۔ (طحاوی ج ۱ ص ۹۴)

Marfat.com

حضرت سوید بن غفلہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سنا کہ وہ اذان و اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہتے تھے

۱۰۔ عن عون بن ابی جحیفۃ عن ابیہ ان بلالا کان یؤذن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم مثنی مثنیٰ ویقیم مثنیٰ مثنیٰ۔

(دارقطنی ج ۱ ص ۲۴۲)

عون بن ابی جحیفہؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اذان و اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہتے تھے۔

۱۱۔ عن ابراھیم قال ان بلالا کان یثنی الاذان والاقامۃ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۰۶)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان و اقامت کے کلمات دو دو مرتبہ کہتے تھے۔

۱۲۔ عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ انہ کان اذا لم یدرک الصلوٰۃ مع القوم اذن واقام ویثنی الاقامۃ۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۲۴۱)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہیں جس وقت نماز جماعت کے ساتھ نہ ملتی تو وہ خود ہی اذان و اقامت کہہ لیتے اور اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہتے تھے۔

۱۳۔ عن ابراھیم قال کان ثوبان یؤذن مثنیٰ ویقیم مثنیٰ۔ (طحاوی ج ۱ ص ۹۵)

Marfat.com

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ اذان واقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہتے تھے۔

۱۴۔ عن فطر بن خليفة عن مجاهد قال ذكر له الاقامة مرة مرة فقال هذا شيئ استخفه الامراء، الاقامة مرتين مرتين۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۶۳، طحاوی ج ۱ ص ۹۵)

حضرت فطر بن خلیفہؒ حضرت مجاہدؒ سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ حضرت مجاہدؒ کے سامنے اقامت کے کلمات کو ایک ایک دفعہ کہنے کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ چیز امراء نے اپنی آسانی کے لیے پیدا کرلی ہے۔ اقامت کے کلمات تو دو دو ہی ہیں۔

۱۵۔ عن الهجيع بن قيس ان عليا كان يقول الاذان والاقامة مثنىٰ واتى على مؤذن يقيم مرة مرة فقال الا جعلتها مثنىٰ لا ام للآخر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۷)

ہجیع بن قیسؒ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ اذان واقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہتے تھے۔ آپ ایک مؤذن کے پاس تشریف لائے جو اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ کہتا تھا، آپ نے اس سے فرمایا کہ تو اقامت کے کلمات کو دو دو کیوں نہیں کر دیتا ......

۱۶۔ ثنا الحجاج بن ارطاة قال نا ابو اسحق قال كان اصحاب على واصحاب عبد الله يشفعون الاذان والاقامة۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۸)

Marfat.com

حضرت ابواسحٰقؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب اذان واقامت کے کلمات دو دو مرتبہ کہتے تھے۔

۱۷۔ عن ابراھیم قال لا تدع ان تثنی الاقامۃ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۰۶)

حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ تو اقامت کے کلمات دو دو مرتبہ کہنا نہ چھوڑنا۔

۱۸۔ عن ابی العالیۃ قال اذا جعلتھا اقامۃ فاثنھا۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۰۶)

حضرت ابوالعالیہؒ نے فرمایا کہ جب تو اقامت کہے تو اس کے کلمات کو دو دو دفعہ کہہ۔

۱۹۔ قال عبدالرزاق سمعت الثوری واذن لنا بمنیٰ فقال اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشھد ان لا الہ الا اللہ مرتین اشھد ان محمد رسول اللہ مرتین فصنع کما ذکر فی حدیث عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فی الاذان والاقامۃ تمام مثل الحدیث۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۶۲)

عبدالرزاقؒ کہتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوریؒ نے میدان منیٰ میں ہمارے سامنے اذان کہی۔ میں نے سنا کہ آپ نے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشہدان لا الٰہ الا اللہ دو مرتبہ، اشہدان محمد رسول اللہ دو مرتبہ پھر آپ نے اذان واقامت بعینہٖ اسی طرح کہی

Marfat.com

جس طرح حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی حدیث میں ذکر کی گئی ہے۔

مذکورہ تمام احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ اقامت اذان ہی کی طرح ہے جیسے اذان میں شروع کی ۴ تکبیرات کے علاوہ باقی کلمات کو دو دو مرتبہ کہا جاتا ہے۔ ایسے ہی اقامت میں بھی ان کلمات کو دو دو مرتبہ ہی کہا جائیگا حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ جنہوں نے خواب میں فرشتہ سے اذان و اقامت سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سنائی تھی اور انہیں کی اذان کو نماز کے لیے لوگوں کے بلانے کے واسطہ مدار بنا لیا گیا تھا۔ وہ اقامت کے کلمات اذان کی طرح دو دو مرتبہ ہی کہتے تھے جیساکہ انہوں نے فرشتہ سے سنا تھا۔ مسجد نبوی کے مؤذن حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ ہی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے اذان و اقامت سکھائی تھی، چنانچہ وہ بھی اذان و اقامت کے کلمات ابتدائی چار تکبیروں کے علاوہ دو دو ہی کہتے تھے اور آپ کا یہ عمل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخیر دور اور آپ کی وفات کے بعد تک ثابت ہے۔ چنانچہ جلیل القدر تابعین حضرت سوید بن غفلہ رحمہ اللہ اور حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ دونوں کا کہنا ہے کہ ہم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان و اقامت کے کلمات دو دو ہی کہتے سنا۔

مسجد حرام کے مؤذن حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ بھی اقامت کے کلمات اذان کی طرح دو دو ہی کہتے تھے۔ اور آپ کا یہ عمل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارکہ اور آپ کی وفات کے بعد تک رہا جیساکہ حضرت عبدالعزیز بن رفیع رحمہ اللہ کے بیان سے ظاہر ہے۔

ان کے علاوہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی

Marfat.com

اذان واقامت کے کلمات دو دو ہی کہتے تھے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مؤذن کے پاس تشریف لائے جو اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ کہتا تھا آپ نے اُسے ڈانٹا کہ دو دو مرتبہ کیوں نہیں کہتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے اصحاب جو ظاہر ہے کہ صحابہ وتابعین ہی ہیں ـــــ وہ سب کے سب اذان واقامت کے کلمات دو دو مرتبہ ہی کہتے تھے، یہی عمل تابعین کا تھا۔ حضرت مجاہدؒ جو حضرت ابن عمرؓ کے شاگرد ہیں ان کے سامنے اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ کہنے کا تذکرہ ہوا تو فرمایا کہ یہ چیز امراء نے اپنی آسانی کے لیے گھڑلی ہے ورنہ اقامت کے کلمات تو دو دو ہی ہیں۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ اور حضرت ابوالعالیہؒ دونوں کا فتویٰ ہے کہ اقامت کے کلمات دو دو ہی کہے جائیں۔

لیکن۔ ان تمام احادیث وآثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اقامت اکہری کہنی چاہیئے۔ یہی افضل ہے، اور اذان واقامت کی یہ صورت کہ اذان بغیر ترجیع کے ہو اور اقامت دوہری ہو اس کا حدیث میں نام ونشان نہیں ہے چنانچہ۔

ثناءاللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:۔

"تکبیر کے ہر ایک کلمہ کو ایک ایک مرتبہ کہنا سوائے قد قامت الصلوٰۃ کے افضل ہے، زید بن عبدالبر کے تلقین شدہ کلمات ایسے ہی منقول ہیں"۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۲۸)

محمد سلیمان کیلانی صاحب لکھتے ہیں:۔

"باقی رہی یہ تیسری صورت کہ اذان بغیر ترجیع کے ہو اور اقامت دوہری ہو تو حدیث سے اس کا نام ونشان نہیں ملتا۔ معلوم نہیں دوستوں

Marfat.com

نے اسے کہاں سے ایجاد کرلیا۔" (حاشیہ صلوٰۃ النبی، مرتبہ خالد گرجاکھی صفحہ ۱۰۶)

ملاحظہ فرمائیے : مذکورہ احادیث وآثار سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ اقامت کے کلمات اذان کی طرح دو دو ہی ہیں۔ اس سے زیادہ کیا صراحت ہوگی کہ صحابی رسول نے اقامت کے کلمات بھی بتادیئے کہ وہ سترہ ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اقامت میں سترہ کلمات ہی سکھائے ہیں ظاہر ہے اقامت میں سترہ کلمات اسی صورت میں ہو سکتے ہیں کہ شروع کی ۴ تکبیرات کے علاوہ باقی تمام کلمات کو دو دو دفعہ کہا جائے۔ دور رسالت و خلافت میں اقامت اذان کی طرح ہی کہی جاتی رہی۔ صحابہ وتابعین اسی پر عمل کرتے رہے لیکن اس سب کے باوجود غیر مقلدین دور رسالت و خلافت کے اس عمل کو پسند نہیں کرتے البتہ جس فعل کو بقول حضرت مجاہدؒ بعض امراء نے ایجاد کیا تھا یعنی کلمات اقامت کو ایک ایک دفعہ کہنا، اسے افضل قرار دیتے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ اس بات کا دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ اذان بلا ترجیع اور دوہری اقامت کا احادیث میں نام ونشان نہیں ملتا، ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ ان بیچاروں کا مبلغ علم ہی اتنا ہے کہ انہیں یہ احادیث نظر نہیں آتیں، یا پھر یہ ہے کہ ان احادیث کو دیکھ کر یہ لوگ آنکھیں موند لیتے ہیں۔ بہرکیف جو بھی ہو فیصلہ قارئین کے سر ہے وہ فیصلہ فرمائیں کہ اتنی احادیث کے خلاف کسی عمل کو اپنی طرف سے افضل قرار دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

Marfat.com

سنیۃ رفع الیدین عند التکبیر حذاء الاذنین

تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھانا سُنت ہے

۱۔ عن البراء بن عازب قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر رفع یدیہ حتی نری ابھامیہ قریبا من اذنیہ
(مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۳)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب تکبیر (تحریمہ) کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اس قدر اٹھاتے کہ ہم آپ کے دونوں انگوٹھے کانوں کے قریب دیکھتے۔

۲۔ عن البراء بن عازب قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین قام الی الصلوٰۃ فکبر و رفع یدیہ حتی ساوٰی بھما اذنیہ ثم لم یعد
(دار قطنی ج ۱ ص ۲۹۴)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ نے تکبیر (تحریمہ) کہی، اور دونوں ہاتھ اس قدر اٹھاتے، کہ کانوں کے برابر ہو گئے پھر دوبارہ نہیں اٹھاتے۔

۳۔ عن البراء بن عازب قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر لافتتاح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی یکون ابھاماہ قریبا من شحمتی اذنیہ
(طحاوی ج ۱ ص ۱۳۵)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب تکبیر تحریمہ کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اس قدر اٹھاتے کہ دونوں

Marfat.com

انگوٹھے کانوں کی لَو کے برابر ہو جاتے۔

۴ عن انس قال رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کبّر فحاذی بابھامیہ اذنیہ ثم رکع حتی استقر کل مفصل منہ وانحط بالتکبیر حتی سبقت رکبتاہ یدیہ، ھذا اسناد صحیح علیٰ شرط الشیخین ولا اعرف لہ علۃ ولم یخرجاہ، (مستدرک حاکم ج ۱ ص۲۲۶ دارقطنی ج ۱ ص۳۴۵، سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص۹۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے تکبیر کہی تو اپنے دونوں انگوٹھے کانوں کے برابر لے گئے، پھر آپ نے رکوع کیا تو اس طرح سے کہ آپ کا ہر جوڑ اپنی اپنی جگہ ٹھہر گیا۔ اور تکبیر کہہ کر کہ (سجدہ کے لیے) نیچے گئے تو آپ کے دونوں گھٹنوں نے ہاتھوں پر سبقت کی (یعنی زمین پر پہلے دونوں گھٹنے رکھے پھر دونوں ہاتھ)

۵۔ عن انس قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ کبر ثم رفع یدیہ حتی یحاذی ابھامیہ اذنیہ ثم یقول سبحانک اللّٰھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک، (دارقطنی ج ۱ ص۳۰۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو تکبیر کہتے، پھر اپنے دونوں ہاتھ اس قدر اٹھاتے کہ دونوں انگوٹھے کانوں کے برابر ہو جاتے پھر آپ سبحانک اللّٰھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا

Marfat.com

الا غیرک پڑھتے۔

۶۔ عن عبد الجبار بن وائل عن ابیہ انہ ابصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قام الی الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی کانتا بحیال منکبیہ وحاذی بابھامیہ اذنیہ ثم کبر،

(ابوداؤد ج ۱ صفحہ ۱۰۵)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھائے اور انگوٹھے کانوں کے برابر کئے پھر اللہ اکبر کہا۔

۷۔ عن عبد الجبار بن وائل عن ابیہ انہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی تکاد ابھاماہ تحاذی شحمۃ اذنیہ،

(نسائی ج ۱ صفحہ ۱۰۲)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو آپ نے دونوں ہاتھ اس قدر اٹھائے کہ دونوں انگوٹھے کانوں کی لَو کے برابر ہو گئے۔

۸۔ عن وائل بن حجر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا وائل بن حجر اذا صلیت فاجعل یدیک حذاء اذنیک والمرأۃ تجعل یدیہا حذاء ثدییہا،

(معجم طبرانی کبیر ج ۲۲ صفحہ ۱۸)

Marfat.com

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے وائل بن حجر جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ، اور عورت اپنے دونوں ہاتھ پستانوں تک اٹھائے۔

۹۔ عن وائل بن حجر انہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حین دخل فی الصلوٰۃ کبّر وصف ھمامؒ حیال اذنیہ، الحدیث (مسلم ج ۱ ص ۱۷۳)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ نے نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہا، (حدیث کے راوی ہمامؒ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھائے تو کانوں تک اٹھائے۔

۱۰۔ عن مالک بن الحویرث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا کبّر رفع یدیہ حتی یحاذی بھما اذنیہ، وفی روایۃ عنہ حتی یحاذی بھما فروع اذنیہ،

(مسلم ج ۱ ص ۱۶۸)

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے انہی سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کانوں کے اوپر کے حصے تک ہاتھ اٹھاتے۔

مذکورہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ مردوں کے لیے تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا مسنون ہے کیونکہ اول تو حضور علیہ الصلوٰۃ

Marfat.com

والسلام کا عام معمول مبارک یہی تھا ۔ دوسرے آپ نے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانے کا حکم بھی دیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۸ سے واضح ہے۔ تیسرے اس طرح کانوں تک ہاتھ اُٹھانے سے اس باب میں وارد تمام احادیث پر عمل ہو جاتا ہے، چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

" وذكر الطيبي ان الشافعي حين دخل مصر سئل عن كيفية رفع اليدين عند التكبير فقال يرفع المصلي يديه بحيث يكون كفاه حذاء منكبه وابهاماه حذاء شحمتي اذنيه واطراف اصابعه حذاء فروع اذنيه لانه جاء في رواية يرفع اليدين الى المنكبين و في رواية الى الاذنين و في رواية الى فروع الاذنين فعمل الشافعي بما ذكرنا في رفع اليدين جمعا بين الروايات الثلاث"۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۲۵۴)

علامہ طیبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ جس وقت امام شافعیؒ مصر تشریف لائے تو آپ سے سوال ہوا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کیسے اُٹھائے جائیں، آپ نے فرمایا کہ نمازی اپنے دونوں ہاتھ اس طرح سے اٹھائے کہ اس کی دونوں ہتھیلیاں تو کندھوں کے برابر ہو جائیں اور انگوٹھے کانوں کی لَو کے برابر ہو جائیں اور انگلیوں کے پورے کانوں کے اوپر کے حصے کے برابر ہو جائیں ۔ کیونکہ ایک روایت میں کندھوں تک اٹھانے کا ذکر ہے ، دوسری میں کانوں تک اور تیسری میں کانوں کے اوپر کے حصے تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے ۔ پس امام شافعیؒ نے تینوں روایات پر عمل کرنے کے لیے تکبیر تحریمہ کہتے وقت

Marfat.com

رفع یدین میں ہمارے مذکورہ طریقہ کے مطابق عمل کیا۔

لیکن مذکورہ تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ ہاتھ کندھوں تک اٹھانے چاہئیں۔

چنانچہ خالد گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں :۔

"اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائیے۔"

(صلوٰۃ النبی ص۱۵۲)

امام خان نوشہروی لکھتے ہیں :۔

"تکبیر کے وقت دونوں ہاتھ کندھوں تک یا ذرا اوپر اٹھانا"

(اہلحدیث کے دس مسئلے ص۱۵)

ملاحظہ فرمائیے : احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانے چاہئیں۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ کندھوں تک اٹھانے چاہئیں۔ اور عملاً وہ کندھوں تک ہی اٹھاتے ہیں۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

السنۃ فی الصلوٰۃ وضع الیدین تحت السرۃ

نماز میں دونوں ہاتھ، ناف کے نیچے باندھنا مسنون ہے

اخبرنا حجاج بن حسان قال سمعت ابا مجلز او سألته قال قلت کیف یضع قال یضع باطن کف یمینہ علی ظاھر کف شمالہ و یجعلھما اسفل من السرۃ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص۳۹۱)

حجاج بن حسان فرماتے ہیں کہ میں نے ابو مجلز سے سنا، یا ان سے

Marfat.com

پوچھا کہ نماز میں ہاتھ کیوں کر باندھے جائیں ؟ انہوں نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اندر کے حصہ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اوپر کے حصہ پر رکھے اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے۔

۲۔ عن ابراھیم قال یضع یمینہ علیٰ شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ ، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۹۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ نمازی نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

۳۔ عن ابراھیم النخعی انہ کان یضع یدہ الیمنیٰ علیٰ یدہ الیسریٰ تحت السرۃ ۔ (کتاب الآثار امام ابی حنیفہ بروایت امام محمد ص ۱۸)

حضرت امام نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

۴۔ عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۹۰)

حضرت علقمہؒ بن وائل اپنے والد وائل بن حجرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے

۵۔ عن ابی جحیفۃ ان علیا قال من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ ،

(ابوداؤد نسخہ ابن الاعرابی ص ۲۸ ، بیہقی ج ۲ ص ۳۱ ،)

Marfat.com

حضرت ابوجحیفہؓ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز میں ہتھیلی پر ہتھیلی ناف کے نیچے رکھنا مسنون ہے۔

۶۔ عن ابی وائل قال قال ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ اخذ الاکف علی الاکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ۔

(ابو داؤد نسخہ ابن الاعرابی ج۱ ص۱۷۴، محلی ابن حزم ج۳ ص۳۰)

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ نے فرمایا کہ نماز میں ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

۷۔ عن علی ——— قال ثلٰثۃ من اخلاق الانبیاء تعجیل الافطار وتاخیر السحور ووضع الاکف تحت السرۃ فی الصلاۃ،

(منتخب کنز العمال بر مسند احمد ج۶ ص۳۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق میں سے ہیں۔ (۱) افطار جلدی کرنا۔ (۲) سحری دیر سے کھانا۔ (۳) ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا۔

۸۔ عن انس ——— قال ثلث من اخلاق النبوۃ تعجیل الافطار وتاخیر السحور ووضع الیمنیٰ علی الیسریٰ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ۔

(محلی ابن حزم ج۳ ص۳۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں۔ (۱) افطار جلدی کرنا۔ (۲) سحری دیر سے کھانا (۳) اور دوران نماز دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

۹۔ ذکر الاثرم: قال حدثنا ابو الولید الطیالسی قال حدثنا حماد بن سلمۃ عن عاصم الجحدری عن عقبۃ بن صہبان سمع علیا یقول فی قول اللہ عز وجل "فصل لربک وانحر" قال وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ تحت السرۃ،

(التمہید ج۲۰ ص۷۸)

حضرت عقبہ بن صہبانؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد فصل لربک وانحر کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

Marfat.com

قال ابن المنذر ـــــــــــ "وبه قال سفیان الثوری و اسحٰق وقال اسحٰق : تحت السرة اقوی فی الحدیث واقرب الی التواضع"
(الاوسط ج ۳ ص ۹۴)

علامہ ابن المنذرؒ (م : ۳۱۸ ھ) فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری اور اسحٰق بن راہویہؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اسحٰق بن راہویہ کا کہنا ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کی رو سے انتہائی قوی اور تواضع کے انتہائی قریب ہے۔

قال ابن قدامۃ الحنبلیؒ :

"وروی ذالك عن علی وابی هريرة و ابی مجلز والنخعی و الثوری و اسحق لما روی عن علی انه قال من السنة وضع اليمين علی الشمال تحت السرة رواه الامام احمد و ابو داؤد وهذا ينصرف الی سنة النبی صلی الله عليه وسلم" (المغنی ج ۱ ص ۴۷۲)

ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایت حضرت علیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو مجلزؒ، ابراہیم نخعیؒ، سفیان ثوریؒ اور اسحٰق بن راہویہؒ سے مروی ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت میں سے ہے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ناف کے نیچے، روایت کیا اس حدیث کو امام احمد بن حنبلؒ اور ابو داؤدؒ نے، اور سنت سے مراد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ دوران نماز ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا مسنون ہے، کیونکہ حضرت وائلؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ناف کے نیچے ہی ہاتھ باندھے ہوئے دیکھا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ناف کے نیچے ہی ہاتھ باندھنے کو سنت قرار دے رہے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو اخلاق نبوت میں سے شمار کر رہے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور جلیل القدر تابعین حضرت ابو مجلزؒ اور

Marfat.com

حضرت ابراہیم نخعیؒ اسی پر فتویٰ دے رہے ہیں، حضرت سفیان ثوریؒ اور اسحٰق بن راہویہؒ اور ان جیسے دیگر بہت سے اکابر اسی کو اپناتے ہیں۔
محدث اسحٰق بن راہویہؒ اسی کو حدیث کی رُو سے انتہائی قوی اور تواضع کے انتہائی قریب بتلاتے ہیں۔
لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہاتھ سینے پر باندھنے چاہئیں اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا نامناسب ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی دلیل بھی کوئی نہیں ہے۔
چنانچہ یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں :۔

"دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے پہونچے پر رکھ کر سینہ پر ہاتھ باندھے"۔ (دستور المتقی ص۹۷)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :۔

"و یضع الیمنی علی الیسری ثم یضعھما علی صدرہ و ھو المختار"۔ (نزل الابرار ص۷۹)

اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے پھر دونوں کو سینہ پر رکھے یہی مختار مذہب ہے۔

مولوی خالد گرجاکھی لکھتے ہیں :۔

"مذکورہ طریقہ کے مطابق سینہ پر ہاتھ باندھنا ہی صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ زیر ناف ہاتھ باندھنا ویسے ہی نامناسب معلوم ہوتا ہے، نیز زیر ناف ہاتھ باندھنے کی دلیل بھی کوئی نہیں"۔

(صلوٰۃ النبی ص۱۵۱)

حکیم فیض عالم صاحب اس عمل پر استہزاء کرتے ہوئے یوں گوہر افشانی کرتے ہیں :۔

"یہاں ایک لطیفہ یاد آگیا ہے کہ خلفاء بنی عباس میں سے ہارون کا ایک نماز میں ازار بند کھل گیا اور اس نے سینے سے ہاتھ نیچے کرکے ازار بند سنبھال لیا، نماز سے فراغت کے بعد مقتدیوں نے حیرانی

Marfat.com

سے ہارون الرشید کے اس فعل کو دیکھا، قاضی ابو یوسف صاحب نے فتویٰ دیا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہی صحیح ہے۔

(اختلاف امت کا المیہ ص۸)

ملاحظہ فرمائیے:۔ جو عمل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول ہے جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت قرار دے رہے ہیں جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ اخلاقِ نبوت میں سے شمار کر رہے ہیں جس پر صحابہ و تابعین اور اکثر ائمہ کا عمل ہے وہ تو غیر مقلدین کے یہاں نامناسب عمل ہے، اس کی انہیں کوئی دلیل بھی نہیں ملتی اور اس کا مذاق اڑانے سے بھی نہیں چوکتے اور جو عمل (سینہ پر ہاتھ باندھنا) صحاح ستہ وغیرہا کی احادیث میں سے کسی بھی صحیح و صریح حدیث سے ثابت نہیں جس پر ائمہ اربعہ میں سے کسی کا بھی عمل نہیں اور جو اجماع امت کے خلاف ہے وہ ان کے یہاں مسنون و مختار ہے۔

یاد رہے کہ ائمہ اربعہ (حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ) میں سے کوئی امام بھی سینہ پر ہاتھ باندھنے کا قائل نہیں۔ کیونکہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور مشہور روایت کے مطابق امام احمد بن حنبلؒ اور ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ تینوں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔ امام مالکؒ مشہور روایت کے مطابق ارسال (ہاتھ چھوڑنے) اور امام شافعیؒ ایک دوسری روایت کے مطابق ناف کے اوپر سینہ کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔

محمد بن عبد الرحمن الشافعیؒ رقمطراز ہیں:۔

"واجمعوا علی انہ یسنّ وضع الیمین علی الشمال فی الصلوٰۃ الا فی روایۃ عن مالک وھی المشہور

Marfat.com

انہ یرسل یدیہ ارسالا و قال الاوزاعی التخییر واختلفوا فی محل وضع الیدین فقال ابو حنیفۃ تحت السرۃ و قال مالک والشافعی تحت صدرہ و فوق سرتہ و عن احمد روایتان اشہرہما و ہی التی اختارہا الخرقی کمذہب ابی حنیفۃ ؒ"
(رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ صـ ۳۲)

فقہاء کرام نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ دوران نماز دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا مسنون ہے الا یہ کہ امام مالکؒ سے ایک روایت میں جو کہ مشہور روایت ہے یہ ہے کہ نمازی ارسال کرے گا امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ نمازی کو اختیار ہے (باندھے یا نہ باندھے) البتہ ہاتھ رکھنے کی جگہ کے متعلق فقہا کا اختلاف ہے ۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں ۔ ناف کے نیچے باندھے، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں ۔ سینہ کے نیچے ناف کے اوپر باندھے جائیں ۔ امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں مشہور روایت جسے امام خرقی نے بھی اپنایا ہے، امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے مطابق ہے (یعنی ناف کے نیچے باندھنا)

یہی وجہ ہے کہ امام ترمذیؒ نے بھی جو کہ عام طور پر ترمذی شریف میں فقہاء کے مسالک بھی ذکر کرتے ہیں ۔ ہاتھ باندھنے کے متعلق صرف دو مسلک ذکر کئے ہیں ایک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا دوسرا ناف کے اوپر ۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں :۔

"ورأی بعضہم ان یضعہما فوق السرۃ ورأی بعضہم

Marfat.com

ان یضعھما تحت السرۃ وکل ذالك واسع عندھم"

(ترمذی ج ۱ ص ۵۹)

بعض اہل علم کی رائے ہے کہ دونوں ہاتھ ناف سے اوپر رکھے اور بعض کی رائے ہے کہ ناف کے نیچے رکھے اور محدثین کے نزدیک یہ سب جائز ہے۔

علامہ ابن قیم حنبلیؒ کی تحقیق

علامہ ابن قیم حنبلیؒ شاگرد رشید علامہ ابن تیمیہؒ کی تحقیق بھی ملاحظہ فرماتے چلیں وہ لکھتے ہیں :۔

" واختلف فی موضع الوضع فعنہ فوق السرۃ وعنہ تحتھا وعنہ ابو طالب سألت احمد این یضع یدہ اذا کان یصلی قال علی السرۃ او اسفل وکل ذالك واسع عندہ ان وضع فوق السرۃ او علیھا او تحتھا، علی رضی اللہ عنہ من السنۃ فی الصلاۃ وضع الاکف علی الاکف تحت السرۃ عمرو بن مالك عن ابی الجوزاء عن ابن عباس مثل تفسیر علی الا انہ غیر صحیح والصحیح حدیث علی قال فی روایۃ المزنی اسفل السرۃ بقلیل ویکرہ ان یجعلھا علی الصدر وذالك لما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ نھی عن التکفیر وھو وضع الید علی الصدر" (بدائع الفوائد ج ۳ ص ۹۱)

دوران نماز ہاتھ باندھنے کی جگہ میں اختلاف ہے۔ امام احمدؒ سے ایک روایت ناف کے اوپر باندھنے کی ہے۔ ایک روایت ناف کے نیچے باندھنے

Marfat.com

کی ہے ۔ ایک روایت آپ سے وہ ہے جو ابو طالب نے ذکر کی ہے ۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ سے پوچھا کہ نمازی نماز پڑھتے ہوئے ہاتھ کہاں رکھے ۔ آپ نے فرمایا " ناف کے اوپر یا نیچے رکھے "۔ اور آپ کے نزدیک سب جائز ہے چاہے ناف سے اوپر رکھے ، چاہے ناف پر رکھے اور چاہے ناف سے نیچے رکھے ۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ہتھیلیوں پر ہتھیلیوں کو ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے عمرو بن مالک نے بروایت ابوالجوزاء حضرت ابن عباسؓ سے حضرت علی کی تفسیر کے مانند روایت کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے ، صحیح حضرت علیؓ کی حدیث ہے ۔ امام مزنیؒ کی روایت کے مطابق امام احمدؒ کا یہ فرمان ہے کہ ناف سے تھوڑا نیچے باندھے ، اور سینہ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے اس لیے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے تکفیر سے منع فرمایا ہے اور تکفیر سینہ پر ہاتھ رکھنے کو کہتے ہیں ۔

قارئین کرام : غیر مقلدین حضرات جب کوئی عمل اختیار کرتے ہیں تو چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو ، اسے ثابت کرنے کے لیے دروغ گوئی سے بھی گریز نہیں کرتے چنانچہ مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کا کہنا ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیثیں بخاری و مسلم میں موجود ہیں ۔ وہ لکھتے ہیں :۔

" سینہ پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری و مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں "۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۴۳)

اگر کوئی غیر مقلد ہمت کرسکے تو ہمیں بخاری و مسلم سے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی (روایات تو درکنار) صرف ایک روایت ہی دکھلا دے ، لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی غیر مقلد بھی قیامت تک بخاری و مسلم سے یہ نہیں دکھا سکتا ۔

Marfat.com

ایک جھوٹ مولوی یوسف جے پوری کا ملاحظہ فرمایئے وہ لکھتے ہیں :-
" ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین ضعیف ہے ۔ ہدایہ ج ۱ ص۳۵۰ ۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث مرفوع نہیں ۔ وہ قول حضرت علیؓ سے ہے اور ضعیف شرح (وقایہ) ص۹۳ ، حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں مجددی حنفی سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو بسبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے پر ہاتھ باندھتے تھے ۔ (مقدمہ ہدایہ ج ۱ ص۱۱۱ و ص۳۵۱ "
(حقیقت الفقہ ص۱۹۳)

بعینہ یہی جھوٹ فیض عالم صدیقی صاحب نے بولا ہے ملاحظہ ہو اختلاف امت کا المیہ ص۹۶ ۔ اسی جھوٹ کا اعادہ خالد گرجاکھی صاحب نے کیا ہے ملاحظہ ہو صلاۃ النبی ص۱۵۷ ۔

قارئینِ کرام ۔ ہم نے ان حوالوں کی تلاش میں شرح وقایہ، ہدایہ، مقدمہ ہدایہ ساری کی ساری چھان ماریں لیکن یہ حوالے ہمیں نہ مل سکے ۔ اس لیے ہم ان حوالوں کو جھوٹا سمجھنے پر مجبور ہیں ۔ اور ان حوالوں کا جھوٹا ہونا اس ایک بات سے ہی واضح ہو جاتا ہے کہ ان حوالہ دینے والوں نے حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کا حوالہ مقدمہ ہدایہ میں دیا ہے ۔

حالانکہ صاحب ہدایہ کی وفات ۵۹۳ھ میں ہوئی ہے اور حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کی وفات ۱۱۹۵ھ میں ہوئی ۔ اس لحاظ سے صاحب ہدایہ اور حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کے زمانہ میں پانچ سو سال کا فرق ہوا ۔ سوال یہ ہے کہ پانچ سو سال بعد کے بزرگ کا ذکر مقدمہ ہدایہ میں کیسے آ گیا ؟

یوسف جے پوری اور فیض عالم صدیقی اس دنیا سے جا چکے وہ تو اللہ

Marfat.com

کے حضور جواب دہ ہوں گے تاہم خالد گرجاکھی ابھی حیات ہیں ان سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ مذکورہ اصل کتابوں سے یہ حوالے ثابت کرکے دکھائیں نہ معلوم وہ ثابت کرتے ہیں یا نہیں۔ اس لیے ہم تمام غیر مقلدین حضرات سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مذکورہ اصل کتابوں سے یہ حوالے نکال کر دکھائیں لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی بھی غیر مقلد قیامت تک یہ حوالے اصل کتابوں سے ثابت نہیں کر سکتا۔

خنجر اُٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزماتے ہوئے ہیں

سنية الثناء بعد التكبير

تکبیر تحریمہ کے بعد سُبحانک اللّٰھم پڑھنا مسنون ہے

عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا کبر رفع یدیہ حتی یحاذی اذنیہ یقول سبحانک اللّٰھم و بحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک (رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ موثقون، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ جب تکبیر تحریمہ کہتے تو دونوں ہاتھ کانوں تک لے جاتے اور یہ پڑھتے۔ سبحانک اللّٰھم و بحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک۔

عن حمید الطویل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال کان

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا استفتح الصلوٰۃ قال سُبحانك اللھم و بحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الٰہ غیرك

(کتاب الدعاء للطبرانی ج ۲ صکا اسنادہ جید، آثار السنن صلا)

حضرت حمید طویل حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو کہتے سبحانك اللّٰھم و بحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الٰہ غیرك۔

۳۔ عن ابی سعید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ قال سبحانك اللّٰھم و بحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الٰہ غیرك (نسائی ج ۱ صکلا)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز شروع فرماتے تو یہ پڑھتے۔ سبحانك اللّٰھم و بحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الٰہ غیرك

۴۔ عن ابی سعید قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ قال سبحٰنك اللّٰھم و بحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الٰہ غیرك (نسائی ج ۱ صکلا)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو یہ پڑھتے۔ سبحانك اللّٰھم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الٰہ غیرك

Marfat.com

۵۔ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا استفتح الصلوٰۃ قال سبحانک اللھم و بحمدک و تبارک اسمک و تعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک۔ (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۳۵ ۔ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو کہتے۔ سبحانک اللھم و بحمدک وتبارک اسمک و تعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک۔

۶۔ عن عبد اللہ بن مسعود رض قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا اذا استفتحنا الصلوٰۃ ان نقول سبحانک اللھم و بحمدک و تبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک وکان عمر بن الخطاب یعلمنا و یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولہ، (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۶)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سکھلاتے تھے کہ جب ہم نماز شروع کریں تو کہیں سبحانک اللھم و بحمدک وتبارک اسمک و تعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ہمیں یہی سکھلاتے تھے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی کہتے تھے۔

Marfat.com

۷۔ عن ابن جریج قال حدثنی من اصدق عن ابی بکر و عمر و عثمان و عن ابن مسعود رضی اللہ عنہم انہم کانوا اذا استفتحوا قالوا سبحانک اللہم و بحمدک و تبارک اسمک و تعالیٰ جدک و لا الٰہ غیرک قبل القراءۃ

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۶)

ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جسکی میں تصدیق کرتا ہوں، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے بارے میں کہ یہ اصحاب جب نماز شروع کرتے تو کہتے۔ سبحانک اللّٰھم وبحمدک وتبارک اسمک و تعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک قرأت شروع کرنے سے پہلے۔

۸۔ عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کان اذا کبر للصلوٰۃ قال سبحانک اللہم و بحمدک و تبارک اسمک و تعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک (دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ جب نماز کے لیے تکبیر تحریمہ کہہ لیتے تو کہتے سُبحانک اللّٰھم و بحمدک وتبارک اسمک و تعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک۔

۹۔ عن عبدۃ و ھو ابن ابی لبابۃ ان عمر بن الخطاب کان یجھر بھؤلاء الکلمات یقول سُبحانک اللہم و بحمدک وتبارک اسمک

Marfat.com

و تعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک۔ (مسلم ج۱ ص۱۷۲)

حضرت عبدۃ بن ابی لبابۃ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب یہ کلمات اونچی آواز سے پڑھتے تھے۔ سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک و تعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک۔

۱۰۔ عن ابی وائل قال کان عثمان اذا افتتح الصلوٰۃ یقول سبحانک اللھم و بحمدک وتبارک اسمک و تعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک

(دارقطنی ج۱ ص۳۰۲)

حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ جب نماز شروع فرماتے تو کہتے سبحانک اللھم و بحمدک وتبارک اسمک و تعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد "سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک و تعالیٰ جدک" پڑھنا مسنون اور افضل ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی یہی پڑھتے تھے اور صحابہ کو بھی اسی کی تعلیم فرماتے تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے ظاہر ہے۔ چنانچہ خلفاء راشدین حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سب یہی پڑھتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ ــــــــ کا اس کو اونچی آواز سے پڑھنا تاکہ لوگ سیکھ لیں۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہی ثنا افضل و مسنون ہے۔

Marfat.com

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :۔

" واختیار ھؤلاء یعنی الصحابۃ الذین ذکرھم بھذا الاستفتاح وجھر عمر بہ احیانا بمحضر من الصحابۃ لیتعلمہ الناس مع ان السنۃ اخفائہ یدل علی انہ الافضل وانہ الذی کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یداوم علیہ غالبا ۔ (نیل الاوطار ج ۲ ص۲۱۳)

(اور جن صحابۂ کرام کو ذکر کیا ہے ان کا اس ثناء کو اختیار کرنا ، اور حضرت عمرؓ کا کبھی کبھی اس کو صحابۂ کرام کی موجودگی میں بلند آواز سے پڑھنا تاکہ لوگ اسے سیکھ لیں حالانکہ سنت تو اس کو آہستہ پڑھنا ہے ۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہی ثناء (سبحانك اللّٰھم) افضل ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام غالباً اسی پر مداومت فرماتے تھے ۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد اللّٰھم باعد بینی الخ پڑھنا چاہیئے یہی راجح ہے ، یہی افضل ہے ، چنانچہ

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں :۔

" تکبیر تحریمہ کے بعد آہستہ سے یہ دعا پڑھیں جو سب سے زیادہ صحیح اور متفق علیہ ہے ۔ اللّٰھم باعد بینی " ۔ الخ

(دستور المتقی ص۹۰)

Marfat.com

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

" ویکفی فی دعاء الاستفتاح کل دعاء روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والا رجح فیہ ان یقول اللھم باعد بینی" الخ (نزل الابرار ۱ ص۷۶)

اور ثنا میں ہر وہ دُعا کافی ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے البتہ زیادہ راجح اس میں یہ ہے کہ کہے اللھم باعد بینی الخ

صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں :-

" اس دعا (سبحانک اللھم) کی سند منقطع ہے اس لیے بہ نسبت اس دُعا کے اوپر والی صحیحین کی دُعا (اللھم باعد بینی) افضل ہے "۔ (صلاۃ الرسول ص۱۹۳)

ملاحظہ فرمائیے : جس ثنار کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود پڑھتے ہیں جس کی صحابہ کرام کو تعلیم دیتے ہیں ، جس پر خلفاء راشدین عامل ہیں وہ ثنار تو غیر مقلدین کے نزدیک غیر افضل ہے ۔ البتہ جسے انہوں نے اپنا معمول بنایا ہے وہ افضل ہے۔

قارئین کرام یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالحدیث ۔ اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

نوٹ :۔ صادق سیالکوٹی صاحب کا اس ثنار والی حدیث کی سند کو منقطع قرار دینا غلط ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اعلاء السنن ج ۲ ص۱۲۶

ترك الجهر بالتسمية

نماز میں بسم اللہ اونچی آواز سے نہیں پڑھنی چاہیئے

Marfat.com

۱۔ عن انس (رضی اللہ عنہ) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وابوبکرؓ و عمرؓ۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالہ موثقون، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۸)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سب بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھتے تھے۔

۲۔ عن انسؓ قال صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم فلم اسمع احدا منہم یجہر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۰۵)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی لیکن میں نے ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم اونچی آواز سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

۳۔ عن انس قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمر و عثمان فلم اسمع احدا منہم یقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

(مسلم ج ۱ ص ۱۷۲)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی، لیکن ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

Marfat.com

۴۔ عن انس بن مالک انه حدثه قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر و عثمان فکانوا یستفتحون بالحمد للہ رب العلمین لا یذکرون بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فی اول قراءۃ ولا فی آخرھا۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۷۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی یہ سب الحمد للہ رب العلمین سے (قرأت) شروع کرتے تھے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو ذکر نہیں کرتے تھے نہ قرأت کے شروع میں نہ آخر میں۔

۵۔ عن انسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر کانوا یفتتحون الصلوٰۃ بالحمد للہ رب العلمین۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۰۳)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز الحمد للہ رب العلمین سے شروع کرتے تھے۔

۶۔ عن ابی وائل قال کان علی و ابن مسعود لا یجھران بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولا بالتعوذ ولا بآمین۔ (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۶۳)

حضرت ابو وائلؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما، بسم اللہ، اعوذ باللہ اور آمین اونچی آواز سے نہیں کہتے تھے۔

Marfat.com

۷۔ محمد قال اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم قال قال ابن مسعود فی الرجل یجھر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم انھا اعرابیۃ وکان لا یجھر بھا ھو ولا احد من اصحابہ۔

(کتاب الآثار امام ابی حنیفۃ ص۱۲)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت امام ابوحنیفہؒ نے بروایت حماد ابراہیم نخعیؒ سے یہ خبر دی کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایسے شخص کے بارے میں جو بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتا ہے فرمایا کہ یہ گنوارپن ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ خود اور ان کے اصحاب میں سے کوئی بھی بسم اللہ اونچی آواز سے نہیں پڑھتا تھا۔

۸۔ عن عکرمۃ عن ابن عباس فی الجھر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم قال ذالک فعل الاعراب۔

(طحاوی ج ۱ ص۱۴۰)

حضرت عکرمہؒ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنے کے متعلق فرمایا کہ یہ تو گنواروں کا فعل ہے۔

۹۔ عن ابن عبد اللہ بن مغفل قال سمعنی ابی وانا فی الصلوٰۃ اقول بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فقال لی ای بُنَیَّ محدث ایاك والحدث قال ولم ار احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

كان ابغض اليه الحدث فى الاسلام يعنى منه وقال قد صليت مع النبى صلى الله عليه وسلم ومع ابى بكر وعمر وعثمان فلم اسمع احدا منهم يقولها فلا تقلها اذا انت صليت فقل الحمد لله رب العلمين قال ابو عيسى حديث عبد الله بن مغفل حديث حسن والعمل عليه عند اكثر اهل العلم من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم منهم ابوبكر و عمر و عثمان و على و غيرهم و من بعدهم من التابعين و به يقول سفيان الثورى و ابن المبارك و احمد و اسحق لا يرون ان يجهر بسم الله الرحمن الرحيم قالوا و يقولها فى نفسه ۔ (ترمذی ج ۱ ص ۵۷)

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد صاحب نے نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے سنا تو مجھ سے فرمایا۔ بیٹا یہ بدعت ہے اور بدعت سے بچو، فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کے نزدیک اسلام میں بدعت ایجاد کرنے سے زیادہ کوئی چیز مبغوض ہو اور فرمایا کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ (سب) کے ساتھ نماز پڑھی ہے لیکن ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ کہتے ہوئے نہیں سنا۔ لہٰذا تم بھی نہ کہو، جب تم نماز پڑھو تو کہو الحمد للہ رب العلمین۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مغفلؓ کی حدیث حسن

Marfat.com

ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اکثر اہل علم صحابہ کا عمل اسی پر ہے جن میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین بھی ہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اسحٰق بن راہویہؒ کا بھی یہی قول ہے یہ لوگ اونچی آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھتے، البتہ ان کا کہنا ہے کہ نمازی بسم اللہ اپنے جی میں کہہ لے۔

۱۰۔ عن ابراهيم قال جهر الامام بسم الله الرحمٰن الرحيم بدعة۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۴۱۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ امام کا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اونچی آواز سے پڑھنا بدعت ہے۔

۱۱۔ قال وكيع والجهر بالبسملة بدعة۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۰۹)

امام وکیعؒ فرماتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اونچی آواز سے پڑھنا بدعت ہے۔

۱۲۔ قال (سفيان الثوری) يا شعيب لا ينفعك ما كتبت حتى ترى المسح على الخفين وحتى ترى ان اخفاء بسم الله الرحمٰن الرحيم افضل من الجهر به الخ۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۰۶)

حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا اے شعیب جو کچھ تو نے (مجھ سے سُن کر) لکھا ہے یہ تجھے اس وقت تک فائدہ نہیں دے گا جب تک کہ تو موزوں پر مسح کرنے کو صحیح نہ سمجھے، اور جب تک کہ تو

Marfat.com

یہ عقیدہ نہ رکھے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ آواز سے پڑھنا اونچی آواز سے پڑھنے کی نسبت افضل ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز میں قرأۃ شروع کرتے وقت بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھنی چاہیئے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بسم اللہ آہستہ آواز سے ہی پڑھتے تھے۔ یہی معمول خلفاء راشدین اور عام صحابہ کرام کا بھی تھا۔ یہ حضرات بسم اللہ آہستہ آواز ہی سے پڑھتے تھے اور اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کو گنوار پن قرار دیا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے گنواروں کا فعل قرار دیا۔ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے صاحبزادے نے ایک مرتبہ اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھی تو آپ نے اسے روکا اور فرمایا کہ یہ بدعت ہے اور بدعت سے بچو، اسی طرح حضرت ابراہیم نخعیؒ اور حضرت امام وکیعؒ نے بھی اسے بدعت قرار دیا۔ حضرت سفیان ثوریؒ آہستہ آواز سے بسم اللہ پڑھنے کو خود بھی افضل سمجھتے تھے اور دوسروں کو بھی یہی تلقین کرتے تھے۔ آج بھی حرمین شریفین میں بسم اللہ آہستہ آواز ہی سے پڑھی جاتی ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جہری نماز میں بسم اللہ پکار کر پڑھنا بہتر ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں :۔

"والحاصل ان الحق ثبوت قراءتها وانها آية من كل سورة وانها تقرأ فى الصلوٰة جهرا فى

Marfat.com

الجھریۃ وسراً فی السریۃ"

(الروضۃ الندیۃ ج ۱ ص۱۰۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حق بات یہی ہے کہ بسم اللہ کا نماز میں پڑھنا ثابت ہے اور یہ ہر سورۃ کی ایک آیت ہے اور اسے جہری نمازوں میں جہراً (اونچی آواز سے) پڑھا جائے اور سری نمازوں میں سراً (آہستہ)

نواب نور الحسن لکھتے ہیں :۔

"ودر نماز جہریہ بجہر و در سریۃ بسر باید خواند"۔ (عرف الجادی ص۳۶)

اور بسم اللہ جہری نماز میں اونچی آواز سے اور سری نماز میں آہستہ آواز سے پڑھنی چاہیئے۔

یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں :۔

" جہری نماز میں پکار کر اور سری نماز میں آہستہ سے پڑھنا بہتر ہے"

(دستور المتقی ص۹۲)

ملاحظہ فرمائیے :۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھتے ہیں عام صحابہ کرام اور تابعین کا معمول بھی یہی ہے۔ یہ حضرات بسم اللہ آہستہ پڑھتے ہیں اونچی آواز سے پڑھنے کو اچھا نہیں سمجھتے بلکہ اسے گنواروں کا فعل اور بدعت قرار دیتے ہیں، لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنا بہتر اور حق ہے۔ قارئین کرام غور فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کے خلاف کسی عمل بدعت کو بہتر اور حق کہنا یہ عمل بالحدیث ہے یا حدیث سے بغاوت ؟ بھلا جس عمل کو صحابہ اور تابعین بدعت قرار دیں وہ بہتر اور حق ہو سکتا ہے ؟ یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالحدیث۔ قارئین کرام فیصلہ آپ کے سر ہے آپ سوچئے کہ یہ حدیث کی موافقت

Marfat.com

ہے یا مخالفت؟

نوٹ:۔ غیر مقلدین کا بسم اللہ پڑھنے کے متعلق جہری و سری نماز کا فرق کرنا کہ جہری میں جہراً پڑھا جائے اور سری میں بالسر یہ خود ساختہ فرق ہے۔ کسی حدیث میں یہ فرق موجود نہیں ہے۔

ترک القرأۃ خلف الامام

امام کے پیچھے قرارت نہیں کرنی چاہیے

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۷۵ : ۲۰۴

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔

۱- عن يسير بن جابر قال صلى ابن مسعود فسمع ناسا يقرؤن مع الامام فلما انصرف قال اما آن لكم ان تفقهوا اما آن لكم ان تعقلوا واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا كما امركم الله۔

(تفسیر طبری ج ۹ صفحہ ۱۰۳)

حضرت یسیر بن جابر فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے نماز پڑھی اور چند آدمیوں کو امام کے ساتھ قرارت کرتے سنا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم سمجھو اور عقل سے کام لو۔ جب قرآن کریم کی قرأۃ ہوتی ہو تو تم اسکی طرف

Marfat.com

توجہ کرو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

۲۔ عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہٗ وانصتوا یعنی فی الصلوٰۃ المفروضۃ

(کتاب القراءۃ للبیہقی ص۸۸)

حضرت ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد واذا قرئ القرآن الآیۃ کے متعلق مروی ہے کہ یہ فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

۳۔ عن ابن عمر قال کانت بنو اسرائیل اذا قرأت ائمتہم جاوبوھم فکرہ اللہ ذالك لھذہ الامۃ قال واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا۔

(الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ج ۳ ص۱۵۶)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے امام جب قرأت کرتے تھے تو بنی اسرائیل ان کی مجاوبت کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے یہ کام اس اُمت کے لیے ناپسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو۔

۴۔ عن عبد اللہ بن المغفل فی ھذہ الآیۃ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہٗ وانصتوا قال فی الصلوٰۃ۔

(کتاب القراءۃ للبیہقی ص۸)

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ آیت کریمہ واذا قرئ القرآن کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

قال ابن تیمیۃ الحرانی " وذکر احمد بن حنبل الاجماع

Marfat.com

علی انہا نزلت فی ذالک (فی الصلوٰۃ) وذکر الاجماع علی انہ لا تجب القراءۃ علی المأموم حال الجہر"

(فتاویٰ کبریٰ ج ۲ ص۱۶۸)

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے اس بات پر اجماع ذکر کیا ہے کہ یہ آیت (واذا قرئ القرآن الآیۃ) نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے نیز اس پر بھی اجماع نقل کیا ہے کہ جب امام اونچی آواز سے قرأت کر رہا ہو تو مقتدی پر قرأت واجب نہیں ہے۔

عن ابی موسیٰ الاشعری قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا و علمنا صلوتنا فقال اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین الحدیث (بروایت الجریر عن سلیمان عن قتادۃ) (مسلم ج ۱ ص۱۷۴)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا اور سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین کرائی اور نماز کا طریقہ بتلایا اور یہ فرمایا کہ نماز پڑھنے سے قبل اپنی صفوں کو درست کرو، پھر تم میں سے ایک تمہارا امام بنے، جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرنے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

عن ابی موسیٰ قال علمنا رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم قال اذا قمتم الی الصلوٰۃ فلیؤمکم احدکم واذا قرأ الامام فانصتوا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۵)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز سکھائی، فرمایا کہ جب تم نماز پڑھنے کھڑے ہو تو تم میں سے ایک تمہارا امام بنے اور جب وہ امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

۷۔ عن حطان بن عبد اللہ ان ابا موسیٰ قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعلمنا سنتنا وبین لنا صلوٰتنا فقال اذا کبر الامام فکبروا واذا قرأ فانصتوا۔ (صحیح ابی عوانہ ج ۲ ص ۱۳۳)

حضرت حطان بن عبد اللہؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب کیا اور سنت کی تعلیم دی اور نماز کا طریقہ بتلایا اور فرمایا کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر ——— کہو اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

۸۔ عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ الامام فانصتوا واذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین۔

(صحیح ابی عوانہ ج ۲ ص ۱۳۳)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیر

Marfat.com

للمغضوب علیهم و لا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

۹۔ عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ الامام فانصتوا فاذا کان عند القعدۃ فلیکن اول ذکر احدکم التشہد۔

(ابن ماجہ ص۶۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو پھر جب قعدہ میں بیٹھے تو تم میں سے ایک کا پہلا ذکر تشہد ہونا چاہیئے۔

۱۰۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللّٰھم ربنا لک الحمد۔ (نسائی ج ۱ ص۱۰۷)

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص۳۷۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لیئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جاسکے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے، تو تم خاموش رہو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللّٰھم ربنا لک الحمد کہو۔

۱۱۔ عن ابی ہریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا (نسائی ج ۱ ص۱۰۷)

Marfat.com

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

۱۲۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال غیر المغضوب (علیھم) ولا الضالین فقولوا آمین، الحدیث۔

(ابن ماجہ ص۶۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

۱۳ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انما الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال ولا الضالین فقولوا آمین، الحدیث۔ (مسند احمد ج ۲ ص۳۷۶)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امام اسی لیے (مقرر) ہوتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرارت کرے تو تم خاموش رہو اور جب

Marfat.com

وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

۱۴۔ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قرأ الامام فانصتوا ۔ (کتاب القرأۃ للبیہقی ص۱۱۲)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

۱۵۔ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما صلوٰۃ الظہر فقرأ معہ رجل من الناس فی نفسہ فلما قضی صلاتہ قال ھل قرأ معی منکم احد قال ذالک ثلثا فقال لہ الرجل نعم یا رسول اللہ انا کنت اقرأ بسبح اسم ربک الاعلیٰ قال مالی انازع القرآن اما یکفی احدکم قراءۃ امامہ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا قرأ فانصتوا ۔

(کتاب القرأۃ للبیہقی ص۱۲۱)

حضرت عمرؓ بن خطاب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ظہر کی نماز پڑھائی تو ایک صاحب اپنے جی ہی جی میں آپ کے ساتھ قرأت کرنے لگے۔ نماز پوری ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرأت کی ہے تین دفعہ آپ نے یہ سوال کیا، ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسول اللہ میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھ رہا تھا: آپ نے فرمایا کیا ہو گیا کہ مجھے قرآن کی قرأت میں کشمکش میں ڈالا جاتا ہے کیا

Marfat.com

تمہیں امام کی قراءۃ کافی نہیں ہے۔ امام تو بنایا ہی اس لیے جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے لہٰذا جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہا کرو۔

۱۶۔ عن عطاء الخراسانی قال کتب عثمان رضی اللہ عنہ الی معاویۃ رحمہ اللہ اذا قمتم الی الصلوۃ فاستمعوا وانصتوا فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول للمنصت الذی لا یسمع مثل اجر السامع المنصت۔ (کتاب القرأۃ للبیہقی ص۱۱۵)

حضرت عطاء خراسانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور خاموش رہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص خاموش رہے اور اسے سنائی نہ دے اس کے لیے ایسا ہی اجر ہے جیسا اس شخص کے لیے جسے سنائی دے اور وہ خاموش رہے۔

۱۷۔ عن علی رضی اللہ عنہ قال سأل رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقرأ خلف الامام ام انصت قال لا بل انصت فانہ یکفیک۔ (کتاب القرأۃ للبیہقی ص۱۶۳)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں یا خاموش رہوں۔ آپ نے فرمایا خاموش رہو کیونکہ تمہیں امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

۱۸۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف

Marfat.com

من صلاۃ جہر فیہا بالقرأۃ فقال ہل قرأ معی منکم احد آنفا فقال رجل نعم انا یا رسول اللہ قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اقول مالی انازع القرآن فانتھی الناس عن القراءۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جہر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقراءۃ حین سمعوا ذالک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (موطا امام مالک ص۶۹)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے، ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسول اللہ میں نے قرأت کی ہے۔ حضرت ابو ہریرۃ کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبھی تو میں (اپنے جی میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں منازعت کیوں ہو رہی ہے، اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرأت کیا کرتے تھے لوگوں نے آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی۔

۱۹- ثنا سفیان بن عیینۃ عن الزہری عن ابن اکیمۃ قال سمعت ابا ہریرۃ یقول صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم باصحابہ صلاۃ نظن انہا الصبح فقال ہل قرأ منکم من احد قال رجل انا قال انی اقول مالی انازع القرآن (ابن ماجہ ص۶۱)

ابن اکیمہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو فرماتے

Marfat.com

ہوئے سُنا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ صبح کی نماز تھی۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے قرأت کی ہے۔ ایک صاحب بولے میں نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا میں بھی کہوں کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں منازعت کیوں کی جا رہی ہے۔

۲۰۔ ثنا معمر عن الزهری عن ابن اکیمة عن ابی هریرة قال صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فذکر نحوه وزاد فیه قال فسکتوا بعد فیما جهر فیه الامام۔ (ابن ماجہ صلاف)

معمرؒ بروایت زہریؒ ابن اکیمہ سے روایت کرتے ہیں اور اکیمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے آگے پہلی حدیث کی طرح ذکر کیا اور اس میں یہ زیادہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ لوگوں نے اس کے بعد ان نمازوں میں خاموشی اختیار کر لی جن نمازوں میں امام جہر سے قرأت کرتا۔

۲۱۔ عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم انصرف من صلاة جهر فیها بالقرأءة فقال هل قرأ معی احد منکم آنفا فقال رجل نعم یا رسول الله قال انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتهی الناس عن القراءة مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فیما یجهر فیه رسول الله صلی الله علیه وسلم

Marfat.com

من الصلوٰة بالقراءة حين سمعوا ذالك من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ (ترمذی ج ا ص۷۱)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا جبھی تو میں (اپنے دل میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں منازعت کیوں کی جا رہی ہے۔ اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرأت کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی۔

۲۲۔ عن ابی هريرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلاة جهر فيها بالقراءة فقال هل قرأ معي احد منكم آنفا فقال رجل نعم يا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتهى الناس عن القراءة مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فيما جهر فيه النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالقراءة من الصلوٰة حين سمعوا ذالك من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ (ابوداؤد ج ا ص۱۲۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں

Marfat.com

سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک صاحب بولے جی ہاں یارسول اللہ۔ آپ نے فرمایا جبھی تو میں کہوں کہ قرآن کریم کی قرارت میں مجھ سے منازعت کیوں کیجا رہی ہے۔ اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرأت کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی۔

۲۳۔ عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف من صلوٰة جهر فيها بالقراءة فقال هل قرأ معی احد منكم آنفا قال رجل نعم يا رسول الله قال انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتهى الناس عن القراءة فيما جهر فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم بالقراءة من الصلوٰة حين سمعوا ذالك۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۰۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک صاحب بولے جی ہاں یارسول اللہ۔ آپ نے فرمایا جبھی تو میں کہوں کہ قرآن کریم کی قرأت میں مجھ سے منازعت کیوں کی جارہی ہے۔ اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرارت کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی۔

۲۴۔ عن عمران بن حصين ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى الظهر فجعل رجل يقرأ خلفه بسبح

Marfat.com

اسم ربك الاعلى فلما انصرف قال ایکم قرأ او ایکم القاری فقال رجل انا فقال قد ظننت ان بعضکم خالجنیها۔ (مسلم ج ۱ صا۱۷۲)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی تو ایک صاحب آپ کے پیچھے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھنے لگے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا تم میں سے کس نے قراءت کی ہے یا تم میں سے کون قاری ہے۔ ایک صاحب بولے میں۔ آپ نے فرمایا مجھے خیال ہوا کہ تم میں سے کوئی مجھے خلجان میں ڈال رہا ہے۔

۲۱- عن عمران بن حصین قال صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الظہر فقرأ رجل خلفہ بسبح اسم ربك الاعلیٰ فلما صلی قال من قرأ بسبح اسم ربك الاعلی قال رجل انا قال قد علمت ان بعضکم قد خالجنیہا۔

(نسائی ج ۱ صا۱۴۱)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظہر کی نماز پڑھی۔ ایک صاحب نے آپ کے پیچھے سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھی جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا سبح اسم ربک الاعلیٰ کس نے پڑھی ہے ایک صاحب بولے میں نے آپ نے فرمایا میں نے جانا تم میں سے کوئی مجھے قرأت میں الجھا رہا ہے۔

۲۲- عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلاۃ الظہر او العصر و رجل یقرأ خلفہ

Marfat.com

فلما انصرف قال ایکم قرأ بسبح اسم ربك الاعلیٰ
قال رجل من القوم انا ولم ارُد بها الا الخیر
فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد عرفت ان
بعضکم قد خالجینها۔ (نسائی ج ۱ ص۱۰)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی۔ ایک صاحب آپ کے پیچھے قرأت کرنے لگے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا تم میں سے کس نے سبح اسم ربک الاعلی پڑھی ہے۔ ایک صاحب بولے میں نے، اور میری نیت ثواب کے سوا کچھ نہ تھی۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے جانا کہ تم میں سے کوئی مجھے قرآن کی قرأت میں الجھا رہا ہے۔

۲۷۔ عن عبد اللہ بن بحینہ وکان من اصحاب رسول
اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال هل قرأ احد منکم معی آنفا قالوا نعم قال
انی اقول مالی انازع القرآن فانتهی الناس عن
القراءة معه حین قال ذالك۔ (مسند امام احمد ج ۵ ص۳۴۵)

حضرت عبد اللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تب ہی تو میں (دل میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں منازعت اور کشمکش کیوں کی جا رہی ہے۔ آپ نے

Marfat.com

جب یہ فرمایا تو لوگوں نے آپ کے ساتھ قرائت ترک کردی۔

۲۸- عن عبد اللہ (بن مسعود) قال کانوا یقرءون خلف النبی علیہ السلام فقال خلطتم علی القرآن۔

(الجوہر النقی ج ۲ ص۱۶۲، طحاوی ج ۱ ص۱۲۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے قرأت کر رہے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم نے مجھ پر قرآن مجید کی قرأت خلط ملط کر دی ہے۔

۲۹- عن جابر بن عبداللہ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باصحابہ الظہر او العصر فلما انصرف قال من قرأ خلفی بسبح اسم ربک الاعلیٰ فلم یتکلم احد فردد ذالک ثلثا فقال رجل انا یا رسول اللہ قال لقد رأیتک تخالجنی او قال تنازعنی القرآن من صلی منکم خلف امام فقراءتہ لہ قراءۃ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص۱۲۵)

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی۔ آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میرے پیچھے سبح اسم ربک الاعلیٰ کس نے پڑھی ہے؛ کوئی نہ بولا، آپ نے تین دفعہ یہ سوال کیا، ایک صاحب بولے میں نے یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا میں نے دیکھا کہ تو مجھے قرأت قرآن کے متعلق خلجان میں ڈال رہا ہے یا فرمایا کشمکش میں ڈال رہا ہے۔ تم میں سے جو بھی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔

Marfat.com

۳۰۔ عن جابر بن عبد الله ان رجلا قرأ خلف النبی صلی الله علیہ وسلم فی الظھر او العصر فاوی الیہ رجل فنھاہ فلما انصرف قال اتنھانی ان اقرأ خلف النبی صلی الله علیہ وسلم فتذاکرا ذالک حتی سمع النبی صلی الله علیہ وسلم فقال رسول الله صلی الله علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قراءتہ لہ قراءۃ۔ (کتاب القرأۃ للبیہقی ص۱۲۶)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ ظہر یا عصر کی نماز میں ایک شخص نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے قرأت کی، اثنار نماز میں ایک آدمی نے اشارہ سے اس کو قرأت سے منع کیا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو قرأت کرنے والے نے منع کرنے والے سے کہا کہ تم مجھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے قرأت کرنے سے کیوں روکتے ہو؟ وہ دونوں یہ باتیں کر رہے تھے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی گفتگو سن لی اور ارشاد فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو اس کے لیے امام کی قرارت ہی کافی ہے۔

۳۱۔ عن جابر بن عبد الله عن النبی صلی الله علیہ وسلم قال من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ۔ (موطا امام محمد ص۹۵)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأۃ ہی اس کی قرارت ہے۔

Marfat.com

۲۲۔ عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل من کان لہ امام فقراءتہ لہ قراءۃ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱ ص۳۷۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے امام کی اقتدار کی تو امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی قرات ہے۔

۲۳۔ عن جابر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ۔

(مسند احمد بن منیع بحوالہ فتح القدیر ۱ ص۲۹۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کی اقتدار کی تو امام کی قرات ہی مقتدی کی قرات ہے

۲۴۔ عن جابر بن عبد اللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ۔

(کتاب القراءۃ للبیہقی ص۱۳۸)

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کی اقتدار کی تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرات ہے۔

۲۵۔ عن عبد اللہ بن شداد بن الھاد قال ام رسول اللہ علیہ وسلم فی العصر قال فقرأ رجل خلفہ فغمزہ الذی یلیہ فلما ان صلی قال لم غمزتنی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدامک فکرھت ان تقرأ خلفہ فسمعہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

فقال من کان له امام فان قراءته له قراءة ۔

(موطا امام محمد ص۹۸)

حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز میں امامت کرائی، اور ایک شخص نے آپ کے پیچھے قرارت کی، جو نمازی اس کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس نے اس کا ذرا بدن دبایا تاکہ یہ قرأت سے باز آجائے۔ جب نماز ہو چکی تو اس نے کہا کہ تم نے مجھے کیوں دبایا تھا؟ منع کرنے والے نے کہا کہ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آگے قرارت کر رہے تھے۔ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ تم بھی قرارت کرو۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں کی باتیں سن کر ارشاد فرمایا جس نے امام کی اقتدار کی تو امام کی قرارت ہی مقتدی کی قراءت ہے۔

۳۶۔ عن ابی الدرداء قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افی کل صلاۃ قراءۃ قال نعم فقال رجل من الانصار وجبت ھذہ فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکنت اقرب القوم الیہ ما اری الامام اذا ام القوم الا کفاھم،

(دارقطنی ج ۱ ص۳۳۲)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا، کیا ہر نماز میں قرارت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، ایک انصاری بولے پھر تو قرارت ضروری ہو گئی حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام اہل مجلس میں

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب میں تھا۔ آپ نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا میں تو یہی جانتا ہوں کہ امام کی قراءت مقتدیوں کو کافی ہے

۳۷- عن ابی هریرة رض ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من کان له امام فقراءة الامام له قراءة۔

(کتاب القراءة صنکل)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کی اقتدار کی تو امام کی قراءت ہی مقتدی کی قرائت ہے۔

۳۸- عن ابن عمر عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من کان له امام فان قراءة الامام له قراءة

(کتاب القراءة للبیهقی ص۱۵۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس کے لیے امام ہو تو امام کی قراءۃ ہی اس کی قراءۃ ہے۔

۱- عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال تکفیك قراءة الامام خافتَ اَوْ جهرَ

(دارقطنی ج۱ ص۳۳۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تجھے امام کی قراءۃ کافی ہے چاہے وہ آہستہ آواز سے قراءت کرے یا اُونچی آواز سے،

۱- عن انس بن مالك ان النبی صلی الله علیه وسلم

Marfat.com

قال من کان له إمام فقراءة الامام له قراءة۔
(کتاب القراءة للبیہقی ص۱۵۳)

۴۱۔ عن انس قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باصحابہ ثم اقبل بوجھہ فقال اتقرءون والامام یقرأ فسکتوا فسألھم ثلثا فقالوا انا لنفعل قال فلا تفعلوا۔ (طحاوی ج ۱ ص۱۵۱ وکتاب القرأۃ للبیہقی ص۱۵۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کو نماز پڑھائی (نماز سے فارغ ہوکر) آپ صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم قرارت کرتے ہو جبکہ امام قرارت کر رہا ہوتا ہے۔ صحابہ کرام چپ رہے، آپ نے تین بار یہی سوال کیا تو صحابہ کرام بولے کہ ہم ایسا کرتے ہیں آپ نے فرمایا ایسے مت کرو۔

۴۲۔ عن النواس بن سمعان قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الظہر وکان عن یمینی رجل من الانصار فقرأ خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی یساری رجل من مزینۃ یلعب بالحصا فلما قضی صلوتہ قال من قرأ خلفی قال الانصاری انا یارسول اللہ قال فلا تفعل من کان لہ امام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ وقال للذی یلعب بالحصا ھذا حظک من صلوتک (کتاب القرأۃ للبیہقی ص۱۶۲)

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ میری داہنی طرف ایک انصاری صحابی تھے۔ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے قرأت کی اور میری بائیں جانب قبیلہ مزینہ کے ایک صاحب تھے جو کنکریوں سے کھیل رہے تھے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ میرے پیچھے کس نے قرأت کی ہے۔ انصاری بولے میں نے یارسول اللہ! آپ نے فرمایا ایسا مت کرو کیونکہ جو امام کی اقتداء کرے، تو امام کی قرات ہی مقتدی کی قرات ہوتی ہے، جو صاحب کنکریوں سے کھیل رہے تھے ان سے فرمایا تمہیں نماز سے یہی حصہ ملا ہے۔

۴۳- عن یحیی بن عبد اللہ بن سالم العمری ویزید بن ابی عیاض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان منکم لہ امام فائتم بہ فلا یقرأن معہ فان قراءتہ لہ قراءۃ۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۸۳)

یحیی بن عبد اللہ اور یزید بن ابی عیاض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس کے لیے امام ہو اور وہ اس امام کی اقتدار کرے تو مقتدی اس کے ساتھ ہرگز قرات نہ کرے کیونکہ امام کی قرأت ہی اس کی قرات ہے۔

۴۴- عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلی رکعۃ فلم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام۔ (طحاوی ۱۵۱ ج ۱ مصنف عبد الرزاق ۱۵۱ ج ۲)

Marfat.com

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے نماز کی کوئی رکعت پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔

۴۵۔ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل صلوٰۃ لا یقرأ فیھا بام الکتاب فھی خداج الا وراء الامام۔ (کتاب القرأۃ للبیہقی ص۱۳۶، دارقطنی ج ۱ ص۳۲۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے پڑھی گئی ہو۔

۴۶۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل صلاۃ لا یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب فلا صلاۃ لہ الا وراء الامام (کتاب القراءۃ للبیہقی ص۱۷۳)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نہیں ہوتی سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے پڑھی گئی ہو۔

۴۷۔ عن بلال قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا اقرأ خلف الامام۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص۱۷۵)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں امام کے پیچھے قرأت نہ کروں۔

۴۸۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم ما كان من صلاة يجهر فيها الامام بالقراءة فليس لاحد ان يقرأ معه ۔ (كتاب القراءة للبيهقي ص۱۲۱)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نماز میں امام جہر سے قرارت کرتا ہو اس میں کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ امام کے ساتھ قرارت کرے۔

۴۹۔ عن ابی هريرة (رضى الله عنه) قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل صلاة لا يقرأ فيها بام الكتاب فهى خداج الا صلاة خلف امام ۔ (كتاب القراءة للبيهقي ص۱۷۱)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہوتی ہے سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے پڑھی جائے۔

۵۰۔ عن الشعبى قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا قراءة خلف الامام ۔ (دارقطنی ج ۱ ص۳۲۲)

۱۱ شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کے پیچھے قرارت جائز نہیں۔

۵۱۔ عن ابن عباس قال لما مرض رسول الله صلى الله عليه وسلم مرضه الذى مات فيه كان فى بيت عائشة فقال ادعوا لى عليا قالت عائشة ندعو لك ابابكر قال ادعوه قالت حفصة يارسول الله ندعو لك عمر قال ادعوه قالت ام الفضل يارسول الله ندعو لك العباس قال نعم

Marfat.com

فلما اجتمعوا رفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأسہ فنظر فسکت فقال عمر قوموا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم جاء بلال یؤذنہ بالصلوٰۃ فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس فقالت عائشۃ یا رسول اللہ ان ابابکر رجل رقیق حصر ومتی لا یراك یبکی والناس یبکون فلو امرت عمر یصل بالناس فخرج ابوبکر فصلی بالناس فوجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نفسہ خفۃ فخرج یہادی بین رجلین ورجلاہ تخطان فی الارض فلما رآہ الناس سبحوا بابی بکر فذہب لیتأخر فاومی الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای مکانك فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجلس عن یمینہ وقام ابوبکر وکان ابوبکر یأتم بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم والناس یأتمون بابی بکر قال ابن عباس واخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من القراءۃ من حیث کان بلغ ابوبکر الحدیث،

(ابن ماجہ ص۸۸، طحاوی ج ۱ ص۲۴۱، مسند احمد ج ۱ ص۲۳۲، دارقطنی ج ۱ ص۳۹۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آپ مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ حضرت عائشہ رض کے گھر میں تھے۔ آپ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ۔ حضرت عائشہ رض

Marfat.com

بولیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا دیں ۔ آپ نے فرمایا بلا دو حضرت حفصہؓ بولیں یا رسول اللہ عمر رضی اللہ عنہ کو بھی بلالیں، آپ نے فرمایا بلالو ۔ حضرت اُم فضل بولیں یا رسول اللہ عباسؓ کو بھی بولیں آپ نے فرمایا ہاں، جب یہ سب حضرات جمع ہو گئے تو آپ نے اپنا سر مبارک اٹھا کر دیکھا اور خاموش رہے ۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے اس وقت آپ کے پاس سے اُٹھ جاؤ پھر حضرت بلالؓ نے آکر آپ کو نماز کی اطلاع کی، آپ نے فرمایا ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں ۔ حضرت عائشہؓ بولیں یا رسول اللہ ابوبکرؓ بہت نرم دل ہیں ۔ جب آپ کو نہیں دیکھیں گے تو رونے لگیں گے اور لوگ بھی رو دیں گے ۔ اگر عمرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں تو اچھا ہو، لیکن حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھانے لگے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیف میں کچھ تخفیف محسوس کی تو آپ دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے پاؤں سے زمین میں لکیریں پڑ رہی تھیں، جب لوگوں نے آپ کو دیکھا تو (حضرت ابوبکرؓ کو متنبہ کرنے کے لیے) سبحان اللہ کہا، حضرت ابوبکرؓ پیچھے ہٹنے لگے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ ہی ٹھہرو ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچے اور آپ کے دائیں جانب بیٹھ گئے ۔ حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہو کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتدار کرنے لگے اور لوگ حضرت ابوبکرؓ کی اقتدار کرنے لگے ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءۃ اسی

Marfat.com

جگہ سے شروع فرمائی جس جگہ حضرت ابوبکرؓ پہنچے تھے۔

۵۲۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال القاری غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقال من خلفہ آمین فوافق قولہ قول اھل السماء غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۷۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قاری غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہتا ہے اور اس کے پیچھے اس کا مقتدی آمین کہتا ہے اور مقتدی کا قول اہل آسمان کے قول کے موافق ہو جاتا ہے تو اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

۵۳۔ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا امّن القاری فامّنوا فان الملئکۃ تؤمن فمن وافق تامینہ تامین الملئکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۴۷ و نسائی ج ۱ ص ۱۰۸، ابن ماجہ ص ۶۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب قاری آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں پس جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

۵۴۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین

Marfat.com

فقولوا آمین فان الملئکة تقول آمین وان الامام یقول آمین فمن وافق تامینه تامین الملئکة غفرله ماتقدم من ذنبه۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۴۶

دارمی ج ۱ ص ۲۲۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے سو جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

۵۵۔ عن الحسن عن ابی بکرة انه انتهی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فقال زادك اللہ حرصا ولا تعد۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۰۸)

حضرت حسن بصریؒ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس (مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں) پہنچے تو آپ رکوع میں جا چکے تھے چنانچہ یہ صف میں ملنے سے پہلے ہی رکوع میں چلے گئے (اور آہستہ آہستہ چلتے چلتے صف میں مل گئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کرنے پر اور حریص کرے پھر ایسا نہ کرنا۔

۵۶: عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر وعمر وعثمان یفتتحون القراءة بالحمد

Marfat.com

لله رب العلمين ۔ (ترمذی ج ۱ ص۵۷، ابوداؤد ج ۱ ص۱۱۴، نسائی ص۱۰۴)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم قراءۃ الحمد للہ رب العلمین سے شروع کرتے تھے۔

۵۷۔ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفتتح الصلوٰۃ بالتکبیر والقراءۃ بالحمد لله رب العلمین ۔ الحدیث (ابوداؤد ج ۱ ص۱۱۴)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اللہ اکبر کہہ کر شروع فرماتے تھے اور قرارت الحمد للہ رب العلمین سے۔

۵۸۔ عن عبادۃ بن الصامت یبلغ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعدًا قال سفیان لمن یصلی وحدہ (ابوداؤد ج ۱ ص۱۱۹)

حضرت عبادہ بن صامت رضؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ مزید کچھ اور نہ پڑھے۔ حضرت سفیان بن عینیہؒ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔

قال الامام الترمذی واما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لم یقراء بفاتحۃ الکتاب لذا کان

Marfat.com

وحدہٗ

(ترمذی ج ۱ ص۷۱)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کہ اس کی نماز جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ قراءت نہ کرے کے متعلق حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا کہنا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب کہ کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔

Marfat.com

خلفاء راشدین امام کے پیچھے قرات کرنے سے منع کرتے تھے

عبدالرزاق عن عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم عن ابیہ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن القراءۃ خلف الامام قال واخبرنی اشیاخنا ان علیا قال من قرأ خلف الامام فلا صلاۃ لہ قال واخبرنی موسی بن عقبۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر وعمر وعثمان کانوا ینھون عن القراءۃ خلف الامام۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۹)

امام عبدالرزاق عبدالرحمٰن بن زیدؓ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرارت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ عبدالرحمٰن بن زیدؒ فرماتے ہیں۔ مجھے بہت سے مشائخ نے خبر دی ہے کہ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ جس نے امام کے پیچھے قرارت کی اس کی نماز نہیں ہوئی اور موسیٰ بن عقبہؒ نے مجھے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا فرمان

ا۔ عن نافع وانس بن سیرین قال قال عمر بن الخطاب تکفیک قراءۃ الامام۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۷۶)

Marfat.com

امام نافعؒ اور انس بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔

۲- عن القاسم بن محمد قال قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لا یقرأ خلف الامام جہرا ولم یجہر

(کتاب القراءۃ للبیہقی ص۱۸۴)

حضرت قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے قراءت نہ کی جائے امام جہر کرے یا نہ کرے۔

۳- اخبرنا محمد بن عجلان ان عمر بن الخطابؓ قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجرا۔

(موطا امام محمدؒ ص۹۸)

محمد بن عجلانؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے فرمایا کہ کاش کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ڈال دیئے جائیں۔

حضرت علیؓ کا فرمان

۱- عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ قال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرۃ۔ (دارقطنی ج ۱ ص۳۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص۳۷۶)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت کو کھو دیا"۔

۲- عن داود بن قیس عن محمد بن عجلان قال قال علی من قرأ مع الامام فلیس علی الفطرۃ۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص۱۳۸، طحاوی ج ۱ ص۱۵۰)

Marfat.com

محمد بن عجلانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا جس نے امام کے ساتھ قرأت کی وہ فطرۃ (اسلام کے طریقہ) پر نہیں ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول وعمل

۱- عن ابی وائل قال جاء رجل الی عبد الله (بن مسعود) فقال یا ابا عبد الرحمٰن اقرأ خلف الامام؟ قال انصت للقرآن فان فی الصلوٰة شغلا وسیکفیك ذلك الامام ، (مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۳۸ ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶ ، کتاب القرأت للبیہقی ص ۱۲۶ ، موطا امام محمد ص ۹۶)

حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ کیا میں امام کے پیچھے قرارت کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا (قرأت) کے وقت خاموش رہو کیونکہ نماز میں امام قرأت میں مشغول ہے اور تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔

۲- عن علقمۃ بن قیس ان عبد الله بن مسعود کان لا یقرأ خلف الامام فیما یجهر فیه و فیما یخافت فیه فی الاولیین ولا فی الاخریین الحدیث (موطا امام محمد ص ۹۶)

حضرت علقمہ بن قیسؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے نہ جہری نمازوں میں نہ سری نمازوں میں نہ پہلی رکعتوں میں نہ آخری رکعتوں میں۔

Marfat.com

۳۔ عن علقمة عن عبد الله قال لان اعض علی جمر الغضا احب الی من ان اقرأ خلف الامام۔
(کتاب القرآت للبیہقی ص۱۳۵ وموطا امام محمد ص۹۸)

حضرت علقمہؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا مجھے جھنڈ درخت کے جلتے کوئلوں کو منہ میں لے لینا اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں۔

۴۔ عن علقمة عن ابی مسعودؓ قال لیت الذی یقرأ خلف الامام ملئ فوه ترابا۔ (طحاوی ج ۱ ص۱۵۰ ومصنف عبدالرزاق ج ۲ ص۱۳۸)

حضرت علقمہؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کاش کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

۵۔ عن عبد اللہ بن مسعودؓ انه قال یا فلان لا تقرأ خلف الامام الا ان یکون اماما لا یقرأ۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص۱۱۰)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا او فلاں امام کے پیچھے قرأت نہ کیا کر ہاں یہ کہ کوئی قرارت نہ کرتا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول و عمل

مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر كان اذا سئل هل يقرأ احد خلف الامام قال اذا صلى احدكم خلف الامام فحسبه قراءة الامام واذا صلى وحده فليقرأ قال وكان عبد الله بن عمر لا يقرأ خلف الامام (موطا امام مالک ص۸۶)

Marfat.com

امام مالکؒ بواسطہ نافعؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ سے سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی امام کے پیچھے قرارت کر سکتا ہے تو آپ فرماتے کہ تم میں سے کوئی جب امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قرأت ہی کافی ہے اور جب اکیلا نماز پڑھے تو قرارت کر لیا کرے نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرارت نہیں کیا کرتے تھے۔

۲۔ عن نافع عن ابن عمر قال من صلی خلف الامام کفته قراءته۔ (موطا امام محمد ص۹۴)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے لیے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

۳۔ عن ابن عمر انه سئل عن القراءة خلف الامام قال تکفیك قراءة الامام (موطا امام محمد ص۹۴)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے امام کے پیچھے قرارت کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا تمہیں امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

۴۔ عن انس بن سیرین قال سألت ابن عمر اقرأ مع الامام فقال انك لضخم البطن تکفیك قراءة الامام۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص۱۴۰ کتاب القرأت للبیہقی ص۱۶۵)

حضرت علامہ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سوال کیا کہ کیا میں امام کے ساتھ قرأت کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم تو بڑے موٹے پیٹ کے ہو تمہیں امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

۵۔ عن ابن عمر کان ینهی عن القراءة خلف الامام۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص۱۴۰)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرارت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

۶- عن القاسم بن محمد قال کان ابن عمر لایقرأ خلف الامام جهر اولم یجهر، الحدیث۔

(کتاب القراءۃ للبیہقی صـ۱۸۲)

قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرارت نہیں کیا کرتے تھے خواہ امام اونچی آواز سے قرأت کرے یا نہ کرے۔

۷- عن عبید الله بن مقسم انه سأل عبد الله بن عمر و زید بن ثابت وجابر بن عبد الله فقالوا لا تقرءوا خلف الامام فی شیئ من الصلوٰت۔ (طحاوی ج۱ صـ۱۵۱)

عبیداللہ بن مقسمؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ زید بن ثابتؓ اور جابر بن عبداللہؓ سے امام کے پیچھے قرارت کے بارے میں سوال کیا تو ان حضرات نے فرمایا کسی بھی نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرو۔

حضرت زید بن ثابتؓ کا قول و عمل

عن عطاء بن یسار انه اخبره انه سأل زید بن ثابت عن القراءة مع الامام فقال لا قراءة مع الامام فی شیئ (مسلم ج۱ صـ۲۱۵، نسائی ج۱ صـ۱۱۱)

حضرت عطاء بن یسارؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے بارے میں پوچھا، تو

Marfat.com

آپ نے فرمایا امام کے ساتھ کسی نماز میں کوئی قرأت نہیں کی جا سکتی۔

۲۔ عن زید بن ثابت قال لا یقرأ خلف الامام ان جھر ولا ان خافت۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۷۶)

حضرت زید بن ثابت رض فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے نہ جب کہ امام جہر سے قرارت کرے اور نہ جب کہ وہ آہستہ آواز سے قرأت کرے۔

۳۔ عن ابن زکوان عن زید بن ثابت و ابن عمر کانا لا یقرآن خلف الامام۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۴۰)

ابن زکوان رح سے مروی ہے کہ حضرت زید بن ثابت رض اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض دونوں امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

۴۔ عن موسی بن سعد بن زید بن ثابت یحدّثہ عن جدہ انہ قال من قرأ خلف الامام فلا صلاۃ لہ۔

(موطا امام محمد ص ۱۰۱، مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۷۶، مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۷)

حضرت زید بن ثابت رض کے پوتے موسیٰ بن سعد رح سے مروی ہے کہ ان کے دادا حضرت زید بن ثابت رض نے فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے قرارت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

۵۔ عن موسی بن سعد عن ابن زید بن ثابت عن ابیہ زید بن ثابت قال من قرأ وراء الامام فلا صلاۃ لہ۔ (کتاب القراۃ للبیہقی ص ۱۸۵)

حضرت موسیٰ بن سعد اپنے والد سے اور وہ اپنے والد حضرت زید بن ثابت رض سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے امام

Marfat.com

کے پیچھے قراءت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کا فرمان

۱- اخبرنا داود بن قیس الفراء المدنی اخبرنی بعض ولد سعد بن ابی وقاص انہ ذکر لہ ان سعدا قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرۃ۔ (مؤطا امام محمد ص۹۸)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی داود بن قیس فرا مدنی نے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے کسی بیٹے نے ان سے ذکر کیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرات کرتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

۲- عن ابی بجاد عن سعد قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرۃ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۷۶)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جو امام کے پیچھے قرات کرتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فرمان

۱- عن ابی حمزۃ قال قلت لابن عباس اقرأ والامام بین یدی فقال لا۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۵۱)

ابوحمزہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا میں اس صورت میں قرات کر سکتا ہوں کہ امام میرے آگے ہو۔

Marfat.com

آپ نے فرمایا نہیں۔

۲۔ عن عکرمة عن ابن عباس انه قیل له ان ناسا یقرءون فی الظهر والعصر فقال لو کان لی علیهم سبیل لقلعت السنتهم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قرأ فکانت قراءته لنا قراءة وسکوته لنا سکوتا۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۴۱)

حضرت عکرمہؒ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سے کہا گیا کہ کچھ لوگ ظہر و عصر میں قرأت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اگر میرا ان پر بس چلے تو میں ان کی زبانیں کھینچ لوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرات کی سو آپ کی قرأت ہماری قرأت تھی اور آپ کا سکوت ہمارا سکوت تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کا قول و عمل

۱۔ مالك عن ابی نعیم وهب بن کیسان انه سمع جابر بن عبد الله یقول من صلی رکعة لم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام۔

(موطا امام مالک ص ۶۶، ترمذی ج ۱ ص ۷۱)

حضرت امام مالکؒ ابو نعیم وہب بن کیسانؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، تو گویا اس نے نماز ہی نہیں پڑھی الا یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔

Marfat.com

۲- عن جابر قال لا یقرأ خلف الامام۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۳۷۶)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے

۳- عن عبید اللہ بن مقسم قال سألت جابر بن عبد اللہ اتقرأ خلف الامام فی الظہر والعصر شیأ فقال لا۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص۱۳۱)

حضرت عبیداللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ ظہر و عصر میں امام کے پیچھے کچھ پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، نہیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا فرمان

عن کثیر بن مرۃ عن ابی الدرداء قال قام رجل فقال یارسول اللہ أفی کل صلوٰۃ قرآن قال نعم فقال رجل من القوم وجب ھذا فقال ابو الدرداء یاکثیر وانا الی جنبہ لا اری الامام اذا ام القوم الا قد کفاھم۔ (طحاوی ج۱ ص۱۴۸، دارقطنی ج۱ ص۳۳۲، مسند احمد ج ۶ ص ۴۴۸)

حضرت کثیر بن مرۃ سے مروی ہے کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک صاحب اٹھے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہر نماز میں قرأت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، لوگوں میں سے ایک صاحب بولے کہ پھر تو قرأت واجب ہو گئی۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے کثیر میں اس کے پہلو ہی میں تھا۔ میں نے کہا کہ میرا خیال تو

Marfat.com

یہی ہے کہ جب امام لوگوں کی امامت کرتا ہے تو اس کی قرات ہی لوگوں کو کافی ہوتی ہے۔

حضرت علقمہ بن قیسؒ م ۶۸ھ کا قول وعمل

عن ابراھیم قال ما قرأ علقمۃ بن قیس قط فیما یجھر فیہ ولا فیما لا یجھر فیہ ولا فی الرکعتین الاخریین اُمّ القران ولا غیرھا خلف الامام۔ (کتاب الآثار بروایت امام محمد ص۲۲)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ علقمہ بن قیسؒ نے امام کے پیچھے کبھی کسی نماز میں قرأت نہیں کی، نہ جہری نمازوں میں نہ سری میں (نہ پہلی رکعتوں میں) اور نہ پچھلی رکعتوں میں نہ سورہ فاتحہ اور نہ کوئی اور سورۃ۔

عن ابراھیم النخعی عن علقمۃ بن قیس قال لان اَعَضَّ علی جمرۃ احب الی من ان اقرأ خلف الامام۔ (موطا امام محمد ص۹۸)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ حضرت علقمہ بن قیسؒ نے فرمایا کہ میں انگارہ منہ میں لے لوں یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ امام کے پیچھے قرأت کروں۔

عن معمر عن ابی اسحٰق ان علقمۃ بن قیس قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام ملئ فوہ قال احسبہ ترابا او رضفا۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص۱۳۹)

Marfat.com

ابو اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت علقمہ بن قیس نے فرمایا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کا منہ بھر دیا جائے ابو اسحق کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ اس کا منہ مٹی سے یا آگ کے انگارے سے بھر دیا جائے۔

حضرت عمرو بن میمون م ۷۴ھ کا فرمان

عن مالك بن عمارة قال سألت لا ادری کم رجل من اصحاب عبد الله کلهم يقولون لا يقرء خلف امام منهم عمرو بن میمون۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۷۷)

مالک بن عمارۃ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بے شمار اصحاب اور تلامذہ سے جن میں عمرو بن میمونؒ بھی ہیں امام کے پیچھے قراءت کرنے کے متعلق سوال کیا تو ان سب نے جواب دیا کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہیئے۔

حضرت اسود بن یزیدؒ م ۷۵ھ کا فرمان

۱- عن ابراهيم قال قال الاسود لان اعض على جمرة احب الى ان اقرأ خلف الامام اعلم انه يقرأ

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۷۶)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اسود بن یزید نے فرمایا کہ میں اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ اپنے منہ میں آگ کی چنگاری ڈال لوں بجائے اس کے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں جبکہ مجھے علم ہے کہ وہ پڑھتا ہے۔

Marfat.com

۲- عن ابراهیم عن الاسود قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام ملئ فوه ترابا۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص۱۳۸)

حضرت اسود بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

حضرت سوید بن غفلہؒ م ۸۱ھ کا فرمان

عن الولید بن قیس قال سألت سوید بن غفلة اقرأ خلف الامام فی الظهر والعصر قال لا۔ (مصنف ابن ابی شیبة ج ۱)

ولید بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سویدؒ بن غفلہؒ سے سوال کیا کہ ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں فرمایا نہیں۔

حضرت سعید بن المسیبؒ م ۹۴ھ کا فرمان

عن قتادة عن ابن المسیب قال انصت للامام
(مصنف ابن ابی شیبة ج ۱ ص۳۷۷)

حضرت سعید بن المسیبؒ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے بالکل خاموشی اختیار کرو۔

حضرت سعید بن جبیر م ۹۴ھ کا فرمان

عن ابی بشر عن سعید بن جبیر قال سألته عن القراءة خلف الامام قال لیس خلف امام قراءة (مصنف ابن ابی شیبة ج ۱ ص۳۷۷)

Marfat.com

ابوبشرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیرؒ سے سوال کیا کہ کیا امام کے پیچھے قرأت کی جا سکتی ہے؟ فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی قسم کی قرأت نہیں کی جا سکتی۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ م ۹۶ھ کا فرمان

۱- عن مغيرة عن ابراهيم انه كان يكره القراءة خلف الامام وكان يقول تكفيك قراءة الامام

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۷۷)

حضرت مغیرہؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ امام کے پیچھے قرأت کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ تجھے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

۲- عن ابراهيم قال ان اول من قرأ خلف الامام رجل اتهم۔

(موطا امام محمدؒ ص ۹۸)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اول وہ شخص جس نے امام کے پیچھے قرأت کی وہ ایسا آدمی تھا جس پر بدعتی ہونے کا الزام لگایا گیا تھا

۳- عن ابراهيم قال الذى يقرأ خلف الامام فاسق

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۷۷)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے وہ فاسق ہے۔

۴- عن ابراهيم قال اول ما احدثوا القراءة خلف الامام وكانوا لا يقرءون

(الجوہر النقی ج ۲ ص ۱۶۹)

Marfat.com

حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ لوگوں نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کی بدعت ایجاد کی ہے اور وہ (صحابہ کرام اور تابعین) امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔

حضرت محمد بن سیرینؒ م ۱۱۰ھ کا فرمان

عن محمد قال لا اعلم القراءة خلف الامام من السنة۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷)

حضرت محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کو سنت نہیں جانتا۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ م ۱۵۰ھ کا مسلک

قال محمد لا قراءة خلف الامام فیما جهر فیہ ولا فیما لم یجهر وبذالك جاءت عامة الآثار وھو قول ابی حنیفة (موطا امام محمد ص ۹۸)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت جائز نہیں نہ جہری نمازوں میں نہ سری نمازوں میں اس کی تائید میں عام آثار وارد ہوئے ہیں اور یہی حضرت امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔

حضرت امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کا مسلک

قال محمد وبہ ناخذ لا نری القراءة خلف الامام فی شیئ من الصلوٰة یجهر فیہ او لا یجهر (کتاب الآثار بروایت الامام محمدؒ ص ۲۳)

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہی ہمارا مسلک ہے ہم کسی بھی نماز میں خواہ جہری ہو یا سری امام کے پیچھے قراءۃ کرنے کو جائز نہیں سمجھتے۔

حضرۃ امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ)، امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ)، امام زہریؒ (م ۱۲۵ھ) سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) سفیان بن عیینہؒ (۱۹۸ھ) اور اسحٰق بن راہویہؒ (۲۳۸ھ) کا مسلک

وجملة ذالك ان القراءة غیر واجبة علی المأموم فیما جهر بہ الامام ولا فیما اسر بہ نص علیہ احمد فی روایة الجماعة وبذالك

Marfat.com

قال الزهری والثوری وابن عیینۃ ومالک
وابو حنیفۃ و اسحٰق ۔ (مغنی ابن قدامۃ ج ۱ صفحہ ۵۶۶)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مقتدی پر قرأت واجب نہیں ہے نہ جہری نمازوں میں نہ سری میں ــــــ امام احمدؒ نے صراحت کے ساتھ یہ بیان کیا ہے جیساکہ علماء کی ایک جماعت نے ان سے نقل کیا ہے، اور امام زہریؒ سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور اسحٰق ابن راھویہؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔

حضرت امام شافعیؒ م ۲۰۴ ھ کا مسلک

نحن نقول کل صلاۃ صلیت خلف الامام والامام یقرأ قراءۃ لا یسمع فیھا قرأ فیھا ۔

(کتاب الام ج ۷، صفحہ ۱۶۶)

اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قرأت کر رہا ہو جو سنی نہ جاتی ہو تو مقتدی ایسی نماز میں قرأت کرے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ م ۵۶۱ ھ کا فرمان

وکذالک ان کان ماموما ینصت الی قراءۃ الامام ویفھمھا ۔

(غنیۃ الطالبین مترجم صفحہ ۵۹۲)

ایسے ہی اگر نماز پڑھنے والا مقتدی ہے تو اس کو امام کی قرأت کے لیے خاموش رہنا چاہیئے اور اس کی قرأت کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

امام ابن تیمیہؒ م ۷۲۸ ھ کا فیصلہ

فالنزاع من الطرفین لکن الذین ینھون عن:

Marfat.com

القراءة خلف الامام جمهور السلف والخلف ومعهم الكتاب والسنة الصحيحة والذين اوجبوها على المأموم فحديثهم ضعفه الائمة۔ (تنوع العبادات صفحہ ۸۶ بحوالہ احسن الکلام صفحہ ۱۹۵)

مسئلہ زیر بحث میں نزاع تو طرفین سے ہے لیکن جو لوگ امام کے پیچھے قرارت سے منع کرتے ہیں وہ جمہور سلف و خلف ہیں اور ان کے ہاتھ میں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ ہے اور جو لوگ امام کے مقتدی کے لیے قرارت کو واجب قرار دیتے ہیں انکی حدیث کو ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ، احادیث و آثار اور ائمہ مجتہدین کے اقوال سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے۔

۱۔ امام کا کام قرأت کرنا ہے اور مقتدی کا کام امام کی قرأت کی طرف کان لگانا اور خاموش رہنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں کا حکم ہے کہ جب امام قرارت کرے تو تم اس کی طرف کان لگاؤ اور خاموش رہو

۲۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام کے پیچھے قرارت کرنے کو منازعت و مخالجت قرار دیا ہے (جو اسی صورت میں ہوتی ہے کہ امام اور مقتدی دونوں پڑھنے لگیں) اس سے یہی ثابت ہوا کہ مقتدی کا قرأت کرنا درست نہیں ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے منازعت و مخالجت نہ قرار دیتے نیز انہی احادیث سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ یہ منازعت و مخالجت فقط جہری نمازوں کے ساتھ نہیں بلکہ جہری اور سری دونوں میں ہوتی ہے جیسا کہ حضرت عمران بن حصین اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی مرفوع احادیث

Marfat.com

سے ظاہر ہے۔

۳۔ مرض الوفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی جس میں آپ نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی کیونکہ پہلے حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب آپ تشریف لائے تو حضرت ابوبکرؓ مکبر کا فریضہ انجام دینے لگے اور آپ امامت کرانے لگے اور آپ نے قرأت اس کے آگے سے شروع کی جہاں تک حضرت ابوبکرؓ کر چکے تھے اور مسند احمد کی روایت کے مطابق حضور علیہ السلام والسلام کی تشریف آوری کے وقت حضرت ابوبکرؓ سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ شروع کر چکے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نماز بغیر فاتحہ کے پڑھائی اور یہ بھی یہ آپ کا آخری فعل جس کا کوئی ناسخ بھی نہیں، چودہ صدیاں گزر گئیں آج تک کسی نے نہیں کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ نماز نہیں ہوئی (العیاذ باللہ)۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول اور فعل دونوں اس کی دلیل ہوئے۔

۴۔ آمین کی احادیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام کو قاری (قراءت کرنیوالا) فرمایا نیز آپ نے حکم دیا کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرأت فقط امام کا کام ہے مقتدی کا نہیں؛ ورنہ تو آپ اول تو سب کو قاری قرار دیتے، دوسرے

مقتدیوں سے کہتے کہ جب تم ولا الضالین کہہ چکو تو آمین کہو مگر آپ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ نیز احادیث آمین سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان اور فرشتے آمین میں موافقت کرنے کے مامور ہیں اور یہ بات بالکل ظاہر و باہر ہے کہ فرشتوں کی آمین امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی قرأت کے بغیر ہی واقع ہوتی ہے (کیونکہ قرأت قرآن خاصہ

Marfat.com

انسان ہے کسی اور کو یہ حاصل نہیں) پس چاہیئے کہ مقتدیوں کی آمین بھی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی قرأت کے بغیر ہی ہو تاکہ مقتدیوں اور فرشتوں کی آمین میں توافق ہو سکے، اس بات سے بھی ثابت ہوا کہ قرأت فقط امام کا کام ہے مقتدی کا نہیں عـلـه

۵۔ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (۵۵) سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص امام کو رکوع میں پالے تو اس کی وہ رکعت ہو جائے گی، کیونکہ حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رکوع میں پایا تو رکعت پانے کے لیے جلدی سے رکوع میں چلے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے حضرت ابو بکرۃ رض کو دُعا دی اور فرمایا آئندہ ایسا نہ کرنا لیکن یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی، اسے لوٹاؤ، امام کو رکوع میں پا لینے سے رکعت کا ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ مقتدی پر سورۃ فاتحہ فرض نہیں، اگر فرض ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو بکرۃ رض کو ضرور نماز لوٹانے کا حکم دیتے کیونکہ وہ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر رکوع میں چلے گئے تھے، لیکن کسی حدیث سے بھی آپ کا انہیں نماز لوٹانے کا حکم دینا ثابت نہیں۔

۶۔ حضرت انس رض اور حضرت عائشہ رض کی احادیث (۵۶-۵۷) سے ثابت ہو رہا ہے کہ سورہ فاتحہ بھی قرأت میں شامل ہے کیونکہ دونوں ہی یہ فرما رہے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قرأت کی ابتداء سورۃ فاتحہ سے کیا کرتے تھے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ قرأت میں شامل ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

عـلـه یہ بات محدث محمد حسن فیض پوری نے ذکر کی ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں الدلیل المبین علی ترک القراءۃ للمقتدین صفحہ ۲۹

Marfat.com

نے جو مقتدی کو قرأت سے منع کیا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ نہ سورۃ فاتحہ پڑھے اور نہ ہی کوئی دوسری سورۃ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث (ع ۵- اور ۸) سے یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے کیونکہ اُن میں واذا قرأ فانصتوا کے بعد واذا قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا آمین کے الفاظ بھی آئے ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا بھی قرارت میں شامل ہے اور وہ صرف امام کا وظیفہ ہے مقتدی کا نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ جب امام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو ظاہر ہے کہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین سورۃ فاتحہ ہی کا حصہ ہے اور آپ نے اسے امام کے پڑھنے کے ساتھ خاص کیا ہے۔ لہٰذا غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ ان احادیث میں قرارت سے روکا گیا ہے سورۃ فاتحہ سے نہیں یہ بالکل غلط ہے کیونکہ سورۃ فاتحہ بھی قرارت میں شامل ہے اور سورۃ فاتحہ کی ممانعت اولاً و بالذات ہے اور دوسری سورتوں کی ممانعت ثانیاً اور بالتبع۔

۷- حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعدا ــــــ اکیلے نماز پڑھنے والے کے لیے ہے۔

چنانچہ اس حدیث کے راوی حضرت سفیان بن عیینہؒ، اور ان کے ساتھ حضرت امام احمد بن حنبلؒ دونوں حضرات صراحت کے طور پہ فرما رہے ہیں کہ "یہ تنہا نماز پڑھنے والے کے لیے ہے" جیسا کہ ابوداؤد اور ترمذی میں موجود ہے اگر ان دونوں جلیل القدر ہستیوں کے بیان سے بھی صرف نظر کر لیا جائے تب بھی خود اس حدیث میں ایسے شواہد موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ منفرد کے لیے ہے۔

Marfat.com

اول یہ کہ اس حدیث میں فصاعداً کا لفظ موجود ہے جس کا مطلب ہے
کچھ مزید، اس لفظ کے ہوتے ہوئے حدیث کا ترجمہ ہوگا کہ اس شخص کی نماز
جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ مزید قرائت نہ کرے اور اس پر اجماع ہے
کہ سورہ فاتحہ کے ساتھ مزید قرارت منفرد ہی کرتا ہے مقتدی نہیں۔

دوم[1] یہ کہ اس حدیث کے ترجمہ پر غور کیا جائے۔ حدیث کا ترجمہ
یہ ہے کہ "اس شخص کی نماز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ قرارت نہ کرے"
یعنی سورہ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ نہ پڑھے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ
یہ منفرد کے لیے ہے مقتدی کے لیے نہیں کیونکہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ دوسری
سورۃ پڑھنا منفرد کا کام ہے مقتدی کا نہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ کی مرفوع حقیقی اور مرفوع حکمی (موقوف)
حدیث (ع ۳۵) سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضؓ کی مذکورہ
بالا حدیث منفرد اور امام کے لیے ہے مقتدی کے لیے نہیں کیونکہ حضرت
جابر رضؓ کی حدیث میں صاف موجود ہے کہ جس کسی نے نماز میں سورۃ فاتحہ
کے ساتھ قرارت نہ کی اس کی نماز نہیں ہوئی سوائے اس شخص (مقتدی)
کے جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو۔

۸۔ خلفاء راشدین بھی امام کے پیچھے نہ تو خود قرارت کرتے تھے اور نہ ہی
لوگوں کو کرنے دیتے تھے بلکہ امام کے پیچھے قرارت کرنے سے منع
فرماتے تھے جیسا کہ مصنف عبدالرزاق کی زید بن اسلم کی روایت سے
واضح ہے۔

---

[1] حدیث کا یہ مفہوم جو ذکر کیا گیا ہے اس کی طرف امام ابن قیمؒ نے اشارہ کیا ہے تفصیل
کے لیے ملاحظہ ہو "بدائع الفوائد" ج ۲ ص ۶۳۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مقتدی کو امام کی قراءت ہی کافی ہے اور فرماتے تھے کہ جو مقتدی امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر بھر دیئے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے وہ فطرت کے خلاف کام کرتا ہے، ایسا شخص فطرت پر نہیں ہے۔

۹۔ خلفاء راشدین کے علاوہ دیگر صحابہ کرام بھی امام کے پیچھے قراءت کرنے کے مخالف تھے، چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رض فرماتے ہیں جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے قراءت کرنے والے کے منہ میں انگارے بھر دیئے جائیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رض فرماتے ہیں کہ میرا بس چلے تو میں امام کے پیچھے قراءت کرنے والے کی زبان ہی کھینچ لوں حضرت زید بن ثابت رض تو فتویٰ دیا کرتے تھے کہ امام کے پیچھے قراءت کرنے والے کی نماز ہی نہیں ہوتی۔۔

یہی حال تابعین و تبع تابعین کا تھا۔ یہ حضرات بھی امام کے پیچھے قراءت کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ امام ابن سیرین فرماتے ہیں کہ ہمیں تو امام کے پیچھے قراءت کے بارے سے ہی مسنون ہونے کا بھی علم نہیں چہ جائیکہ فرض و واجب سمجھنا۔ اسی لیے حضرت اسود بن زید رہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قراءت کرنے سے زیادہ مجھے یہ پسند ہے کہ میں منہ میں انگارے لے لوں، حضرت علقمہ بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے قراءت کرنے والے کے منہ میں مٹی بھر دی جائے وغیرہ۔

ائمہ مجتہدین حضرت امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد

Marfat.com

بن حنبلؒ میں سے کوئی امام بھی جہری نماز میں امام کے پیچھے قرارت کرنے کو صحیح نہیں سمجھتا، فرض و واجب سمجھنا تو بہت دُور کی بات ہے نیز ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام بھی اسکا قائل نہیں کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی۔

۱۱۔ امام ابن تیمیہؒ کے قول کے مطابق جمہور سلف و خلف امام کے پیچھے قرارت کرنے سے منع کرتے ہیں اور ان کی دلیل کتاب اللہ اور سنت صحیحہ ہے اور امام کے پیچھے قرارت کو فرض و واجب قرار دینے والوں کی دلیل کمزور ہے۔

لیکن قرآن و حدیث، آثارِ صحابہ و تابعین اور اقوالِ ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مقتدی پر امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے چاہے امام اونچی آواز سے قرارت کر رہا ہو یا آہستہ آواز سے اور جو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز ناقص ہے، کالعدم ہے بیکار ہے باطل ہے۔

چنانچہ میاں نذیر حسین صاحب کے برادر زادے اور شاگرد مولوی عبد الحفیظ صاحب لکھتے ہیں:-

"فاتحہ خلف الامام پڑھنا فرض ہے بغیر فاتحہ پڑھے ہوئے نماز نہیں ہوتی"۔ (فتاوی نذیریہ ج ۱ صفحہ ۳۹۸)

نوٹ:- مولوی عبد الحفیظ صاحب کے اس فتوے پر میاں نذیر حسین اور ان کے دوسرے شاگردوں کے بھی دستخط ثبت ہیں۔

نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں:-

"بعدہ سورۃ فاتحہ بخواند اگرچہ در پس امام باشد زیرا کہ بے فاتحہ نہ نماز صحیح ست و نہ ادراک رکعت معتدبہ"۔ (عرف الجادی صفحہ ۲۶)

اس کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھے اگرچہ امام کے پیچھے ہو کیونکہ فاتحہ کے بغیر نہ نماز صحیح ہے اور نہ رکعت کا پانا معتبر ہے۔

Marfat.com

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

"ومن فرائضها قراءة الفاتحة لقادر عليها في كل ركعة من الثنائية والرباعية في الفرائض والنوافل للامام والماموم والمنفرد والمسبوق" (نزل الابرار ج ۱ ص۸۰)

نماز کے فرائض میں سے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہے اس شخص کے لیے جو اس کے پڑھنے پر قادر ہو دو رکعت والی اور چار رکعت والی نمازوں کی ہر رکعت میں خواہ فرض نماز ہو یا نفل، امام مقتدی منفرد اور مسبوق ہر ایک کے لیے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں :۔

"میں سورۃ فاتحہ کو امام کے پیچھے پڑھنے کو ضروری جانتا ہوں از روئے قرآن و حدیث میری تحقیق ہے کہ فاتحہ کے بغیر منفرد ہو یا مقتدی کسی کی نماز نہیں ہوتی۔" (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص۵۵۵)

کراچی سے ایک رسالہ "فصل الخطاب فی قراءت فاتحة الكتاب" شائع ہوا ہے جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ

"جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے کالعدم ہے بیکار ہے باطل ہے۔"

(فصل الخطاب ص ۱ بحوالہ احسن الکلام ج ۱ ص۳۰)

ملاحظہ فرمائیے :۔ قرآن و حدیث آثار صحابہ و تابعین وغیرہ سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قراءت کرنی ہی نہیں چاہیئے خاموش رہ کر امام کی قراءت کی طرف کان لگانے چاہئیں لیکن غیر مقلدین کا کہنا ہے

Marfat.com

کہ مقتدی پر سورۂ فاتحہ کی قرأت فرض و واجب ہے اگر وہ سورۂ فاتحہ نہیں پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ نماز جو آپ نے بغیر سورۂ فاتحہ کی قرأت کے پڑھائی تھی وہ بھی نہ ہو، نیز خلفار راشدین ان کے علاوہ دیگر صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور ان کے ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں متبعین جن میں حضرت علی ہجویریؒ، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید گنج شکر، خواجہ نظام الدین اولیار، خواجہ باقی باللہ، مجدد الف ثانی، حضرت طاہر بندگی، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمہم اللہ جیسے سینکڑوں اولیار کرام ہیں ان سب کی نماز بھی نہ ہو کیونکہ یہ حضرات بھی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ تو خود پڑھتے تھے اور نہ ہی پڑھنے کو صحیح سمجھتے تھے۔

قارئین کرام غور فرمائیے کہ غیر مقلدین اپنے اس نظریہ سے کس کس کی نماز باطل قرار دے رہے ہیں اور بقول غیر مقلدین جب ان کی نماز ہی نہ ہوئی تو یہ تارکِ نماز ہوتے اور تارکِ نماز غیر مقلدین کے نزدیک چونکہ مسلمان نہیں، اس لیے یہ سب حضرات بھی مسلمان نہ ہوں گے العیاذ باللہ۔ غیر مقلدین کی یہ اتنی بڑی جرأت و جسارت ہے جو غیر مقلدین کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ قارئین آپ نے غیر مقلدین کے فتوے ملاحظہ فرمائے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے فتوے پر بھی ایک نظر ڈالتے چلیئے۔ دیکھئے امام احمد بن حنبلؒ کیا فرماتے ہیں۔

" اہلِ اسلام میں سے کسی کو بھی ہم نے یہ کہتے نہیں سنا کہ جس شخص نے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جس نے قرأت کی ہو اور اس کے مقتدی نے قرأت نہ کی ہو تو اس مقتدی کی نماز نہیں

Marfat.com

ہوئی، یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، آپ کے صحابہ، تابعین، اور تبع تابعین ہیں اور یہ امام مالکؒ ہیں اہلِ حجاز میں، اور یہ سفیان ثوریؒ ہیں اہلِ عراق میں اور یہ امام اوزاعیؒ ہیں اہلِ شام میں اور یہ لیثؒ ہیں اہلِ مصر میں، ان میں سے کسی نے بھی نہیں کہا کہ جس نے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی کہ جس نے قرارت کی تھی اور خود اس مقتدی نے نہیں کی تو اس مقتدی کی نماز باطل ہے۔" (مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۵۶۱)

قارئین محترم اب آپ خود فیصلہ فرمائیے کہ غیر مقلدین کا مقتدیوں پر سورۂ فاتحہ کی قرارت کو فرض قرار دینا اور نہ پڑھنے والے کی نماز کو باطل قرار دینا اور بلا جھجک یہ فتویٰ صادر کر دینا کہ امام کے پیچھے جو سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی، یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

ادراك الركعة بادراك الركوع مع الامام

جس نے امام کو رکوع میں پا لیا اس نے وہ رکعت پا لی

۱۔ عن الحسن عن ابی بکرۃ انه انتهی الی النبی صلی الله علیه وسلم وهو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذالك للنبی صلی الله علیه وسلم فقال زادك الله حرصا ولا تعد (بخاری ج ۱ ص ۱۰۸)

حضرت حسن بصریؒ حضرت ابوبکرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس (مسجد نبوی میں)

Marfat.com

پہنچے تو آپ رکوع میں جا چکے تھے۔ چنانچہ صف میں ملنے سے قبل ہی وہ رکوع میں چلے گئے (اور آہستہ چلتے چلتے صف میں مل گئے) نبی علیہ السلام کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کرنے پر اور حریص کرے پھر ایسا نہ کرنا۔

۲۔ عن زید بن وھب قال دخلت انا وابن مسعود المسجد والامام راکع فرکعنا ثم مضینا حتی استوینا بالصف فلما فرغ الامام قمت اقضی فقال قد ادرکته۔

(معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۷۱)

حضرت زید بن وھب فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے داخل ہوئے تو امام رکوع میں جا چکا تھا چنانچہ ہم بھی رکوع میں چلے گئے اور آہستہ چلتے چلتے صف میں مل گئے جب امام فارغ ہوا تو میں اُٹھ کر (وہ رکعت) قضا کرنے لگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ بھئی تم نے وہ رکعت پالی ہے۔

۳۔ عن علی وابن مسعود قالا من لم یدرک الرکعة فلا یعتد بالسجدة۔ (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۷۱)

حضرت علی رضؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ دونوں نے فرمایا کہ جس نے (امام کو) رکوع (میں) نہ پایا اس کے سجدہ (میں) پانے کا کوئی اعتبار نہیں۔

۴۔ عن خارجة بن زید بن ثابت ان زید بن

Marfat.com

ثابت كان يركع على عتبة المسجد ووجهه الى القبلة ثم يمشي معترضا على شقه الايمن ثم يعتد بها ان وصل الى الصف اولم يصل۔ (طحاوی ج ۱ ص ۲۷۲)

حضرت خارجہؒ بن زید، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ مسجد کی دہلیز میں قدم رکھتے ہی قبلہ رُو ہو کر رکوع میں چلے جاتے پھر (بحالت رکوع) دائیں طرف (صف کی طرف) چل پڑتے اور اس رکوع سے پوری رکعت شمار کرتے چاہے آپ صف تک پہنچتے یا نہ پہنچتے۔

۵۔ عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا جئتم الى الصلوٰة و نحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شيئا و من ادرك الركعة فقد ادرك الصلوٰة۔ (ابوداود ج ۱ ص ۱۲۹، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۱۶)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لیے آؤ اور ہم سجدہ میں جا چکے ہوں تو تم بھی سجدہ میں چلے جاؤ اور اس رکعت کو شمار نہ کرو البتہ جس نے رکوع پالیا اس نے نماز (کی وہ رکعت) پالی۔

۶۔ عن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من ادرك ركعة من الصلوٰة فقد ادركها قبل ان يقيم الامام صلبه۔

(صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۴۵، صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۵۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا جس نے امام کے رکوع میں اُٹھنے سے پہلے رکوع کو پالیا اس نے وہ رکعت پالی۔

۷۔ مالك انه بلغه ان ابا هريرة كان يقول من ادرك الركعة فقد ادرك السجدة ومن فاتته ام القرآن فقد فاته خير كثير۔

(موطا امام مالک ص)

حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے تھے کہ جس نے رکوع پالیا اس نے سجدہ بھی پالیا اور جس سے ام القرآن فوت ہوگئی اس سے خیر کثیر فوت ہوگئی۔

۸۔ مالك انه بلغه ان عبد الله بن عمر وزيد بن ثابت كانا يقولان من ادرك الركعة فقد ادرك السجدة۔ (موطا امام مالک ص)

حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور زید بن ثابتؓ دونوں فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے رکوع پالیا اس نے سجدہ بھی پالیا۔

۹۔ عن ابن عمر انه كان يقول اذا فاتتك الركعة فاتتك السجدة۔ (موطا امام محمد ص)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب تجھ سے رکوع فوت ہوگیا تو پھر سجدہ بھی فوت ہوگیا (یعنی وہ رکعت نہ ہوئی)

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص امام کو رکوع میں پالے تو اس کی وہ رکعت صحیح ہو جائے گی۔ اس کے دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں

Marfat.com

ہوگی، چنانچہ حضرت ابو بکرۃؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رکوع میں پایا، تو رکعت پانے کے لیے جلدی سے رکوع میں چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے حضرت ابو بکرۃؓ کو دعا دی اور فرمایا آئندہ ایسا نہ کرنا۔ لیکن یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی اسے لوٹاؤ۔

حضرت ابو بکرۃ رض نے رکوع میں ملنے کے لیے جو جلدی کی اس سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک امام کو رکوع میں پا لینے سے وہ رکعت ہو جاتی ہے، ورنہ حضرت ابو بکرۃؓ رکوع میں ملنے کی کوشش نہ کرتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں مل جائے امام کے اٹھنے سے پہلے پہلے تو اس کی وہ رکعت ہو گئی جیسا کہ حضرت ابو ہریرۃ رض کی حدیث سے واضح ہے اسی پر صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین کا عمل تھا اسی کو ائمہ مجتہدین ائمہ اربعہ نے اپنایا۔ گویا یہ ایک اجماعی مسئلہ ہوا۔

چنانچہ علامہ ابن عبد البرؒ مالکی لکھتے ہیں۔

"قال جمہور الفقہاء من ادرک الامام راکعا فکبر ورکع وامکن یدیہ من رکبتیہ قبل ان یرفع الامام رأسہ، فقد ادرک الرکعۃ ومن لم یدرک ذالک فقد فاتتہ الرکعۃ ومن فاتتہ الرکعۃ فاتتہ السجدۃ ای لا یعتد بہا ھذا مذھب مالک والشافعی وابی حنیفۃ واصحابہ والثوری والاوزاعی وابی ثور واحمد واسحٰق وروی ذالک

عن علی و ابن مسعود و زید و ابن عمر و قد ذکرنا الاسانید عنھم فی التمھید"۔ (الاستذکار ج ۲ ص ۲۴۵ بحوالہ اعلاء السنن ج ۴)

جمہور فقہاء کا کہنا ہے کہ جس شخص نے امام کو رکوع میں پایا اور وہ تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا گیا اور دونوں گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ امام کے اُٹھنے سے پہلے پہلے تو اس نے وہ رکعت پالی اور جس نے امام کو رکوع میں نہ پایا اس سے رکوع فوت ہو گیا اور جس سے رکوع فوت ہو گیا اس سے سجدہ فوت ہو گیا یعنی اس کا سجدہ بھی معتبر نہیں ہے۔ یہی مذہب ہے حضرت امام مالک امام شافعی، امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب و سفیان ثوری، امام اوزاعیؒ امام ابوثور، امام احمد اسحٰق بن راھویہ کا اور یہی حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اور ہم نے ان کی سندیں تمہید میں ذکر کر دی ہیں۔

لیکن چونکہ امام کو رکوع میں پا لینے والے مقتدی کی رکعت کا ہو جانا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ مقتدی کی نماز فاتحہ کے بغیر ہو جاتی ہے، مقتدی پر فاتحہ فرض نہیں، اور یہ غیر مقلدین کے مسلک کے خلاف ہے اس لیے انہوں نے ان تمام احادیث و آثار اور اجماع اُمت کے خلاف بڑی ڈھٹائی کے ساتھ صاف طور پر کہہ دیا کہ جو شخص امام کو رکوع میں پائے اس کی وہ رکعت نہیں ہوتی سلام پھیرنے کے بعد اس رکعت کو ادا کرے۔

چنانچہ مولوی عبدالرحمٰن گورکھپوری لکھتے ہیں:۔

"مدرک رکوع کی رکعت نہیں ہوتی، اس لیے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے"۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۹۶)

Marfat.com

نوٹ :- یہ فتویٰ میاں نذیر حسین صاحب کا مصدقہ فتویٰ ہے۔

نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔

"بے فاتحہ نہ نماز صحیح است و نہ ادراک رکعت معتد بہ"۔

(عرف الجادی صـ۲۶)

سورہ فاتحہ کے بغیر نہ نماز صحیح ہے اور نہ ہی (رکوع میں امام کو پانے سے) رکعت کے پالینے کا اعتبار ہے۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

"ولو وجد الامام فی الرکوع لا یعتد بتلك الرکعة لان قراءة الفاتحة فرض عندنا"

(نزل الابرار ا صـ۱۲۳)

اگر امام کو رکوع میں پالیا تو (نماز میں) اس رکعت کو شمار نہیں کیا جائیگا کیونکہ سورۂ فاتحہ پڑھنا ہمارے نزدیک فرض ہے۔

مولوی یونس دہلوی لکھتے ہیں :-

"مدرک رکوع کی رکعت ہرگز نہیں ہوتی"۔ (دستور المتقی صـ۱۱۱)

ملاحظہ فرمائیے : اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما رہے ہیں کہ امام کو رکوع میں پالینے والے کی رکعت ہوجاتی ہے۔ صحابہ کرام تابعین عظام کا کہنا ہے کہ اس کی رکعت ہوجاتی ہے۔ ائمہ مجتہدین اس پر متفق ہیں کہ اس کی رکعت ہوجاتی ہے لیکن غیر مقلدین بلا جھجک کہہ رہے ہیں کہ امام کو رکوع میں پانے والے کی رکعت ہرگز نہیں ہوتی کیونکہ یہ بات مان لینے سے ان کے مسلک پر زد پڑتی ہے اور چونکہ اپنا مسلک اور دوسروں کی مخالفت عزیز ہے اس لیے نہ قولِ رسول کی پرواہ نہ آثارِ صحابہ کی فکر، نہ

Marfat.com

اجماع امت کا خیال بلکہ ایک غیر مقلد نے تو ایسی بات کہہ دی کہ جس کو پڑھ کر دل روتا ہے جگر پھٹتا ہے، کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ وہ بات نقل کرنے کو دل تو نہیں چاہتا لیکن محض اس لیے نقل کر دیتے ہیں کہ غیر مقلدین کا انداز بیان اور طرز عمل لوگوں کے سامنے آجائے۔ ذرا دل تھام لیجئے کہیں شق نہ ہو جائے یہ حوالہ ایک غیر مقلد مگر منصف مزاج عالم کی زبانی نقل کیا جاتا ہے۔

"اول تحریر ایک ہمارے ہی علماء اہل حدیث کی پرچہ تنظیم میں طبع ہوئی تھی جس میں مولانا موصوف نے مدرک رکوع کے اعتداد والوں کو مخلد فی النار (ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے) تک کا حکم صادر فرما دیا تھا۔ نتیجہ اس طرح نکالا تھا کہ مدرک رکوع سے فاتحہ مفقود ہوتی ہے لہٰذا اس کی نماز نہیں، جس کی نماز نہیں وہ بے نماز ہے۔ بے نماز کافر ہے اور وہ مخلد فی النار ہے بلفظہٖ" (اتمام الرکوع فی ادراک الرکوع صا بحوالہ احسن الکلام ج ا ص ۵۵)

قارئین کرام یہ ہے غیر مقلدین کا قول و عمل اور یہ ہے ان کی قرآن و حدیث سے محبت۔ اب آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

Marfat.com

الاقتصار على الفاتحة فى الاخريين وجواز التسبيح موضعها وجواز السكوت

فرضوں کی آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیئے اور ان رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کی جگہ تسبیح پڑھنا اور خاموش رہنا بھی جائز ہے

۱- عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الظہر فی الاولیین بام الکتاب وسورتین و فی الرکعتین الاخریین بام الکتاب الحدیث۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۰۷)

حضرت عبد اللہ اپنے والد حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ظہر کی نماز میں پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دوسری دو سورتیں پڑھتے تھے اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔

۲- عن عبید اللہ بن ابی رافع عن علی رضی اللہ عنہ انہ کان یقرأ فی الرکعتین الاولیین من الظہر بام القرآن وقرآن و فی العصر مثل ذالک و فی الاخریین منہما بام القرآن و فی المغرب فی الاولیین بام القرآن وقرآن و فی الثالثۃ بام القرآن قال عبید اللہ واراہ قد رفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۳۲)

عبید اللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ظہر و عصر کی پہلی دو

Marfat.com

رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور قرآن کی کوئی دوسری سورۃ پڑھتے تھے اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ، اور مغرب میں بھی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھتے تھے اور آخری رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ، عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضرت علی نے یہ عمل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرمایا ہے۔

۳۔ عن جابر قال اما انا فنا قرأ فی الرکعتین الاولیین من الظهر والعصر بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وفی الاخریین بفاتحۃ الکتاب۔ (کنز العمال ج ۸ ص ۱۰۱)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں تو سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھتا ہوں اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ۔

۴۔ عن جابر بن سمرۃ قال شکی اهل الکوفۃ سعدا الی عمر فعزله واستعمل علیهم عمارا فشکوا حتی ذکروا انه لا یحسن یصلی فارسل الیه فقال یا ابا اسحٰق ان هؤلاء یزعمون انك لا تحسن تصلی قال اما انا واللہ فانی کنت اصلی بهم صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ما اخرم عنها اصلی صلاۃ العشاء فارکد فی الاولیین واخف فی الاخریین قال ذالك الظن بك یا ابا اسحٰق، الحدیث

بخاری ج ۱ ص ۱۰۴

Marfat.com

حضرت جابر بن سمرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ نے حضرت عمرؓ سے حضرت سعدؓ کی شکایت کی آپ نے انہیں معزول کر کے حضرت عمار بن یاسرؓ کو ان پر عامل مقرر کر دیا۔ اہل کوفہ نے شکایت میں یہ بات بھی ذکر کی کہ انہیں تو اچھی طرح نماز پڑھانی بھی نہیں آتی، حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ اے ابو اسحٰق ان لوگوں کا خیال ہے کہ تمہیں اچھی طرح نماز پڑھانی بھی نہیں آتی حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ بخدا میں تو انہیں وہی نماز پڑھاتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تھی ذرا اس میں کمی نہیں کرتا انہیں میں عشاء کی نماز پڑھاتا ہوں تو پہلی دو رکعتیں لمبی پڑھاتا ہوں دوسری دو رکعتیں مختصر، حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابو اسحٰق تم سے یہی گمان ہے۔

۵۔ عن ابی عون قال سمعت جابر بن سمرة قال قال عمر لسعد لقد شكوك فی كل شیٔ حتی الصلوٰة قال اما انا فامدُّ فی الاولیین واحذفُ فی الاخریین ولا آلوْ ما اقتدیت به من صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم قال صدقت ذالك الظن بك اوظنی بك۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۰۵)

حضرت ابو عونؓ کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن سمرہ رضؓ کو سنا انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ ان لوگوں نے تمہاری ہر معاملہ میں شکایت کی ہے حتیٰ کہ نماز

Marfat.com

تک میں۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میں پہلی دو رکعتیں لمبی پڑھاتا ہوں اور دوسری دو رکعتیں مختصر۔

۶۔ عن ابراهیم ان ابن مسعود کان لا یقرأ خلف الامام وکان ابراهیم یأخذ به وکان ابن مسعود اذا کان اماما قرأ فی الرکعتین الاولیین ولا یقرأ فی الاخریین شیء۔ (معجم طبرانی کبیر ج ۹ صفحہ ۲۶۴)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ امام کے پیچھے قرارت نہیں کرتے تھے۔ ابراہیم نخعیؒ خود بھی اسی پر عمل کرتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب امام بنتے تھے تو صرف پہلی دو رکعتوں میں قرارت کرتے تھے دوسری رکعتوں میں نہیں۔

۷۔ عن عبید الله بن ابی رافع قال کان یعنی علیا یقرأ فی الاولیین من الظهر والعصر بام القرآن وسورة ولا یقرأ فی الاخریین۔
(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۰۰)

حضرت عبید اللہؒ بن ابی رافع فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھتے تھے اور دوسری دو رکعتوں میں قرارت نہیں کرتے تھے۔

۸۔ عن ابی اسحٰق عن علی و عبد الله انهما قالا اقرأ فی الاولیین وسبّح فی الاخریین۔
(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۷۲)

Marfat.com

ابو اسحٰق سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دونوں نے فرمایا کہ پہلی دو رکعتوں میں تو قرأت کر اور دوسری دو رکعتوں میں تسبیح کہہ لے۔

۹- عن علی قال یسبح و یکبر فی الاخریین تسبیحتین۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۷۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آخری دو رکعتوں میں (نمازی) تسبیح اور تکبیر کہہ لے۔

۱۰- عن ابراهیم قال ما قرأ علقمة فی الرکعتین الاخریین حرفا قط۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۰۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علقمہؒ نے آخری دو رکعتوں میں کوئی حرف بھی نہیں پڑھا۔

۱۱- عن ابراهیم قال اقرأ فی الاولیین بفاتحة الکتاب و سورة و فی الاخریین سبّح۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۰۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ تو پہلی دو رکعتوں میں تو سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت دونوں پڑھ، اور دوسری دو رکعتوں میں تسبیح کہہ لے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ تین یا چار رکعت والی فرض نماز میں پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور دوسری کوئی سورت پڑھنی چاہیئے اور دوسری دو یا ایک رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیئے۔

Marfat.com

یہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل تھا جیسا کہ حضرت ابو قتادہؓ حضرت سعدؓ اور حضرت علیؓ کی روایات سے واضح ہے، اسی پر صحابہ کرام اور تابعین عظام کا عمل تھا۔

نیز ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کسی نے فرض نماز کی دوسری دو یا ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی خاموش کھڑا رہا یا سورۂ فاتحہ کی جگہ تسبیح کہہ لی تو بھی اس کی نماز ہو جائے گی چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے قول و عمل سے یہ بات ظاہر ہے اور دور صحابہ کے مفتی حضرت ابراہیم نخعیؒ کا فتویٰ بھی اسی پر ہے۔

لیکن ان احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ چار رکعت والی نماز میں آخری دو رکعتوں کے اندر سورۃ فاتحہ کے علاوہ دوسری سورت پڑھنی بھی جائز ہے، نیز اگر کسی نے دوسری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوگی، اور فاتحہ کی جگہ تسبیح پڑھنے کے جواز کا کوئی وجود نہیں۔

چنانچہ نواب وحید الزماں رقمطراز ہیں :۔

" یجوز للرجل ان یقرأ بعد الفاتحۃ السورۃ فی الاخریین ایضا من الصلوٰۃ الرباعیۃ"

(نزل الابرار ج ا ص ۸۶)

آدمی کے لیے جائز ہے کہ چار رکعت والی نماز میں دوسری دو رکعتوں کے اندر سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت بھی پڑھ لے۔

نیز نواب صاحب رقمطراز ہیں :۔

" ولو ترك قراءة الفاتحۃ فی الاخریین

Marfat.com

من الرباعیۃ فسدت صلاتہ"

(نزل الابرار ج ۱ صفحہ)

اگر کسی نے چار رکعت والی نماز کے اندر دوسری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز فاسد ہو گئی۔

نواب صدیق حسن خان صاحب کے نزدیک

"جو شخص سورۃ فاتحہ یا اس کے ساتھ مزید کوئی سورت پڑھ سکتا ہے اس کے لیے فاتحہ چھوڑ کر تسبیح پڑھنے کے جواز کا کوئی وجود نہیں" (فتاویٰ علماء حدیث ج ۳ ص ۲۲۴ بحوالہ دلیل الطالب ص ۲۹)

ملاحظہ فرمائیے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام تو فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے جس کا صاف مطلب ہے کہ ان میں دوسری سورت ملانا صحیح نہیں لیکن غیر مقلدین کے ہاں فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت ملانا بھی صحیح ہے

نیز صحابہ کرام کے عمل سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے، یا سورۃ فاتحہ کی جگہ تسبیح کہہ لے تو اس کی نماز ہو جائے گی لیکن غیر مقلدین کے ہاں اس کی نماز نہیں ہوگی سوال یہ ہے کہ جو صحابہ کرام فرض نماز کی دوسری دو رکعتوں میں فاتحہ نہیں پڑھتے تھے۔ انکی نماز کا کیا بنے گا؟ آیا ان کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

قارئین کرام یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالحدیث اب آپ خود فیصلہ فرمالیجئے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت۔؟

Marfat.com

اخفاء التامین (نماز میں آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے)

قال اللہ تعالیٰ " قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا " (الآیۃ) ۱۰: ۸۹

قبول ہو چکی دعا تمہاری۔

اخرج ابو الشیخ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان موسیٰ علیہ السلام اذا دعا اَمَّنَ ہارون علیٰ دعائہ یقول آمین

ابو الشیخ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب دُعا کرتے تو ہارون علیہ السلام آمین کہتے۔

اخرج ابن جریر عن ابن زید رضی اللہ عنہ قال ہارون علیہ السلام یقول آمین فقال اللہ قد اجیبت دعوتکما فصار التامین دعوۃ صار شریکہ فیھا۔

(الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ج ۳ ص ۳۱۵)

ابن جریرؒ نے ابن زیدرضؓ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہارون علیہ السلام (چونکہ موسیٰ علیہ السلام کی دُعا پر) آمین کہتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا قد اجیبت دعوتکما قبول ہو چکی دُعا تمہاری لہٰذا آمین کہنا بھی دُعا ہوا جس میں ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ شریک ہوئے۔

عن انس رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطیت آمین فی الصلوٰۃ وعند الدعا

Marfat.com

لم يعط احد قبلى الا ان يكون موسىٰ كان موسىٰ يدعو و هارون يؤمن فاختموا الدعاء بآمين فان الله يستجيبه لكم ۔

(تفسیر القرآن العظیم للامام ابن الکثیر ج ۱ ص ۳۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے آمین عطا کی گئی ہے۔ نماز میں بھی اور دعار کے وقت بھی، یہ مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملی سوائے موسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ دعا مانگتے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے لہٰذا تم لوگ دعار کو آمین کے ساتھ ختم کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعار کو قبول فرمائیں گے۔

قال عطاء آمین دعاء ۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۰۷)

حضرت عطار بن ابی رباح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آمین دعا ہے۔

وقال الله تعالیٰ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ط ۷ : ۵۵

تم لوگ اپنے پروردگار سے دعار کیا کرو تذلل ظاہر کر کے اور چپکے چپکے ۔

وقال تعالیٰ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝ ۱۹ : ۳

جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پوشیدہ طور پر پکارا۔

روی القرطبی عن مجاهد و جعفر الصادق و هلال بن یساف ان آمین اسم من اسماء الله تعالیٰ ۔ (تفسیر القرآن العظیم ج ۱ ص ۳۱)

Marfat.com

امام قرطبیؒ نے حضرت مجاہد، امام جعفر صادق اور حلال بن یساف رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ۔ الآیۃ ۷: ۲۰۵

اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اور ایسی آواز سے جو کہ پکار کر بولنے سے کم ہو۔

۱۔ عن ابی هریرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا يقول لا تبادروا الامام اذا كبر فكبروا و اذا قال ولا الضالين فقولوا آمين واذا ركع فاركعوا و اذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تعلیم دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ امام پر سبقت نہ کرو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللهم ربنا لك الحمد کہو۔

۲۔ عن ابى موسى الاشعرى (فى حديث طويل) ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبنا فبيّن لنا سنّتنا و علّمنا صلوٰتنا فقال اذا صليتم فاقيموا صفوفكم ثم ليؤمكم

Marfat.com

احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا آمین یجبکم اللہ الحدیث ۔ (مسلم ج ۱ ص۱۷۴)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ایک طویل حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اس میں آپ نے سنتیں بیان فرمائیں اور نماز (باجماعت) کا طریقہ سکھلایا آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو پہلے صفیں قائم کرو، پھر تم میں سے ایک تمہاری امامت کرائے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول فرمائیں گے۔

٢- عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال القاری غیر المغضوب علیہ ولا الضالین فقال من خلفہ آمین فوافق قولہ قول اھل السماء غفر لہ ما تقدم من ذنبہ ۔ (مسلم ج ۱ ص۱۷۶)

حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قراءت کرنے والے (امام) نے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہا، اور اس کے مقتدی نے آمین کہا، پس مقتدی کا آمین کہنا آسمان والوں (فرشتوں) کی آمین کہنے کے موافق ہو جائے تو اس کے پچھلے سارے

Marfat.com

گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

۴۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا آمین فان الملائکۃ تقول آمین وان الامام یقول آمین فمن وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو گی اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

۵۔ عن الحسن ان سمرۃ بن جندب و عمران بن حصین تذاکرا فحدث سمرۃ بن جندب انہ حفظ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکتتین سکتۃ اذا کبر و سکتۃ اذا فرغ من غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فحفظ سمرۃ وانکر علیہ عمران بن حصین فکتبا فی ذالک الی ابی بن کعب فکان فی کتابہ الیھما او فی ردہ علیھما ان سمرۃ قد حفظ۔

(ابوداود ج ۱ ص ۱۱۳، ترمذی ج ۱ ص ۵۹)

Marfat.com

حضرت حسنؒ سے مروی ہے کہ حضرت سمرۃ بن جندبؓ اور حضرت عمران بن حصینؓ کا آپس میں مذاکرہ ہوا۔ حضرت سمرۃؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا (نماز میں) دو مرتبہ خاموش ہونا یاد رکھا ہے۔ ایک جب کہ آپ تکبیر تحریمہ کہہ چکتے دوسرے جب آپ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ کر فارغ ہوتے۔ حضرت عمران بن حصینؓ نے اس کا انکار کیا، پھر ایسا ہوا کہ ان دونوں حضرات نے یہ مسئلہ پوچھنے کے لیے حضرت ابی بن کعبؓ کو خط لکھا۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے اپنے جوابی خط میں لکھا کہ سمرۃؓ نے صحیح یاد رکھا ہے۔

۶۔ عن وائل بن حجر قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین واخفی بہا صوتہ الحدیث۔ (مسند احمد ج ۴ صفحہ ۳۱۶)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ چکے تو آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز آہستہ کر دی۔

۷۔ عن وائل بن حجر قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمعتہ حین قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین واخفی بہا صوتہ الحدیث۔ (دار قطنی ج ۱ صفحہ ۳۳۴)

Marfat.com

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ، میں نے سُنا کہ جب آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز آہستہ کر دی۔

۸۔ علقمة بن وائل یحدث عن وائل (وقد سمعت من وائل) انه صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین خفض بہا صوتہ' الحدیث۔ (منحة المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داود ص۹۲)

حضرت علقمہؒ بن وائل اپنے والد حضرت وائل رضؓ سے حدیث بیان کرتے ہیں (حضرت علقمہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے خود حضرت وائل کی زبانی بھی سنا ہے) کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپنے اپنی آواز پست کر دی۔

۹۔ عن علقمة بن وائل عن ابیہ انہ صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین یخفض بہا صوتہ' (مستدرک حاکم ج۲ ص۲۳۲)

حضرت علقمہؒ بن وائل اپنے والد حضرت وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ

Marfat.com

غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہہ چکے تو آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز پست رکھی۔

۱۰۔ علقمۃ بن وائل یحدث عن وائل وقد سمعتہ من وائل انہ صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین خفض بہا صوتہ۔

(بیہقی ج ۲ ص۵۷)

حضرت علقمہؓ بن وائل حضرت وائلؓ سے حدیث نقل کرتے ہیں (حضرت علقمہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے خود حضرت وائل کی زبانی بھی سنا ہے) کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے اپنی آواز پست کردی۔

عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال آمین وخفض بہا صوتہ۔

(ترمذی ج ۱ ص۵۸)

حضرت علقمہؓ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (نماز میں) غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے اپنی آواز پست کردی۔

Marfat.com

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے

۱۔ عن ابراھیم قال عمر اربع یُخفین عن الامام التعوذ و بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و آمین و اللّٰھم ربنا لک الحمد،

(کنز العمال ج ۸ صـ۲۷۴)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ کہے ۔ (۱) اعوذ باللہ، (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) اللّٰھم ربنا لک الحمد۔

۲۔ روی ابو معمر عن عمر بن الخطاب انہ قال یخفی الامام اربعا التعوذ و بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و آمین و ربنا لک الحمد۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ ج ۱ صـ۶۲۰)

حضرت ابو معمرؒ (حضرت ابراہیم نخعیؒ کے استاذ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا امام چار چیزوں کو آہستہ کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) ربنا لک الحمد۔

۳۔ و روینا عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ ان عمر بن الخطاب قال یخفی الامام اربعا التعوذ و بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و آمین و ربنا لک الحمد (محلی ابن حزم ج ۲ صـ۲۰۶)

Marfat.com

(ابن حزم کہتے ہیں کہ) ہم نے روایت کیا ہے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) ربنا لك الحمد۔

۴- عن ابی وائل قال کان عمر و علی لا یجھران ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولا بالتعوذ ولا بالتامین۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۴۰)

ابووائل کہتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نہ تو بسم اللہ اور اعوذ باللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے اور نہ ہی آمین اونچی آواز سے کہتے تھے۔

۵- عن ابی وائل قال لم یکن عمر و علی یجھران بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولا بآمین۔

(الجوہر النقی ج ۱ ص ۱۳۸)

حضرت ابووائل کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نہ تو بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے اور نہ ہی آمین اونچی آواز سے کہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے

۶- عن ابی وائل قال کان علی و ابن مسعود لا یجھران بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولا بالتعوذ ولا بآمین۔

(معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۶۳)

حضرت ابووائل کہتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نہ تو اعوذ باللہ، بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے

Marfat.com

اور نہ ہی آمین اُونچی آواز سے کہتے تھے۔

۷۔ عن علقمة والاسود کلیهما عن ابن مسعود قال یخفی الامام ثلاثا التعوذ وبسم الله الرحمن الرحیم وآمین۔ (محلی ابن حزم ج ۲ ص۲۸۰)

حضرت علقمہؒ اور اسودؒ دونوں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا امام تین چیزوں کو آہستہ آواز سے کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ خود بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے اور فتویٰ بھی آمین کے آہستہ آواز سے کہنے کا دیتے تھے

۸۔ عن ابراهیم قال خمس یخفین سبحانك اللهم وبحمدك والتعوذ وبسم الله الرحمن الرحیم وآمین واللهم ربنا لك الحمد۔
(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص۸۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص۵۳۶)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں آہستہ کہی جاتی ہیں (۱) سبحانك اللهم وبحمدك (۲) اعوذ باللہ (۳) بسم اللہ (۴) آمین (۵) ربنا لك الحمد۔

۹۔ عن ابراهیم قال اربع یخفیهن الامام بسم الله الرحمن الرحیم والاستعاذة وآمین واذا قال سمع الله لمن حمده قال ربنا لك الحمد۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص۸۷ و مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص۵۳۶)

Marfat.com

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ امام چار چیزوں کو آہستہ آواز سے کہے (۱) بسم اللہ (۲) اعوذ باللہ (۳) آمین (۴) سمع اللہ لمن حمدہ، کے بعد ربنا لک الحمد۔

۱۰- عن ابراھیم انہ کان یسر آمین۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص۹۶)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ آمین سراً کہتے تھے۔

حضرت امام شعبیؒ اور حضرت ابراہیم تیمیؒ بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے

۱۱- قال الطبری و روی ذالک عن ابن مسعود وروی عن النخعی والشعبی و ابراھیم التیمی کانوا یخفون بآمین۔ (الجوہر النقی ج ۲ ص۵۸)

امام ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی یہی مروی ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ امام نخعیؒ، امام شعبیؒ اور ابراہیم تیمیؒ بھی آمین آہستہ آواز ہی سے کہتے تھے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا مسلک بھی آمین آہستہ آواز ہی سے کہنے کا ہے

۱۲- و قال سفیان الثوری و ابوحنیفۃ یقولھا الامام سرا ذھبوا الی تقلید عمر بن الخطاب و ابن مسعود رضی اللہ عنھما۔ (محلی ابن حزم ج ۳ ص۲۶۱)

حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ امام آمین سراً کہے اس میں انہوں نے حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تقلید کی ہے۔

Marfat.com

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آواز سے آمین کہیں،

اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم قال اربع یخافت بھن الامام سبحانك اللھم وبحمدك والتعوذ من الشیطٰن الرجیم و بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و آمین قال محمد و بہ نأخذ وھو قول ابی حنیفۃ۔

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفۃ بروایۃ الامام محمد ص۲۲)

(امام محمدؒ فرماتے ہیں) ہمیں خبر دی حضرت امام ابوحنیفہؒ نے بروایت حمادؒ حضرت امام نخعیؒ سے انہوں نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ آواز سے کہے (۱) سبحانك اللھم و بحمدك (۲) اعوذ باللہ (۳) بسم اللہ (۴) آمین۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی قول ہے حضرت امام ابوحنیفہؒ کا۔

قال النووی " وقال ابوحنیفۃ والثوری یسرون بالتامین وکذا قالہ مالك فی الماموم". الخ (المجموع شرح المہذب ج ۳۔ ص۳۵۳)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ کا قول ہے کہ مقتدی آمین سراً کہیں، اور مقتدی کے بارے میں حضرت امام مالکؒ کا بھی یہی قول ہے۔

Marfat.com

امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام تو آمین کہے ہی نہیں مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہیں،

قال مالکؒ "ویخفی من خلف الامام آمین ولا یقول الامام آمین ولا باس بالرجل وحدہ ان یقول آمین" (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۷۱)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہے، اور امام آمین نہ کہے، البتہ جو شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہو اس کے آمین کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام تو اونچی آواز سے آمین کہے لیکن مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہیں،

قال الشافعیؒ "فاذا فرغ من قراءۃ ام القرآن قال آمین ورفع بہا صوتہ لیقتدی بہ من کان خلفہ واذا قال قالوہا واسمعوا انفسہم ولا احب ان یجہروا بہا فان فعلوا فلا شیئ علیہم"

(کتاب الام ج ۱ ص ۱۰۹)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب امام سورۃ فاتحہ پڑھ چکے تو اونچی آواز سے آمین کہے تاکہ مقتدی بھی (سن کر آمین کہنے میں) امام کی اقتداء کریں اور جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی آمین کہیں اور اپنے آپ کو سنائیں اور میں مقتدیوں کے لیے آمین بالجہر کو پسند نہیں کرتا، تاہم اگر وہ ایسا کر لیں تو ان پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

Marfat.com

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی م ۶۰۶ھ کی تحقیق

"قال ابوحنیفۃ رحمہ اللہ اخفاء التامین افضل و قال الشافعی رحمہ اللہ اعلانہ افضل واحتج ابوحنیفۃ علیٰ صحۃ قولہ قال فی قولہ آمین وجہان احدھما انہ دعاء والثانی انہ من اسماء اللہ فان کان دعاء وجب اخفاؤہ لقولہ تعالیٰ (ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ) وان کان اسما من اسماء اللہ تعالیٰ وجب اخفاؤہ لقولہ تعالیٰ (واذکر ربك فی نفسك تضرعا وخیفۃ) فان لم یثبت الوجوب فلا اقل من الندبیۃ ونحن بہذا القول نقول" (التفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی ج ۱۴ ص ۱۳۱)

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا افضل ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اونچی آواز سے کہنا افضل ہے، امام ابوحنیفہؒ نے اپنے قول کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ آمین کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آمین دعا ہے، دوسری یہ کہ آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اگر آمین دُعا ہے تو پھر اس کا اخفاء واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً ۔ تم لوگ اپنے پروردگار سے دُعا کیا کرو تذلل ظاہر کرکے اور چپکے چپکے، اور اگر آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے تو بھی

Marfat.com

اسکا اخفاء واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً ۔ اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اگر اخفاء کا وجوب ثابت نہ بھی ہو تو کم از کم مندوب و مستحب ہونا تو ثابت ہوتا ہی ہے اور ہم بھی یہی قول کرتے ہیں کہ آمین آہستہ ہی کہنی چاہیئے)

مذکورہ بالا آیات کریمہ احادیث و آثار اور اقوال ائمہ مجتہدینؒ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) جس وقت امام غیر المغضوب علیہم و لا الضالین کہے اس وقت امام اور مقتدی دونوں کے لیے آمین کہنا سنت ہے۔

(۲) آمین آہستہ آواز سے کہنی سنت ہے اول تو اس لیے کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ آمین دعا ہے جیسا کہ آیت کریمہ " قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا " اور اس کی تفسیر میں وارد احادیث سے واضح ہے، اور دعا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ آہستہ کی جائے۔ یہی انبیاء کی سنت ہے جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی قرآن پاک میں مذکور دعا سے واضح ہے، ثانیاً اس لیے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، ان روایات کے پیش نظر آمین کہنا ذکر ہوا اور ذکر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ دل میں اور آہستہ کیا جائے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر حضرت امام اعظمؒ نے آہستہ آواز سے کہنے کو مسنون قرار دیا جیسا کہ حضرت امام فخر الدین رازیؒ کے بیان سے ظاہر ہے۔

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے جیسا کہ حضرت

Marfat.com

وائل رضؓ کی احادیث سے واضح ہے۔ نیز آپ کا تکبیر اولیٰ کہہ کر سکوت اختیار کرنا پھر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دوبارہ سکوت کرنا اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ تکبیر تحریمہ کہہ کر آہستہ آواز سے ثناء پڑھتے تھے اور سورۂ فاتحہ ختم کر کے ثناء کی طرح آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے۔

۴۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آمین آہستہ آواز سے کہنی چاہیئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہنے پر مقتدیوں کو آمین کہنے کا حکم فرمایا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام بلند آواز سے آمین نہیں کہتا ورنہ اس کے ولا الضالین کہنے پر آمین کہنے کا حکم نہ دیا جاتا نیز آپ نے یہ جو فرمایا کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے اور امام دونوں آہستہ آواز ہی سے آمین کہتے ہیں کیونکہ اگر فرشتوں اور امام کی آمین اونچی آواز سے ہوتی تو لوگ ان کی آمین کی آواز خود ہی سن لیتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ بتلانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی کہ فرشتے اور امام بھی آمین کہتے ہیں۔

۵۔ حدیث میں نمازی کی آمین کے ملائکہ کی آمین کے ساتھ موافق ہونے پر مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ نمازی کی آمین میں فرشتوں کے ساتھ موافقت کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) یہ موافقت وقت میں بھی ہو سکتی ہے یعنی جب امام ولا الضالین ختم کرتا ہے تو فرشتے فوراً آمین کہتے ہیں ہمیں بھی ان کی موافقت کرتے ہوتے اسی وقت آمین کہنی چاہیئے (۲) خشوع واخلاص میں بھی موافقت ہو سکتی ہے جیسے فرشتے انتہائی خشوع اور اخلاص کے ساتھ کہتے ہیں ہمیں بھی ایسے ہی کہنی چاہیئے (۳) اخفاء میں

Marfat.com

بھی موافقت ہو سکتی ہے یعنی جیسے فرشتے آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں حتیٰ کہ ان کی آمین کی آواز سنائی نہیں دیتی ایسے ہی ہمیں بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہنی چاہیئے۔

۶۔ خلفاء راشدین بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے جیسا کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ ابو معمرؒ وغیرہما کے آثار سے واضح ہے۔

۷۔ اکثر صحابۂ کرام اور تابعین بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہتے تھے۔

۸۔ ائمہ اربعہ میں سے تین امام، حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ حضرت امام شافعیؒ تینوں اس بات کے قائل ہیں کہ مقتدیوں کو آہستہ آواز ہی سے آمین کہنی چاہیئے جیسا کہ خود ان کی اپنی تصانیف میں ان کے اپنے بیانات سے ظاہر ہے۔

۹۔ مذکورہ احادیث سے جہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے وہیں یہ بات بھی واضح ہوئی کہ آمین کہنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی صرف ایک مرتبہ آمین کہیں اور دونوں کی آمین اکٹھی ہو جس کی صورت یہ ہے کہ امام جب ولا الضالین کہہ کر سکوت کرے تو مقتدی فوراً آمین کہہ لیں اس صورت میں امام اور مقتدی دونوں کی آمین اکٹھی ہو جائے گی کیونکہ امام بھی ولا الضالین کے بعد متصلاً آمین کہے گا۔

۱۰۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے کہ جب قاری و امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو ثابت ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ امام ہی پڑھے گا مقتدی نہیں کیونکہ اگر مقتدی بھی سورۂ فاتحہ پڑھتا تو پھر یہ نہ فرماتے کہ امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو بلکہ آپ فرماتے کہ جب تم ولا الضالین

Marfat.com

کہہ چکو تو آمین کہو۔

لیکن قرآن وسنت آثار صحابہ وتابعین اور اقوال ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آمین اونچی آواز سے کہنی چاہیئے اُونچی آواز سے آمین کہنا سُنت ہے اور جو شخص اِن آیات خدا احادیث اور آثار صحابہ کے پیش نظر اُن سے کہے کہ بھائی آمین آہستہ آواز سے کہو تو وہ اسے تارک سنت سمجھ کر نفرت وحقارت سے دیکھتے ہیں حتیٰ کہ وہ اسے یہودی تک کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے نیز وہ ایک آمین کے بجائے دو آمین کے بھی قائل ہیں۔ اس سلسلہ میں غیر مقلدین کی چند تحریرات ملاحظہ فرمائیے۔

یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔

"مغرب وعشاء اور صبح کی نماز میں جب امام اور مقتدی سورۂ فاتحہ کی پچھلی آیت کو ختم کر چکیں تو پہلے امام پھر مقتدی پکار کر آمین کہیں" الخ۔ (دستور المتقی ص ۱۱۱)

جماعت غرباء اہلحدیث کے سابق امام مفتی عبدالستار رقمطراز ہیں۔

"پس آج کل بھی جو ناعاقبت اندیش و فتنہ انگیز اونچی آمین سے چڑے اور کہنے والوں سے حسد رکھے وہ یقیناً یہودی ہے"۔

(فتویٰ آمین بالجہر ص ۲۲ بحوالہ اظہار التحسین ص ۱۶)

مولوی محمد صاحب جوناگڑھی یوں گوہر افشانی کرتے ہیں۔

"خیر میرا مقصد یہ تھا کہ یہ نری یہودیت ہے کہ اپنے امام کی رائے قیاس پر بھروسہ کر بیٹھنا اور دینی امور میں شخصی تقلید کوئی چیز سمجھنا اور آمین کی آواز سے چڑنا"۔

(دلائل محمدی ج ۲ ص ۳۳ بحوالہ اظہار التحسین ص ۱۶)

Marfat.com

مولوی خالد گرجاکھی صاحب کے ابا جان مولوی نور محمد گرجاکھی صاحب یوں زہر اگلتے ہیں۔

"اے منکرین آمین اور آمین بالجہر سے روکنے والو سوچو کہ تم کس قدر بے نصیب اور نامراد ہو بلکہ اوروں کو بھی اس نعمت سے نامراد اور بے نصیب کرتے ہو۔"

(اثبات آمین بالجہر ص۱۳ مشمولہ استیصال التقلید)

یہی مولوی نور محمد صاحب اپنے رسالے میں آگے چل کر دل کی بھڑاس نکالتے ہیں اور ایسی سوقیانہ زبان استعمال کرتے ہیں کہ پناہ بخدا، تبرا بازی کی اس سے بدتر مثال شاید نہ پیش کی جاسکے۔ یہ صاحب حنفیوں اور یہودیوں میں مماثلت ثابت کرنے کیلئے لکھتے ہیں۔

(۱) یہودی آمین بالجہر سے جلتے تھے ـــــ حنفی بھی آمین بالجہر سے جلتے ہیں۔

(۲) یہودی جمعہ پڑھنے سے حسد کرتے تھے ـــــ حنفی بھی جمعہ کی تردید میں مضمون لکھتے ہیں۔

(۳) یہودی قبلہ پر حسد کرتے تھے ـــــ حنفی بدعتی بغداد کی طرف منہ کر لیتے ہیں۔

(۴) یہودی صفوں کی درستی سے جلتے تھے ـــــ حنفی بھی پاؤں سے پاؤں ملانے سے جلتے ہیں۔

(۵) یہودی سلام سے حسد کرتے تھے ـــــ حنفی بھی محمدیوں سے سلام پسند نہیں کرتے۔

(۶) یہودی علماء و مشائخ کی تقلید کرتے تھے ـــــ حنفی بھی علماء و مشائخ کی تقلید کرتے ہیں۔

Marfat.com

(۷) یہودی لوگوں کو تقلید پر مجبور کرتے تھے ——— حنفی بھی عوام کو تقلید پر مجبور کرتے ہیں۔

(۸) یہودی اقوال احبار پیش کرتے تھے ——— حنفی بھی اقوال الرجال ہی پیش کرتے ہیں۔

(۹) یہودی حضرت موسیٰؑ کی کتاب کو چھوڑ کر گمراہ ہو گئے تھے ——— حنفی بھی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر صراطِ مستقیم بھول گئے۔

(۱۰) جو لوگ مسلمانوں کا امام کے پیچھے آمین کہنے پر حسد کریں گے وہ اس امت کے یہودی ہیں ——— حنفی لوگ مسلمانوں کا امام کے پیچھے آمین کہنے پر حسد کرتے ہیں لہٰذا یہی اس امت کے یہودی ہیں"۔

(اثبات آمین بالجہر صفحہ ۲)

حافظ عبد اللہ روپڑی صاحب سے ایک سوال ہوا۔

سوال: حکم ہے کہ جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی کہے۔ ایک مقتدی اس وقت جماعت میں شامل ہوا جب امام غیر المغضوب پڑھ چکا تھا تو وہ امام کے ساتھ آمین کہے یا پہلے الحمد پڑھے (محمد علی خطیب جامع مسجد جنڈیالہ)

آپ نے جواب دیا کہ

جواب: دونوں باتوں پر عمل کرے امام کے ساتھ بھی آمین کہے اور اپنی فاتحہ ختم کر کے بھی آمین کہے الخ۔ (فتاویٰ اہلحدیث ج ۱ ص ۳۹۳)

جماعت غرباء اہلحدیث کے امام مفتی عبد الستار سے بھی ایک ایسا ہی سوال ہوا آپ نے جو اس کا جواب دیا مع سوال کے ملاحظہ فرمائیے۔

سوال: مسبوق نے امام کی اقتداء اس وقت کی کہ امام نصف الحمد پڑھ چکا تھا اور مقتدی نے الحمد شروع کی یہ نصف الحمد تک پہنچا تھا کہ امام نے

Marfat.com

ولا الضالین کو پڑھا تو مقتدی الحمد چھوڑ کر آمین کہے گا یا نہیں؟ اگر کہے گا تو اپنی الحمد پوری کر کے کہے یا نہیں؟ اگر کہے گا تو دوبارہ کہنا لازم آئے گا ایک درمیان فاتحہ دوسرے بعد فاتحہ اور اگر نصف الحمد میں آمین کہے گا تو یہ تحریف لازم آئے گی اور تحریف کلام اللہ میں حرام ہے اب کوئی ایسی حدیث ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ مسبوق الحمد پڑھتا رہے آمین نہ کہے یا الحمد چھوڑ کر آمین کہے۔

(سیتہ اللہ دتا نصیر آبادی)

جواب: اس کا نام تحریف نہیں اتباع امام ہے۔ امام کی متابعت کی وجہ سے اگر نصف الحمد میں آمین کہے اور پھر الحمد ختم کر کے بھی آمین کہے تو شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ الخ (فتاوی ستاریہ ج ۱ صفحہ ۱۳۱)

ملاحظہ فرمائیے: یہ ہے غیر مقلدین حضرات کا طرز عمل کہ قرآن و حدیث سے ثابت شدہ ایک عمل (آہستہ آواز سے آمین کہنا) نہ صرف یہ کہ ان کے نزدیک صحیح نہیں بلکہ اس پر عمل کرنے والے اور اونچی آواز سے آمین نہ کہنے والے ان کے نزدیک اس قدر برے ہیں کہ یہودیوں سے جلتے ہیں، العیاذ باللہ قارئین آپ نے غیر مقلدین کی تحریرات ملاحظہ فرمائیں غور کیجئے کہ آخر یہ تبرا بازی کس پر کی جا رہی ہے، یہ دشنام کسے دیا جا رہا ہے کیا اس تبرا بازی اور دشنام دہی سے اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہوگی کہ آپ آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے کیا خلفاء راشدین، صحابہ کرام اور تابعین عظام نیز ہزاروں لاکھوں بندگان دین کی روحیں بے چین نہ ہوں گی کہ وہ خود بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہتے تھے اور دوسروں کو بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہنے کا مسئلہ بتاتے تھے نقل کفر کفر نباشد کیا یہ سب آمین بالجہر سے چڑتے

Marfat.com

تھے اور کیا یہ سب یہودی تھے ؟ پس سچ ہے اذا فاتك الحياء فافعل ماشئت ، بے حیا باش وہر چہ خواہی کن ۔

قارئین محترم یہ ہیں غیر مقلدین عمل بالحدیث کے دعویدار جو دشنام دہی میں رافضیوں کو بھی مات کر گئے ہیں ۔ اب آپ مندرجہ بالا آیات کریمۂ احادیث وآثار اور ان کے خلاف غیر مقلدین کے رویے کو سامنے رکھ کر خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن وحدیث کی موافقت ہے یا مخالفت بلکہ حدیث دشمنی ؟

ترك رفع اليدين فی غیر الافتتاح

تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیئے

۱- حدثنا عبد الله بن ايوب المخرمی وسعدان بن نصر وشعيب بن عمرو فی آخرین قالوا ثنا سفيان بن عيينة عن الزهری عن سالم عن ابيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه حتى يحاذی بهما وقال بعضهم حذو منكبيه واذا اراد ان يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع لا يرفعهما وقال بعضهم ولا يرفع بين السجدتين والمعنى واحد۔

(صحیح ابی عوانہ ج ۲ صفحہ ۹)

حضرت امام زہری رحمہ اللہ ، حضرت سالم سے اور وہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع

Marfat.com

کرتے تو رفع یدین کرتے ...... مونڈھوں تک اور جب آپ ارادہ فرماتے کہ رکوع کریں اور رکوع سے سر اُٹھا لینے کے بعد آپ رفع یدین نہ کرتے۔ بعض راویوں نے کہا ہے کہ آپ دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے۔ مطلب سب راویوں کی روایت کا ایک ہی ہے۔

۲- حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان قال حدثنا الزهری قال اخبرنی سالم بن عبد الله عن ابیه قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا افتتح الصلٰوۃ رفع یدیه حذو منکبیه و اذا اراد ان یرکع و بعد ما یرفع رأسه من الرکوع فلا یرفع ولا بین السجدتین۔ [۱]

(مسند حمیدی ج۲ ص۲۷۷)

---

[۱] غیر مقلدین حضرات صحیح ابی عوانہ اور مسند حمیدی کی مذکورہ دونوں روایات کا جب کوئی جواب نہیں پاتے تو یہ پراپیگنڈا شروع کر دیتے ہیں کہ حنفیوں نے ان میں تحریف کر دی ہے العیاذ باللہ، قارئین محترم یہ ان حضرات کا سراسر بہتان ہے۔ احناف اس جیسے گھناؤنے فعل کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے۔ غیر مقلدین کے اس بہتان کی قلعی کھولنے کے لیے ہم اس کتاب کے آخر میں مسند حمیدی اور صحیح ابی عوانہ کے قلمی نسخوں کا عکس پیش کر رہے ہیں قارئین ان میں ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں ذکر کردہ الفاظ ان قلمی نسخوں میں ہیں یا نہیں، مزیداری کی بات یہ ہے کہ مسند حمیدی کا قلمی نسخہ میاں نذیر حسین صاحب کے دو شاگردوں حافظ نذیر حسین عرف زین العابدین اور محی الدین زینبی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور یہ دونوں غیر مقلد تھے یہ قلمی نسخہ دارالعلوم دیوبند کی لائبریری میں محفوظ ہے، صحیح ابی عوانہ کا قلمی نسخہ پیر محب اللہ شاہ راشدی صاحب پیر گوٹھ سندھ کا ہے اس کا عکس غیر مقلدین کے جماعتی ارگن الاعتصام، شمارہ ۱۱ و ۱۲ میں شائع ہوا ہے۔ ہم اسی سے فوٹو لے کر شائع کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ اوپر صحیح ابی عوانہ کا جو حوالہ دیا ہے وہ بیروت کے طبع شدہ نسخہ کا ہے اس میں اور جس قلمی نسخے کے صفحے کا عکس ہم دے رہے ہیں اس میں معمولی فرق ہے بیروت والے میں لا یرفع ہے اور قلمی میں فلا یرفع ہے۔ دونوں نسخے ہمارے مؤید ہیں۔

Marfat.com

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سالمؒ بن عبد اللہ نے اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے خبر دی کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے مونڈھوں تک اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ فرماتے اور رکوع سے سر اٹھا لیتے تو پھر رفع یدین نہ کرتے اور نہ دونوں سجدوں کے درمیان کرتے۔

۳۔ عن عبد اللہ بن عون الخرّاز ثنا مالک عن الزہری عن سالم عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ ثم لا یعود،

(خلافیات بیہقی بحوالہ نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۴)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز شروع فرماتے وقت رفع یدین کرتے پھر دوبارہ نہ کرتے۔

۴۔ ابن وہب عن مالک بن انس عن ابن شہاب عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا افتتح التکبیر للصلوٰۃ، (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۶۹)

حضرت سالم بن عبد اللہؒ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے مونڈھوں تک جب کہ آپ نماز کی تکبیر تحریمہ کہتے تھے۔

Marfat.com

۵۔ حدثنا ابوکریب محمد بن العلاء ثنا محمد بن عبد الرحمٰن بن محمد المحاربی ثنا ابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس وعن نافع ——— عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ترفع الایدی فی سبعۃ مواطن افتتاح الصلوۃ واستقبال البیت والصفا والمروۃ والموقفین وعند الحجر۔ (کشف الاستار ج ۱ ص ۲۵۱ وشرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۴)

حضرت عبد اللہ بن عباس و حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا رفع یدین سات مقامات پر کیا جائے۔ نماز کے شروع میں، بیت اللہ کی زیارت کے وقت، صفا مروہ پر، عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور رمی جمار کے وقت۔

۶۔ حدثنا احمد بن شعیب ابو عبد الرحمٰن النسائی انا عمرو بن یزید ابو برید الجرمی ثنا سیف بن عبید اللہ ثنا ورقاء عن عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال السجود علی سبعۃ اعضاء الیدین والقدمین والرکبتین والجبہۃ ورفع الایدی اذا رأیت البیت وعلی الصفا والمروۃ وبعرفۃ وعند رمی الجمار واذا اقیمت الصلوۃ۔

(معجم طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۳۵۲)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سجدہ سات اعضاء پر کیا کرو دونوں ہاتھوں، دونوں پاؤں، دونوں گھٹنوں، اور پیشانی پر اور رفع یدین اس وقت کیا کرو جب تو بیت اللہ کو دیکھے اور صفا و مروہ پر، وقوفِ عرفہ کے وقت، رمی جمار کے وقت اور جب نماز کے لیے اقامت کہہ دی جائے۔

۷۔ حدثنا هناد نا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن علقمة قال قال عبدالله بن مسعود الا اصلي بكم صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى فلم يرفع يديه الا في اول مرة، قال وفي الباب عن البراء بن عازب قال ابو عيسى حديث ابن مسعود حديث حسن وبه يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم والتابعين وهو قول سفيان واهل الكوفة، (ترمذی ج ۱ ص ۵۹)

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور پہلی مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کرنے کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کیا، اور ترکِ رفع یدین کے باب میں حضرت

Marfat.com

براء بن عازبؓ سے بھی حدیث مروی ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث حسن[1] ہے اور بے شمار اہل علم صحابہ کرام اور تابعین اسی کے (یعنی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے) قائل ہیں اور یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

۸- حدثنا عثمان بن ابی شیبة نا وکیع عن سفیان عن عاصم یعنی ابن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود الا اصلی بکم صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم

---

[1] اس حدیث مبارک کو امام ترمذیؒ نے حسن قرار دیا ہے اور علامہ ابن حزم نے صحیح قرار دیا ہے ملاحظہ ہو محلی ج ۴ ص۸۸ اسی طرح ابن عدی نے بھی صحیح قرار دیا ہے دیکھئے الکوکب الدری ج ۱ ص۱۳۲۔ ترمذی شریف کے محشی احمد شاکر تحریر فرماتے ہیں" وھذا الحدیث صححه ابن حزم وغیرہ من الحفاظ وھو حدیث صحیح وما قالوا فی تعلیله لیس بعلة، (جامع ترمذی تحقیق احمد شاکر ج ۲ ص۴۱) اس حدیث کو ابن حزم اور ان کے علاوہ دیگر حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے اور بعض لوگوں نے جو کچھ اس حدیث کی تعلیل کے متعلق کہا ہے وہ علت بننے کے قابل نہیں ہے، غیر مقلدین کے محدث العصر ناصر الدین البانی تحریر فرماتے ہیں۔" والحق انه حدیث صحیح واسنادہ صحیح علی شرط مسلم ولم نجد لمن اعله حجة یصلح التعلق بھا ورد الحدیث من اجلھا" انتہی (مشکوٰۃ المصابیح محقق تحقیق محمد ناصر الدین البانی ج ۱ ص۲۵۴) حق بات یہ ہے کہ یہ حدیث بھی صحیح ہے اور اس کی سند بھی مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور جن لوگوں نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے ہمیں ان کی کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جس سے استدلال صحیح ہو اور اس کی وجہ سے حدیث رد کر دی جائے۔

Marfat.com

قال فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃً۔

(ابوداود ج ا ص ۱۰۹)

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں۔ حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے نماز پڑھی اور ایک مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔

۹۔ اخبرنا سوید بن نصر حدثنا عبداللہ بن المبارک عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمۃ عن عبداللہ قال الا اخبرکم بصلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فقام فرفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یُعِدْ، (نسائی ج ا ص ۱۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی خبر نہ دوں (حضرت علقمہؒ آپ کے شاگرد) کہتے ہیں کہ آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے پہلی مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا پھر نہیں کیا۔

۱۰۔ اخبرنا محمود بن غیلان المروزی حدثنا وکیع حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمۃ عن عبداللہ انہ قال الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃ۔ (نسائی ج ا ص ۱۶۱)

Marfat.com

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا۔

۱۱۔ حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا وكيع ثنا سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود ـــــ

عن علقمة قال قال ابن مسعود الا اصلي لكم صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فصلى فلم يرفع يديه الا مرة۔ (مسند احمد ج ا ص۳۸۸ و ص۴۴۲)

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں۔ چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔

۱۲۔ حدثنا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن ـــــ عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة ـــــ

عن عبد الله قال الا اريكم صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يرفع يديه الا مرة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص۲۳۶)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں (چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور) صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔

Marfat.com

۱۳ اخبرنا ابو الطاہر الفقیہ انبأنا ابو حامد بن بلال انبأ محمد بن اسمٰعیل الاحمسی ثنا وکیع عن سفیان عن عاصم یعنی ابن کلیب عن عبدالرحمٰن الاسود عن علقمة قال قال عبد الله یعنی ابن مسعود لاصلین بکم صلٰوة رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فصلی فلم یرفع یدیه الا مرة واحدة۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۷۸)

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں تمہیں ضرور بضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر دکھاؤں گا۔ حضرت علقمہؒ کہتے ہیں کہ آپ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔

۱۴۔ حدثنا ابن ابی داود قال ثنا نعیم بن حماد قال ثنا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن الاسود عن علقمة عن عبد الله عن النبی صلی الله علیه وسلم انه کان یرفع یدیه فی اول تکبیرة ثم لا یعود۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۵۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف پہلی تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

۱۵۔ ابوحنیفةؒ[1] عن حماد عن ابراهیم عن الاسود ان عبد الله بن مسعود رضی الله عنه کان یرفع یدیه

---

[1] یہ ایسی سنہری سند ہے کہ جس کے تمام راوی تام الضبط کثیر الملازمۃ اور اپنے اپنے زمانے کے افقہ الناس

فی اول التکبیر ثم لا یعود الی شیٔ من ذالک ویأثر ذالک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

(جامع المسانید ج ۱ ص ۳۵۵)

حضرت امام ابوحنیفہؒ حضرت حمادؒ سے اور وہ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے اور وہ حضرت اسودؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے بعد نماز میں کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے اور وہ اس عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے تھے۔

- حدثنا محمد بن الصباح البزار نا شریک عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ ——— عن البراء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود[۱] (ابو داؤد ج ۱ ص ۱۰۹)

---

[۱] اور رہے کہ اس حدیث مبارک میں یزید بن ابی زیاد سے کلمۃ لا یعود نقل کرنے میں شریک اکیلے نہیں ہیں بلکہ شریک کے ساتھ یہ کلمہ (۱) سفیان ثوری (۲) سفیان بن عیینہ (۳) ھشیم (۴) ابن ادریس (۵) اسماعیل بن زکریا (۶) محمد بن ابی لیلیٰ رحمہم اللہ نے بھی نقل کیا ہے جو یزید بن زیاد کے قدیم شاگرد ہیں اور امام شعبہ نے بھی یزید بن ابی زیاد سے صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی رفع یدین نقل کیا ہے۔ یہ روایات اس کتاب میں آپ نمبروار ملاحظہ فرمائیں۔ نیز یہ بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے یہ کلمہ نقل کرتے ہیں یزید بن ابی زیاد بھی اکیلے نہیں ہیں۔ اُن کے ساتھ یہ کلمہ (۱) عیسیٰ (۲) اور حکم بھی نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۲۵-۲۶-۲۷-۲۸- لہٰذا شریک کے تفرد اور یزید کی تلقین کو لے کر اعتراض کرنا غلط ہے نیز حدیث براءؓ کی ساری سند

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھ کانوں کے قریب تک لیجاکر رفع یدین کرتے پھر (کسی جگہ) نہ کرتے۔

۱۷۔ حدثنا ابوبکرۃ قال ثنا مؤمل قال ثنا سفیان[۱] قال ثنا یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلیٰ[۱] ———— عن البراء بن عازب قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر لافتتاح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی یکون ابھاماہ قریبا من شحمتی اذنیہ. ثم لا یعود۔

(شرح معانی الآثار طحاوی ج ۱ ص ۱۵۲)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز شروع کرنے کے لیے تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کی لو کے قریب ہو جاتے۔ پھر نہیں کرتے تھے۔

۱۸ عبدالرزاق عن ابن عیینۃ[۲] عن یزید عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ[۱] عن البراء بن عازب مثلہ وزاد قال مرۃ واحدۃ ثم لا تعد لرفعھا فی تلک الصلوٰۃ۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۷۱)

حضرت سفیان بن عیینہ نے یزید بن ابی زیاد سے بواسطہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اسی کے مانند حدیث روایت کی اور اس میں یہ اضافہ بھی نقل فرمایا کہ حضرت

بقیہ ص ۳۹۷/۳ میں کوئی محدثین وفقہاء آتے ہیں جو سب ترک رفع پر عامل تھے اور تمام کوفہ میں ترک رفع ہی متواتر تھا۔

Marfat.com

براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ہی دفعہ رفع یدین کیا پھر اس نماز میں دوبارہ رفع یدین نہیں کیا

۳

۱۹۔ حدثنا اسحٰق حدثنا هشيم عن يزيد بن ابی زیاد عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ ـــــــ

عن البراء قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح الصلوٰۃ کبّر ورفع یدیہ حتیٰ کاد تا تحاذیان اذنیہ ثم لم یعُدْ،

(مسند ابی یعلیٰ ج ۳ ص ۲۴۸)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو تکبیر تحریمہ کہی اور رفع یدین کیا یہاں تک کہ آپ اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے برابر لے گئے پھر اس کے بعد دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔

۴

۲۰۔ حدثنا اسحٰق حدثنا ابن ادریس قال سمعت یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلیٰ،

عن البراء قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حین استقبل الصلوٰۃ حتی رأیت ابهامیہ قریبا من اذنیہ ثم لم یرفعهما

(مسند ابی یعلیٰ ج ۳ ص ۲۴۹)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو

Marfat.com

رفع یدین کیا، میں نے آپ کے انگوٹھوں کو کانوں کے بالکل قریب دیکھا پھر اس کے بعد آپ نے رفع یدین نہیں کیا۔

۲۱۔ حدثنا یحییٰ بن محمد بن صاعد نا محمد بن سلیمان لوین ثنا اسماعیل بن زکریا ثنا یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن البراء انہ رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی حاذی بھما اذنیہ ثم لم یعد الی شئ من ذالک حتی فرغ من صلوتہ (دار قطنی ج ۱ ص ۲۹۳)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا یہاں تک کہ آپ دونوں ہاتھ کانوں تک لے گئے پھر آپ نے کسی اور مقام پر رفع یدین نہیں کیا حتیٰ کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے۔

۲۲۔ حدثنا ابو بکر الآدمی احمد بن محمد بن اسماعیل نا عبداللہ بن محمد ایوب المخرمی نا علی بن عاصم نا محمد بن ابی لیلیٰ عن یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ـــــ عن البراء بن عازب قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین قام الی الصلوٰۃ فکبر و رفع یدیہ حتی ساوی بھما اذنیہ ثم لم یعد الحدیث

(دار قطنی ج ۱ ص ۲۹۴)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جس وقت نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ نے تکبیر (تحریمہ) کہی اور رفع یدین کیا حتیٰ کہ آپ دونوں ہاتھ کانوں تک لے گئے۔ پھر دوبارہ (کسی مقام پر) آپ نے رفع یدین نہیں کیا۔

۲۳۔ حدثنا احمد بن علی بن العلاء ثنا ابو الاشعث ثنا محمد بن بکر ثنا شعبۃ عن یزید بن ابی زیاد،

قال سمعت ابن ابی لیلی یقول سمعت البراء فی هذا المجلس یحدث قوما منهم کعب بن عجرۃ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حین افتتح الصلوۃ یرفع یدیه فی اول تکبیرۃ،

(دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۳ ومسند احمد ج ۴ ص ۳۰۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو اس مجلس میں کچھ لوگوں سے باتیں کرتے سنا جن میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ (حضرت براء) نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے، پہلی تکبیر میں۔

۲۴۔ حدثنا حسین بن عبدالرحمٰن انا وکیع عن ابن ابی لیلی عن اخیه عیسی عن[1] الحکم عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی

---

[1] ابوداؤد شریف میں غالباً سہو کاتب سے واؤ کی جگہ عن لکھا گیا ورنہ سند یوں ہے، عن اخیه عیسی والحکم، چنانچہ المدونۃ الکبری، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند (باقی اگلے صفحہ پر)

عن البراء بن عازب قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حین افتتح الصلوۃ ثم لم یرفعھما حتی انصرف ، (ابوداود ج ۱ ص ۱۰۹)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا پھر نماز سے فارغ ہونے تک (کسی اور جگہ) نہیں کیا۔

۲۵- وکیع عن ابن ابی لیلی عن عیسی اخیہ والحکم عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ ثم لا یرفعھما حتی ینصرف ، (المدونۃ الکبری ج ۱ ص ۶۹)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے، پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۲۶- حدثنا ابوبکر قال نا وکیع عن ابن ابی لیلی عن الحکم وعیسی عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ از صفحہ ۳۹۷: ابی یعلی اور شرح معانی الآثار طحاوی میں یہ سند اسی طرح مذکور ہے۔ ہم نے مذکورہ کتب میں سے یہ روایات مع سند کے نقل کر دی ہیں، قارئین نمبروار وہ روایات اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

كان اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه ثم لا
يرفعهما حتى يفرغ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱ صفحہ ۲۳۶)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۲۷- حدثنا اسحٰق حدثنا وكيع حدثنا ابن ابى ليلىٰ
عن الحكم وعيسىٰ عن عبد الرحمٰن بن ابى ليلىٰ،
عن البراء ان النبى صلى الله عليه وسلم كان
اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه ثم لا يرفع حتى
ينصرف، (مسند ابی یعلیٰ ج ۳ صفحہ ۲۴۸)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز شروع کرنے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۲۸- حدثنا محمد بن النعمان قال حدثنا يحيى بن يحيىٰ
قال ثنا وكيع عن ابن ابى ليلىٰ عن اخيه وعن
الحكم عن ابن ابى ليلىٰ ــــــــــــــ
عن البراء رضى الله عنه عن النبى صلى الله
عليه وسلم مثله، (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ صفحہ ۱۵۳)

۲۹- حدثنا مسدد ثنا يحيى عن ابن ابى ذئب عن سعيد بن سمعان

Marfat.com

عن ابی هریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل فی الصلوٰۃ رفع یدیہ مدًّا

(ابو داود ج ۱ ص ۱۱۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوتے تھے تو خوب ہاتھ دراز کر کے رفع یدین کرتے تھے۔

۳۰۔ عن نعیم المجمر و ابی جعفر القاری عن ابی هریرۃ انہ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ ویکبر کلما خفض ورفع ویقول انا اشبھکم صلاۃً برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

(التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید ج ۹ ص ۲۱۵)

حضرت نعیم المجمر اور حضرت ابو جعفر القاری رحمہما اللہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رفع یدین تو نماز شروع کرتے وقت کرتے تھے اور تکبیر اونچ نیچ میں کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ تم سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔

۳۱۔ عن عبد الرحیم بن سلیمان عن ابی بکر النھشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یرفع یدیہ فی اول الصلوٰۃ ثم لا یعود،

(العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ، دارقطنی ج ۴ ص ۱۰۶) (قلت الفرد رفعہ عبد الرحیم بن سلیمان وھو ثقبۃ، ناقل)

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے، پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

۳۲۔ ثنا الحسین بن احمد بن منصور سجادة ثنا بشر بن الولید القاضی ثنا کثیر بن عبد الله ابو هاشم قال سمعت انس بن مالك يقول قال لی النبی صلی الله علیه وسلم "یا بُنَیَّ اذا تقدمت الی الصلوٰة فاستقبل القبلة وارفع یدیك وکبّر واقرأ مابدالك فاذا رکعت فضع کفیك علی رکبتیك وفرق بین اصابعك وسبّح فاذا رفعت رأسك فاقم صلبك حتی یقع کل عضو مکانه واذا سجدت فامکن جبهتك من الارض وسبّح واذا رفعت رأسك فاقم رأسك فاذا قعدت فضع عقبیك تحت الیتك واقم صلبك فانها من سنتی ومن اتبع سنتی فانه منی ومن هو منی فهو معی فی الجنة"

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج ۶ ص ۲۰۸۶)

کثیر بن عبد اللہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا جب تو نماز کے لیے بڑھے تو تو قبلہ رو ہوجا، رفع یدین کر اور تکبیر تحریمہ کہہ اور قراءت کر جہاں سے

Marfat.com

کرنا چاہیے پھر جب تو رکوع میں جائے تو دونوں ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھ اور انگلیاں کھلی رکھ اور (رکوع کی) تسبیح پڑھ پھر جب رکوع سے سر اٹھائے تو اپنی کمر سیدھی کرے یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ پہنچ جائے پھر جب تو سجدہ میں جائے تو اپنی پیشانی زمین پر رکھ اور (سجدہ) کی تسبیح پڑھ، پھر جب تو سر اٹھائے تو اپنا سر سیدھا کر لے، پھر جب تو قعدہ کرے تو اپنی ایڑیوں کو سرین کے نیچے کر لے اور کمر کو سیدھا کر لے یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کی پیروی کی وہ مجھ سے ہے اور جو مجھ سے ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

۴۳۔ عن محمد بن عمرو بن عطاء انہ کان جالسا مع نفر من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرنا صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابو حمید الساعدی انا کنت احفظکم لصلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیتہ اذا کبر جعل یدیہ حذو منکبیہ واذا رکع امکن یدیہ من رکبتیہ ثم ھصر ظہرہ فاذا رفع رأسہ استویٰ حتی یعود کل فقار مکانہ واذا سجد وضع یدیہ غیر مفترش ولا قابضھما واستقبل باطراف اصابع رجلیہ القبلۃ فاذا جلس فی الرکعتین جلس علی رجلہ الیسریٰ ونصب الیمنیٰ فاذا جلس فی الرکعۃ الآخرۃ قدم رجلہ الیسریٰ ونصب الاخریٰ وقعد علیٰ مقعدتہ الحدیث۔

(بخاری ج ۱ صفحہ ۱۱۴)

حضرت محمدؒ بن عمرو بن عطار سے مروی ہے کہ وہ حضور علیہ

Marfat.com

الصلوٰۃ والسلام کے بہت سے صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کا ذکرہ کیا تو ابوحمید ساعدیؓ کہنے لگے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو تم سب سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوں، میں نے آپ کو دیکھا کہ جب آپ تکبیر (تحریمہ) کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ مونڈھوں کے برابر لے جاتے، اور جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر جما دیتے پھر اپنی کمر (مبارک) جھکا کر سر اور گردن کے برابر کر دیتے پھر رکوع سے سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاتے حتیٰ کہ آپ کی کمر کی ہر پسلی اپنی جگہ پر آجاتی اور جب سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھ زمین پر اس طرح رکھتے کہ نہ باہوں کو بچھاتے نہ سمیٹ کر پہلو سے لگا دیتے اور پاؤں کی انگلیوں کی نوکیں قبلے کی طرف رکھتے پھر جب دو رکعتوں پر بیٹھتے تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے پھر جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو بایاں پاؤں آگے کرتے اور دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے سرین کے بل بیٹھتے۔

۳۲۔ عبد الرحمٰن بن غنم ان ابا مالک الاشعری جمع قومہ فقال یا معشر الاشعریین اجتمعوا واجمعوا نسائکم وابنائکم اعلمکم صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی لنا بالمدینۃ فاجتمعوا وجمعوا نسائھم وابنائھم فتوضأ واراھم کیف یتوضأ فاحصی الوضوء الی اماکنہ

Marfat.com

حتی لما ان فاء الفیئ وانکسر الظل قام فاذن فصف الرجال فی ادنی الصف وصف الولدان خلفهم وصف النساء خلف الولدان ثم اقام الصلوٰۃ فتقدم فرفع یدیہ فکبر فقرأ بفاتحۃ الکتاب و سورۃ یسرھما ثم کبر فرکع فقال سبحان اللہ و بحمدہ ثلاث مرار ثم قال سمع اللہ لمن حمدہ واستوی قائما ثم کبر وخر ساجدا ثم کبر فرفع رأسہ ثم کبر فسجد ثم کبر فانھض قائما فکان تکبیرہ فی اول رکعۃ ست تکبیرات وکبر حین قام الی الرکعۃ الثانیۃ فلما قضی صلاتہ اقبل الی قومہ بوجھہ فقال احفظوا تکبیری و تعلموا رکوعی و سجودی فانھا صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التی کان یصلی لنا کذا الساعۃ من النھار الحدیث۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۳)

حضرت عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو جمع کرکے فرمایا اے اشعری قوم جمع ہوجاؤ اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کرلو تاکہ میں تمہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز سکھادوں جو آپ ہمیں مدینہ طیبہ میں پڑھایا کرتے تھے پس آپ نے وضو کیا اور انہیں دکھلایا کہ کیسے وضو کیا جاتا ہے

Marfat.com

آپ نے خوب اچھی طرح سے پانی اعضاءِ وضو تک پہنچایا حتیٰ کہ جب سایہ ظاہر ہو گیا تو آپ نے کھڑے ہو کر اذان دی امام سے قریب تر مردوں نے صف باندھی، ان کے پیچھے بچوں نے اور بچوں کے پیچھے عورتوں نے۔ پھر اقامت ہوئی اور آپ نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھ گئے۔ آپ نے رفع یدین کیا اور تکبیر (تحریمہ) کہی۔ پھر سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ دوسری سورت دونوں کو آہستہ سے پڑھا پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا اور تین مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہا۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھایا پھر تکبیر کہہ کر دوسرا سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر کھڑے ہو گئے۔ اس طرح پہلی رکعت میں آپ کی چھ تکبیریں ہوئیں۔ آپ نے دوسری رکعت کے لیے اُٹھتے وقت بھی تکبیر کہی پھر نماز پوری کر کے اپنے قبیلے والوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میری تکبیروں کو یاد کر لو اور میرا رکوع و سجود سیکھ لو، کیونکہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ نماز ہے جو آپ ہمیں دن کے اس حصے میں پڑھایا کرتے تھے۔

۳۵ عن عباد بن الزبیر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ فی اول الصلوٰۃ ثم لم یرفعھما فی شئی حتی یفرغ۔

(خلافیات بیہقی بحوالہ نصب الرایۃ ج ۱ صفحہ ۴۰۴)

حضرت عبادؓ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تھے تو ابتدا ر نماز میں رفع یدین کرتے تھے پھر نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نماز سے فارغ ہوجاتے۔

۳۶۔ عن جابر بن سمرة قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم
کانہا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ۔
(مسلم ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حجرۂ مبارک سے نکل کر) ہمارے پاس تشریف لائے (اور ہمیں رفع یدین کرتے ہوئے پاکر) فرمایا کہ مجھے کیا ہوگیا کہ میں تمہیں اس طرح رفع یدین کرتے ہوئے پاتا ہوں جیسے بدکے ہوئے گھوڑوں کی دُمیں اٹھی ہوئی ہوں، نماز میں سکون اختیار کرو۔

۳۷۔ عن جابر بن سمرة قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و نحن یعنی رافعوا ایدینا فی الصلوٰۃ فقال ما بالهم رافعین ایدیهم فی الصلوٰۃ کانها اذناب الخیل الشمس اسکنوا فی الصلوٰۃ۔
(نسائی ج ۱ ص ۱۳۳)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ مبارک سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ ہم نماز کے اندر رفع یدین کر رہے تھے، آپ نے فرمایا انہیں کیا ہو گیا کہ نماز کے اندر اس طرح رفع یدین کر رہے ہیں جیسے بدکے ہوئے

Marfat.com

گھوڑوں کی دمیں اٹھی ہوئی ہوں نماز کے اندر سکون اختیار کرو۔

۳۸۔ عن ابن عباسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن حین یفتتح الصلوٰۃ وحین یدخل المسجد الحرام فینظر الی البیت وحین یقوم علی الصفا وحین یقوم علی المروۃ وحین یقف مع الناس عشیۃ عرفۃ وبجمع والمقامین حین یرمی الجمرۃ۔

(معجم طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۳۸۵)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، رفع یدین نہ کیا جائے مگر سات مقامات میں جب[1] نماز شروع کی جائے اور جب[2] مسجد حرام میں داخل ہوتے ہوئے بیت اللہ پر نظر پڑے اور جب صفا[3] و مروہ[4] پر کھڑا ہو اور عرفات[5] میں بعد از زوال جب لوگوں کے ساتھ وقوف کرے اور مزدلفہ[6] میں وقوف کے وقت اور جمرتین[7] کی رمی کرتے وقت۔

خلفاء راشدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے

نا اسحٰق بن ابی اسرائیل نا محمد بن جابر عن حماد عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر ومع عمر رضی اللہ عنھما فلم یرفعوا ایدیھم الا عند التکبیرۃ الاولیٰ فی افتتاح الصلوٰۃ، قال اسحٰق بہ ناخذ فی الصلوٰۃ کلھا۔

(دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۵، بیہقی ج ۲ ص ۷۹)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ

Marfat.com

وآلہ وسلم حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ ان سب نے رفع یدین نہیں کیا مگر پہلی تکبیر کے وقت نماز کے شروع میں، محدث اسحٰق بن ابی اسرائیلؒ کہتے ہیں کہ ہم بھی اسی کو اپناتے ہیں پوری نماز میں۔

عن علقمة انہ قال صلیت خلف عبد اللہ بن مسعود فلم یرفع یدیہ عند الرکوع وعند رفع الرأس من الرکوع فقلت لہ لم لا ترفع یدیک فقال صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلف ابی بکر وعمر فلم یرفعوا ایدیھم الا فی التکبیرۃ التی تفتتح بھا الصلوٰۃ۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ا ص۲۰۷)

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کیا۔ میں نے پوچھا کہ آپ رفع یدین کیوں نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے ان سب نے رفع یدین نہیں کیا مگر اسی تکبیر میں جس سے نماز شروع ہوتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

۱۔ عن الاسود قال صلیت مع عمر فلم یرفع یدیہ فی شیئ من صلوٰۃ الا حین افتتح

Marfat.com

الصلوٰۃ الحدیث ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص۲۳۷)

حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہیں کیا سوائے ابتداءِ نماز کے۔

۲۔ عن الاسود قال رأیت عمر بن الخطاب یرفع یدیه فی اول تکبیرة ثم لا یعود

(شرح معانی الآثار للطحاوی ج ا ص۱۵۶)

حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو (نماز پڑھتے ہوئے) دیکھا ہے آپ صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

۱۔ عن عاصم بن کلیب عن ابیه ان علیا کان یرفع یدیه فی اول تکبیرة من الصلوٰة ثم لا یرفع بعد ۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ا ص۱۵۴)

حضرت عاصم بن کلیبؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نماز کی پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۲۔ عن عاصم بن کلیب عن ابیه ان علیا کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰة ثم لا یعود۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص۲۳۶)

حضرت عاصم بن کلیبؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت

Marfat.com

علی رض نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر (اس کے بعد) نہیں کرتے تھے۔

۳- عن عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیہ وکان من اصحاب علی ان علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کان یرفع یدیہ فی التکبیرۃ الاولیٰ التی یفتتح بھا الصلوٰۃ ثم لا یرفعھما فی شئی من الصلوٰۃ،

(موطا امام محمد ص۹۰، بیہقی ج ۱ ص ۸۹)

حضرت عاصم بن کلیبؒ اپنے والد سے جو حضرت علی کے شاگردوں میں سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے جس سے نماز شروع ہوتی ہے پھر اس کے بعد نماز کے کسی حصے میں رفع یدین نہیں کرتے تھے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

۱- عن ابراھیم عن عبد اللہ انہ کان یرفع یدیہ فی اول ما یستفتح ثم لا یرفعھما

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

۲- عن ابراھیم قال کان عبد اللہ لا یرفع یدیہ فی شئی من الصلوٰۃ الا فی الافتتاح

(شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۵۶)

Marfat.com

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نماز کے کسی حصے میں رفع یدین نہیں کرتے تھے سوائے شروع کے۔

۳۔ عن ابراھیم عن ابن مسعود کان یرفع یدیہ فی اول شئ ثم لا یرفع بعد

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص۷۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے

اخبرنا مالک اخبرنی نعیم المجمر و ابو جعفر القاری ان ابا ھریرۃ کان یصلی بھم فیکبر کلما خفض و رفع قال ابو جعفر القاری وکان یرفع یدیہ حین یکبر ویفتتح الصلوٰۃ ۔ (موطا امام محمد ص۸۸ و کتاب الحجۃ ج ۱ ص۹۵)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی امام مالکؒ نے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی نعیم المجمر اور ابو جعفر القاری دونوں نے کہ حضرت ابوہریرہ رضؓ ان کو نماز پڑھاتے تھے تو ہر اونچ نیچ میں تکبیر کہتے تھے۔ ابو جعفر القاری کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضؓ رفع یدین نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت کرتے تھے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھ کر حضرت سالمؒ اور قاضی محارب بن دثارؒ کا اعتراض کرنا۔

عن جابر سمعت سالم بن عبد اللہ یحدث انہ رأی اباہ یرفع یدیہ اذا کبر و اذا اراد ان یرکع و اذا رفع رأسہ من الرکوع فسألتہ عن ذالک فزعم انہ رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنعہ۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۶)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ انہوں نے رفع یدین کیا، تکبیر تحریمہ کہتے وقت اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت میں نے ان سے اس کے متعلق سوال کر دیا۔ انہوں نے بتلایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

عن محارب بن دثار قال رأیت ابن عمر یرفع یدیہ کلما رکع و کلما رفع رأسہ من الرکوع قال فقلت لہ ما ھذا قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام فی الرکعتین کبر و رفع یدیہ۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۴۶)

حضرت محاربؒ بن دثار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا تو میں نے ان سے کہا کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے

Marfat.com

فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب دو رکعتوں کے بعد قیام فرماتے تھے تو تکبیر کہتے تھے اور رفع یدین کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرنا

۱- عن مجاهد قال صليت خلف ابن عمر فلم يكن يرفع يديه الا فى التكبيرة الاولى من الصلوٰة۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۵۵)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے رفع یدین نہیں کیا مگر نماز کی پہلی تکبیر میں

۲- عن مجاهد قال ما رأيت ابن عمر يرفع يديه الا فى اول ما يفتتح (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۷)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

۳- عن عبد العزيز بن حكيم قال رأيت ابن عمر يرفع يديه حذاء اذنيه فى اول تكبيرة افتتاح الصلوٰة ولم يرفعهما فيما سوىٰ ذالك

(مؤطا امام محمد ص ۹۰)

عبدالعزیز بن حکیمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ ابتداء نماز میں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے کانوں کے برابر اس کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۴- عن مجاهد قال ما رأيت ابن عمر يرفع يديه الا فى اول ما يفتتح الصلوٰة (معرفۃ السنن والآثار ج ۲ ص ۴۲۸)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ کر حضرت میمون مکی رح کا حضرت ابن عباس رض کے پاس جاکر حیرت سے سوال

عن میمون المکی انہ رای عبد اللہ بن الزبیر وصلی بھم یشیر بکفیہ حین یقوم وحین یرکع وحین یسجد وحین ینھض للقیام فیقوم فیشیر بیدیہ فانطلقت الی ابن عباس فقلت انی رأیت ابن الزبیر صلی صلوٰۃ لم ارا حدًا یصلیھا فوصفت لہ الاشارۃ فقال ان احببت ان تنظر الی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقتد بصلوٰۃ عبد اللہ بن الزبیر۔

(۱- ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۸)

حضرت میمون مکی رح سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رض کو دیکھا کہ انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو ابتدا نماز رکوع کو جاتے اور سجدہ میں جاتے اور دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے وقت دونوں ہتھیلیوں سے اشارہ کیا ، میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رض کے پاس جاکر کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رض کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ اور کسی کو بھی اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا ، حضرت عبداللہ بن عباس رض نے فرمایا کہ اگر تم کو پسند ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کو دیکھو تو ابن زبیر کی اقتدا کرو۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے حضرت عبادؒ کا فرمان

وفی المواھب اللطیفة واخرج البیھقی
فی خلافیاته عن الحاکم وبسنده الی حفص
بن غیاث عن محمد بن ابی یحیی قال
صلیت الی جنب عباد بن عبد اللہ بن الزبیر قال
فجعلت ارفع یدی فی کل رفع ووضع
قال یا ابن اخی رأیتك ترفع فی کل رفع وخفض
وان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان
اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه فی اول صلوٰة
ثم لم یرفعهما فی شیئ حتی فرغ ،

(بسط الیدین لنیل الفرقدین ص ۵۳)

حضرت محمد بن یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبادؒ بن عبداللہ بن زبیرؓ کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کرتا رہا۔ حضرت عبادؒ نے فرمایا اے میرے بھتیجے میں نے تمہیں دیکھا ہے کہ تم ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کر رہے تھے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ابتداء میں ہی فقط رفع یدین کرتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کہیں اور رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب وتلامیذ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

عن شعبة عن ابی اسحٰق قال کان اصحاب

Marfat.com

عبد اللہ واصحاب علی لا یرفعون ایدیھم الا فی افتتاح الصلوٰۃ قال وکیع ثم لا یعودون

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت ابو اسحٰقؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے اصحاب و شاگرد صرف نماز کی ابتدا میں رفع یدین کرتے تھے، حضرت وکیع فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد کسی مقام پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حضرت ابو اسحٰق سبیعیؒ، امام شعبیؒ اور ابراہیم نخعیؒ تینوں ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

قال عبد الملک و رأیت الشعبی و ابراھیم و ابا اسحٰق لا یرفعون ایدیھم الا حین یفتتحون الصلوٰۃ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۷)

حضرت عبد الملک بن ابجدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبیؒ ابراہیم نخعیؒ اور ابو اسحٰق سبیعیؒ کو دیکھا ہے یہ لوگ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

عن اشعث عن الشعبی انہ کان یرفع یدیہ فی اول التکبیر ثم لا یرفعھما۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

امام شعبیؒ سے مروی ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

اخبرنا حصین ومغیرۃ عن ابراھیم انہ

Marfat.com

كان يقول اذا كبرت فى فاتحة الصلوٰة فارفع يديك ثم لا ترفعهما فيما بقى۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت حصین رحؒ اور مغیرہ رحؒ حضرت ابراہیم نخعی رحؒ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ جب تو نماز کے شروع میں تکبیر (تحریمہ) کہے تو رفع یدین کر پھر باقی نماز میں رفع یدین نہ کر۔

عن حصين ومغيرة عن ابراهيم قال لا ترفع يديك فى شئ من الصلوٰة الا فى الافتتاحة الاولى۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت ابراہیم نخعی رحؒ فرماتے ہیں کہ تو ابتداء نماز کے علاوہ باقی کسی جگہ بھی نماز میں رفع یدین نہ کر۔

حضرت اسود بن یزید رحؒ اور حضرت علقمہ رحؒ بھی ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

عن جابر عن الاسود وعلقمة انهما كانا يرفعان ايديهما اذا افتتحا ثم لا يعودان

مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۳۶

حضرت جابر رحؒ سے مروی ہے کہ حضرت اسود بن یزید رحؒ اور حضرت علقمہ رحؒ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے

حضرت قیس بن ابی حازم رحؒ بھی ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

عن اسماعيل قال كان قيس يرفع يديه اول ما يدخل فى الصلوٰة ثم لا يرفعهما۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت اسماعیل رحؒ فرماتے ہیں کہ حضرت قیس بن ابی حازم رحؒ ابتداء نماز

Marfat.com

میں رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ بھی صرف ابتدا نماز میں ہی رفع یدین کرتے تھے

عن سفیان بن مسلم الجهنی قال کان ابن ابی لیلیٰ یرفع یدیه اول شیئ اذ کبر،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۷)

حضرت سفیان بن مسلم جہنیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ صرف ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے جب تکبیر کہتے تھے۔

حضرت خیثمہؒ بھی صرف ابتدا نماز میں ہی رفع یدین کرتے تھے۔

عن الحجاج عن طلحة عن خيثمة وابراهيم قال کانا لا یرفعان ایدیهما الا فی بدء الصلوٰة

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت طلحہ فرماتے ہیں کہ حضرت خیثمہ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ دونوں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز کے شروع میں۔

حضرت سفیان ثوریؒ بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کے قائل ہیں۔

قال الامام الترمذی "وهو قول سفیان واهل الکوفة"

(ترمذی ج ۱ ص ۵۹)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اور اسی کے (کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جائے پھر نہیں) قائل ہیں حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ۔

Marfat.com

محدث اسحق بن ابی اسرائیلؒ بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کے قائل تھے

قال اسحٰق بہ ناخذ فی الصلوٰۃ کلھا

(دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۵)

محدث اسحٰق بن ابی اسرائیلؒ فرماتے ہیں کہ ہم بھی اسی کو (کہ رفع یدین ابتداء نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہی کیا جائے) اپناتے ہیں تمام نمازیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک

قال محمد السنۃ ان یکبر الرجل فی صلوٰتہ کلما خفض و کلما رفع و اذا انحط للسجود کبر و اذا انحط للسجود الثانی کبر فاما رفع الیدین فی الصلوٰۃ فانہ یرفع یدیہ حذو الاذنین فی ابتداء الصلوٰۃ مرۃ واحدۃ ثم لا یرفع فی شئی من الصلوٰۃ بعد ذالک و ھذا کلہ قول ابی حنیفۃ

(مؤطا امام محمد ص ۸۸)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ نمازی اپنی نماز میں ہر اٹھتے بیٹھتے تکبیر کہے جب پہلے سجدے میں جائے تو تکبیر کہے جب دوسرے سجدے میں جائے تو تکبیر کہے، رہا رفع یدین تو وہ ابتداء نماز میں صرف ایک مرتبہ کانوں تک کرے اس کے بعد نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرے، اور یہ سب حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

Marfat.com

حضرت امام مالکؒ کا مسلک

(قال) وقال مالک لا اعرف رفع الیدین فی شیئ من تکبیر الصلوٰۃ لا فی خفض ولا فی رفع الا فی افتتاح الصلوٰۃ

(المدونۃ الکبریٰ ج صـ۶۸)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا رفع یدین کو نماز کی کسی بھی تکبیر میں نہ جھکتے ہوئے نہ اُٹھتے ہوئے سوائے ابتدار نماز کے۔

"المالکیۃ قالوا رفع الیدین حذوا المنکبین عند تکبیرۃ الاحرام مندوب وفیما عدا ذالک مکروہ" (الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ۱ صـ۲۵۰)

مالکیہ کہتے ہیں کہ رفع یدین مونڈھوں تک تکبیر تحریمہ کے وقت مستحب ہے اس کے علاوہ مکروہ ہے۔

ترک رفع یدین پر اہل مدینہ کا اجماع

قال ابن القیم "من اصول مالک اتباع عمل اھل المدینۃ وان خالف الحدیث"

(بدائع الفوائد ج ۴ صـ۳۲)

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ کے اصول میں سے ہے کہ وہ اہل مدینہ کے عمل کی اتباع کرتے ہیں اگرچہ وہ حدیث کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

قال ابن رشد المالکی " فمنھم من

Marfat.com

اقتصر به على الاحرام فقط ترجيحا لحديث عبد الله بن مسعود وحديث البراء بن عازب وهو مذهب مالك لموافقة العمل به

(بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۹۷)

ابن رشد مالکیؒ فرماتے ہیں کہ کچھ فقہاء نے رفع یدین کرنے کو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت منحصر کیا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت براء بن عازبؓ کی احادیث کو ترجیح دیتے ہوئے اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ کا بھی کیونکہ اہل مدینہ کا عمل اسی کے موافق ہے۔

ترک رفع یدین پر اہل کوفہ کا اجماع

قال الامام الترمذی وبه يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلی الله عليه وسلم والتابعين وهو قول سفيان واهل الكوفة

(ترمذی ج ۱ ص ۵۹)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ بے شمار اہل علم صحابۂ کرام اور تابعین عظام اسی کے (صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے) قائل ہیں اور یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

قال الامام محمد بن نصر المروزی لا نعلم مصرا من الامصار تركوا باجمعهم رفع اليدين عند الخفض والرفع الا اهل الكوفة۔

(التعلیق الممجد ص ۹۱)

Marfat.com

امام محمدؒ بن نصر مروزی فرماتے ہیں کہ شہروں میں سے کسی شہر کے متعلق ہم نہیں جانتے کہ وہاں کے رہنے والوں نے اجماعاً سر جھکاتے اور سر اٹھاتے وقت رفع یدین چھوڑ دیا ہو سوائے اہل کوفہ کے۔

قال ابن رشد المالکی فذهب اهل الکوفة ابو حنيفة وسفيان الثوری وسائر فقهائهم الی انه لا يرفع المصلی يديه الا عند تکبيرة الاحرام فقط۔ (بداية المجتهد ج ۱ ص ۹۶)

ابن رشدؒ فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ حضرت امام ابو حنیفہ حضرت سفیان ثوریؒ اور وہاں کے تمام فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ نمازی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ کرے۔

ترک رفع یدین پر فقہاء کا اجماع

ثنا ابو بکر بن عیاش قال ما رأیت فقیهاً قط يفعله يرفع يديه فی غير التکبيرة الاولیٰ۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۵۶)

حضرت ابو بکر بن عیاشؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ہرگز کسی فقیہ کو بھی پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

کسی بھی مقام پر رفع یدین کے واجب نہ ہونے پر اجماع

قال النووی " اجمعت الامة علی استحباب رفع اليدين عند تکبيرة الاحرام واختلفوا فيما سواها ...... واجمعوا

Marfat.com

علیٰ انہ لا یجب شئ من الرفع"

(نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے اس کے علاوہ میں اختلاف ہے ...... اور اس پر بھی اجماع ہے کہ رفع یدین کسی مقام پر بھی واجب نہیں۔

مذکورہ بالا احادیث و آثار اور اقوال ائمہ مجتہدین سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانا مسنون ہے۔

(۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت براء بن عازبؓ حضرت علیؓ اور حضرت عباد بن زبیرؓ وغیرہ آپؐ سے اسی عمل کو نقل فرماتے ہیں۔ حضرت ابوحمید ساعدیؓ نے بہت سے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں فرمایا مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز سب سے زیادہ یاد ہے، پھر آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کی کیفیت ذکر فرمائی، اس میں آپ نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کا ذکر فرمایا، جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث سے واضح ہے

حضرت [illegible] باقاعدہ نماز کا طریقہ سکھلایا اس میں صرف پہلی رفع یدین کا ذکر کیا اور کسی جگہ کا نہیں۔

اسی طرح حضرت ابومالک اشعریؓ نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا میں تمہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز سکھلاتا ہوں،

Marfat.com

چنانچہ آپ نے پوری نماز پڑھ کر دکھلائی اور پوری نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی
اور جگہ رفع یدین نہیں کیا، نماز سے فارغ ہو کر آپ نے لوگوں سے کہا کہ
میری تکبیر اور رکوع و سجود کو اچھی طرح سیکھ لو اور اسے یاد رکھو حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں اسی طرح نماز پڑھایا کرتے تھے۔

(۳) خلفاء راشدین بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا کرتے
تھے۔

(۴) عام صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین بھی صرف تکبیر تحریمہ
کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔

چنانچہ جلیل القدر تابعی حضرت ابو اسحٰق کا کہنا ہے کہ حضرت علی اور
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب و شاگرد صرف تکبیر
تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ حضرت علی
اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب صحابہ اور تابعین
ہی ہوں گے۔ حضرت قیس بن ابی حازم رح جو افضل التابعین ہیں جنہوں
نے حضرات عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم کی زیارت کی ہے، حضرت امام
شعبی رح جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام کو دیکھا ہے اور ۲ سال حضرت عبداللہ
بن عمر رض کی خدمت میں رہے ہیں۔ حضرت علقمہ بن قیس رح جن سے صحابہ
کرام مسائل پوچھتے تھے۔ حضرت ابراہیم نخعی رح جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے
دور کے مفتی تھے، حضرت اسود رح جو سیدہ عائشہ رض حضرت عمر رض، حضرت
علی رض اور حضرت عبداللہ بن مسعود رض جیسی ہستیوں کے شاگرد تھے۔ ان حضرات
میں سے کوئی بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا۔ ان کے رفع
یدین نہ کرنے کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام

Marfat.com

کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا اس لیے نہیں کیا۔

(۵) خیر القرون میں مراکزِ اسلام مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور کوفہ ان تینوں جگہوں
میں سے کسی جگہ بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں ہوتا تھا چنانچہ مکہ مکرمہ میں حضرت
عبداللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے عبادؒ قاضی ہیں۔ ایک صاحب محمد بن ابی یحییٰ مکہ مکرمہ
تشریف لائے اور انہوں نے حضرت عبادؒ کے پہلو میں نماز پڑھی اور ہر او
نیچ میں رفع یدین کیا۔ حضرت عبادؒ نے جب انہیں اس طرح نماز پڑھتے دیکھا
تو فرمایا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کر رہے ہو حالانکہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام تو صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے
پھر فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اسی طرح جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ مکرمہ تشریف لاکر نماز
پڑھائی اور رکوع و سجود وغیرہ میں رفع یدین کیا تو حضرت میمون مکیؒ یہ دیکھ کر سید
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس پہنچے اور ان سے جاکر تعجباً عرض کیا کہ
نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ آج
تک کسی کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت عبادؒ اور حضرت
میمون مکیؒ دونوں کے طرزِ عمل سے ثابت ہو رہا ہے کہ مکہ مکرمہ میں اس
وقت باوجود صحابہ کرام اور تابعین کی موجودگی کے رفع یدین کا عمل بالکل متر
تھا ورنہ حضرت عبادؒ محمد بن ابی یحییٰ کو رفع یدین کرتے دیکھ کر منع نہ فر
اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو رفع یدین کرتے دیکھ کر میمون مکیؒ حیرت
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس جاکر یہ نہ کہتے کہ میں نے انہیں
اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ آج تک کسی کو اس طرح نماز
پڑھتے نہیں دیکھا۔

Marfat.com

مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے
دیکھ کر ان کے صاحبزادے حضرت سالمؒ کا سوال کرنا اور قاضی محارب بن دثارؒ کا
کہنا کہ "ماہذا" یہ کیا ہے، یہ بتلا رہا ہے کہ اس زمانے میں مدینہ طیبہ میں عام
صحابہ و تابعین رفع یدین نہیں کرتے تھے ورنہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو رفع یدین
کرتے دیکھ کر ان کے صاحبزادے اور ان کے شاگرد اس استعجاب سے
سوال نہ کرتے۔

نیز مدینہ طیبہ میں حضرت امام مالکؒ قیام پذیر تھے اور آپ رفع یدین
نہیں کرتے تھے، آپ کے رفع یدین نہ کرنے کی وجہ یہی تھی کہ مدینہ طیبہ میں
کوئی بھی رفع یدین نہیں کرتا تھا چنانچہ ابن رشد مالکیؒ کا کہنا ہے کہ حضرت امام
مالکؒ نے رفع یدین نہ کرنے کو اہل مدینہ کے عمل کی موافقت کی وجہ سے
ہی ترجیح دی ہے۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کو
جانتا ہی نہیں، آپ کی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی ہے اور یہ خیر القرون کا دور ہے اس سے
ثابت ہوتا ہے کہ خیر القرون کے دور میں مدینہ طیبہ میں عام طور پر رفع یدین نہیں ہوتا تھا۔

کوفے میں حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما جیسے
صحابہ کرام اور ان کے سینکڑوں و ہزاروں تلامیذ و اصحاب جو صحابہ و
تابعین ہی تھے سب موجود تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ
رفع یدین نہیں کرتا تھا۔

۹۔ ابتداء اسلام میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ بھی رفع یدین ہوا ہے لیکن بعد میں
وہ رفع یدین باقی نہیں رہا، اس کی بہت سی دلیلیں ہیں۔

پہلی دلیل:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض صحابہ کرام کو نماز میں

Marfat.com

رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم دیا، جیسا کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے واضح ہے نیز آپ نے حکم دیا کہ سات مقامات کے علاوہ رفع یدین نہ کیا جائے۔ ان سات مقامات میں نماز کے اندر تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے علاوہ اور کسی جگہ کے رفع یدین کا ذکر نہیں، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی احادیث سے ظاہر ہے۔ اگر تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین باقی ہوتا تو آپ اس پر ناپسندیدگی ظاہر نہ فرماتے۔ اور ان سات مقامات میں نماز کے اندر رکوع والے رفع یدین کا ذکر بھی فرماتے، آپ کا اس رفع یدین پر اظہارِ ناپسندیدگی کرنا اور ان سات مقامات میں رکوع والے رفع یدین کا ذکر نہ کرنا یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔

دوسری دلیل :- کسی بھی صحیح وصریح حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے رکوع والے رفع یدین کا حکم دیا ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے وفات تک رکوع میں جاتے اُٹھتے رفع یدین کیا ہے اگر یہ رفع یدین باقی ہوتا تو کوئی تو ایسی حدیث ملتی۔ کسی بھی ایسی حدیث کا نہ ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔

تیسری دلیل : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افعال واعمال کو سب سے زیادہ جاننے والے ان کو اپنانے والے اور ان پر عمل کرنے والے حضرات خلفاء راشدین ہیں۔ اگر رکوع والا رفع یدین باقی ہوتا تو لازمی تھا کہ خلفاء راشدین کا اس پہ عمل ہوتا، لیکن ایک بھی صحیح حدیث سے حضرات خلفاء راشدین کا رفع یدین کرنا ثابت نہیں جب کہ صحیح احادیث سے ان حضرات کا رفع یدین نہ کرنا ثابت ہے، یہ اس بات کی بڑی کھلی اور واضح دلیل ہے کہ رکوع والا رفع یدین باقی

Marfat.com

نہیں رہا، اگر یہ باقی ہوتا تو ناممکن تھا کہ خلفاء راشدین اس پر عمل نہ کرتے۔

چوتھی دلیل :۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو رفع یدین کی حدیث کے مرکزی راوی ہیں۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ وہ خود تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے، یہ بھی اس بات کی بڑی دلیل ہے کہ رکوع والا رفع یدین باقی نہیں رہا ورنہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو نہایت متبع سنت صحابی ہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تو رفع یدین نقل کریں اور خود اس پر عمل نہ کریں۔

پانچویں دلیل :۔ اگر رکوع والا رفع یدین باقی ہوتا تو ناممکن تھا کہ مراکز اسلام مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور کوفہ والے سب کے سب اس کو چھوڑ دیتے حضرت ابوبکر بن عیاشؒ جو کہ خیر القرون کے ایک جلیل القدر محدث اور فقیہ ہیں ۱۹۳ھ میں وفات پائی ہے وہ فرماتے ہیں "میں نے ہرگز کسی فقیہ کو نہیں دیکھا کہ وہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کرتا ہو" مراکز اسلام کے لوگوں کا اس پر عمل نہ کرنا اور خیر القرون کے دور میں اس عمل کا متروک ہونا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ یہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔

۷۔ اس بات پر اجماع امت ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت بھی رفع یدین کرنا صرف مستحب (سنت غیر مؤکدہ) ہے فرض واجب نہیں۔

لیکن مندرجہ بالا احادیث و آثار اور اقوال ائمہ مجتہدین اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ رکوع والا رفع یدین سنت مؤکدہ، سنت متواترہ بلکہ واجب بلکہ فرض ہے، نہ کرنے سے نماز ناقص ہوتی ہے بلکہ باطل ہو جاتی ہے، اور جو رفع یدین نہ کرے وہ سخت گنہگار ہے اور سعادت سے محروم ہے (العیاذ باللہ)

Marfat.com

چنانچہ جماعت غرباء اہل حدیث کے امام مفتی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں۔

" رفع یدین فی الصلوٰۃ ایسی سنت مؤکدہ ہے جس کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخر دم تک کیا ہے"۔ (فتاوی ستاریہ ج ۳ ص ۵۱)

مولوی خالد گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں:

" نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا رسول کریم کی سنت متواترہ ہے"۔

(صلاۃ النبی ص ۱۶۱)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

" اور خود بھی رفع یدین شروع کر دیں کہ سنت مؤکدہ ہے"۔

(صلاۃ الرسول ص ۲۳۶)

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:

" ہم رفع یدین سے محروم بھائیوں کی خدمت میں بڑے خلوص اور محبت سے عرض کرتے ہیں کہ وہ جناب رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیاری سنت کو ضرور اپنائیں اور عمل میں لائیں اور کسی کے کہنے کہلانے اس سعادت سے محروم نہ ہوں"۔

(صلاۃ الرسول ص ۲۴۲)

مزید رقمطراز ہیں:

" ہر مسلمان رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھے کہ اس کے بغیر نماز کا یقیناً نقصان ہے"۔ (صلاۃ الرسول ص ۲۴۳)

نور حسین صاحب گرجاکھی مولوی خالد گرجاکھی صاحب کے والد لکھتے ہیں

" امام سبکی نے رفع الیدین کے متعلق (۴۳) صحابہ سے روایات

Marfat.com

نقل کی ہیں اور تابعین، تبع تابعین وائمہ مجتہدین و محدثین کے نام لکھ کر از روئے دلائل ثابت کیا ہے کہ رفع یدین سنت مؤکدہ ہے بلکہ واجب ہے اور اس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔" (قرۃ العینین ص ۶۹)

غیر مقلدین کے مجتہد العصر عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں:

"احتیاط رفع یدین کرنے ہی میں ہے نہ کرنے میں خطرہ ہے کہ نماز میں نقص آئے"۔ (فتاوی اہلحدیث ج ۱ ص ۴۶۳)

غیر مقلدین کے مناظر اسلام حافظ عبدالقادر روپڑی صاحب ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں:

"رفع یدین رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت سنت مؤکدہ ہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اس پر عمل فرمایا ہے جو شخص اس سنت کا تارک ہے وہ سخت گنہگار ہے۔" [1]

ملاحظہ فرمائیے: احادیث و آثار سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ رکوع والا رفع یدین باقی نہیں رہا۔ اسی لیے خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین رکوع کے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے، ائمہ مجتہدین، ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی اس کے سنت مؤکدہ یا فرض یا واجب ہونے کا قائل نہیں اور کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ رفع یدین نہ کرنے سے نماز میں کسی بھی قسم کا نقص

---

[1] حافظ صاحب کا یہ غیر مطبوعہ اصل فتویٰ راقم الحروف کے پاس موجود ہے اس کی فوٹو سٹیٹ حافظ صاحب کے پاس ہوگی جو ان کے کہنے پر انہیں دی گئی تھی۔

Marfat.com

یا کمی آئے گی اور رفع یدین نہ کرنے والا سخت گنہگار اور سعادت سے محرو
ہوگا لیکن غیر مقلدین بے خوف و خطر اس بات کے قائل ہیں کہ رفع یدین کر
کے وقت سنت مؤکدہ ہے، واجب ہے، فرض ہے اگر کوئی نہ کرے
نماز ناقص ہوگی بلکہ باطل ہوگی اور رفع یدین نہ کرنے والا سخت گنہگار اور س
سے محروم ہے۔

قارئین کرام ذرا انصاف کیجئے اور دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ ان فتو
کی زد میں کون کون آرہا ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ
مسعود، حضرت براء بن عازب، حضرت عباد رضی اللہ عنہم کا کہنا ہے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے ت
اس کے بعد نہیں کرتے تھے، کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز باطل ہے
خلفاء راشدین، صحابہ کرام، جلیل القدر تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور ا
کے ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں متبعین جو رکوع والا رفع یدین نہیں کر
تھے کیا ان سب کی نماز باطل ہے۔ کیا ان سب کی نماز ناقص ہے، کیا
سب گنہگار اور سعادت سے محروم ہیں، کیا حضرت علی ہجویری، خواجہ
معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بابا فرید الد
گنج شکر، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت مجدد الف ثانی، حضر
شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ اور ان جیسے ہزاروں لاکھوں اولیاء کرام اور بزرگان د
کی نماز ناقص ہے کیا ان کی نماز باطل ہے، کیا یہ حضرات سعادت سے محروم
اور سخت قسم کے گنہگار ہیں؟ کیونکہ یہ حضرات بھی رکوع والا رفع یدین
نہیں کرتے تھے۔

قارئین کرام اب خود فیصلہ کیجئے کہ غیر مقلدین کا مذکورہ بالا احادیث صحیح

Marfat.com

...یحہ کے خلاف اس قدر تند و تیز قسم کے فتوے دینا یہ حدیث کی موافقت

...الفت؟

قارئین محترم پیچھے ایک مقام پر ہم نے ذکر کیا تھا کہ غیر مقلدین حضرات اپنا
...ف ثابت کرنے کے لیے چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو بددیانتی کرنے اور
...وٹ بولنے سے بھی گریز نہیں کرتے، رفع یدین کے مسئلے میں بھی غیر مقلدین
...ہ بہت سی کذب بیانیوں اور بددیانتیوں کا ارتکاب کیا ہے۔ بطور مشتے نمونہ
...روارے ہم ان میں سے کچھ کذب بیانیاں اور بددیانتیاں ذکر کرتے ہیں۔
...) غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات تک رفع یدین
...رتے رہے ہیں"۔ اس دعوے کو ثابت کرنے کے لیے وہ ایک حدیث بڑے
...رومد کے ساتھ پیش کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب اس
...ہ سرخی کے ساتھ کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک رفع یدین
...رتے رہے"۔ اس حدیث کو ذکر کرتے ہیں۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ واذا رکع واذا رفع رأسہ من الرکوع وکان لا یفعل ذالک فی السجود فما زالت تلک صلاتہ حتی لقی اللہ تعالیٰ (تلخیص الحبیر للعسقلانی)

رسول اللہ جب نماز شروع کرتے تو رفع الیدین کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب اٹھاتے سر اپنا رکوع سے، اور سجدوں میں رفع الیدین نہ کرتے اللہ تعالیٰ سے ملتے دم تک آپ کی نماز اسی طرح رہی (یعنی وفات تک حضورؐ رکوع میں جاتے اور رکوع سے

ص ۲۸۱

سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے رہے"۔

(صلاۃ الرسول ص ۲۳۲، ۲۳۳)

غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب نے بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ

"آج کل کے بعض حنفیہ کا اسے موضوع کہنا تعصب ہے اور جرأت،

(رسول اکرم کی نماز ص ۵۱)

غیر مقلدین کے محدث العصر حافظ محمد گوندلوی صاحب کے نزدیک بھی اس حدیث سے استدلال صحیح ہے اور اس پر جرح ناقابل التفات ہے۔

(دیکھئے التحقیق الراسخ ص ۵۵-۵۶)

حالانکہ یہ حدیث موضوع و من گھڑت ہے، کیونکہ علامہ زیلعیؒ نے اس کی سند اس طرح ذکر کی ہے۔

"عن ابی عبد الله الحافظ عن جعفر بن محمد بن نصر عن عبد الرحمٰن بن قریش بن خزیمة الهروی عن عبد الله بن احمد الدمجی عن الحسن بن عبد الله بن حمدان الرقی ثنا عصمة بن محمد الانصاری ثنا موسیٰ بن عقبة عن نافع عن ابن عمر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم"

(نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۱۰)

اس سند میں دو راوی وضّاع اور کذّاب ہیں، عبد الرحمٰن بن قریش، عصمۃ بن محمد الانصاری، چنانچہ عبد الرحمٰن بن قریش کے متعلق علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۱۴ میں اور حافظ ابن حجرؒ لسان المیزان ج ۳

Marfat.com

ص۲۵ میں لکھتے ہیں " اتهمه السلیمانی بوضع الحدیث" محدث سلیمانی نے اس راوی کو حدیثیں گھڑنے کے ساتھ متہم کیا ہے اور عصمة بن محمد الانصاری کے متعلق علامہ ذہبی میزان الاعتدال ج ۲ ص۱۹۶ میں اور حافظ ابن حجر لسان المیزان ج ۴ ص۱۷ میں لکھتے ہیں " قال ابو حاتم لیس بالقوی و قال یحیی کذاب یضع الحدیث و قال العقیلی یحدث بالبواطیل عن الثقات و قال الدارقطنی و غیره متروك (الی) قال ابن عدی عصمة بن محمد بن فضالة بن عبید الانصاری مدنی کل احادیثه غیر محفوظ" یعنی ابو حاتم فرماتے ہیں کہ عصمہ قوی راوی نہیں ہے یحیی فرماتے ہیں بڑا جھوٹا شخص ہے، حدیثیں گھڑتا ہے، عقیلی فرماتے ہیں کہ ثقہ راویوں کی طرف منسوب کرکے باطل حدیثیں بیان کرتا ہے، دارقطنی وغیرہ کا کہنا ہے کہ یہ متروک ہے" ابن عدی کہتے ہیں کہ عصمہ بن محمد بن فضالہ بن عبید الانصاری مدنی ہے اسکی تمام حدیثیں غیر محفوظ ہیں۔ یحیی بن معین فرماتے ہیں " کان کذابا یروی الاحادیث کذبا " یہ بڑا جھوٹا شخص تھا جھوٹی حدیثیں روایت کرتا تھا "من اکذب الناس" سب سے بڑھ کر جھوٹا شخص تھا" هذا کذاب یضع الحدیث " یہ بڑا جھوٹا شخص ہے حدیثیں گھڑتا ہے تاریخ بغداد ج ۱۲ ص۲۸۶، مذکورہ تفصیل حاشیہ نصب الرایہ ج ۱ ص۲۱۰ سے ماخوذ ہے۔

ان دو وضاع و کذاب راویوں کی وجہ سے یہ حدیث موضوع و من گھڑت ہے اولاً تو غیر مقلدین کا اس حدیث سے استدلال کرنا ہی غلط ہے ثانیاً اس کی طرف داری کرنا اور صفائی پیش کرنا غلط ہے لیکن اسی پر بس نہیں مستزاد یہ

Marfat.com

ہے کہ غیر مقلدین اس موضوع و من گھڑت حدیث کے متعلق جھوٹ، غلط بیانی اور بد دیانتی سے کام لیتے ہوئے بھی نہیں ہچکچاتے۔ مولوی نور حسین صاحب گرجاکھی کی ایک نہایت بھیانک قسم کی بددیانتی ملاحظہ فرمائیے۔ ان صاحب نے اس من گھڑت حدیث کو صحیح ثابت کرنے کے لیے یہ جعلسازی کی کہ اس حدیث سے جھوٹے راویوں والی سند ہٹا کر بخاری و مسلم کی سند لگا دی۔ اس طرح یہ مولوی صاحب تحریف میں یہودیوں کو بھی مات کر گئے۔ طرّہ یہ کہ اپنے اس فعل پر شاداں و فرحاں ہیں۔ العیاذ باللہ ــــ لکھتے ہیں

"رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وفات تک رفع یدین کرنا۔ ۱۳۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ واذا کبر للرکوع واذا رفع رأسہ من الرکوع فما زالت تلک صلاتہ حتی لقی اللہ تعالیٰ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرنے اور رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے ملتے دم تک آپ کی نماز اسی طرح رہی یعنی اپنی عُمر کی آخری نماز تک آپ رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کرتے رہے دراسات اللبیب

.... ۱۴ سبحان اللہ یہ کیسی پیاری اور عمدہ حدیث (جس کو چھیالیس) ائمہ نے نقل کیا ہے اور اس کا اسناد کتنا عمدہ ہے۔

(۱) امام مالک تو وہ تمام عالموں اور محدثوں کے پیشوا ہیں اور وہ اسکو

(۲) ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہیں جو اہل مدینہ کے

Marfat.com

بڑے مشہور عالم اور امام تھے اور امام زہری (۳) سالم بن عبداللہ سے
روایت کرتے ہیں جو بڑے تابعی اور فقیہ ہیں اور سالم (۴) حضرت
عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں جو بڑے قدیم الاسلام متبع سنت
اور عالم اور بڑے درجے والے جو کان (یرفع یدیہ)
سے حدیث نقل کر رہے ہیں اور آخر میں (فما زالت تلک
صلاتہ حتی لقی اللہ تعالیٰ) لا کر ثابت کرتے ہیں
کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عمر کی آخری نماز تک رکوع جانے
اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کرتے رہے۔"

(قرۃ العینین فی اثبات رفع الیدین ص ۸-۹)

۷۔ اس حدیث کے متعلق مولوی یوسف صاحب کا ایک جھوٹ ملاحظہ فرمایئے
موصوف فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:
"بیہقی کی روایت میں ابن عمر سے جس کے آخر میں ہے کہ یہی آپ
کی نماز رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقی ہوئے (یہ حدیث صحیح
الاسناد ہے ہدایہ ج ۱ ص ۳۸۶" (حقیقت الفقہ ص ۱۹۴)

ہم نے اس حوالے کی تلاش میں ہدایہ اول ساری چھان ماری لیکن وہاں ایسے
کسی حوالہ کا نام و نشان نہیں لہٰذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ ایک جھوٹی
حدیث کو ثابت کرنے کی انتہائی مذموم کوشش ہے۔

لگے ہاتھ مولوی یوسف جے پوری صاحب کے مزید جھوٹ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں
وہ ہدایہ اور شرح وقایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔
" (۲۵۸) رفع یدین کرنے کی حدیثیں بہ نسبت ترک رفع کے قوی
ہیں۔ ہدایہ ج ۱ ص ۳۸۹۔

Marfat.com

(۲۵۱) رفع الیدین نہ کرنے کی حدیث ضعیف ہے شرح وقایہ ص۱۰۲"
(حقیقت الفقہ ص۱۹۴) ۔

یہ دونوں حوالے ہدایہ اور شرح وقایہ میں موجود نہیں ہیں ۔ ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ غیر مقلدین قیامت تک بھی یہ حوالے عربی ہدایہ اور شرح وقایہ سے نکال کر نہیں دکھا سکتے ۔

۳ ۔ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب کی بددیانتی ملاحظہ فرمائیے ۔ ان صاحب نے یہ کیا کہ مؤطا امام محمد سے ـــــ رکوع والے رفع یدین کی ایک حدیث نقل کی اور باقی تمام احادیث و آثار جو ترک رفع یدین کے تھے ان سب کو چھوڑ دیا اور کتاب میں لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ گویا امام محمدؒ جو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد اور حنفی ہیں وہ بھی رکوع والے رفع یدین کے قائل ہیں چنانچہ حکیم صاحب جلی حروف میں یہ سرخی قائم کر کے " سرتاج احناف حضرت امام محمدؒ کا نعرہ حق رفع الیدین برحق " لکھتے ہیں :-

" حضرت امام محمد جو احناف کے مسلمہ امام ہیں سارا ذخیرہ حنفی مذہب کا ان ہی کی محنت شاقہ اور مساعی کا نتیجہ ہے آپ حضرۃ امام ابو حنیفہ کے قابل فخر شاگرد ہیں آپ اپنی مشہور کتاب مؤطا امام محمد میں رفع الیدین کی صحیح حدیث لاتے ہیں .... دیکھا آپ نے کہ حضرت امام ابو حنیفہ کے مایہ ناز شاگرد حضرت امام محمد نے حضورؐ کی صحیح حدیث اپنی کتاب مؤطا میں لاکر تسلیم کر لیا کہ رفع الیدین ان کے نزدیک سنت صحیحہ ثابتہ ہے اب تو برادران احناف کو بھی یہ سنت اپنا لینی چاہیئے " (صلاۃ الرسول ص۲۴۲)

حضرت امام محمدؒ کی جس کتاب کا حکیم صاحب نے حوالہ دیا ہے اسی کتاب

Marfat.com

ں حکیم صاحب کی نقل کردہ حدیث کے کچھ بعد حضرت امام محمدؒ نے اپنا مسلک ذکر
ا ہے۔ ہم حضرت امام محمدؒ کا مسلک ان کی اسی کتاب سے نقل کر دیتے ہیں
کہ قارئین حکیم صاحب کی دیانت و شرافت کا صحیح اندازہ لگا سکیں۔

حضرت امام محمدؒ رقمطراز ہیں :-

"قال محمد السنة ان یکبر الرجل فی صلوته کلما خفض وکلما رفع واذا انحط للسجود کبر واذا انحط للسجود الثانی کبر فاما رفع الیدین فی الصلوة فانه یرفع یدیه حذو الاذنین فی ابتداء الصلوة مرة واحدة ثم لا یرفع فی شیٔ من الصلوة بعد ذالک و هذا کله قول ابی حنیفة"

(موطا امام محمد ص۸۸)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ نمازی اپنی نماز میں ہر اٹھتے بیٹھتے تکبیر کہے جب پہلے سجدہ میں جائے تو تکبیر کہے جب دوسرے سجدے میں جائے تو تکبیر کہے، رہا رفع یدین تو وہ ابتداء نماز میں صرف ایک مرتبہ کانوں تک کرے اس کے بعد نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرے یہ سب حضرت امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔

۴۷۔ غیر مقلدین حضرات یہ ثابت کرنے کے لیے کہ ائمہ اربعہ میں سے اکثر ائمہ رکوع والے رفع یدین کے قائل ہیں ایک جھوٹ یہ بولتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ بھی رفع یدین کے قائل ہیں۔

Marfat.com

چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں :-

"امام مالکؒ، امام شافعی اور امام احمد تینوں کے نزدیک رفع الیدین کرنا سنت ہے گویا کہ مذاہب اربعہ میں سے تین مذہب رفع الیدین کے حامی ہیں"۔ (صلاۃ الرسول ص۲۳۴)

حضرت امام مالکؒ کا مسلک کیا ہے یہ آپ گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ یہاں ہم دوبارہ پھر حضرت امام مالکؒ کا مسلک انہی کی زبانی ذکر کر رہے ہیں تاکہ قارئین کو غیر مقلدین کی اس کذب[1] بیانی کا بھی اندازہ ہو سکے۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں :-

"لا اعرف رفع الیدین فی شئی من تکبیر الصلوٰۃ لا فی خفض و لا فی رفع الا فی افتتاح الصلوٰۃ"

(المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص۶۸)

میں رفع یدین کو جانتا ہی نہیں نماز کی کسی بھی تکبیر میں، نہ جھکتے ہوئے نہ اٹھتے ہوئے سوائے ابتداء نماز کے۔

غور کیجئے حضرت امام مالکؒ تو فرما رہے ہیں کہ میں تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کے سوا اور کسی جگہ رفع یدین کرنے کو جانتا ہی نہیں، اور غیر مقلدین ہیں کہ زبردستی انہیں رفع یدین کا قائل بتلا کر ائمہ اربعہ کی اکثریت کو رفع یدین کا قائل ثابت کر رہے ہیں۔

---

[1] حکیم صادق سیالکوٹی صاحب نے اپنی کتاب صلوٰۃ الرسول میں بیسیوں کذب بیانیوں اور غلط بیانیوں سے کام لیا ہے حوالجات میں قطع و برید کی ہے اور نامکمل حوالے ذکر کئے ہیں ہم اس کتاب کا جائزہ لیکر کتابی شکل میں بہت جلد عوام کے سامنے پیش کریں گے، انشاء اللہ۔

Marfat.com

ترک جلسۃ الاستراحۃ

نماز میں جلسۂ استراحت نہیں کرنا چاہیئے

۱۔ عن عباس او عیاش بن سہل الساعدی انہ کان فی مجلس فیہ ابوہ وکان من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفی المجلس ابوہریرۃ وابوحمید الساعدی وابو اسید فذکر الحدیث وفیہ ثم کبر فسجد ثم کبر فقام ولم یتورک۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۸)

عباس یا عیاش بن سہل ساعدیؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک ایسی مجلس میں تھے جس میں ان کے والد بھی تھے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے تھے اور اسی مجلس میں حضرت ابوہریرہؓ حضرت ابوحمید ساعدی اور حضرت ابواسید رضی اللہ عنہم بھی تھے انہوں نے حدیث ذکر کی جس میں یہ بیان کیا کہ پھر آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی پھر سجدہ کیا پھر تکبیر کہی تو آپ سیدھے کھڑے ہو گئے بیٹھے نہیں۔

۲۔ عن ابی ہریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینہض فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ قال ابو عیسیٰ حدیث ابی ہریرۃ علیہ العمل عند اہل العلم یختارون

Marfat.com

ان ینھض الرجل علیٰ صدور قدمیہ الخ

(ترمذی ج ۱ ص ۶۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہی پر عمل ہے اور وہ اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ آدمی (نماز میں دوسری، تیسری رکعت کے لیے) پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑا ہو۔

۳۔ عن عبدالرحمٰن بن غنم ان ابا مالک الاشعری جمع قومہ فقال یا معشر الاشعریین اجتمعوا واجمعوا نساءکم وابناءکم اعلمکم صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی لنا بالمدینۃ (فذکر الحدیث بطولہ وفیہ) ثم قال سمع اللہ لمن حمدہ واستوی قائما ثم کبر وخر ساجدا ثم کبر فرفع راسہ ثم کبر فسجد ثم کبر فانتھض قائما الحدیث۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابومالک اشعریؓ نے اپنی قوم کو جمع کرکے فرمایا اے اشعریین کی جماعت خود بھی جمع ہوجاؤ اور اپنی عورتوں اور

Marfat.com

بچوں کو بھی جمع کر لو تاکہ میں تمہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز سکھلا دوں جو آپ ہمیں مدینہ منورہ میں پڑھایا کرتے تھے آپ نے پوری حدیث ذکر کی جس میں یہ بھی ہے کہ پھر آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدے میں چلے گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدے سے سر اٹھایا پھر تکبیر کہہ کر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے۔

۴۔ عن ایوب عن ابی قلابۃ ان مالک بن الحویرث قال لاصحابہ الا انبئکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وذالک فی غیر حین صلوٰۃ فقام ثم رکع فکبر ثم رفع رأسہ فقام ھنیۃ ثم سجد ثم رفع رأسہ ھنیۃ ثم سجد ثم رفع رأسہ ھنیۃ فصلی صلوٰۃ عمرو بن سلمۃ شیخنا ھذا قال ایوب کان یفعل شیئا لم ارھم یفعلونہ کان یقعد فی الثالثۃ او الرابعۃ الحدیث۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۱۳)

حضرت ایوب سختیانیؒ حضرت ابو قلابہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن حویرثؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ بتلاؤں؟

Marfat.com

حضرت ابو قلابہؒ کہتے ہیں کہ یہ کوئی فرض نماز کا وقت نہ تھا،
چنانچہ آپ کھڑے ہوئے پھر رکوع کیا اور تکبیر کہی پھر رکوع
سے سر اٹھایا اور تھوڑی دیر ٹھہرے رہے پھر سجدہ کیا پھر
سجدہ سے سر اٹھایا اور تھوڑی دیر ٹھہرے رہے پھر آپ
نے سجدہ کیا پھر سجدہ سے سر اٹھا کر تھوڑی دیر ٹھہرے
رہے غرض انہوں نے ہمارے شیخ عمرو بن سلمہؓ کی طرح
نماز پڑھی حضرت ایوبؒ سختیانی فرماتے ہیں کہ عمرو بن سلمہؓ
نماز میں ایک ایسا کام کیا کرتے تھے جو میں نے اور لوگوں
کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا وہ یہ کہ وہ تیسری رکعت کے
بعد یا چوتھی رکعت کے شروع میں بیٹھتے تھے۔

۵۔ عن ابی هريرة ان رجلا دخل المسجد
يصلی ورسول الله صلی الله عليه وسلم
فی ناحية المسجد فجاء فسلم عليه فقال
له ارجع فصل فانك لم تصل فرجع
فصلی ثم سلم فقال وعليك ارجع
فصل فانك لم تصل قال فی الثالثة
فاعلمنی قال اذا قمت الی الصلوٰة فاسبغ
الوضوء ثم استقبل القبلة فكبر واقرأ
بما تيسر معك من القرآن ثم اركع
حتی تطمئن راكعا ثم ارفع رأسك
حتی تعتدل قائما ثم اسجد حتی

Marfat.com

تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تستوی
و تطمئن جالسا ثم اسجد حتی تطمئن
ساجدا ثم ارفع حتی تستوی قائما
ثم افعل ذالک فی صلوتک کلها۔

(بخاری ج ۲ ص ۹۸۶)

حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ ایک شخص مسجد نبوی میں داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے۔ وہ شخص نماز سے فارغ ہو کر آپ کے پاس آیا اور سلام کیا آپ نے فرمایا واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی وہ واپس گیا اور (دوبارہ) نماز پڑھ کر پھر آپ کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی تیسری مرتبہ اس شخص نے عرض کیا کہ مجھے (نماز کا طریقہ) بتلا دیجئے۔ آپ نے فرمایا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو پہلے اچھی طرح وضو کرو پھر قبلہ رو ہو کر تکبیر کہو اور جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکو پڑھو اس کے بعد اطمینان سے رکوع کرو پھر سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر اطمینان سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے اٹھ کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر اطمینان سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور اسی طرح ساری نماز میں کرو۔

Marfat.com

خلفاء راشدین جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے

عن الشعبی ان عمر و علیا و اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانوا ینھضون فی الصلوٰۃ علیٰ صدور اقدامھم۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۹۴)

حضرت امام شعبیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن عبدۃ بن ابی لبابۃ قال سمعت عبداللہ بن یزید یقول رمقت عبداللہ بن مسعود فی الصلوٰۃ فرأیتہ ینھض ولا یجلس قال ینھض علیٰ صدور قدمیہ فی الرکعۃ الاولیٰ والثالثۃ۔

(معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۶۶ وسنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۱۲۵)

عبدۃؒ بن ابی لبابۃ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو نماز میں بغور دیکھا، میں نے دیکھا کہ آپ (پہلی اور تیسری رکعت کے بعد سیدھے) کھڑے ہو جاتے ہیں بیٹھتے نہیں عبدالرحمٰن بن یزیدؒ کہتے ہیں کہ آپ اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے پہلی اور تیسری رکعت کے بعد۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن وهب بن كيسان قال رأيت ابن الزبير اذا سجد السجدة الثانية قام كما هو على صدور قدميه۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۴)

حضرت وہب بن کیسانؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو دیکھا کہ وہ جب دوسرا سجدہ کر لیتے تو اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل جیسے ہوتے ویسے ہی کھڑے ہو جاتے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن نافع عن ابن عمر انه كان ينهض في الصلوٰة على صدور قدميه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۴)

حضرت نافعؒ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نماز میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے

ثنا سليمان الاعمش قال رأيت عمارة بن عمير يصلي من قبل ابواب كندة قال فرأيته ركع ثم سجد فلما قام من السجدة الاخيرة قام كما هو فلما انصرف ذكرت ذالك له فقال حدثني عبد الرحمٰن بن يزيد انه رأى عبد الله بن مسعود يقوم

Marfat.com

علیٰ صدور قدمیہ فی الصلوٰۃ قال الاعمش فحدثت بھذا الحدیث ابراھیم النخعی فقال ابراھیم حدثنی عبدالرحمٰن بن یزید انہ رأی عبداللہ بن مسعود یفعل ذالک فحدثت بہ خیثمۃ بن عبدالرحمٰن فقال رأیت عبداللہ بن عمر یقوم علیٰ صدور قدمیہ فحدثت بہ محمد بن عبداللہ الثقفی فقال رأیت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی یقوم علیٰ صدور قدمیہ فحدثت بہ عطیۃ العوفی فقال رأیت ابن عمرو ابن عباس وابن الزبیر و ابا سعید الخدری رضی اللہ عنہم یقومون علیٰ صدور اقدامھم فی الصلوٰۃ۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۲۵)

امام اعمشؒ کہتے ہیں کہ میں نے عمارہؒ بن عمیر کو ابواب کندہ کی جانب نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ نے رکوع کیا پھر سجدہ کیا جب آپ دوسرے سجدے سے اُٹھے تو جیسے تھے ویسے ہی کھڑے ہوتے، آپ نماز سے فارغ ہوتے تو میں نے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے عبدالرحمٰنؒ بن یزید نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھا ہے کہ وہ نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ امام اعمشؒ کہتے

Marfat.com

ہیں کہ میں نے یہ حدیث ابراہیم نخعیؒ سے بیان کی انہوں نے فرمایا
کہ مجھے بھی عبدالرحمٰنؒ بن یزید نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں
نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے
امام اعمشؒ کہتے ہیں پھر میں نے یہ حدیث خیثمہؒ بن عبدالرحمٰن
سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن
عمرؓ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے
ہوتے تھے امام اعمشؒ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث محمد بن
عبداللہ ثقفیؒ کو بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے عبدالرحمٰن
بن ابی لیلیؒ کو دیکھا ہے کہ وہ بھی اپنے قدموں کے بل ہی کھڑے
ہوتے تھے امام اعمشؒ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عطیہ
عوفی سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ
بن عمر حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عبداللہ بن زبیر
اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے کہ وہ نماز
میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل ہی کھڑے ہوتے تھے۔

عام صحابہ کرام جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن النعمان بن ابی عیاش قال
ادرکت غیر واحد من اصحاب النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فکان اذا رفع رأسہ من
السجدۃ فی اول رکعۃ والثالثۃ قام کما ہو
ولم یجلس (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۹۵)

حضرت نعمان بن ابی عیاشؒ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ

Marfat.com

والسلام کے بے شمار صحابۂ کرام کو پایا ہے کہ وہ جب پہلی اور تیسری رکعت کے سجدے سے اپنا سر اٹھاتے تھے تو ویسے ہی سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے بیٹھتے نہیں تھے۔

حضرت ابن ابی لیلیٰ بھی جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے

عن محمد بن عبد اللہ قال کان ابن ابی لیلی ینھض فی الصلوٰۃ علیٰ صدور قدمیہ

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۹۴)

محمدؒ بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ نماز میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ بھی جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے

عن ابراھیم انہ کان یسرع فی القیام فی الرکعۃ الاولی من آخر سجدۃ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۹۵)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ کر کے قیام میں جلدی کرتے تھے۔

عام مشائخ کا معمول تھا کہ وہ جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے

عن الزھری قال کان اشیاخنا لا یمایلون یعنی اذا رفع احدھم رأسہ من السجدۃ الثانیۃ فی الرکعۃ الاولی والثالثۃ ینھض کما ھو ولم یجلس

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۹۴)

Marfat.com

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ مائل نہیں ہوتے تھے یعنی جب کوئی ان میں سے پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھاتا تو ویسے ہی سیدھا کھڑا ہو جاتا تھا بیٹھتا نہ تھا۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ حضرت امام مالکؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ جلسۂ استراحت کے قائل نہیں ہیں۔

"فی التمهيد اختلف الفقهاء فی النهوض من السجود الی القیام فقال مالك والاوزاعی والثوری وابوحنيفة واصحابه ينهض على صدور قدميه ولا يجلس وروی ذالك عن ابن مسعود وابن عمر وابن عباس وقال النعمان بن ابی عياش ادركت غير واحد من اصحاب النبی صلى الله عليه وسلم يفعل ذالك وقال ابو الزناد ذالك السنة وبه قال ابن حنبل وابن راهويه وقال احمد واكثر الاحاديث على هذا"

(الجوہر النقی ج ۲ ص ۱۲۵)

تمہید میں ہے کہ سجدہ سے قیام کے لیے اٹھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ حضرت امام مالک، امام اوزاعی، سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ اور انکے اصحاب رحمہم اللہ کا کہنا ہے کہ نمازی اپنے قدموں

Marfat.com

کے بل کھڑا ہو اور جلسۂ استراحت نہ کرے اور یہی مروی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے حضرت نعمان بن ابی عیاش کہتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیشمار صحابۂ کرام کو ایسا ہی کرتے ہوئے پایا ہے۔ ابوالزناد کہتے ہیں کہ جلسۂ استراحت نہ کرنا ہی سنت ہے، حضرت امام احمد بن حنبل اور اسحٰق بن راھویہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اکثر احادیث اسی پر ہیں (کہ جلسۂ استراحت نہ کیا جائے)

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر بغیر بیٹھے سیدھے کھڑے ہو جانا مسنون ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمولِ مبارک یہی تھا، آپ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ آپ کا یہی معمول نقل فرماتے ہیں اور حضرت ابومالک اشعریؓ اسی طریقے سے قیام کرنے کو آپ کا طریقہ بتلاتے ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ایسے شخص کو جو صحیح طرح نماز نہیں پڑھ رہا تھا، صحیح طرح نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا۔ آپ نے اس سے کہا کہ جب تم اطمینان سے سجدہ کر چکو تو سجدے سے اٹھو اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ آپ کے اس فرمان سے صاف طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جلسۂ استراحت مسنون نہیں کیونکہ اگر جلسۂ استراحت مسنون ہوتا تو آپ ضرور اس شخص کو اس کے

Marfat.com

نے کا حکم دیتے۔

خلفاء راشدین اور عام صحابۂ کرام کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے تابعین اور تبع تابعین بھی جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے، حضرت امام ابوحنیفہؒ حضرت امام مالکؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ بھی جلسۂ استراحت کے قائل نہیں ہیں۔ خیر القرون میں جلسۂ استراحت کا رواج نہیں تھا۔ کیونکہ حضرت ایوب سختیانیؒ (وفات ۱۳۱ھ) جو جلیل القدر تابعین میں سے ہیں جنہوں نے صحابۂ کرام اور تابعین عظام کو دیکھا ہے انہوں نے حضرت مالک بن حویرثؓ کی وہ حدیث جس میں ان کے جلسۂ استراحت کرنے کا ذکر ہے۔ بیان کی تو فرمایا کہ حضرت مالک بن حویرثؓ نے ہمارے شیخ عمرو بن سلمہ جَبیبی نماز پڑھی، عمرو بن سلمہؒ نماز میں ایک ایسا کام کرتے تھے جو میں نے لوگوں (صحابہ و تابعین) کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا وہ یہ کہ عمرو بن سلمۃؒ تیسری رکعت کے بعد یا چوتھی رکعت کے شروع میں بیٹھتے تھے (جلسۂ استراحت کرتے تھے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں جلسۂ استراحت کا بالکل رواج نہیں تھا ورنہ اس کے بارے میں حضرت ایوب سختیانیؒ یہ نہ فرماتے کہ میں نے یہ صحابہ و تابعین کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا، آج بھی حرمین شریفین کے امام جلسۂ استراحت نہیں کرتے، ہاں اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہوکر بیٹھ جائے اور پھر اٹھے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اعذار کی وجہ سے بہت سے اعمال میں شریعت کی طرف سے رخصت ہے چنانچہ قعدہ میں عذر کی وجہ سے دوزانو

Marfat.com

بیٹھنے کے بجائے چوکڑی مار کر بیٹھنا بھی جائز ہے جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے۔ (دیکھئے بخاری جلد ا صـ۱۱۴)

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف عذر وغیرہ کی تفریق کے بغیر غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جلسۂ استراحت مستحب بلکہ سنت ہے چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں

" وجلسۂ استراحت سنت است" (عرف الجادی ص ۳۰)

اور جلسہ استراحت سنت ہے۔

اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں

" یہ جلسہ واجب نہیں سنت ہے"

(رسول اکرم کی نماز صـ۸۳)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

" ویستحب ان یجلس جلسة خفیفة بعد السجدة الثانیة "

(نزل الابرار ج ۱ صـ۸)

اور دوسرے سجدے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنا (جلسۂ استراحت کرنا) مستحب ہے۔

ملاحظہ فرمائیے جو عمل نہ تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول ہے نہ آپ نے اس کا حکم دیا ہے اور نہ ہی وہ خلفاء راشدین، صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین عظام کا معمول ہے اور نہ ہی وہ خیر القرون میں رواج پذیر ہے ایسا عمل غیر مقلدین کے نزدیک سنت ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خلفاء راشدین صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین، ائمہ

---

۱ یہ حدیث اسی کتاب کے صفحہ ۲۵۸ پر مذکور ہے۔

Marfat.com

...دین کو اس سنت کا علم نہ ہو سکا اور وہ اس سنت سے محروم ...ہے ۔ العیاذ باللہ

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

...الد گرجاکھی صاحب کا جھوٹ

...لگے ہاتھ خالد گرجاکھی صاحب کا ایک جھوٹ ملاحظہ فرماتے ...یں وہ لکھتے ہیں ۔

" بعض لوگ جلسۂ استراحت کے قائل نہیں ہیں حالانکہ یہ سنت ثابتہ ہے فقہ حنفی میں اس کا سنت ہونا موجود ہے

ہدایہ ج ۱ ص ۳۸۳ " (صلاۃ النبی ص ۱۶۴)

ہدایہ میں کوئی ایسی بات موجود نہیں لہٰذا خالد صاحب کا اسے ہدایہ کے ...والہ سے بیان کرنا جھوٹ ہے ۔

ترك الاعتماد على اليدين اذا نهض في الصلوٰة

نماز میں سجدے سے اُٹھتے وقت دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر نہیں اُٹھنا چاہیئے

...۱ - عن نافع عن ابن عمر قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يعتمد الرجل على يديه اذا نهض في الصلوٰة ۔

(ابو داؤد ج ۱ ص ۱۴۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں (دوسری رکعت کے لیے اُٹھتے وقت) دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر اُٹھنے سے منع فرمایا ہے ۔

Marfat.com

۲- عن وائل بن حجر قال رأیت النبی صلی الله علیہ وسلم اذا سجد وضع رکبتیہ قبل یدیہ واذا نہض رفع یدیہ قبل رکبتیہ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۲)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ جب آپ سجدے میں جاتے تو زمین پر پہلے گھٹنے رکھتے پھر ہاتھ اور جب سجدے سے کھڑے ہوتے تو پہلے ہاتھ اٹھاتے پھر گھٹنے۔

۳- عن عبد الجبار بن وائل عن ابیہ ان النبی صلی الله علیہ وسلم فذکر حدیث الصلوٰۃ قال فلما سجد وقعتا رکبتاہ الی الارض قبل ان یقعا کفاہ قال ھمام نا شقیق حدثنی عاصم بن کلیب عن ابیہ عن النبی صلی الله علیہ وسلم بمثل ھذا وفی حدیث احدھما واکبر علمی انہ فی حدیث محمد بن جحادۃ واذا نہض نہض علی رکبتیہ واعتمد علی فخذہ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۲)

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کی حدیث کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب آپ نے سجدہ کیا تو آپ کے گھٹنے ہتھیلیوں سے پہلے زمین پر لگے، ہمام (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ ہمیں شقیقؒ نے اور شقیقؒ کہتے ہیں کہ مجھے عاصمؒ بن کلیب نے اپنے والد کے واسطے سے نبی

Marfat.com

علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اسی کے مثل حدیث بیان کی ہے اوران دونوں میں سے کسی ایک کی حدیث میں ہے اور میرا زیادہ علم یہی ہے کہ وہ محمد بن جحادہؒ کی حدیث ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُٹھے تو گھٹنوں کے بل پر اٹھے اور اپنی رانوں پر سہارا لیا۔

۴۔ عن ابی جحیفة عن علی رضی الله عنه قال ان من السنة فی الصلوٰة المکتوبة اذا نهض الرجل فی الرکعتین الاولیین ان لا یعتمد بیدیه علی الارض الا ان یکون شیخا کبیرا لا یستطیع

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۵)

حضرت ابوجحیفہؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا فرض نماز میں سنت یہ ہے کہ آدمی پہلی دو رکعتوں میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر نہ اُٹھے اِلّا یہ کہ وہ بہت بوڑھا ہو جسے اس کے بغیر اٹھنے کی ہمت ہی نہ ہو۔

۵۔ عن الحارث عن ابراهیم انه کان یکره ذالك الا ان یکون شیخا کبیرا او مریضا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۵)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے کو مکروہ سمجھتے تھے اِلّا یہ کہ آدمی بہت بوڑھا ہو یا بیمار ہو۔

Marfat.com

علامہ ابن قیمؒ حنبلی کی تحقیق

ثم کان صلی اللہ علیہ وسلم ینهض علی صدور قدمیہ ورکبتیہ معتمدا علی فخذیہ کما ذکر عنہ وائل و ابو ھریرۃ ولا یعتمد علی الارض بیدیہ' الخ

(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد ج اصلا)

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے قدموں اور گھٹنوں کے بل کھڑے ہوتے تھے اپنی رانوں پر سہارا لیتے ہوئے (جیسا کہ حضرت وائل بن حجرؓ اور حضرت ابوہریرۃؓ نے ذکر کیا ہے) اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر نہیں ٹیکتے تھے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز میں پہلی رکعت کے سجدوں سے فارغ ہو کر دوسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت سنت یہ ہے کہ زمین سے پہلے چہرہ اٹھائے پھر دونوں ہاتھ رانوں پر رکھ کر گھٹنے اٹھا کر سیدھا کھڑا ہو جائے اور کھڑے ہوتے ہوئے دونوں ہاتھ زمین پر نہ ٹیکے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول یہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکے بغیر کھڑے ہوتے تھے صرف یہی نہیں بلکہ آپ نے نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہونے سے منع بھی فرمایا ہے، حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اسی کو سنت قرار دیتے ہیں، عام صحابہ کرام اور تابعین عظام کا عمل بھی یہی ہے حضرت ابراہیم نخعیؒ تو زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے کو مکروہ گردانتے ہیں، ہاں اگر کوئی شخص اتنا بوڑھا ہو گیا ہو جس کے لیے زمین پر ہاتھ سے سہارا لیے

Marfat.com

فیر اُٹھنا دشوار ہو یا کوئی بیمار ہو اور بیماری کی وجہ سے صحیح طرح نہ اُٹھ سکتا ہو تو اس کے لیے رخصت ہے کہ وہ زمین پر ہاتھ ٹیک کر اُٹھ جائے۔

لیکن ان احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز میں دونوں ہاتھ زمین پہ ٹیکتے ہوئے ہی اٹھنا چاہیئے ان کے ہاں عذر وغیرہ کی کوئی قید نہیں چنانچہ :

یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں

" پھر زمین پہ دونوں ہاتھ ٹیک کر دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوں"۔ (دستور المتقی ص۱۰۱)

ملاحظہ فرمائیے ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیکے بغیر اٹھنے کا ہے، حضرت علیؓ اسی کو سنت قرار دیتے ہیں۔ عام صحابہ کرام کا اسی پر عمل ہے، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے سے منع بھی فرما رہے ہیں، لیکن غیر مقلدین اس کی پرواہ کئے بغیر اور عذر وغیرہ کی قید لگائے بغیر کہہ رہے ہیں کہ نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہوں۔

قارئین یہ ہے غیر مقلدین کا حدیث پر عمل اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

ھیئۃ جلسۃ التشہدین وعدم التورک

دونوں قعدوں میں ایک طرح بیٹھنا ہی مسنون ہے اور تورّک مسنون نہیں

عن وائل بن حجر قال قدمت المدینۃ قلت لانظرن الی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما جلس یعنی للتشھد افترش

Marfat.com

رجلہ الیسریٰ و وضع یدہ الیسری یعنی علیٰ فخذہ الیسری و نصب رجلہ الیمنیٰ، قال ابو عیسیٰ ھذا حدیث حسن صحیح والعمل علیہ عند اکثر اھل العلم (ترمذی ج ۱ ص ۶۵)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ طیبہ آیا تو میں نے (جی میں) کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے ضرور دیکھوں گا (میں نے دیکھا کہ) جب تشہد میں بیٹھے تو آپ نے بایاں پاؤں بچھا کر اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھ لیا اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھا، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہلِ علم کی اکثریت کا اسی پر عمل ہے

۲۔ عن وائل بن حجر قال صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قعد وتشھد فرش قدمہ الیسریٰ علی الارض وجلس علیھا،

(سنن سعید بن منصور ج ص طحاوی ج ۱ ص ۱۷۸)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی جب آپ تشہد پڑھنے کے لیے بیٹھے تو آپ نے اپنا بایاں پاؤں زمین پر بچھا لیا اور اس پر بیٹھ گئے۔

۳۔ عن رفاعۃ بن رافع ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال للاعرابی اذا سجدت فمکن بسجودک

Marfat.com

فاذا جلست فاجلس علی رجلك الیسریٰ

(مسند احمد بن حنبل ج ص ، مصنف ابن ابی شیبۃ ج ص

ابن حبان ج ص بحوالہ نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۸۲)

حضرت رفاعۃ بن رافع رضؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعرابی سے کہا کہ جب تو سجدہ کرے تو اچھی طرح سجدہ کر اور جب (تشہد میں) بیٹھے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھ۔

۴۔ عن عبد اللہ وھو بن عبد اللہ بن عمر عن ابیہ قال من سنۃ الصلوٰۃ ان تنصب القدم الیمنی واستقبالہ باصابعھا القبلۃ والجلوس علی الیسری۔

(نسائی ج ۱ ص ۱۳۰)

حضرت عبد اللہؒ اپنے والد عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا نماز کی سنت میں سے ہے کہ (تشہد میں) دایاں پاؤں کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رُخ رکھی جائیں اور بائیں پاؤں پر بیٹھا جائے۔

۵۔ عن عائشۃ (رضی اللہ عنھا) قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستفتح الصلوٰۃ بالتکبیر والقراءۃ بالحمد للہ رب العٰلمین وکان اذا رکع لم یشخص رأسہ ولم یصوبہ وکان بین ذالک وکان اذا رفع رأسہ من الرکوع لم یسجد حتی یستوی قائما وکان اذا رفع رأسہ من السجدۃ لم یسجد

Marfat.com

حتی یستوی جالسا وکان یقول فی کل رکعتین التحیة وکان یفرش رجله الیسریٰ وینصب رجله الیمنیٰ وکان ینهیٰ عن عقبة الشیطان وینهی ان یفترش الرجل ذراعیه افتراش السبع وکان یختم الصلوٰة بالتسلیم۔ (مسلم ج ۱ صـ۱۹۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اللہ اکبر کے ساتھ اور قرارت الحمد للہ رب العلمین کے ساتھ شروع فرماتے تھے اور جب آپ رکوع کرتے تو اپنا سر مبارک نہ اوپر اٹھاتے تھے اور نہ بالکل نیچے جھکا دیتے تھے۔ دونوں کے درمیان رکھتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سجدہ میں نہ جاتے جب تک کہ سیدھے کھڑے نہ ہو جاتے اور جب آپ سجدہ سے سر اٹھاتے تو (دوسرے) سجدے میں نہ جاتے جب تک کہ سیدھے نہ بیٹھ جاتے اور آپ ہر دو رکعتوں میں التحیات پڑھتے تھے اور آپ بایاں پاؤں بچھا دیتے اور دایاں کھڑا رکھتے تھے۔ اور شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع فرماتے تھے اور آپ اس سے بھی منع فرماتے تھے کہ آدمی اپنے دونوں بازوؤں کو درندہ کی طرح بچھا دے اور آپ نماز سلام سے ختم فرماتے تھے۔

۶۔ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیٰ عن الاقعاء والتورک فی الصلوٰة
(سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ صـ۱۲۰)

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں اقعاء اور تورک سے منع فرمایا ہے۔

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الاقعاء والتورک فی الصلوٰۃ

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۸۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں اقعاء اور تورک سے منع فرمایا ہے۔

عن سمرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن التورک والاقعاء الحدیث۔

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۸۶)

حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تورک اور اقعاء سے منع فرمایا ہے۔

عن عبد اللہ بن عبد اللہ انہ اخبرہ انہ کان یری عبد اللہ بن عمر یتربع فی الصلوٰۃ اذا جلس ففعلتہ وانا یومئذ حدیث السن فنہانی عبد اللہ بن عمر وقال انما سنۃ الصلوٰۃ ان تنصب رجلک الیمنیٰ وتثنی الیسریٰ فقلت انک تفعل ذالک فقال ان رجلای لا تحملانی۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۱۴)

حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو دیکھتے تھے کہ جب آپ (قعدہ میں) بیٹھتے

Marfat.com

تو چوکڑی مار کر بیٹھتے (فرماتے ہیں کہ) میں ابھی بالکل نوعمر تھا میں
بھی ایسا کرنے لگا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مجھے اس
سے روکا اور فرمایا کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ (بیٹھنے میں) دایاں
پاؤں کھڑا رکھو اور بایاں پاؤں پھیلا دو میں نے کہا کہ آپ تو اس
طرح کرتے ہیں (چوکڑی مارتے ہیں) آپ نے فرمایا میرے پاؤں
میرا بار نہیں اٹھا پاتے۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز میں دونوں قعدوں میں بیٹھنے
کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھیں حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دونوں قعدوں میں بیٹھنے کا عام معمول بھی تھا چنانچہ
حضرت عائشہؓ اور حضرت وائل بن حجرؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں
قعدوں میں بیٹھنے کا یہی طریقہ بتلاتے ہیں اور پہلے دوسرے قعدہ کا کوئی فرق
ذکر نہیں کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو کسی فرق
کے بغیر اسی طرح بیٹھنے کا حکم بھی دیا ہے، گویا آپ کے قول و فعل دونوں
سے اسی طرح بیٹھنا سنت ثابت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ
بن عمر رضی اللہ عنہما اسی طرح بیٹھنے کو سنت قرار دے رہے ہیں اور صرف
یہی نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری طرح بیٹھنے سے منع بھی
فرمایا ہے، ان تمام امور سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ عام حالات میں دونوں
قعدوں میں دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھنا ہی مسنون ہے
الا یہ کہ کوئی تکلیف یا عذر ہو تو دوسری طرح بیٹھنا بھی جائز ہے، جیسا کہ
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چوکڑی مار کر بیٹھتے تھے جب ان
سے اس بارے میں کہا گیا تو فرمایا کہ میں عذر کی وجہ سے ایسا کرتا ہوں۔

Marfat.com

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول سے ہٹ کر کبھی وقت دوسری سنت پر بیٹھنا بھی عذر پر محمول ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و تصریحات کے خلاف غیر مقلدین پہلے اور دوسرے قعدہ میں فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں قعدۂ اولیٰ میں تو دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پر ہی بیٹھا جائے البتہ دوسرے قعدہ میں تورک کیا جائے عذر ہو یا نہ ہو اور تورک ضرور کیا جائے کیونکہ یہ سنت ہے۔

چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

"جب آخیری رکعت میں بیٹھیں تو بایاں پاؤں نکال کر بائیں جانب کے کولھے پر بیٹھیں (اسکو تورک کہتے ہیں)"

(دستور المتقی صہ ۱۰۲)

اسمٰعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں۔

"آخری تشہد میں دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بایاں پاؤں دائیں طرف نکال کر کولھے پر بیٹھ جائے یا دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر بائیں کولھے پر بیٹھے" (رسول اکرم کی نماز صہ ۸۵)

صادق سیالکوٹی صاحب تحریر کرتے ہیں۔

"نوٹ:۔ بائیں جانب کولھے پر بیٹھنا تورک کہلاتا ہے یہ سنت ہے ہر مسلمان کو آخری قعدہ میں ضرور تورک کرنا چاہیئے" (صلوٰۃ الرسول صہ ۲۷۴)

ملاحظہ فرمایئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً اور فعلاً دونوں طرح سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ دونوں قعدوں میں بلا تفریق دائیں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھنا ہی سنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن

Marfat.com

عمر رضی اللہ عنہما اسی کو سنت قرار دے رہے ہیں، اسی پر بس نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صاف طور پر تورک وغیرہ سے منع بھی فرماتے ہیں لیکن غیر مقلدین جو عمل بالحدیث کے دعویدار ہیں انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول وعمل سے ثابت مسنون طریقہ تو پسند نہیں اور جس طریقہ سے اللہ کے نبی نے منع فرمایا ہے وہ ان کے نزدیک سنت ہے اُسے ضرور کرنا چاہیئے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

قارئین کرام سوچئے کیا اسی کو عمل بالحدیث کہتے ہیں؟ اور فیصلہ کیجئے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

ترك الزيادة على التشهد فى القعدة الاولىٰ

پہلے قعدے میں تشہد سے آگے کچھ نہیں پڑھنا چاہیئے

۱۔ عن عبد الله بن مسعود قال كان النبى صلى الله عليه وسلم فى الركعتين كانه على الرضف قلت حتى يقوم قال ذالك يريد،

(نسائی ج ۱ ص ۱۳۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام (تین یا چار رکعت والی نمازمیں) دو رکعت پڑھ کر ایسا بیٹھتے گویا جلتے توے پر بیٹھے ہیں یعنی بہت جلد اُٹھ جاتے تھے۔ ابو عبیدہؒ حدیث کے راوی کہتے ہیں میں نے کہا (تیسری رکعت کے لیے) کھڑے ہونے کی وجہ سے، تو آپ نے فرمایا ہاں یہی مراد ہے۔

۲۔ نا سعد بن ابراهيم قال سمعت ابا عبيدة

Marfat.com

بن عبد اللہ بن مسعود یحدث عن ابیہ قال
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس
فی الرکعتین الاولیین کانہ علی الرضف
قال شعبۃ ثم حرک سعد شفتیہ
بشیئ فاقول حتی یقوم فیقول حتی یقوم
قال ابو عیسی ھذا حدیث حسن الا ان ابا
عبیدۃ لم یسمع من ابیہ والعمل علی
ھذا عند اھل العلم یختارون ان لا یطیل
الرجل القعود فی الرکعتین الاولیین ولا یزید
علی التشھد شیئا فی الرکعتین الاولیین وقالوا
ان زاد علی التشھد فعلیہ سجدتا السھو
ھکذا روی عن الشعبی وغیرہ۔

(ترمذی ج ۱ ص ۸۵)

حضرت سعدؒ بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبیدہؒ بن عبداللہ بن مسعودؓ کو سنا وہ اپنے والد سے نقل کر رہے تھے کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تھے تو ایسا لگتا تھا جیسے آپ جلتے توے پر بیٹھے ہوں امام شعبہؒ فرماتے ہیں کہ پھر سعدؒ نے اپنے لبوں کو کوئی بات کر کے ہلایا میں تو یہی کہتا ہوں کہ انہوں نے یہ کہا کہ پھر آپ کھڑے ہو جاتے تھے، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے الا یہ کہ ابوعبیدہؒ نے اپنے والد سے سماع نہیں کیا، اور

Marfat.com

اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے یہ اسی کو پسند کرتے ہیں کہ آدمی نہ تو پہلی دو رکعتوں میں قعدہ کو دراز کرے اور نہ ہی تشہد پر کسی قسم کا اضافہ کرے ان کا کہنا ہے کہ اگر تشہد پہ اضافہ کیا تو سجدہ سہو لازم آجائے گا۔ چنانچہ امام شعبیؒ وغیرہ سے ایسے ہی مروی ہے۔

۱۔ عن عبد اللہ بن مسعود قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التشھد فی وسط الصلوٰۃ و فی آخرھا ...... قال فکان یقول اذا جلس فی وسط الصلوٰۃ و فی آخرھا علیٰ ورکہ الیسریٰ التحیات للہ والصلوٰت والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ قال ثم ان کان فی وسط الصلوٰۃ نھض حین یفرغ من تشھدہ وان کان فی آخرھا دعا بعد تشھدہ بما شاء اللہ ان یدعو ثم یسلم۔

(مسند امام احمد ج ۱ ص ۴۵۹، صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۵۰)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد سکھلایا نماز کے درمیانی اور آخری قعدہ میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے درمیانی اور آخری قعدہ میں بائیں کولہے پہ بیٹھتے تو پڑھتے تھے، التحیات

Marfat.com

لله والصلوٰۃ والطیبات السلام علیك ایها النبی ورحمۃ الله وبرکاته السلام علینا وعلٰی عباد الله الصالحین اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدًا عبده ورسوله حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ پھر اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام درمیانی قعدہ میں ہوتے تو تشہد سے فارغ ہو کر کھڑے ہو جاتے اور اگر آخری قعدہ میں ہوتے تو تشہد کے بعد اللہ کو جو منظور ہوتا وہ دعا مانگتے پھر سلام پھیرتے۔

۴۔ عن عائشۃ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان لا یزید فی الرکعتین علی التشهد۔

(مسند ابی یعلیٰ ج ۷، ص ۳۳۷)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتوں میں تشہد پر زیادتی نہیں کرتے تھے۔

۵۔ عن تمیم بن سلمۃ قال کان ابوبکر اذا جلس فی الرکعتین کانه علی الرضف یعنی حتی یقوم۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۹۵)

حضرت تمیم بن سلمہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب دو رکعتوں میں بیٹھتے تو ایسے لگتا جیسے جلتے توے پر بیٹھے ہوں مطلب یہ ہے کہ آپ (جلدی) کھڑے ہو جاتے۔

۶۔ عن الحسن انه کان یقول لا یزید فی الرکعتین الاولیین علی التشهد (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۹۶)

Marfat.com

حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ پہلی دو رکعتوں میں تشہد پر زیادتی نہ کرے۔

۷۔ عن الشعبی قال من زاد فی الرکعتین الاولیین علی التشھد فعلیه سجدتا سھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۶)

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ جس نے پہلی دو رکعتوں میں تشہد پر زیادتی کی اس پر سجدہ سہو لازم ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر نماز تین یا چار رکعت والی ہو تو پہلے قعدہ میں فقط تشہد پڑھ کر کھڑے ہو جانا چاہیئے آگے کچھ نہیں پڑھنا چاہیئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول مبارک یہی تھا آپ تین یا چار رکعت والی نمازمیں پہلے قعدہ میں تشہد پڑھتے ہی کھڑے ہو جاتے تھے اور پہلا قعدہ دوسرے قعدہ کی نسبت بہت ہی معمولی سا کرتے تھے حتیٰ کہ صحابہ کرام کہتے ہیں ایسے لگتا تھا جیسا کہ آپ جلتے توے یا گرم پتھر پر بیٹھے ہوں یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ تشہد سے آگے کچھ نہ پڑھا جائے۔

خلیفہ راشد سیدنا صدیق اکبرؓ کا عمل بھی یہی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ کے بقول عام اہل علم کا عمل بھی اسی پر ہے چنانچہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ پہلے قعدہ میں تشہد سے آگے کچھ نہ پڑھا جائے۔ امام شعبیؒ یہ فتوے دیتے ہیں کہ اگر کسی نے پہلے قعدہ میں تشہد سے آگے کچھ پڑھا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد آگے درود وغیرہ بھی پڑھ سکتے ہیں چنانچہ

Marfat.com

نواب نورالحسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

"وظاہر ادعیہ وارده در تشہد شامل ہر دو تشہد ست مگر آنکہ در تشہد اوسط تخفیف خوب ست"۔ (عرف الجادی ص ۲۸)

ظاہر یہ ہے کہ جو دعائیں تشہد میں وارد ہوئی ہیں وہ دونوں تشہدوں کو شامل ہیں (یعنی دونوں تشہدوں میں پڑھنی چاہئیں) البتہ درمیانے تشہد میں تخفیف بہتر ہے۔

نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں۔

"ثم یجلس للتشہد...... ویستحب عملہ فیہ الصلوٰۃ الکاملۃ علی النبی صلعم ثم لیتخیر من الدعاء اعجبہ لیدع بہ ربہ ولیخفف فی التمام بان یختصر فی الادعیۃ بعد التشہد والصلوٰۃ علی النبی صلعم ثم ینہض مکبرا" (نزل الابرار ج ۱ ص ۸۱-۸۲)

پھر تشہد کے لیے بیٹھے اور اس میں مستحب یہ ہے کہ پہلے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پورا درود پڑھے پھر جو دعا اسے سب سے اچھی لگتی ہو اسے اختیار کر کے اپنے رب سے وہ دعا مانگے اور اس عمل کے اتمام میں اختصار سے کام لے بایں طور کہ تشہد کے بعد دعا اور درود میں اختصار کرے پھر تکبیر کہتا ہوا (تیسری رکعت کے لیے) اٹھ کھڑا ہو۔

مولوی خالد گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں۔

"اسی طرح پہلے تشہد میں پڑھ لیا جائے یا نہ پڑھا جائے ایک

Marfat.com

ہی بات ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ درود شریف پڑھنے کی وجہ سے ثواب میں اضافہ ہو"۔ (صلاۃ النبی ص ۲۳۳)

غیر مقلدین کے مفتی ثناء اللہ مدنی صاحب ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

"پہلے تشہد میں درود پڑھا جا سکتا ہے اور اگر رہ جائے تو سجدۂ سہو لازم نہیں"۔ (ہفت روزہ الاعتصام ج ۴۴ ش ۸ ص ۵)

ملاحظہ فرمائیے۔ احادیث بتلا رہی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کے پہلے قعدہ میں تشہد کے بعد کچھ بھی نہیں پڑھتے تھے بلکہ تشہد سے فارغ ہوتے ہی کھڑے ہو جاتے تھے، اسی کے مطابق صحابۂ کرام عمل کرتے ہیں اسی پر تابعین فتویٰ دیتے ہیں۔ جلیل القدر تابعی حضرت امام شعبیؒ تو فرماتے ہیں کہ کسی نے تشہد سے آگے کچھ پڑھا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہو جائے گا ان امور کا تقاضا تو یہ ہے کہ پہلے قعدہ میں تشہد کے بعد کچھ نہ پڑھا جائے لیکن غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نہیں صاحب نمازی کی مرضی ہے پڑھے نہ پڑھے اس کے لیے دونوں برابر ہیں بلکہ پڑھنا مستحب ہے اور ثواب میں اضافہ کا باعث بن سکتا ہے۔ قارئین ذرا سنجیدگی سے سوچئے کہ جس پر اللہ کے نبی کا عمل نہیں، تابعین اس کے خلاف فتویٰ دے رہے ہیں کیا وہ عمل مستحب ہو سکتا ہے کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کے خلاف کسی عمل میں ثواب کی زیادتی تو کجا خود ثواب ہو سکتا ہے؟ مگر غیر مقلدین کو اس کی کیا پرواہ انہیں اپنے اجتہاد سے غرض ہے۔

اب فیصلہ قارئین کے سر ہے وہ خود فیصلہ کریں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

Marfat.com

الدعاء الاجتماعی بعد المکتوبۃ

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی طور پر دعا مانگنا صحیح ہے

۱۔ عن ابی امامۃ قال قیل یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر و دبر الصلوٰت المکتوبات (ترمذی ج ۲ ص ۱۸۷)

حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ کونسی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے آپ نے فرمایا جو رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد مانگی جائے۔

۲۔ عن علی بن ابی طالب قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من الصلوٰۃ قال اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت، وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت، وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر لا الٰہ الا انت، (ابوداود ج ۱ ص ۲۱۲)

حضرت علیؓ بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرتے تو یہ دعا مانگتے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ

Marfat.com

لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ ۔

۳۔ عن البراء انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول بعد الصلوٰۃ رب قنی عذابك یوم تبعث عبادك (مسلم ج صـ بحوالہ نیل الاوطار ج ۲ صـ ۳۲۱)

حضرت برار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کے بعد یہ دعا مانگا کرتے تھے " رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ "

۴۔ عن ام سلمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول اذا صلی الصبح حین یسلم اللھم انی اسئلك علما نافعا ورزقا طیبا وعملا متقبلا۔

(مسند امام احمد ج ۶ صـ ۳۰۵، ابن ماجہ صـ ۶)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب صبح کی نماز پڑھتے تو سلام پھیر کر یہ دعا مانگتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا طَيِّبًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا "

۵۔ عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ اوصیك یا معاذ لا تدعن دبر کل صلوٰۃ ان تقول اللھم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك

(مسند احمد ج ۵ صـ ۲۴۵، ابو داؤد ج ۱ صـ ۲۱۳، نسائی ج ۱ صـ ۱۹۲)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اے معاذ میں تمہیں وصیت
کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنی نہ چھوڑنا " اَللّٰھُمَّ
اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ ۔

۶- عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ان ربکم حیی کریم یستحیی من
عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردھما صفرًا ،
(ترمذی ج ۲ ص ۱۹۶ ، ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۹ ، ابن ماجہ ص ۲۸۴)

حضرت سلمان ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ تمہارے پروردگار انتہائی حیا والے اور سخی ہیں وہ اپنے بندے
سے شرماتے ہیں کہ جب وہ ان کی طرف (دعا کے لیے) ہاتھ
اٹھائے تو وہ انہیں خالی لوٹا دیں۔

۷- عن عمر بن الخطاب قال کان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم
یردھما حتی یمسح بھما وجھہ ۔
(ترمذی ج ۲ ص ۱۷۶)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تھے تو انہیں لوٹاتے
نہ تھے جب تک کہ چہرے پر نہ پھیر لیتے تھے۔

۸- عن عکرمۃ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
زعم انہ سمع منھا انھا رأت النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم یدعو رافعا یدیہ یقول انما

Marfat.com

انما بشر فلا تعاقبنی ایما رجل من المؤمنین آذیتہ وشتمتہ فلا تعاقبنی فیہ (جزء رفع الیدین للامام البخاری صلے)

حضرت عکرمہؒ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضؓ سے سُنا ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ دونوں ہاتھ اٹھائے یہ دعا مانگ رہے ہیں۔ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَلَا تُعَاقِبْنِیْ اَیُّمَا رَجُلٍ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ آذَیْتُہٗ وَشَتَمْتُہٗ فَلَا تُعَاقِبْنِیْ فِیْہِ۔

۹۔ عن الفضل بن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ مثنیٰ مثنیٰ تشہد فی کل رکعتین و تخشع و تضرع و تمسکن و تقنع یدیک یقول ترفعھما الیٰ ربک مستقبلا ببطونھما وجھک وتقول یارب یارب من لم یفعل ذالک فھی کذا وکذا۔ (ترمذی ج ۱ صـ۸۵، نسائی ج ۱ صـ، ابن خزیمہ ج صـ)

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز دو دو رکعت ہے ہر دو رکعت کے بعد التحیات ہے اور ڈرنا ، عاجزی کرنا اور مسکینی ظاہر کرنا ہے اور اٹھائے تو اپنے دونوں ہاتھ، حضرت فضل بن عباسؓ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تو اپنے پروردگار کے

Marfat.com

حضور میں اس طرح سے ہاتھ اُٹھا کر کہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں تیرے چہرے کی طرف ہوں دُعا کرے اور کہے یارب یارب جس نے ایسا نہ کیا وہ ایسا ایسا ہے۔

۱۰۔ حدثنا محمد بن یحیی الاسلمی قال رأیت عبد اللہ بن الزبیر و رأی رجلا رافعا یدیہ یدعو قبل ان یفرغ من صلوٰتہ فلما فرغ منها قال لہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرفع یدیہ حتی یفرغ من صلوٰتہ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ص بحوالہ سنیۃ رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوٰت المکتوبۃ لمحمد بن عبد الرحمٰن الزبیدی ص ۲۲)

محمد بن یحییٰ اسلمیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو دیکھا اس حال میں کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی دونوں ہاتھ اٹھائے دُعا مانگ رہا ہے جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے لیے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے جب تک کہ نماز سے فارغ نہ ہو لیتے تھے۔

۱۱۔ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال " مامن عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللھم الٰھی و الٰہ ابراہیم و اسحٰق و یعقوب

Marfat.com

والٰہ جبریل و میکائیل و اسرافیل علیھم السلام اسألك ان تستجیب دعوتی فانی مضطر و تعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتك فانی مذنب وتنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیہ خائبتین۔

(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص۴۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ہر نماز کے بعد جو بندہ بھی اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر یہ دعا مانگتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِلٰھِیْ وَاِلٰہَ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَاِلٰہَ جِبْرَئِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ اَسْأَلُكَ اَنْ تَسْتَجِیْبَ دَعْوَتِیْ فَاِنِّیْ مُضْطَرٌّ وَتَعْصِمُنِیْ فِیْ دِیْنِیْ فَاِنِّیْ مُبْتَلیً وَتَنَالُنِیْ بِرَحْمَتِكَ فَاِنِّیْ مُذْنِبٌ وَّتَنْفِیَ عَنِّیَ الْفَقْرَ فَاِنِّیْ مُتَمَسْکِنٌ، تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو جاتا ہے کہ وہ ان ہاتھوں کو ناکام نہ لوٹائیں۔

۱۱۔ عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انصرف و رفع یدیہ و دعا الحدیث

(سنیۃ رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوات المکتوبۃ مع جزء رفع الیدین للبخاریؒ ص۲۳)

Marfat.com

حضرت اسود عامری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو مڑ کر دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی۔

۱۔ عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم رفع یده بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال اللهم خلص الولید بن الولید وعیاش بن ربیعة وسلمة بن هشام وضعفة المسلمین الذین لا یستطیعون حیلة ولا یهتدون سبیلا من ایدی الکفار

(تفسیر القرآن العظیم للحافظ ابن الکثیر ج ۱ ص ۵۴۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر اپنے ہاتھ اٹھائے اور قبلہ رو ہو کر یہ دعا مانگی، اے اللہ ولید بن ولید، عیاش بن ربیعہ، سلمہ بن ہشام اور وہ کمزور مسلمان جو نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ کہیں کا راستہ جانتے ہیں انہیں کفار کے ہاتھ سے خلاصی نصیب فرما۔

۱۴۔ عبد العزیز بن ابی رواد قال حدثنی علقمة بن مرثد واسماعیل بن امیة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا فرغ من صلوته رفع یدیه وضمهما وقال رب اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم به منی

Marfat.com

انت المقدم وانت المؤخر لا الٰہ الا انت لک الملک ولک الحمد۔ (کتاب الزہد والرقائق للامام عبداللہ بن المبارک ص۴۰۵)

عبدالعزیز بن ابی رواد فرماتے ہیں کہ مجھ سے علقمہ بن مرثد اور اسماعیلؒ بن امیہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر ملاتے اور یہ دعا مانگتے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ لَکَ الْمُلْکُ وَلَکَ الْحَمْدُ

ذکر ابن الکثیر فی قصۃ علاء بن الحضرمیؓ

"ونودی بصلوٰۃ الصبح حین طلع الفجر فصلی بالناس فلما قضی الصلوٰۃ جثا علی رکبتیہ وجثا الناس ونصب فی الدعاء ورفع یدیہ وفعل الناس مثلہ الخ (البدایۃ والنہایۃ ج ۶ ص ۳۲۸)

حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت علاء بن حضرمیؓ کے قصہ میں ذکر کیا ہے۔ کہ جب صبح صادق ہوگئی تو فجر کی نماز کے لیے اذان دی گئی۔ آپ نے لوگوں (صحابہ و تابعین) کو نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ اور لوگ دوزانو بیٹھ گئے، آپ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگے، لوگوں نے بھی آپ ہی کی طرح کیا۔

مذکورہ بالا احادیث و آثار سے درجہ ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں۔

(۱) فرض نمازوں کے بعد کی جانے والی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔

(۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرض نماز کے بعد خود بھی دعا مانگتے

Marfat.com

ے اور صحابۂ کرام کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔

(۳) دُعا کے آداب میں سے ہے کہ دونوں ہاتھ اٹھا کر دُعا کی جائے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگتے تھے۔

(۴)، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت ابوہریرۃؓ، حضرت اسود
عامری کے والد اور علقمہ بن مرثد کی مروی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام فرض نماز کے بعد بھی ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگتے تھے۔

(۵) حضرت فضل بن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم
کی احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ صحابۂ کرام کو بھی فرض نماز کے
بعد ہاتھ اٹھا کر ہی دعا مانگنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

(۶) حضرت علاء بن حضرمیؓ کے واقعہ میں صراحت ہے کہ انہوں نے
فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا کروائی اور صحابہ و تابعین نے آپ کے
ساتھ مل کر ہاتھ اٹھا کر دُعا کی۔

ان امور سے یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے اور
صحابۂ کرام کو آپ نے ترغیب بھی دی ہے تو لازماً جب آپ ہاتھ اٹھا کر
دعا کرتے ہوں گے تو صحابۂ کرام بھی آپ کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر ہی دعا مانگتے ہوں
گے کیونکہ صحابۂ کرام سے بعید ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ہاتھ اُٹھا
کر دُعا مانگتے ہوں اور ۔۔ یونہی بیٹھے رہیں۔

انہی احادیث و آثار نیز امت کے توارث کے پیش نظر فقہائے کرام
نے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دُعا کو مستحب قرار دیا ہے۔
لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف موجودہ دور کے غیر مقلدین فرض

Marfat.com

نماز کے بعد اجتماعی طور پر دُعا مانگنے کو صحیح نہیں سمجھتے کوئی اسے بدعت و حرام قرار دے کر ختم کرواتا ہے کوئی رسم اور تقیہ کہتا ہے۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث ابوالبرکات احمد صاحب لکھتے ہیں۔

" قصہ مختصر، مروجہ دعا ایک رسم ہے یا ایک تقیہ ہے جس کا ثبوت سنت رسولؐ یا اسوہ رسولؐ نہیں، خلفائے راشدین کی سیرت ہیں، ائمہ اربعہ کے فتوئ ہیں یا محدثین کی کتابوں کے ابواب میں موجود نہیں ہے وقتاً فوقتاً اور کبھی کبھی والی بات بھی غلط ہے کیونکہ نبیؐ سے ایک مرتبہ بھی اجتماعی دُعا ثابت نہیں ہے تو پھر کبھی کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

(فتاویٰ برکاتیہ ص ۹۸)

مزید لکھتے ہیں۔

" استاذ الاساتذہ شیخنا المکرم محدث گوندلویؒ نے اپنی زیر نگرانی تین مساجد ٹاہلی والی مسجد، مسلم مسجد نوشہرہ روڈ اور جامعہ اسلامیہ حافظ آباد روڈ میں اس بدعت کو ختم کرایا، اگر بالفرض کسی نے اس طرح دعا کی تو پوچھا یہ کہاں ہے؟ مجھے گوجرانوالہ آئے ہوئے اڑتیس سال ہو رہے ہیں اس وقت سے لے کر ان کی وفات تک کسی نماز کے بعد اجتماعی دعا کرتے انکو نہیں دیکھا۔

(فتاویٰ برکاتیہ ص ۹۶)

ایک غیر مقلد محمد ابو عبدالسلام نے فرض نماز کے بعد اجتماعی دُعا کے خلاف ایک رسالہ لکھا ہے جس کے ٹائٹل پیج پر جلی حروف سے لکھا ہے

Marfat.com

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا مانگنا بدعت و حرام ہے۔"
راقم الحروف نے دیوبندیوں کی ایک مسجد میں عصر کی نماز جماعت
کے ساتھ پڑھی۔ امام صاحب نے جونہی سلام پھیرا ایک عمر رسیدہ غیر مقلد
شخص کھڑے ہوئے اور یہ شور ڈالنے لگے کہ نماز کے بعد دعا کا حدیث
میں کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ منع ہے۔

ملاحظہ فرمائیے۔ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام سے قولاً و عملاً ثابت ہے۔ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام نے نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی
ہے انفراداً بھی اجتماعاً بھی۔ مزید یہ کہ اس پہ اسلاف کا تعامل و توارث بھی
موجود ہے جو بجائے خود ایک مستقل دلیل ہے لیکن موجودہ دور کے غیر مقلد
اس عمل کو رسم، تقیہ، بدعت اور حرام قرار دے رہے ہیں۔

فیصلہ قارئین کے سر ہے وہ بتلائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام،
صحابۂ کرام اور اسلاف کے تعامل سے ثابت کسی عمل کو بدعت و حرام قرار
دینا کیا اسی کو عمل بالحدیث کہتے ہیں۔ آیا یہ حدیث کی موافقت ہے
یا مخالفت؟

Marfat.com

الفرق بين صلوٰة الرجل والمرأة

عورت و مرد کی نماز ایک جیسی نہیں بلکہ دونوں میں فرق ہے

۱۔ عن وائل بن حجر قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا وائل بن حجر اذا صلیت فاجعل یدیک حذاء اذنیک والمرأۃ تجعل یدیها حذاء ثدییها ۔ (معجم طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۱۸)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے وائل بن حجرؓ جب تم نماز پڑھو تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتی کے برابر اٹھائے۔

۲۔ عن عبد ربہ بن سلیمان بن عمیر قال رأیت ام الدرداء ترفع یدیها فی الصلوٰۃ حذو منکبیها ۔ (جزء رفع الیدین للامام البخاری ص ۷)

حضرت عبد ربہ بن سلیمان بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتی ہیں۔

۳۔ عن ابن جریج قال قلت لعطاء تشیر المرأۃ بیدیها بالتکبیر کالرجل قال لا ترفع بذالک

Marfat.com

یدیھا کالرجل و اشار فخفض یدیہ جدا وجمعھما الیہ جلا و قال ان للمرأۃ ھیئۃ لیست للرجل، الحدیث (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۳۹)

حضرت ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاءؒ سے کہا کہ کیا عورت تکبیر تحریمہ کہتے وقت مرد کی طرح اشارہ (رفع یدین) کرے گی۔ آپ نے فرمایا عورت تکبیر کہتے وقت مرد کی طرح ہاتھ نہ اٹھائے آپ نے اشارہ کیا اور اپنے دونوں ہاتھ بہت ہی پست رکھے اور ان کو اپنے سے ملایا اور فرمایا عورت کی (نماز میں) ایک خاص ہیئت ہے جو مرد کی نہیں۔

۴۔ عن یزید بن ابی حبیب انہ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضمّا بعض اللحم الی الارض فان المرأۃ فی ذالک لیست کالرجل۔

(مراسیل ابی داؤد ص ۸، سنن کبری بیہقی ج ۲ ص ۲۲۳)

حضرت یزید بن ابی حبیبؒ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملا لیا کرو کیونکہ عورت (کا حکم سجدہ کی حالت میں) مرد کی طرح نہیں ہے

۵۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعًا اذا جلست المرأۃ فی الصلوٰۃ وضعت فخذھا علی فخذھا الاخری فاذا سجدت الصقت بطنھا فی فخذیھا

Marfat.com

کاستر ما یکون لها وان اللہ تعالی ینظر الیہا ویقول یا ملائکتی اشہدکم انی قد غفرت لها ،

(کنز العمال ج ۷ ص۵۴۹)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں سے چپکائے اس طرح کہ اس کے لیے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے ، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتوں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں اس بات پر کہ میں نے اسے بخش دیا ہے۔

۶۔ عن ابی اسحٰق عن الحارث عن علی رضی اللہ عنہ وارضاہ قال اذا سجدت المرأۃ فلتحتفز ولتضم فخذیہا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص۲۷۹، سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص۲۲۲)

حضرت حارثؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر کرے اور اپنی دونوں رانوں کو ملاتے رکھے۔

۷۔ عن ابن عباس انہ سئل عن صلوٰۃ المرأۃ فقال تجتمع و تحتفز ، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص۲۷۰)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے عورت کی نماز کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اکٹھی ہو کر اور خوب سمٹ کر نماز پڑھے۔

Marfat.com

۸۔ عن ابراھیم قال اذا سجدت المرأۃ فلتلزق بطنھا بفخذیھا ولا ترفع عجیزتھا ولا تجافی کما یجافی الرجل (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ صـ ۲۷۰، بیہقی ج ۲ صـ ۲۲۲)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے چپکالے اور اپنی سرین کو اوپر نہ اٹھائے اور اعضاء کو اس طرح دور نہ رکھے جیسے مرد دور رکھتا ہے۔

۹۔ عن مجاھد انہ کان یکرہ ان یضع الرجل بطنہ علی فخذیہ اذا سجد کما تضع المرأۃ،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ صـ ۲۷۰)

حضرت مجاہدؒ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ مرد جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں پر رکھے جیسا کہ عورت رکھتی ہے

۱۰۔ عن ابن عمر انہ سئل کیف کان النساء یصلین علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کن یتربعن ثم امرن ان یحتفزن (یعنی یستوین جالسات علی اوراکھن)

(جامع المسانید ج ۱ صـ ۴۰۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں کیسے نماز پڑھتی تھیں آپ نے فرمایا چہار زانوں بیٹھ کر پھر انہیں حکم دیا گیا کہ وہ خوب سمٹ کر بیٹھا کریں۔

Marfat.com

۱۱۔ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التسبیح للرجال والتصفیق للنساء،

(بخاری ج ۱ صفحہ ۱۶۰، مسلم ج ۱ صفحہ ۱۸۰، ترمذی ج ۱ صفحہ ۸۵)

حضرت ابوہریرۃ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تسبیح مردوں کے لیے ہے اور تصفیق (ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرے ہاتھ کی پشت سے مارنا) عورتوں کے لیے۔

۱۲۔ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقبل صلوٰۃ الحائض الا بخمار

(ترمذی ج ۱ صفحہ ۸۶، ابوداؤد ج ۱ صفحہ ۹۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بالغہ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔

قال الامام عبد الحی اللکھنوی "واما فی حق النساء فاتفقوا علی ان السنۃ لھن وضع الیدین علی الصدر" (سعایۃ ج ۲ صفحہ ۱۵۶)

حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں (رہا ہاتھ باندھنے کا معاملہ) عورتوں کے حق میں تو تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کے لیے سنت سینے پر ہاتھ باندھنا ہے۔

قال الامام ابو الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی الحنفیؒ "والمرأۃ ترفع یدیھا حذاء منکبیھا ھو الصحیح لانہ استر لھا وقال ایضا والمرأۃ تنخفض

Marfat.com

فی سجودھا وتلزق بطنھا بفخذیھا لان ذالک استر لھا (ہدایہ ج ا صنل وصنلا)

امام ابوالحسن علی بن ابوبکرؒ فرماتے ہیں۔ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنے مونڈھوں تک اٹھائے یہی صحیح ہے کیونکہ یہ طریقہ اس کے لیے زیادہ پردہ کا ہے نیز آگے چل کر فرماتے ہیں اور عورت اپنے سجدہ میں پست رہے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے ملائے کیونکہ یہ اس کے لیے زیادہ پردہ کا باعث ہے۔

قال الامام ابوزید القیروانی المالکیؒ

"وھی فی ھیأۃ الصلوٰۃ مثلہ غیر انھا تنضم ولا تفرج فخذیھا ولا عضدیھا فتکون منضمۃ منزویۃ فی جلوسھا وسجودھا"

(الرسالۃ ص بحوالہ تصب العمود ص۵۰)

امام ابوزید قیروانی مالکیؒ فرماتے ہیں کہ عورت نماز کی ہیئت میں مرد ہی کی طرح رہے الا یہ کہ عورت اپنے آپ کو ملا کر رکھے گی اپنی رانیں اور بازو کھول کر نہیں رکھے گی پس عورت اپنے جلسہ اور سجدے دونوں میں خوب ملی ہوئی اور سمٹی ہوئی ہوگی۔

(قال الشافعیؒ) "وقد ادب اللہ تعالیٰ النساء بالاستتار وادبھن بذالک رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم واحب للمرأۃ فی السجود ان تضم بعضھا الی بعض وتلصق بطنھا بفخذیھا وتسجد کاستر مایکون لھا وھکذا احب

Marfat.com

لها فی الرکوع والجلوس وجمیع الصلوٰۃ
ان تکون فیها کاستر ما یکون لها"

(کتاب الام ج ۱ صفحہ ۱۱۵)

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو یہ ادب سکھلایا ہے کہ وہ پردہ کریں اور یہی ادب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عورتوں کو سکھلایا ہے لہٰذا عورتوں کے لیے سجدہ میں پسندیدہ یہ ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو ملا کر رکھیں اور پیٹ کو رانوں سے چپکا لیں اور اس طرح سجدہ کریں کہ ان کے لیے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے اسی طرح ان کے لیے پسندیدہ ہے رکوع میں بھی اور جلسہ میں بھی بلکہ تمام نماز ہی میں کہ وہ اس طرح نماز پڑھیں کہ جس سے ان کے لیے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے۔

(قال الامام الخرقی الحنبلیؒ)

" والرجل والمرأة فی ذالك سواء الا ان المرأة تجمع نفسها فی الرکوع والسجود وتجلس متربعة او تسدل رجلیها فتجعلها فی جانب یمینها (قال الشارح ابن قدامة الحنبلیؒ) الاصل ان یثبت فی حق المرأة من احکام الصلوٰۃ ما ثبت للرجال لان الخطاب یشملها غیر انها خالفته فی ترك التجافی لانها عورة فاستحب لها جمع نفسها لیکون استر لها فانه لا یومن ان

یبید ومنها شئ حال التجافي وذالك في الافتراش قال احمد والسدل اعجب الیّ واختاره الخلال"۔ (المغنی لابن قدامہ ج ا ص۵۶۲)

امام خرقی حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ مرد و عورت اس میں برابر ہیں سوائے اس کے کہ عورت رکوع و سجود میں اپنے آپ کو اکٹھا کرے (سکیڑے) پھر یا تو چہار زانو بیٹھے یا سدل کرے کہ دونوں پاؤں کو دائیں جانب نکال دے، ابن قدامہ حنبلیؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ عورت کے حق میں نماز کے وہی احکام ثابت ہوں جو مرد کے لیے ثابت ہیں کیونکہ خطاب دونوں کو شامل ہے بایں ہمہ عورت مرد کی مخالفت کرے گی ترک تجافی میں (یعنی عورت مرد کی طرح رانوں کو پیٹ سے دور نہیں رکھے گی بلکہ ملائے گی) کیونکہ عورت ستر کی چیز ہے لہٰذا اس کے لیے اپنے آپ کو سمیٹ کر رکھنا مستحب ہے تاکہ یہ اس کے لیے زیادہ سے زیادہ ستر کا باعث بنے وجہ یہ ہے کہ عورت کے لیے رانوں کو پیٹ سے جدا رکھنے میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ اس کا کوئی عضو کھل جائے ——— امام احمدؒ فرماتے ہیں مجھے عورت کے لیے سدل (بیٹھنے میں دونوں پاؤں کو دائیں جانب نکالنا) زیادہ پسند ہے اور اسی کو خلال نے اختیار کیا ہے۔

مندرجہ بالا احادیث و آثار، اجماع امت اور فقہاء کرام کے اقوال سے ثابت ہو رہا ہے کہ مرد و عورت کی نماز ایک جیسی نہیں دونوں میں فرق ہے

(۱) مرد تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں گے

Marfat.com

اور عورتیں کندھوں تک جیسا کہ حدیث نمبر ۱، نمبر ۲، نمبر ۳ سے واضح ہے۔
مراکز اسلام مدینہ طیبہ میں امام زہریؒ، مکہ مکرمہ میں حضرت عطاءؒ اور کوفہ
میں حضرت حمادؒ یہی فتویٰ دیتے تھے (کہ عورت اپنے کندھوں تک ہاتھ
اٹھائے) تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۹)

(۲) مرد دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھیں گے اور عورتیں سینہ پر۔
مردوں کا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا احادیث سے اور عورتوں کا سینے پر
ہاتھ باندھنا اجماع امت سے ثابت ہے جیسا کہ مولانا عبدالحی لکھنویؒ
کے بیان سے واضح ہے

(۳) مرد سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جُدا رکھیں
گے اور عورتیں ملا کر عـــہ جیسا کہ احادیث نمبر ۴، ۵، ۶ سے واضح ہے۔

(۴) مرد سجدے میں اپنے دونوں پاؤں پنجوں کے بل کھڑے اور
دونوں بازو زمین سے جدا رکھیں گے اور عورتیں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال
کر اور بازو زمین سے لگا کر سجدہ کریں گی۔

(۵) مرد دونوں سجدوں کے درمیان نیز دونوں قعدوں میں دایاں پاؤں
کھڑا کر کے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھیں گے اور عورتیں ان سب
میں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر کولھوں پر بیٹھیں گی۔

(۶) اگر عورتیں مردوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہوں اور امام
کو غلطی پر متنبہ کرنا پڑے تو مرد سبحان اللہ کہیں گے اور عورتیں ہاتھ کی پشت
پر مار کر متنبہ کریں گی جیسا کہ حدیث ۱۱ سے واضح ہے۔

(۷) مرد کی نماز ننگے سر بھی ہو جائے گی لیکن عورت کی نماز ننگے سر نہ

عـــہ اسی کو فقہاء کی اصطلاح میں تجافی کہتے ہیں۔

Marfat.com

نہیں ہوگی جیسا کہ حدیث ۱۲ سے ظاہر ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار، اجماع امت اور اقوال فقہاء کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مرد و عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں، یہ فرق کرنا مداخلت فی الدین ہے العیاذ باللہ۔

چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

"شریعت محمدی میں مرد و عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں بلکہ جس طرح مرد نماز پڑھتا ہے اسی طرح عورت کو بھی پڑھنا چاہیئے"

(دستور المتقی ص ۱۵۱)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

"عورتوں اور مردوں کی نماز کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں ------ پھر اپنی طرف سے یہ حکم لگانا کہ عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں اور مرد زیر ناف، اور عورتیں سجدہ کرتے وقت زمین پر کوئی اور ہیئت اختیار کریں اور مرد کوئی اور ------ یہ دین میں مداخلت ہے یاد رکھیں کہ تکبیر تحریمہ سے شروع کر کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے تک عورتوں اور مردوں کے لیے ایک ہیئت اور شکل کی نماز ہے سب کا قیام، رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ استراحت، قعدہ اور ہر ہر مقام پر پڑھنے کی دعائیں یکساں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکور و اناث کی نماز کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں بتایا۔"

(صلوٰۃ الرسول ص ۱۹۰-۱۹۱)

ملاحظہ فرمائیے۔ احادیث بتلا رہی ہیں کہ اللہ کے نبی کے نزدیک مرد و عورت کی نماز میں فرق ہے، خلیفہ راشد حضرت علی رض اور دیگر صحابہ کرام کہہ رہے ہیں کہ مرد و عورت کی نماز میں فرق ہے۔ تابعین و تبع تابعین فرماتے ہیں

Marfat.com

کہ مرد و عورت کی نماز میں فرق ہے ۔ اجماعِ امت سے ثابت ہو رہا ہے کہ مرد و عورت کی نماز میں فرق ہے ۔ ائمہ اربعہ کے جلیل القدر متبعین فرما رہے ہیں کہ مرد و عورت کی نماز میں فرق ہے ۔ قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مرد و عورت کی نماز میں فرق ہونا چاہیئے لیکن غیر مقلدین ان سب سے آنکھیں موند کر کہہ رہے ہیں کہ مرد و عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں بلکہ یہ دین میں مداخلت ہے ۔ قارئین محترم ذرا چشمِ بصیرت وا کیجئے اور سوچیئے کہ یہ مداخلت فی الدین کا فتویٰ کس پر لگ رہا ہے ؟ کیا اللہ کے نبی دین میں مداخلت کرتے تھے ؟ سچی بات یہ ہے کہ غیر مقلدین خود دین میں مداخلت کرتے ہیں من پسند حدیث کو مانتے ہیں چاہے وہ من گھڑت ہی کیوں نہ ہو ۔ اور اپنے موقف کے خلاف احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں ۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ مرد و عورت کی نماز میں فرق کرنے کو مداخلت فی الدین قرار دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟ ۔

غیر مقلدین سے ایک سوال

اگر غیر مقلدین کے نزدیک مرد و عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے تو پھر مندرجہ ذیل چیزوں کی عورتوں کو اجازت ملنی چاہیئے ۔

(۱) وہ اگر اپنی مسجد الگ بنانا چاہیں تو بنا لیں ۔

(۲) اس میں وہ مؤذن ، امام و خطیب بھی بننا چاہیں تو بنیں ۔

(۳) انہیں اذان دینے کی اجازت ہونی چاہیئے ۔

(۴) اقامت کی اجازت ہونی چاہیئے ۔

(۵) مردوں کی امامت کی اجازت ہونی چاہیئے ۔

(۶) مردوں کی طرح عورت کو بھی آگے ہو کر امامت کرانی چاہیئے درمیان میں کھڑے ہونے کی پابندی نہیں ہونی چاہیئے ۔

Marfat.com

(۷) مردوں کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی اجازت ہونی چاہیئے
اور سب سے پیچھے صف باندھنے کی کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیئے۔
(۸) اونچی آواز سے قرائت اور اونچی آواز سے آمین کہنے کی اجازت
ہونی چاہیئے۔
(۹) انہیں بھی ننگے سر نماز پڑھنے اور نیز کہنیاں اور ٹخنے کھول کر نماز
پڑھنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔
(۱۰) ان کے لیے بھی جماعت میں شرکت ضروری ہونی چاہیئے۔
(۱۱) ان پر بھی جمعہ وعیدین کی نماز واجب ہونی چاہیئے۔
جن غیر مقلدین حضرات عورتوں کو ان امور کی اجازت نہیں دیتے بلکہ مرد و
عورت میں فرق کرتے ہیں ہمیں بتلایا جائے کہ ان امور میں فرق کرنا مداخلت
فی الدین نہیں تو فقہاء نے جن امور میں فرق بیان کیا ہے ان میں فرق کرنا
مداخلت فی الدین کیوں ہے؟
یادرہے کہ اس مسئلہ میں غیر مقلدین نے ابن حزم ظاہری کی تقلید
کی ہے۔

نابالغ کی امامت جائز نہیں

عن ابن مسعود قال لا یؤم الغلام حتی تجب علیہ
الحدود۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امامت نہ
کرائے لڑکا (نابالغ) جب تک کہ اس پر حدود اللہ نہ واجب ہو
جائیں۔

Marfat.com

۲- عن ابن عباس قال لا یؤم الغلام حتی یحتلم،

(منتقی الاخبار مع شرحہ نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۷۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ امامت نہ کرائے لڑکا جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔

۳- عن ابن عباس قال نہانا امیر المؤمنین عمر ان نؤم الناس فی المصحف و نہانا ان یؤمنا الا المحتلم۔

(کنز العمال ج ۸ ص ۲۶۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمیں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ ہم لوگوں کو امامت کروائیں قرآن میں دیکھ کر اور اس بات سے بھی کہ ہماری امامت کرائے نابالغ۔

۴- عن عمر بن عبد العزیز قال لا یؤم من لم یحتلم، (ابن وھب) و قالہ عطاء بن ابی رباح و یحیی بن سعید۔

(المدونۃ الکبری ج ۱ ص ۸۵)

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ نابالغ امامت نہ کرائے ابن وہبؒ کہتے ہیں کہ حضرت عطاء بن ابی رباحؒ اور یحیی بن سعیدؒ کا بھی یہی قول ہے۔

۵- عن ابراھیم قال کانوا یکرھون ان یؤم الغلام حتی یحتلم،

(المدونۃ الکبری ج ۱ ص ۸۵)

حضرت ابراہیم (نخعیؒ) فرماتے ہیں کہ صحابہؓ و تابعین اسکو مکروہ جانتے تھے کہ لڑکا امامت کرائے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے

Marfat.com

۶- عن ابراھیم انه کرہ ان یؤم الغلام حتی یحتلم،

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۹۸)

حضرت ابراہیم نخعیؒ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ لڑکا امامت کرائے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔

۷- عن عطاء قال لا یؤم الغلام الذی لم یحتلم

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۹۸)

حضرت عطا ابن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ لڑکا جو بالغ نہ ہو وہ امامت نہ کرائے۔

۸- عن الشعبی قال لا یؤم الغلام حتی یحتلم،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۴۹)

حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ لڑکا امامت نہ کرائے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔

۹- عن مجاهد قال لا یؤم غلام حتی یحتلم،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۴۹)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ لڑکا امامت نہ کرائے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔

۱۰- عن ابن جریج قال اخبرنی ابراھیم ان عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز اخبرہ ان محمد بن ابی سوید اقامه للناس وھو غلام بالطائف فی شھر رمضان یؤمھم فکتب بذالك الی عمر یبشرہ فغضب عمر وکتب الیه ما کان ذولك ان تقدم للناس غلاما لم تجب علیه الحدود،

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۹۸)

Marfat.com

ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ مجھے ابراہیم نے بتلایا کہ انہیں عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیزؒ نے بتلایا ہے کہ انہوں نے طائف میں ماہِ رمضان میں محمد بن ابی سوید کو جو ابھی نابالغ لڑکے تھے لوگوں کی امامت کے لیے کھڑا کیا پھر یہ قصہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خوشخبری سنانے کے لیے لکھ بھیجا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ناراض ہوئے اور انہیں لکھا کہ تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم لوگوں کی امامت کے لیے ایسے لڑکے کو آگے کرو جس پر ابھی حدود واجب نہیں ہوئیں۔

ولا يصح ائتمام البالغ بالصبي في الفرض نص عليه احمد و هو قول ابن مسعود و ابن عباس و به قال عطاء و مجاهد و الشعبي و مالك و الثوري والاوزاعي و ابو حنيفة ۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۲۲۵)

اور صحیح نہیں ہے نابالغ کی اقتدا کرنا بالغ کو فرض میں امام احمدؒ نے اس کی تصریح کی ہے اور یہی قول ہے حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا اور اسی کا قول کیا ہے حضرت عطاء، مجاہد، شعبی، امام مالک، سفیان ثوری، اوزاعی اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ نے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نابالغ کا بالغوں کے لیے امام بننا جائز نہیں اور نابالغ کے پیچھے بالغ کی نماز صحیح نہیں، خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور عمر ثانی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ دونوں نابالغ کو امامت کرانے سے منع فرما رہے ہیں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بھی نابالغ کو بالغ ہونے سے پہلے امامت کرانے سے

Marfat.com

روک رہے ہیں اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ نابالغ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ورنہ ان حضرات کو منع کرنے کی کیا ضرورت ہے ؟
جلیل القدر تابعین اور تبع تابعین کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ نابالغ امامت نہ کرائے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو ایک موقعہ پر بطور خوشخبری بتایا گیا کہ فلاں جگہ رمضان میں نابالغ نے امامت کرائی ہے تو بجائے خوش ہونے کے ناراض ہوئے اور فرمایا تمہیں زیب نہیں دیتا کہ بالغوں کی امامت کے لیے کسی نابالغ کو آگے کرو۔ مراکز اسلام میں سے مدینہ طیبہ کے امام حضرت امام مالکؒ نابالغ کی امامت کے قائل نہیں۔ مکہ مکرمہ کے امام حضرت عطاء بن ابی رباحؒ کا فتویٰ ہے کہ نابالغ امامت نہ کرائے، کوفہ کے امام حضرت امام شعبیؒ کا فتویٰ ہے کہ نابالغ امامت نہ کرائے، شام کے امام حضرت امام اوزاعیؒ کا فتویٰ ہے کہ نابالغ امامت نہ کرائے، ائمہ مجتہدین حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام احمد رحمہم اللہ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ نابالغ امامت نہ کرائے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

لیکن ان تمام آثار صحابہ و تابعین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نابالغ کی امامت جائز ہے اور وہ بالغوں کی موجودگی میں امام بن سکتا ہے اور بلوغت کے اعتبار کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

چنانچہ نواب نورالحسن صاحب لکھتے ہیں

" وصحیح ست امامت طفل نابالغ ونیست دلیل بر اعتبار بلوغ "

(عرف الجادی ص۳۷)

نابالغ بچے کی امامت صحیح ہے اور بلوغت کے اعتبار کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

Marfat.com

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

"جوان اور بڑی عمر والے لوگوں کے ہوتے نابالغ لڑکا امام بنے تو جائز ہے بشرطیکہ سب سے اچھا قرآن پڑھتا ہو۔"

(دستور المتقی ص ۱۲۷)

ملاحظہ فرمائیے، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین، عظام اور ائمہ مجتہدین فرمارہے ہیں کہ نابالغ لڑکا بالغ ہوتے تک امام نہ بنے، اس کی امامت صحیح نہیں اور غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نابالغ کی امامت صحیح ہے، غیر مقلدین کی حدیث دانی بھی ملاحظہ فرمائیں کہ انہیں اس بات پر کہ امام کے لیے بالغ ہونا ضروری ہے کوئی دلیل نہیں ملی، کیا حضرت عمر فاروق رضؓ کا قول دلیل نہیں جنکی اقتدار کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا ہے کیا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ کا قول دلیل نہیں جن کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ابن ام عبد جو تمہیں دیں وہ لے لو کیا حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ کا قول دلیل نہیں جو ترجمان القرآن ہیں؟ کیا جلیل القدر تابعین و تبع تابعین کے اقوال دلیل نہیں جو خیر القرون کے اصحاب علم و فضل ہیں۔؟

بلاشبہ ان سب کے اقوال دلیل و حجت ہیں لیکن ان لوگوں کے لیے جو اقوال صحابہ و تابعین کو حجت مانتے ہیں۔ غیر مقلدین چونکہ اقوالِ صحابہ کو حجت ہی نہیں مانتے اس لیے ان کے نزدیک صحابہ و تابعین کے اقوال دلیل نہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

Marfat.com

کونوا الامام خیارًا

امام بہترین شخص ہونا چاہیئے

۱۔ عن مرثد بن ابی مرثد الغنوی وکان بدریا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سرکم ان تقبل صلوٰتکم فلیؤمکم خیارکم فانہم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم۔
(معجم طبرانی کبیر ج ۲۰ ص ۳۶۹)

حضرت مرثدؓ بن ابی مرثد غنوی جو بدری صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں یہ اچھا لگتا ہے کہ تمہاری نماز قبول ہو تو چاہیئے کہ تمہاری امامت وہ لوگ کریں جو تم میں سب سے بہتر ہوں کیونکہ امام تمہارے نمائندے ہوتے ہیں تمہارے اور تمہارے خداؐ کے درمیان۔

۲۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجعلوا ائمتکم خیارکم فانہم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم (سنن کبریٰ بیہقی ج ۳ ص ۹۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے امام اپنے میں سے بہترین لوگوں کو بناؤ کیونکہ امام تمہارے نمائندے ہوتے ہیں تمہارے اور تمہارے خدا کے درمیان۔

۳۔ عن جابر بن عبداللہ فی حدیث طویل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا لا تؤمن امرأۃ

Marfat.com

رجلا ولا یؤم اعرابی مهاجرا ولا یؤم فاجر مؤمنا الا ان یقهره بسلطان یخاف سیفه وسوطه

(ابن ماجه ص۷۷)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار نہ امامت کرے کوئی عورت کسی مرد کی اور نہ گنوار مہاجر کی اور نہ فاجر (بدکار بدعتی) مؤمن کی لیکن جب ڈر ہو بادشاہ کے کوڑے یا تلوار کا۔

(قال) کان مالک یقول اذا علمت ان الامام من اهل الاهواء فلا تصل خلفه ولا تصل خلف احد من اهل الاهواء (قلت) فسألته عن الحروریة قال ما اختلف یومئذ عندی ان الحروریة وغیرهم سواء۔

(المدونة الکبری ج ۱ ص۸۳)

ابن القاسمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب تمہیں یہ علم ہو جائے کہ امام اہل اہواء میں سے ہے تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو، اور اہل اہواء میں سے کسی کے پیچھے بھی نماز نہ پڑھو۔ ابن القاسمؒ کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے خوارج کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں اختلاف ہوا اس دن میرے نزدیک اس مسئلہ میں کہ خوارج وغیرہ سب برابر ہیں، (ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے)۔

Marfat.com

وقد روی عن احمد انہ لا یصلی خلف مبتدع بحال قال فی روایۃ ابی الحارث لا یصلی خلف مرجئی ولا رافضی ولا فاسق الا ان یخافہم فیصلی ثم یعید۔"

(المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۱۸۶)

امام احمد رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ کسی بھی بدعتی کے پیچھے کسی حال میں بھی نماز نہیں پڑھتے تھے، ابو الحارث کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کسی بھی مرجئی، رافضی اور فاسق کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے ہاں اگر ان سے خوف ہو تو پڑھ کر لوٹائی جائے

مذکورہ احادیث مبارکہ اور اقوال ائمہ مجتہدین سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز پڑھانے کے لیے امام بہتر سے بہتر شخص کو بنانا چاہیئے جس کے عقائد بھی صحیح ہوں اور اعمال بھی درست ہوں۔

امام مالکؒ اہل اہواء (بدعتی وغیرہ نفسانی خواہشات کے پیروکار) اور خارجیوں وغیرہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے، امام احمد بن حنبلؒ نہ تو خود کسی بدعتی کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور نہ ہی بدعتی، مرجئی، رافضی اور فاسق (معلن) کے پیچھے نماز جائز سمجھتے تھے بلکہ آپ کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر کوئی ان کے پیچھے کسی مجبوری کے تحت پڑھ لے تو نماز لوٹائے۔

لیکن مذکورہ احادیث اور اقوال ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کے نزدیک رافضی، خارجی، معتزلی، مرزائی سب کے پیچھے نماز جائز ہے۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

" فتجوز امامۃ الرافضی والخارجی والمعتزلی

Marfat.com

والمعتزلة"۔ (نزل الابرار ج ۱ ص ۹۴)

رافضی، خارجی، معتزلی اور مقلد کی امامت جائز ہے۔

ایک دوسرے مقام پر موصوف رقمطراز ہیں۔

"مترجم کہتا ہے کہ اہل حدیث نے خوارج اور روافض وغیرہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی اور اس لیے ان کے پیچھے نماز میں اقتداء صحیح رکھی"۔ (لغات الحدیث کتاب دال ص ۸۹)

ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں۔

"بعض لوگوں کو وہم ہوتا ہے کہ چونکہ مرزائی وغیرہ فرقوں کے اعتقادات اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ ان کو کفر لازم آتا ہے بلکہ علماء نے ان پر کفر کا فتویٰ بھی دیا ہے اس لیے ان کی تو اپنی نماز جائز نہیں پھر ان کے پیچھے ہماری نماز کیوں کر ہوگی دراصل یہی ایک سوال ہے جس نے مسلمانوں کو اس حد تک پہنچایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر خدا کے حضور میں کھڑے نہیں ہو سکتے، اسی طرح بعض لوگ میرے اس فتوے سے (کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے، ناقل) یہ سمجھتے ہیں کہ مرزائیوں کے پیچھے جب نماز ہوگی تو ان کے فتوائے کفر میں بھی تخفیف آجائے گی، اس لیے میں ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جواز اقتداء سے نہ ان کے اعتقادات کا صحیح ہوں نہ ان کے فتوے میں تخفیف ہوتی ہے میں ارکانِ صلوٰۃ میں امام اور مقتدی کا ربط مانتا ہوں مگر قبولیت اور عدمِ قبولیت میں ان دونوں کا کوئی تعلق نہیں سمجھتا اس لیے جو شخص نماز کو فرض جان کر ارکانِ نماز ادا کرتا ہے اس کے پیچھے اقتداء

Marfat.com

کرنا میں جائز جانتا ہوں گو اعتقادی فتور کی وجہ سے امام کی نماز قبول نہ ہو تاہم مقتدی کی قبول ہو جائے گی۔"

(اخبار اہلحدیث مورخہ ۹ صفر ۱۳۳۶ھ بحوالہ فتاوی علماء حدیث ج ۱ ص ۱۸۹)

موصوف ایک دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

"میرا مذہب اور عمل ہے کہ ہر کلمہ گو کے پیچھے اقتدار (نماز میں) جائز ہے چاہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی۔"

(اخبار اہلحدیث ۱۲۔ اپریل ۱۹۱۵ء بحوالہ فتوی امام ربانی ص ۵)

ملاحظہ فرمائیے :۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمارہے ہیں کہ اگر چاہتے ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو اپنے میں سے سب سے بہتر شخص کو امام بناؤ نیز فرمارہے ہیں کہ امام چونکہ تمہارے اور خدا کے درمیان تمہارا نمائندہ ہوتا ہے اس لیے سب سے بہتر شخص کو امام بناؤ اور آپ فاجر شخص کو جو صرف عملی خرابی کا مرتکب ہے اسے امامت کرانے سے منع فرمارہے ہیں۔

حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبل رحمھم اللہ اہل اہوار و اہل بدعت، خوارج، فاسق وغیرہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے سختی سے منع فرماتے ہیں لیکن ان تمام تصریحات کے خلاف غیر مقلدین کے فقیہ اور شیخ الاسلام فرمارہے ہیں کہ رافضی، خارجی، معتزلی، شیعہ، مرزائی سب کے پیچھے نماز جائز ہے، غور فرمائیے رافضی، خارجی، مرزائی صرف فاسق و فاجر ہی نہیں بلکہ کافر ہیں ان کے پیچھے نماز صحیح ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا پھر غیر مقلدین کے یہاں ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔

قارئین انصاف سے فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

Marfat.com

اذا ام قوما وھو جنب او محدث یعید و یعیدون

جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اور پتہ چلے کہ امام یا بے وضو ہے تو امام اور مقتدی سب نماز لوٹائیں

۱۔ حدثنی ابو غالب انہ سمع ابا امامۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الامام ضامن والمؤذن مؤتمن (مسند احمد ج ۵ ص۲۶۱، معجم طبرانی کبیر ج ص)

حضرت ابو امامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے۔

۲۔ عن علی بن ابی طالب قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما فانصرف ثم جاء ورأسہ یقطر ماءً فصلی بنا ثم قال انی صلیت بکم آنفا وانا جنب فمن اصابہ مثل الذی اصابنی او وجد رزاً فی بطنہ فلیصنع مثل ما صنعت، (مسند احمد ج ۱ ص۹۹)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی (دوران نماز) آپ چلے گئے پھر آپ واپس آئے تو آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا، آپ نے ہمیں پھر نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا میں نے تمہیں حالت جنابت میں نماز پڑھا دی تھی جس شخص کو وہی صورت پیش آئے جو مجھے پیش آئی یا وہ اپنے پیٹ میں کوئی گڑبڑ پائے تو وہ ایسے ہی کرے جیسے میں نے کیا۔

Marfat.com

۳۔ عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم جاء الی الصلوٰة فلما کبر انصرف واومأ الیهم ای کما انتم ثم خرج ثم جاء ورأسه یقطر فصلی بهم فلما انصرف قال انی کنت جنبا فنسیت ان اغتسل۔ (دارقطنی ج ۱ صلا ۳۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے جب آپ تکبیر کہہ چکے تو آپ نے رخ پھیر کر لوگوں سے کہا کہ اپنی جگہ کھڑے رہو پھر آپ نکل کر تشریف لے گئے جب واپس آئے تو آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا آپ نے آکر نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میں جنبی تھا غسل کرنا بھول گیا تھا۔

۴۔ عن ابی هریرة قال خرج النبی صلی الله علیه وسلم الی الصلوٰة وکبر ثم اشار الیهم فمکثوا ثم انطلق فاغتسل وکان رأسه یقطر ماءً فصلی بهم فلما انصرف قال انی خرجت الیکم جنبا وانی نسیت حتی قمت فی الصلوٰة۔

(ابن ماجہ صلا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے آپ نے تکبیر کہی پھر آپ نے صحابۂ کرام کی طرف اشارہ کیا وہ اپنی جگہ ٹھہر گئے آپ تشریف لے گئے اور غسل کیا۔ آپ کے سر مبارک سے پانی

Marfat.com

ٹھیک رہا تھا (واپس آکر) آپ نے صحابۂ کرام کو نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میں تمہارے پاس جنابت کی حالت میں چلا آیا اور نہانا بھول گیا حتیٰ کہ نماز میں کھڑا ہو گیا۔

۵۔ عن ابی جعفر ان علیا صلی بالناس وهو جنب او علی غیر وضوء فاعاد وامرهم ان یعیدوا۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۵)

حضرت ابوجعفرؒ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حالتِ جنابت میں یا بغیر وضوء کے نماز پڑھا دی، آپ نے وہ نماز خود بھی لوٹائی اور لوگوں کو بھی لوٹانے کا حکم دیا۔

۶۔ عن عمرو بن دینار ان علی بن ابی طالب قال فی الرجل یصلی بالقوم جنبا قال یعید و یعیدون،

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفة بروایت الامام محمد ص ۳۱)

حضرت عمروؒ بن دینار سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کے بارے میں جس نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھا دی ہو یہ فرمایا کہ وہ خود بھی نماز لوٹاتے اور لوگ بھی نماز لوٹائیں۔

۷۔ عن همام بن الحارث ان عمر نسی القرأة فی صلوٰة المغرب فاعاد بهم الصلوٰة،

(شرح معانی الآثار للامام الطحاوی ج ۱ ص ۲۸۰)

حضرت ہمام بن حارثؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مغرب کی نماز پڑھاتے ہوئے قراءت کرنی بھول گئے تو آپ نے

Marfat.com

لوگوں کو دوبارہ نماز پڑھائی۔

۸۔ عن ابراهيم قال اذا فسدت صلوٰة الامام فسدت صلوٰة من خلفه (کتاب الآثار صـ۳۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جب امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

۹۔ عن الثوری قال سمعت حماداً یقول اذا فسدت صلوٰة الامام فسدت صلوٰة القوم،

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ صـ۳۵)

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حمادؒ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدیوں کی بھی فاسد ہو جائے گی۔

۱۰۔ عن عطاء بن ابی رباح فی رجل یصلی باصحابه علیٰ غیر وضوء قال یعید و یعیدون،

(کتاب الآثار صـ۳۱)

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ نے ایسے شخص کے بارے میں جو مقتدیوں کو بغیر وضوء کے نماز پڑھا دے یہ ارشاد فرمایا کہ امام اور مقتدی سب نماز لوٹائیں۔

۱۱۔ عن یونس عن ابن سیرین قال سألته فقال اعد الصلوٰة و اخبر اصحابك انك صلیت بهم و انت علیٰ غیر طهارة

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ صـ۴۵)

حضرت یونسؒ حضرت علامہ ابن سیرینؒ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان سے ا بغیر طہارۃ کے نماز پڑھا دینے

Marfat.com

کے متعلق) سوال کیا تو آپ نے فرمایا تم بھی نماز لوٹاؤ اور اپنے ساتھیوں کو بتلا دو کہ تم نے انہیں بغیر طہارۃ کے نماز پڑھادی تھی

۱۲- عن الشعبی قال یعید و یعیدون

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ صفہ ۳۵)

حضرت امام شعبیؒ (ایسے شخص کے بارے میں جو بغیر طہارۃ کے نماز پڑھائے) فرماتے ہیں کہ وہ خود بھی نماز لوٹائے اور مقتدی بھی نماز لوٹائیں۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ امام کی نماز کے فاسد ہو جانے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے لہٰذا اگر کوئی بھولے سے بغیر وضوء کے یا بغیر غسل کے جنابت کی حالت میں نماز پڑھادے یا کسی اور وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ خود بھی اپنی نماز لوٹائے اور جن لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے انہیں بھی نماز لوٹانے کا حکم دے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کو ضامن قرار دیا ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ اگر اس کی نماز صحیح ہوگی تو مقتدیوں کی بھی صحیح ہوگی اور اگر اس کی فاسد تو مقتدیوں کی بھی فاسد ہوگی۔ دوسرے آپ کے ساتھ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ بھولے سے جنابت کی حالت میں نماز پڑھانے لگے دوران نماز آپ کو یاد آیا تو آپ نماز توڑ کر نہانے تشریف لے گئے اور واپس آکر صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ ایسا ہی ایک واقعہ خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی پیش آیا، آپ نے خود بھی نماز لوٹائی اور مقتدیوں کو بھی نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مغرب کی نماز میں قراءۃ کرنی بھول گئے بعد میں آپ کو علم ہوا تو آپ نے دوبارہ نماز پڑھائی۔ ان واقعات سے معلوم ہوا کہ امام کی نماز فاسد ہو جانے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جاتی

Marfat.com

۔ اگر صرف امام کی نماز فاسد ہوتی اور مقتدیوں کی نہ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ
وسلم اور خلفاء راشدین فقط اپنی نماز لوٹا لیتے اور مقتدیوں کو دوبارہ نماز
ماتے ان سے کہہ دیتے کہ تمہاری نماز ہو گئی ہے، لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ
سلام نے تو بطور قاعدہ کے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو ایسی ہی صورت
آئے تو وہ ایسے ہی کرے جیسے میں نے کیا۔ حضرت علی کرم اللہ
نے نماز لوٹانے کا حکم دیا۔
جلیل القدر تابعین حضرت ابراہیم نخعیؒ، حضرت امام حمادؒ دونوں فرماتے
امام کی نماز فاسد ہو جانے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے،
رت امام شعبیؒ، حضرت عطاء بن ابی رباحؒ، امام ابن سیرینؒ کا فتویٰ بھی
ہے کہ ایسی صورت میں امام اور مقتدی سب نماز لوٹائیں۔
لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اگر امام
ت جنابت یا بغیر وضوء کے نماز پڑھا دے یا کسی اور وجہ سے اس کی
فاسد ہو جائے تو فقط امام اپنی نماز لوٹائے۔ مقتدیوں کو لوٹانے کی
ورت نہیں اور نہ ہی امام کے ذمہ ہے کہ وہ مقتدیوں کو یہ بتائے کہ میں
س حالت میں نماز پڑھا دی ہے۔
چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں

" واذا ظهر حدث امامه او مفسد آخر في
رأي المقتدي اعاد الامام صلوته ولا يعيد
المقتدي ولا يلزم على الامام اخبار القوم اذا امهم
وهو محدث او جنب او فاقد شرط "

(نزل الابرار ج ۱ ص ۱۰۸)

Marfat.com

اور جب ظاہر ہو جائے امام کا بے وضو ہونا یا امام کی طرف سے
نماز فاسد کرنے والی کسی اور چیز کا ہونا مقتدی کی رائے میں تو
صرف امام اپنی نماز لوٹائے مقتدی نہ لوٹائے اور امام کے ذمہ
نہیں ہے کہ اگر وہ مقتدیوں کو بغیر وضو کے یا جنابت کی حالت میں
یا کسی اور شرط کے نہ پائے جانے کی صورت میں نماز پڑھائے
تو وہ مقتدیوں کو بتلائے کہ میں نے اس حالت میں نماز پڑھا دی ہے،

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے صحابۂ کرام کو ایسے موقعہ پر دوبارہ نماز پڑھائی تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ اگر کسی کو ایسی صورت پیش آئے تو وہ ایسے ہی کرے جیسے میں نے کیا نیز آپ نے امام کو ضامن بھی قرار دیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایسی صورت میں امام اور مقتدی سب کو نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ جلیل القدر تابعین بھی یہی فتوٰی دیتے رہے لیکن غیر مقلدین کے فقیہ فرما رہے ہیں کہ صرف امام لوٹائے مقتدی کو لوٹانے کی ضرورت نہیں اور امام کو مقتدیوں کو یہ بتلانے کی بھی ضرورت نہیں کہ میں نے بے وضو یا جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دی ہے۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

نوٹ:۔ جو مقلدین غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ان کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ اگر غیر مقلد امام نے بے وضو یا حالت جنابت میں نماز پڑھا دی اور بتلانا ضروری نہ سمجھتے ہوئے مقتدیوں کو بتلایا بھی نہیں تو مقلدین کی نماز کا کیا بنے گا؟

Marfat.com

السنة فی تسویۃ الصفوف الزاق المنکب بالمنکب لا القدم بالقدم
صفوں کی درستگی میں کندھے سے کندھا ملانا سنت ہے نہ کہ قدم سے قدم ملانا

عن ابن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقیموا الصفوف وحاذوا بین المناکب وسدوا الخلل ولینوا بایدی اخوانکم ولا تذروا فرجات للشیطن ومن وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ۔ (ابوداؤد ج ا ص ۹۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفوں کو قائم کرو، کندھوں کو برابر کرو خالی جگہوں کو بند کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ شیطان کے لیے صف میں خالی جگہ نہ چھوڑو، جس نے صف کو ملایا اللہ اسے ملائیں گے اور جس نے صف کو کاٹا اللہ اسے کاٹ دیں گے۔

عن البراء بن عازب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخلل الصف من ناحیۃ الی ناحیۃ یمسح صدورنا ومناکبنا ویقول لا تختلفوا فتختلف قلوبکم وکان یقول ان اللہ عزوجل وملائکتہ یصلون علی الصفوف الاول۔

(ابوداؤد ج ا ص ۹۷)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم صف کے اندر آتے تھے اِدھر اُدھر سے اور ہمارے سینوں اور کندھوں کو برابر کرتے تھے اور فرماتے تھے آگے پیچھے مت ہو ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے اور فرماتے تھے اللہ جل جلالہٗ اپنی رحمت بھیجتے ہیں اور فرشتے دعا کرتے کرتے ہیں پہلی صف والوں کے لیے۔

۳۔ عن انس بن مالك قال اقيمت الصلوٰة فاقبل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم بوجهه فقال اقيموا صفوفكم و تراصّوا فانى اراكم من وراء ظهرى (بخاری ج ۱ صنننا)

وفى رواية عنه وكان احدنا يلزق ـــــ منكبه بمنكب صاحبه وقدمه بقدمه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز کی تکبیر ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا دیکھو صفوں کو برابر رکھو اور مل کر کھڑے ہو بلاشبہ میں تمہیں اپنی پشت کی طرف سے دیکھتا ہوں، حضرت انسؓ ہی سے دوسری روایت میں یہ بھی مروی ہے کہ ہم میں سے ہر شخص یہ کرتا کہ (صف میں) اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنا قدم اس کے قدم سے ملا دیتا۔

۴۔ عن انس بن مالك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال رصّوا صفوفكم وقاربوا بينهما وحاذوا بالاعناق فو الذى نفسى بيده انى لارى الشيطٰن

Marfat.com

يدخل من خلل الصف كانها الحذف ،

(ابوداود ج ۱ صک۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اپنی صفوں کو ملاؤ اور انہیں نزدیک رکھو اور گردنوں کو برابر رکھو۔ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ صف کی خالی جگہوں سے گھس آتا ہے گویا کہ وہ بھیڑ کا چھوٹا سا بچہ ہے۔

- عن ابی القاسم الجدلی قال سمعت النعمان بن بشير يقول اقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الناس بوجهه فقال اقيموا صفوفكم ثلثا واللہِ لتقيمُنَّ صفوفكم او ليخالفن اللہ بين قلوبكم قال فرأيتُ الرجل يُلزقُ منكبه بمنكب صاحبه وركبته بركبة صاحبه وكعبه بكعبه ،

(ابوداود ج ۱ صک۹)

حضرت ابوالقاسم جدلی رح فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور تین بار یہ فرمایا کہ اپنی صفوں کو سیدھا کرو واللہ کی قسم تم لوگ ضرور اپنی صفوں کو سیدھا کرلو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں پھوٹ ڈال دیں گے۔ حضرت

Marfat.com

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (اس کے بعد) میں نے دیکھا کہ ایک شخص دوسرے شخص کے کندھے سے کندھا، گھٹنے سے گھٹنا اور ٹخنے سے ٹخنہ ملا کر کھڑا ہوتا تھا۔

۶۔ عن النعمان بن بشیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسوّی صفوفنا فخرج یوماً فرأی رجلا خارجاً صدرہ عن القوم فقال لَتُسَوُّنَّ صفوفکم او لیخالفن اللہ بین وجوھکم، وفی الباب عن جابر بن سمرۃ والبراء وجابر بن عبداللہ وانس وابی ھریرۃ وعائشۃ قال ابو عیسی حدیث نعمان بن بشیر حدیث حسن صحیح وقد روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من تمام الصلوٰۃ اقامۃ الصف وروی عن عمر انہ کان یوکل رجلا باقامۃ الصف ولا یکبر حتی یخبر اَنَّ الصفوف قد استوت وروی عن علی وعثمان انھما کانا یتعاھدان ذالک ویقولان استووا وکان علی یقول تَقَدَّمْ یا فلان تَاَخَّرْ یا فلان، (ترمذی ج ۱ ص ۵۳)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو سیدھا فرماتے تھے۔ ایک دن آپ نکلے تو نمازیوں میں سے ایک صاحب کا سینہ آگے نکلا ہوا دیکھا آپ نے فرمایا اپنی صفوں کو سیدھا کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے مونہوں میں مخالفت ڈال دیگا۔ اس باب میں حضرت جابر بن سمرہ حضرت براء بن عازب

Marfat.com

حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں۔ ابو عیسیٰ (امام ترمذیؒ) فرماتے ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کمالِ نماز سے ہے صف کا سیدھا کرنا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے صف کی درستگی کے لیے ایک شخص کو مقرر فرما رکھا تھا اور جب تک کہ آپ کو وہ یہ خبر نہ دے دیتا کہ صفیں درست ہو گئی ہیں آپ تکبیر نہیں کہتے تھے، حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ وہ بھی اس کا بہت خیال رکھتے تھے اور فرماتے تھے سیدھے ہو جاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ او فلاں آگے ہو۔ او فلاں تو پیچھے ہٹ۔

۷۔ عن مالك ابن ابي عامر الانصاري ان عثمان بن عفان كان يقول فى خطبته اذا قامت الصلوٰة فاعدلوا الصفوف وحاذوا بالمناكب، الحديث

(موطا امام محمد ص۸۶)

حضرت مالک ابن ابی عامر انصاری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اپنے خطبہ میں جب کہ نماز کھڑی ہوتی کہ صفوں کو درست کر لو اور کندھوں کو برابر کر لو۔

۸۔ عن عبد الله انه رأى رجلا يصلى قد صفّ بين قدميه فقال اخطأ السنة ولو راوح بينهما

Marfat.com

کان اعجبَ اِلَیَّ ۔ (نسائی ج ۱ ص۱۰۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ اس نے دونوں قدموں کو ملا رکھا ہے ۔ آپ نے فرمایا اس نے سنت کے خلاف کیا مجھے تو یہ پسند تھا کہ یہ مُرَاوحَۃ کر لیتا ۔

۹۔ کان ابن عمر لا یفرج بین قدمیہ ولا یمس احدا ھما بالاخری ولکن بین ذالک لا یقارب ولا یباعد ، (المغنی ج ۲ ص۱۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دونوں پاؤں کے درمیان نہ کشادگی کرتے تھے نہ ایک قدم دوسرے قدم سے ملاتے تھے ، اس کے درمیان درمیان رکھتے تھے نہ بہت قریب کرتے تھے نہ بہت دُور ۔

مذکورہ احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہوئے ۔

(۱) جب نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جائے تو بہت احتیاط کے ساتھ صفوں کو درست کرنا چاہیئے اس طرح سے کہ سب لوگ ایک دُوسرے کے ساتھ مل کر کھڑے ہوں ، درمیان میں کوئی جگہ خالی نہ رہے ، سب برابر کھڑے ہوں کوئی آگے پیچھے نہ ہو ، جس کی آسان صورت یہ ہے کہ کندھے کندھا ملا لیا جائے یعنی ہر شخص اپنا بازو دوسرے شخص کے بازو سے ملالے ۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اقامت صف کی یہی صورت ارشاد فرمائی ہے کہ کندھے برابر کئے جائیں جیسا کہ حدیث ۱ سے واضح ہے ،

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نمازیوں کی صفیں درست فرماتے تھے تو نمازیوں کے سینے اور کندھے

Marfat.com

برابر کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲ سے ظاہر ہے (اس کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی حدیث میں قدم سے قدم ملانا نہ قولاً ثابت ہے نہ فعلاً)

۲۔ خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم بھی صف بندی کا اہتمام فرماتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو صفیں سیدھی کرانے کے لیے مقرر کر رکھا تھا، جب تک یہ شخص صفوں کی درستگی کی خبر نہیں دے دیتا تھا اس وقت تک آپ تکبیر نہ کہتے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب جماعت کھڑی ہوتی تھی تو صفوں کے درست کرنے اور کندھوں کے برابر کرنے کا حکم دیتے تھے، (قدم سے قدم ملانے کا حکم نہیں دیتے تھے) جیسا کہ حدیث نمبر ے سے واضح ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ صفوں کی درستگی کے وقت جو آگے نکلا ہوا ہوتا اس سے فرماتے پیچھے ہٹو اور جو پیچھے گیا ہوا ہوتا اس سے فرماتے آگے بڑھو، جیسا کہ امام ترمذیؒ کے بیان سے ظاہر ہے لیکن آپ سے بھی یہ ثابت نہیں کہ آپ قدم سے قدم ملانے کا حکم دیتے ہوں۔

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث (نمبر ۳) میں جو یہ مذکور ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنا قدم اپنے ساتھی کے قدم سے ملا دیتا تھا اس سے آپ کا مقصد صف بندی اور درمیان سے خلاء کو پُر کرنے میں انتہائی اہتمام بتلانا ہے نہ کہ حقیقتاً قدم سے قدم ملانا، مطلب یہ ہے کہ ہم صف بندی میں اور مل جل کر کھڑے ہونے میں اس قدر اہتمام کرتے تھے کہ گویا ہر ایک کا قدم دوسرے کے قدم سے ملا ہوتا تھا۔ اس کی تائید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے ہوتی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ گردنوں کو برابر رکھو، نیز حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص دوسرے شخص کے کندھے سے کندھا
گھٹنے سے گھٹنہ اور ٹخنے سے ٹخنہ ملا کر کھڑا ہوتا تھا۔ کیونکہ ہر شخص جانتا
ہے کہ اس طرح سے صفیں درست کرنا کہ گردن سے گردن، کندھے سے
کندھا، گھٹنے سے گھٹنہ، ٹخنے سے ٹخنہ ملا ہوا ہونا ممکن اور محال ہے اس لیے
یہی کہا جائے گا کہ اس سے مراد صف بندی اور جگہ کو پُر کرنے میں مبالغہ بتلانا
مقصود ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"المراد بذالك المبالغة في تعديل الصف و سد
خلله"۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۵۲)

امام بخاری رحمہ کا مقصد اس باب کے قائم کرنے سے صف کی درستگی
اور خلل کو بند کرنے میں مبالغہ بتلانا ہے،

۴۔ حضرت انس اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کے اس اندازِ بیان
سے کہ ہم میں سے ہر شخص ایسا کرتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ صف بندی کا
یہ انداز دورِ رسالت میں تھا بعد میں نہیں رہا اس کی تائید اس سے ہوتی ہے
کہ محدث اسماعیلی رحمہ نے اپنی مستخرج میں حضرت معمر رحمہ کے طریق سے یہی روایت
ذکر کی ہے اس روایت میں حضرت معمر رحمہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے
یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔

"ولو فعلت ذالك باحد هم اليوم لنفر كانه
بغل شموص"۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۵۳)

یعنی اگر میں آج کسی کے ساتھ اس طرح کروں تو وہ بدکے ہوئے
خچر کی طرح بھاگے گے۔

اس سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ صف بندی کا یہ انداز دورِ صحابہ ہی میں ختم

Marfat.com

ہو گیا تھا وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ صف بندی میں حقیقی معنی میں قدم سے قدم
ملانا سنت نہیں ہے کیونکہ اگر یہ سنت ہوتا تو صحابۂ کرام اور تابعین عظام اسے
ہرگز نہ چھوڑتے اور نہ اس عمل سے اس قدر متنفر ہوتے۔

۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو نماز میں دونوں
قدم ساتھ جوڑ کر کھڑے ہوئے دیکھا تو فرمایا اس نے سنت کے خلاف کیا،
اگر یہ شخص مُراوحۃ کر لیتا تو مجھے یہ زیادہ پسند تھا۔ مُراوحۃ یہ
ہوتا ہے کہ نمازی طولِ قیام کی وجہ سے کبھی ایک پاؤں پر کھڑا ہو جائے
اور کبھی دوسرے پاؤں پر۔ اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ مُراوحۃ کی
صورت دونوں پاؤں کے درمیان تھوڑی سی کشادگی سے حاصل ہوتی ہے،
پھر چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس نمازی پر انکار صرف
اس بات پر ہی نہیں کیا کہ اس نے دونوں پاؤں ملا کیوں رکھے ہیں بلکہ آپ
کا انکار اس پر بھی ہے کہ اس نے مُراوحۃ کیوں نہیں کر لیا جو دونوں
پاؤں کے درمیان کچھ کشادگی سے ہوتا ہے۔ آپ کے اس انکار سے معلوم
ہوا کہ آپ کے نزدیک سنت یہ ہے کہ نمازی نہ تو اپنے پاؤں بالکل ملا کر
رکھے اور نہ ہی بہت کھلے رکھے بلکہ دونوں قدموں میں درمیانہ درجہ
کی کشادگی رکھے۔

یہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل تھا۔ آپ نماز میں دونوں
پاؤں نہ بہت کھلے رکھتے تھے نہ بالکل ملا کر بلکہ فطری ہیئت کے مطابق
کھڑے ہوتے تھے جیسا کہ المغنی کی روایت سے ظاہر ہے، دونوں جلیل القدر
صحابۂ کرام کے قول و عمل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو شخص سنت
کے مطابق پاؤں رکھے گا وہ نماز باجماعت میں اپنے قدم دوسرے کے

Marfat.com

قدم سے نہیں ملا سکتا کیونکہ اس صورت میں دونوں پاؤں کے درمیان بہت زیادہ کشادگی ہو جاتی ہے۔ ؎

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اقامتِ صلوٰۃ کے وقت صفوں کو درست کرنا سنت ہے جس کی صحیح صورت سنت کے مطابق یہ ہے کہ سب آپس میں مل جل کر اور کندھے سے کندھے ملا کر کھڑے ہوں، درمیان میں کوئی جگہ خالی نہ رہے اور نہ ہی کوئی صف میں آگے یا پیچھے نکلا ہوا ہو، قدم سے قدم ملانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس طرح گو قدم سے قدم تو مل جاتے ہیں لیکن اپنی ٹانگیں چوڑی ہو جانے کی وجہ سے خود اپنی ٹانگوں کے درمیان انتہائی بھدی شکل میں فرجہ اور خلل پیدا ہو جاتا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے خلاف ہے کیونکہ آپ نے فرجہ اور خلل کو بند کرنے کی تعلیم دی ہے، دوسرے اس میں بلا وجہ تکلف کرنا پڑتا ہے چنانچہ مشاہدہ سے ظاہر ہے تیسرے یہ خشوع کے بھی خلاف ہے، چوتھے اس سے رکوع وسجود میں بھی دشواری ہوتی ہے، پانچویں صف بندی کا اہتمام تو صرف نماز شروع ہوتے وقت کیا جاتا ہے اور اس طرح ٹانگیں چوڑی کر کے قدم سے قدم ملانا یہ ہر رکعت کے شروع میں کرنا پڑتا ہے جو سنت کے خلاف ہے۔

لیکن مذکورہ احادیث وآثار اور ان تمام تصریحات کے خلاف غیر مقلدین کے نزدیک نماز باجماعت میں پاؤں سے پاؤں ملانا ضروری اور سنت ہے۔

چنانچہ حافظ عبد المتین صاحب میمن رقمطراز ہیں:۔

"غیر مقلد یعنی اہل حدیث حضرات باجماعت نماز میں ایک دوسرے کے پاؤں سے پاؤں ملانا ضروری سمجھتے ہیں اور یہ سنت ہے"۔
(حدیث نماز صفحہ ۲۸)

؎ فقہاء احناف جو فرماتے ہیں کہ دوران قیام دونوں پاؤں کے درمیان ہاتھ کی چار انگلیوں کے برابر فاصلہ ہونا چاہیئے غالباً وہ انہی دونوں بزرگوں کے قول وعمل کی تشریح ہے۔ اور فقہاء نے عوام کی سہولت کے لیے دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ کی تحدید کر دی ہے ورنہ یہ تحدید فرض وواجب نہیں ہے۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ تحریر فرماتے ہیں: "وینبغی ان یکون بینہما مقدار اربع اصابع الید لانہ اقرب الی الخشوع ھکذا روی عن ابی نصر الدبوسی انہ کان یفعلہ" (رد المحتار ج ۱ صفحہ ۴۴۴) مناسب یہ ہے کہ دونوں پاؤں کے درمیان ہاتھ کی چار انگلیوں کے برابر فاصلہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے اور حضرت ابو نصر دبوسی (متوفیٰ) کے بارے میں مروی ہے کہ وہ ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

آگے چل کر لکھتے ہیں :-

"زیادہ دکھ اور افسوس ان اہل حدیث حضرات پر ہوتا ہے جو آہستہ آہستہ اپنی صفوں کو برباد کرتے جا رہے ہیں اور ٹھیک سے پاؤں نہیں ملاتے، ہونا یہ چاہیئے کہ التحیات کے بیٹھنے میں آدمی جتنی جگہ لیتا ہے اتنی ہی جگہ میں قیام کی حالت میں دونوں پاؤں رکھے اس طرح سے صف خود بخود پوری ہو کر ایک دیوار کی طرح بے خلل ہو جائے گی، عورتوں کو بھی ایسی ہی صف بنانی چاہیئے کہ ایک عورت کا پاؤں اور کاندھا دوسری عورت کے پاؤں اور کاندھے سے مل جائے۔" (حدیث نماز صفحہ ۵۲)

ملاحظہ فرمائیے : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صفوں کی درستگی میں کندھے ے کندھے ملانے کا حکم دیتے ہیں، اور آپ خود صف درست فرماتے ہیں ندھوں ہی کو برابر کرتے ہیں نہ آپ نے قدم سے قدم ملانے کا حکم دیا اور صف کی درستگی کے وقت آپ نے نمازیوں کے قدم سے قدم ملائے، یفہ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی صفوں کی درستگی کے وقت کندھے بر کرنے کا حکم دیتے ہیں نہ کہ قدم سے قدم ملانے کا۔ حضرت علی کرم اللہ ہ صفوں کی درستگی کے وقت نمازیوں کو آگے پیچھے ہونے کو تو کہتے ں لیکن قدم سے قدم ملانے کا حکم نہیں دیتے، ان سب باتوں سے یہی ت ہوتا ہے کہ صفوں کی درستگی میں کندھوں کو برابر کرنا سنت ہے نہ کہ یں چوڑی کر کے بتکلف قدم سے قدم ملانا، لیکن غیر مقلدین کا کہنا یہی ہے یں صاحب قدم سے قدم ملانا ہی سنت ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ ابہ قدم سے قدم ملاتے تھے، حالانکہ محدثین نے اسے صف بندی میں مبالغہ ول کیا ہے نہ کہ حقیقی معنیٰ میں قدم سے قدم ملانے پر۔ آگے تھوڑی دیر

Marfat.com

کے لیے غیر مقلدین کی بات مان لی جائے اور اس سے حقیقی معنیٰ میں قدم سے قدم ملانا ہی مراد لیا جائے تو پھر غیر مقلدین کو چاہیئے کہ وہ گھٹنے سے گھٹنہ اور ٹخنے سے ٹخنہ بھی ملائیں کیونکہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ جہاں قدم سے قدم ملانا ذکر کرتے ہیں وہیں گھٹنے سے گھٹنہ اور ٹخنے سے ٹخنہ ملانے کا بھی ذکر کرتے ہیں نیز غیر مقلدین کو چاہیئے کہ گردن سے گردن بھی ملایا کریں کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کا بھی تذکرہ ہے لیکن غیر مقلدین نہ گھٹنے سے گھٹنہ ملاتے ہیں نہ ٹخنے سے ٹخنہ ملاتے ہیں اور نہ گردن سے گردن، صرف قدم سے قدم ملانے پر زور دیتے ہیں جو کہ ایک متروک اور غیر مسنون عمل ہے اور جس کے کرنے سے مسنون عمل رہ جاتا ہے کیونکہ جب قدم سے قدم ملائے جائیں گے تو کندھے سے کندھا نہیں مل سکے گا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ وہ عورتوں کو بھی ایک دوسرے کے ساتھ قدم سے قدم ملانے کا حکم دیتے ہیں۔ جس وقت عورتیں مردوں کی طرح قدم سے قدم ملائیں گی تو کیا عجیب شکل ہوگی؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

ہم فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں وہ فیصلہ فرمائیں کہ ایک مسنون عمل کو چھوڑ کر غیر مسنون چیز پر عمل کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

Marfat.com

کراھۃ تکرار الجماعۃ فی مسجد المحلۃ

محلہ کی مسجد میں دوسری جماعت کروانا مکروہ ہے

۱- عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد ناسا فی بعض الصلوات فقال لقد ھممت ان آمر رجلا یصلی بالناس ثم اخالف الی رجال یتخلفون عنھا فآمر بھم فیحرقوا علیھم بحزم الحطب بیوتھم ولو علم احدھم انہ یجد عظما سمینا لشھدھا یعنی صلوٰۃ العشاء۔ (بخاری ج ۱ ص ۸۹، مسلم ج ۱ ص ۲۳۲ واللفظ لمسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو کسی نماز میں شریک نہ پایا تو آپ نے فرمایا میرا ارادہ ہے کہ کسی سے کہہ دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دے اور خود میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں نہیں آئے اور ان کے متعلق حکم دوں کہ لکڑیوں کا ایک ڈھیر لگا کر انکے گھروں کو جلا دیں، ان میں کوئی شخص جان لے کہ اسے موٹی تازی ہڈی ملے گی تو وہ ضرور آئے مراد عشاء کی نماز ہے۔

۲- عن ابی بکرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل من نواحی المدینۃ یرید الصلوٰۃ فوجد الناس قد صلوا فمال الی منزلہ فجمع اھلہ فصلی بھم (معجم طبرانی اوسط ج ۵ ص ۲۰۳، ج ۷ ص ۲۰، قال الھیثمی رجالہ ثقات، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۴۵ وقال الالبانی فی تمام المنۃ وھو حسن ص ۱۵۵)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نواحی مدینہ سے تشریف لائے۔ آپ کا اراد

Marfat.com

نماز پڑھنے کا تھا لیکن آپ نے دیکھا کہ لوگ تو نماز پڑھ چکے ہیں لہٰذا آپ اپنے گھر چلے گئے اور گھر والوں کو اکٹھا کر کے انہیں نماز پڑھائی۔

۳۔ عن سلیمان یعنی مولیٰ میمونة قال اتیت ابن عمر علی البلاط وھم یصلون فقلت الا تصلی معھم قال قد صلیت انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تصلوا صلوٰة فی یوم مرتین،

(ابوداؤد ج ۱ ص ۸۵، نسائی ج ۱ ص ۹۹)

حضرت میمونہؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ میں موضع بلاط میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا میں نے دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ آپ ان کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھ رہے آپ نے فرمایا میں نماز پڑھ چکا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم ایک نماز ایک دن میں دو مرتبہ نہ پڑھو۔

۴۔ عن ابراھیم النخعی قال عمر لا یصلی بعد صلوٰة مثلھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ص بحوالہ امداد الفتاوی ص $\frac{228}{1}$ ج)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک نماز کے بعد اسی جیسی دوسری نماز نہ پڑھی جائے۔

Marfat.com

۵۔ عن خرشة بن الحر ان عمر رض کان یکرہ ان یصلی بعد صلوٰۃ الجمعۃ مثلها،

(شرح معانی الآثار للامام الطحاوی ج ۱ ص ۲۳۳)

حضرت خرشہؒ بن حر سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کی نماز کے بعد پھر اسی جیسی نماز پڑھنے کو مکروہ جانتے تھے۔

۶۔ عن ابراهیم ان علقمة والاسود اقبلا مع ابن مسعود الی مسجد فاستقبلهم الناس قد صلوا فرجع بهما الی البیت فجعل احدهما عن یمینه والآخر عن شماله ثم صلی بهما

(معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۸۶ و مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۰۹)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ علقمہؒ اور اسودؒ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مسجد میں آئے، لوگوں نے ان کا استقبال کیا اس حال میں کہ لوگ نماز پڑھ چکے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دونوں کو لے کر ایک گھر چلے گئے، ایک کو دائیں اور ایک کو بائیں کھڑا کر کے نماز پڑھائی۔

۷۔ عن الحسن قال کان اصحاب محمد صلی اللہ علیه وسلم اذا دخلوا المسجد وقد صلی فیه صلوا فرادی، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۲۳)

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام جب مسجد میں جاتے اور نماز ہو چکی ہوتی تو اکیلے اکیلے نماز پڑھتے۔

۸۔ عن الحسن انه کان یقول یصلون فرادی،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۲۳)

Marfat.com

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ (ایسی صورت میں) اکیلے اکیلے نماز پڑھیں۔

۹- عن ابی قلابۃ قال یصلون فرادیٰ،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۲۳)

حضرت ابو قلابہؒ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں اکیلے اکیلے نماز پڑھیں۔

۱۰- عن افلح قال دخلنا مع القاسم المسجد وقد صلی فیہ قال فصلی القاسم وحدہٗ

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۲۳)

حضرت افلحؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت قاسمؒ کے ساتھ (نماز پڑھنے کے لیے) مسجد گئے تو وہاں نماز ہو چکی تھی، حضرت قاسمؒ نے پھر تنہا نماز پڑھی۔

۱۱- عن عبدالرحمٰن بن المجبر قال دخلت مع سالم بن عبد اللہ مسجد الجحفۃ وقد فرغوا من الصلوٰۃ فقالوا الا تجمع الصلوٰۃ فقال سالم لا تجمع صلوٰۃ واحدۃ فی مسجد مرتین (قال) واخبرنی ابن وھب عن رجال من اھل العلم عن ابن شھاب و یحیی بن سعید و ربیعۃ ابن ابی عبدالرحمٰن واللیث مثلہ، (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۸۹)

حضرت عبدالرحمٰن بن مجبرؒ فرماتے ہیں کہ میں سالم بن عبد اللہؒ

کے ساتھ (نماز پڑھنے کے لیے) مسجد جحفہ میں گیا، لوگ نماز سے فارغ ہو چکے تھے، لوگ کہنے لگے آپ جماعت کیوں نہیں کروا لیتے۔ حضرت سالمؒ نے فرمایا ایک مسجد میں ایک نماز کی دو دفعہ جماعت نہیں کرائی جا سکتی۔ ابن القاسمؒ کہتے ہیں کہ مجھے ابن وہبؒ نے بہت سے اہل علم کی طرف سے خبر دی ہے حضرت ابن شہاب زہریؒ، حضرت یحییٰ بن سعیدؒ، حضرت ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰنؒ اور حضرت لیثؒ کے متعلق اسی عمل کی۔

۱۲۔ قال الامام الشافعیؒ

" انا قد حفظنا ان قد فاتت رجالا معه الصلوٰة فصلوا بعلمه منفردین وقد کانوا قادرین علیٰ ان یجمعوا وان قد فاتت الصلوٰة فی الجماعة قوما فجاء والمسجد فصلی کل واحد منهم منفردًا وقد کانوا قادرین علی ان یجمعوا فی المسجد فصلی کل واحد منهم منفردًا وانما کرهوا لئلا یجمعوا فی مسجد مرتین" ـــ وقال ایضاً " انما کرهت ذالك لهولانه لیس مما فعل السلف قبلنا بل قدعابه بعضهم" الخ

(کتاب الام ج ۱ ص ۱۵۴، ۱۵۵)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
ہمیں یاد ہے کہ بہت سے صحابہ کرام کی نماز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ فوت ہو گئی تھی تو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ

Marfat.com

والسلام کو اس بات کے معلوم ہونے کے باوجود اکیلے اکیلے نماز پڑھی تھی حالانکہ وہ جماعت (ثانیہ) کروانے پر قادر بھی تھے، ایسے ہی کچھ لوگوں کی جماعت سے نماز رہ گئی تو وہ مسجد آئے اور ہر ایک نے الگ الگ نماز پڑھی حالانکہ وہ بھی قادر تھے کہ مسجد میں جماعت (ثانیہ) کروالیں لیکن پھر بھی ہر ایک نے الگ الگ نماز پڑھی اور انہوں نے جماعت کروانے کو اس وجہ سے مکروہ جانا کہ وہ مسجد میں دو مرتبہ جماعت کروانے کے مرتکب نہ ہوں، نیز امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں اہل محلہ کے لیئے تکرار جماعت کو اس لیے ناپسند کرتا ہوں کہ یہ ایسا کام ہے جو ہمارے اسلاف (صحابہ، تابعین و تبع تابعین) نے نہیں کیا بلکہ بعض نے تو اسے معیوب سمجھا ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ محلہ کی مسجد میں پہلی جماعت ہو جانے کے بعد دوسری جماعت کروانا (بایں طور کہ امام اور مقتدی دونوں فرض نماز ادا کریں) یہ مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ اگر بلا کراہت دوسری جماعت جائز ہوتی تو اول تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جماعت سے نماز پڑھنے کے بارے میں اتنی سختی سے کام نہ لیتے جو بخاری و مسلم کی حدیث سے معلوم ہو رہی ہے کہ آپ نے کچھ لوگوں کے جماعت میں شریک نہ ہونے پر فرمایا، جی چاہتا ہے کہ کسی سے کہوں وہ لوگوں کو نماز پڑھا دے اور خود ان لوگوں کے گھروں میں جاکر ان کے گھروں کو آگ لگوا دوں ــــ کیونکہ اگر یہ لوگ پہلی جماعت میں شریک نہ ہو سکتے تو دوسری میں شریک ہو جاتے لیکن آپ کا پہلی جماعت کے معاملہ میں اتنی شدت فرمانا ثابت کر رہا ہے کہ

Marfat.com

دوسری ضرور مکروہ ہے، دوسرے آپ خود بھی ضرورت کے موقعہ پر محلہ کی مسجد میں جماعت کروا لیتے لیکن کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے محلہ کی مسجد میں کبھی بھی دوسری جماعت کرائی ہو بلکہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ ایک دفعہ آپ کسی جگہ سے واپس تشریف لائے تو مسجد میں جماعت ہو چکی تھی آپ چاہتے تو مسجد میں دوسری جماعت کرا لیتے لیکن اس کے باوجود آپ گھر تشریف لے گئے اور گھر والوں کو اکٹھا کر کے گھر میں جماعت کرائی۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ایک مقام پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گیا دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ ان کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھ رہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نماز پڑھ چکا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم ایک نماز ایک دن میں دو مرتبہ نہ پڑھو، فقہاء کرام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان کو مسجد میں جماعتِ ثانیہ کی نہی پر محمول کیا ہے، یعنی آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ لیا ہے کہ مسجد میں دوسری جماعت نہ کرائی جائے، وجہ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس فرمان سے کہ "میں نماز پڑھ چکا ہوں"۔ یہ متبادر ہوتا ہے کہ آپ نے تنہا نماز پڑھی تھی اور جو شخص تنہا فرض پڑھ لے تو اس کے لیئے جائز بلکہ مستحب ہے کہ وہ جماعت کو پائے تو جماعت کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے جماعت میں شریک ہو جائے۔ اس لحاظ سے چاہیئے تو یہ تھا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما شریک جماعت ہو جاتے لیکن آپ جماعت میں شریک نہیں ہوئے اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ یہ جماعت ثانیہ ہو رہی تھی جسے صحیح نہ سمجھتے ہوئے آپ

Marfat.com

شریک نہ ہوئے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تم ایک نماز ایک دن میں دو مرتبہ نہ پڑھو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نماز کے بعد اسی جیسی دوسری نماز نہ پڑھی جائے۔

فقہا فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بھی یہی ہے کہ جب ایک مرتبہ جماعت ہو جائے تو دوسری جماعت نہ کروائی جائے چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ جمعہ کی نماز کے بعد اسی جیسی نماز کو مکروہ جانتے تھے اس سے ظاہر ہے کہ جماعت ثانیہ ہی مراد ہے کیونکہ جس نے جمعہ جماعت کے ساتھ پڑھ لیا وہ دوبارہ جمعہ اکیلا تو پڑھنے سے رہا کہ اکیلے جمعہ ہوتا ہی نہیں لہٰذا جمعہ کی جماعتِ ثانیہ ہی مراد ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ اپنے شاگردوں کے ساتھ مسجد میں آئے تو نماز ہو چکی تھی آپ انہیں گھر لے گئے اور گھر جا کر جماعت کروائی، حضرت عبدالرحمٰن بن مجبرؒ حضرت سالمؒ کے ساتھ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں مسجد میں آئے۔ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے تھے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ جماعت کروالیں۔ عبدالرحمٰن بن مجبرؒ کہتے ہیں کہ حضرت سالمؒ نے فرمایا مسجد (محلہ) میں ایک ہی نماز کی دو جماعتیں نہیں کروائی جا سکتیں۔ حضرت افلحؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت قاسمؒ کے ساتھ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں مسجد میں آئے تو نماز ہو چکی تھی۔ حضرت قاسمؒ نے دوسری جماعت کروانے کے بجائے تنہا نماز پڑھی۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مسجد میں جاتے اور جماعت ہو چکی ہوتی تو دوسری جماعت کروانے کے بجائے اکیلے اکیلے ہی نماز پڑھتے تھے۔ خود حضرت حسن بصریؒ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ ایسی صورت میں اکیلے اکیلے ہی نماز پڑھی

Marfat.com

جاتے۔ حضرت ابو قلابہ، حضرت ابن شہاب زہری، حضرت یحییٰ بن سعید،
حضرت امام ربیعۃ الرائے اور حضرت لیث بن سعد رحمہم اللہ سب اسی کے
قائل ہیں کہ مسجد محلہ میں دوسری جماعت نہ کروائی جائے۔ ائمہ مجتہدین حضرت
امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی رحمہم اللہ بھی اسی کے
قائل ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں تو یہی یاد ہے کہ بہت سے
صحابۂ کرام کی نماز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جماعت سے رہ گئی تھی
اور انہوں نے اکیلے اکیلے ہی نماز پڑھی تھی، جماعت ثانیہ نہیں کروائی تھی حالانکہ
وہ اس پر قادر تھے، اور میں خود جماعت ثانیہ کو ناپسند کرتا ہوں کیونکہ ہمارے
اسلاف (صحابۂ کرام، تابعین و تبع تابعین) نے ایسا نہیں کیا بلکہ بعض نے
اسے معیوب سمجھا ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین بغیر کسی تفریق کے
اس بات کے قائل ہیں کہ مسجد میں —— صرف جماعت ثانیہ ہی نہیں بلکہ
ثالثہ رابعہ یعنی دوسری تیسری چوتھی سب جائز ہیں۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب
ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

"جماعت ثانیہ بلکہ ثالثہ رابعہ بھی جائز ہے"۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۳۴)

ملاحظہ فرمائیے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت کے
ساتھ نماز پڑھنے کی سخت تاکید فرمائی ہے اور خود آپ نے باوجود قادر ہونے
کے مسجد میں دوسری جماعت نہیں کروائی اور بقول حضرت حسن بصری اور
حضرت امام شافعی رحمہما اللہ کے عام صحابۂ کرام دوسری جماعت نہیں کرواتے
تھے جیسا کہ اس پر ان کے واقعات شاہد ہیں، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین

Marfat.com

جماعت ثانیہ کے قائل نہیں لیکن غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ دوسری جماعت کیا، تیسری، چوتھی جماعت بھی کروائی جاسکتی ہے۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

فائدہ :- حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ صاحب نے جماعت ثانیہ کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا ایک ارشاد نقل کیا ہے، افادہ عام کے لیے یہاں اسے ذکر کیا جاتا ہے۔

”حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ نے اس بارہ میں ایک امر فیصلہ کن ارشاد فرمایا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ عدم جواز جماعت ثانیہ میں ایک دلیل مجھ کو ظاہر ہوئی۔ اور ایک حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپور قدس سرہ کو جو کہ استاذ ہیں حضرت مولانا نانوتویؒ کے۔ وہ دلیل جو حضرت مولانا نانوتویؒ کو معلوم ہوئی وہ قصہ صلوٰۃ خوف کا ہے کہ باوجود ایسی کشاکشی کے کہ جنگ کا موقع ہے ایک ہی جماعت کی گئی اور نمازیوں کے دو طائفہ کیے گئے اور اس قدر حرکات اور ذہاب وایاب نماز کے اندر جائز کیا گیا۔ مگر جماعت ثانیہ کی اجازت نہ ہوئی حالانکہ یہ آسان تھا کہ ایک امام ایک طائفہ کو پوری نماز پڑھا دیتا اور دوسرا امام اس کے بعد دوسرے طائفہ کو پوری نماز باجماعت پڑھا دیتا اور دوسرا امام اس کے بعد دوسرے طائفہ کو پوری نماز باجماعت پڑھا دیتا اس کو فرمایا کہ یہ دلیل ظاہر تو ہے اور چونکہ یہ نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص نہیں تھی بلکہ اب بھی اسی طرح پڑھنے کا حکم ہے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اس لیے تھا کہ سب کو آپ کی اقتداء کی فضیلت حاصل ہو اور وہ دلیل جو حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ نے

Marfat.com

فرمائی ہے وہ دقیق ہے۔ مولانا احمد علیؒ صاحب نے فرمایا کہ یہ مسئلہ ہے کہ جس مسجد میں ایک دفعہ جمعہ کی نماز ہو چکی ہو تو اس مسجد میں پھر جمعہ کی جماعت درست نہیں ہے۔

چنانچہ شامی وغیرہ میں تصریح ہے کہ جمعہ کے بعد جامع مسجد کے کواڑ بند کر دیئے جاویں کہ ایسا نہ ہو کہ پھر چند آدمی آکر جماعت ثانیہ کر لیں تو اس کی وجہ میں جو غور کیا کہ کیا وجہ اس عدم جواز کی ہے حالانکہ شرائط جمعہ سب علی حالہا موجود ہیں۔ مصر بھی ہے، اذن عام بھی ہے، نمازی بھی موجود ہیں۔ ایک مصر میں تعدد جمعہ بھی درست ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ دوبارہ جماعتِ جمعہ ایک مسجد میں صحیح نہ ہو تو اس کے سوا کچھ وجہ نہیں کہ جمعہ کے لیے جماعت بھی شرط ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جماعت ثانیہ جماعت مشروعہ نہیں ہے اور جب کہ وہ جماعت معتبرہ نہ ہوئی تو ایک شرط جمعہ کی فوت ہو گئی۔ پس معلوم ہوا کہ جماعت ثانیہ ایک مسجد میں درست نہیں ہے۔ وہو کما قال رحمہ اللہ۔ فقط"۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۳ صفحہ ۳۹-۴۰)

Marfat.com

فساد الصلوٰة بالقراۃ من المصحف

نماز میں قرآن مجید دیکھ کر قراءت کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے

۱۔ عن رفاعة بن رافع ان رسول الله صلی الله علیه وسلم فقص هٰذا الحدیث قال فیه فتوضأ کما امرك الله ثم تشهد فاقم ثم کبر فان کان معك قرآن فاقرأ به والا فاحمد الله عزوجل وکبره وهلله الحدیث، (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۵، ترمذی ج ۱ ص ۶۶)

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ حدیث (اعرابی کی نماز والی) بیان کی۔ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ جیسے تجھے اللہ نے حکم دیا ہے ویسے وضوء کر پھر اذان کہہ پھر اقامت کہہ پھر تکبیر (تحریمہ) کہہ پھر اگر تجھے کچھ قرآن یاد ہو تو وہ پڑھ ورنہ پھر اللہ عزوجل کی حمد کر اور اس کی تکبیر و تہلیل کر (یعنی الحمد للہ، اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کہہ)۔

۲۔ عن عبد الله بن ابی اوفٰی قال جاء رجل الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال انی لا استطیع ان آخذ من القرآن شیئا فعلمنی ما یجزئنی منه فقال قل سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر ولا حول ولا قوة الا بالله الحدیث، (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۱، نسائی ج ۱ ص ۱۰۶، مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۳)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آکر کہنے لگے کہ میں قرآن پاک سے
کچھ حاصل کرنے کی (یعنی زبانی یاد کرنے کی) استطاعت نہیں رکھتا
لہٰذا آپ مجھے کچھ سکھائیں جو میرے لیے کافی ہو۔ آپ نے فرمایا
تم یہ کہہ لو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول
ولا قوۃ الا باللہ۔

۳۔ عن ابن عباس قال نہانا امیر المؤمنین
عمر ان نؤم الناس فی المصحف ونہانا
ان یؤمنا الا المحتلم، (کنز العمال ج ۸ ص ۲۶۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہمیں اس سے منع فرمایا ہے
کہ ہم قرآن میں دیکھ کر لوگوں کی امامت کریں اور اس سے منع فرمایا
ہے کہ ہماری امامت بالغ کے علاوہ کوئی اور کرلے۔

۴۔ عن جابر عن عامر قال لا یؤم فی المصحف،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۳۹)

حضرت عامر فرماتے ہیں کہ قرآن میں دیکھ کر امامت نہ کروائی جائے

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ قرآن پاک میں دیکھ کر قرأت
کرتے ہوئے نماز پڑھنا پڑھانا جائز نہیں۔ اس طرح کرنے سے نماز فاسد
ہو جاتی ہے، کیونکہ اگر قرآن میں دیکھ کر قرأت کرتے ہوئے نماز پڑھنا
پڑھانا جائز ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شخص کو جس نے یہ کہا تھا
کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قرآن یاد کرنے کی استطاعت نہیں

Marfat.com

ہے کوئی ایسی چیز بتلا دیں جسے پڑھ کر نماز ہو جائے ۔ ــــــ
ضرور فرما دیتے کہ بھئی اگر یاد کرنے کی استطاعت نہیں ہے تو قرآن میں
دیکھ کر نماز پڑھ لیا کرو۔ لیکن آپ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ سائل سے کہا کہ
سبحان اللہ، الحمد للہ الخ کہہ لیا کرو۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک صاحب کو نماز سکھلائی اور اس سے فرمایا کہ قرآن یاد ہو تو وہ پڑھو
ورنہ الحمد للہ، اللہ اکبر، اور لا الہ الا اللہ کہہ لیا کرو۔ اگر قرآن پاک میں دیکھ
کر قرأت کرتے ہوئے نماز پڑھنا پڑھانا صحیح ہوتا تو آپ اس شخص سے کہہ
دیتے کہ اگر قرآن زبانی یاد نہ ہو تو دیکھ کر پڑھ لیا کرو لیکن آپ کا یہ نہ فرمانا اور دیگر اذ
کے پڑھنے کا حکم دینا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ دوران نماز قرآن میں دیکھ کر قرأت
صحیح نہیں، یہی وجہ ہے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن پاک میں دیکھ کر نماز پڑھانے سے منع فرماتے تھے
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قرآن میں دیکھ کر نماز پڑھانے سے منع فرما
بھی اس بات کی دلیل ہے کہ دوران نماز قرآن میں دیکھ کر قرأت کرنا مفسد صلو
ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ نہی مقتضی فساد ہوتی ہے۔

دوسرے قرآن میں دیکھ کر قرأت کرنا تعلیم و تعلم کے زمرہ میں آتا ہے
جو منافی صلوٰۃ ہے، تیسرے دوران نماز قرآن پاک کو ہاتھ میں لینا پھر اس میں
دیکھنا پھر اوراق کو بدلنا یہ عمل کثیر ہے اور عمل کثیر مفسد صلوٰۃ ہے۔

لیکن ان احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قرآن میں
دیکھ کر قرأت کرتے ہوئے نماز پڑھنا پڑھانا صحیح ہے، بلکہ نماز کے دوران
اگر قرآن پاک ہاتھوں میں اٹھائے رکھے اور ورقے بھی بدلتا رہے تب بھی نماز
صحیح ہے، چنانچہ نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں۔

Marfat.com

" ولا باس ان یقرأ من المصحف ولو حملہ بالید او الیدین او قلب اوراقہ سواء کان فی الفرائض او النوافل وکذالک لا باس ان یفتح علی امامہ من المصحف "

(نزل الابرار ج ۱ ص ۱۱۱)

(نماز کے دوران) قرآن پاک میں دیکھ کر قرارت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ قرآن پاک کو ایک یا دونوں ہاتھوں سے اٹھا رکھا ہو اور ورقے بدلتا رہے، فرائض اور نوافل اس میں یکساں ہیں ایسے ہی قرآن پاک میں سے دیکھ کر اپنے امام کو لقمہ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

ید لکھتے ہیں :-

" وکذا لا یکرہ ان یقرأ الامام فیہا من المصحف ویقلب الاوراق باصبعہ " الخ (نزل الابرار ج ۱ ص ۱۳۱)

اور ایسے ہی مکروہ نہیں ہے کہ امام نماز میں قرآن پاک میں دیکھ کر قرارت کرتے اور اپنی انگلی سے اوراق بدلتا رہے۔

ملاحظہ فرمائیے : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ضرورت کے باوجود ں کا حکم نہیں دیتے۔ خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جس سے فرماتے ہیں تابعین و تبع تابعین جس کو صحیح نہیں سمجھتے وہ غیر مقلدین کے ں بلا کراہت صحیح ہے، نماز چاہے جاتی رہے تو جاتی رہے۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

Marfat.com

فساد الصلوٰۃ بکلام الناس مطلقًا

نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے جان بوجھ کر کلام کرے یا بھول کر

۱۔ عن معٰویۃ بن الحکم السّلمی قال بینا انا اصلی مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذ عطس رجل من القوم فقلت یرحمك اللّٰہ، فرمانی القوم بابصارہم فقلت واثکل امیاہ ما شانکم تنظرون الیّ فجعلوا یضربون بایدیہم علی افخاذہم فلما رأیتہم یصمتوننی لکنی سکت فلما صلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فبابی ہو وامی ما رأیت معلمًا قبلہ ولا بعدہ احسن تعلیما منہ فواللّٰہ ما کہرنی ولا ضربنی ولا شتمنی ثم قال ان ہذہ الصلوٰۃ لا یصلح فیہا شیئ من کلام الناس انما ہو التسبیح والتکبیر وقراءۃ القرآن، الحدیث

(مسلم ج ۱ ص ۲۰۳)

حضرت معاویہ بن حکم سُلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ مقتدیوں میں سے ایک صاحب نے چھینک ماری۔ میں نے جواباً یرحمك اللہ کہا تو لوگ مجھے گھورنے لگے میں نے کہا تمہیں تمہاری مائیں گم پائیں تمہیں کیا ہو گیا جو مجھے اس طرح گھور رہے ہو، لوگ اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے لگے، تب میں نے محسوس کیا کہ یہ مجھے

Marfat.com

خاموش کرنا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہوگیا ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کوئی استاذ ایسا نہیں دیکھا جو تعلیم دینے میں آپ سے اچھا ہو، بخدا آپ نے نہ مجھے ڈانٹا نہ مارا نہ برا بھلا کہا، بس اتنا فرمایا کہ یہ نماز ایسی ہے جس میں لوگوں کی بات چیت کی بالکل گنجائش نہیں ہے اس میں تو تسبیح، تکبیر اور قرارت ہوتی ہے۔

۲۔ عن عبد الله قال كنا نسلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم و هو في الصلوة فيرد علينا فلما رجعنا من عند النجاشي سلمنا عليه فلم يرد علينا فقلنا يا رسول الله كنا نسلم عليك في الصلوة فترد علينا فقال ان في الصلوة شغلا

(بخاری ج ۱ ص ۱۶۰، مسلم ج ۱ ص ۲۰۴ واللفظ لمسلم)

حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے اس حال میں کہ آپ نماز میں ہوتے تھے، آپ ہمیں جواب دیتے تھے، جب ہم نجاشی (شاہ حبشہ) کے یہاں سے واپس لوٹے تو ہم نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے جواب نہیں دیا (نماز کے بعد) ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو دوران نماز سلام کرتے تھے تو آپ جواب دیتے تھے، آپ نے فرمایا کہ نماز میں مصروفیت

Marfat.com

ہوتی ہے۔

۳۔ عن عبد اللہ بن مسعود قال کنا نسلم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوٰۃ قبل ان ناتی ارض الحبشۃ فیرد علینا فلما رجعنا سلمت علیہ وھو یصلی فلم یرد علیّ فاخذنی ما قرب وما بعد فجلست حتی قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ فقلت لہ یا رسول اللہ قد سلمت علیک وانت تصلی فلم ترد علی السلام فقال ان اللہ قد یحدث من امرہ ما یشاء وانہ مما احدث ان لا تکلموا فی الصلوٰۃ، (مسند حمیدی ج ۱ ص ۵۲، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۳، نسائی ج ۱ ص ۱۳۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سرزمین حبشہ آنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے دوران سلام کرتے تھے تو آپ جواب دیتے تھے، جب ہم حبشہ سے واپس آئے تو میں نے آپ کو سلام کیا اس حال میں کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا مجھے قریب وبعید کی فکروں نے آگھیرا، میں بیٹھ گیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری فرمالی، میں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے سلام کیا تھا۔ آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا؟ آپ نے

Marfat.com

فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اپنے معاملہ میں جو چاہتے ہیں نئے احکام نازل فرما دیتے ہیں اور ان نئے احکام میں سے یہ حکم بھی ہے کہ تم نماز میں باتیں نہ کرو۔

عن زید بن ارقم قال کنا نتکلم فی الصلوٰۃ یکلم الرجل صاحبہ و ھو الیٰ جنبہ فی الصلوٰۃ حتی نزلت وَ قُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ فامرنا بالسکوت و نھینا عن الکلام،

(بخاری ج ۱ ص ۱۶۰، مسلم ج ۱ ص ۲۰۴ و اللفظ لمسلم)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نماز میں باتیں کر لیا کرتے تھے۔ ایک شخص دوسرے شخص سے جو اس کے پہلو میں ہوتا نماز میں باتیں کر لیا کرتا تھا حتیٰ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ "کھڑے رہو اللہ تعالیٰ کے حضور میں عاجزی کے ساتھ" تو ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور بات سے منع کر دیا گیا۔

قال ابو عیسیٰ حدیث زید بن ارقم حدیث حسن صحیح والعمل علیہ عند اکثر اھل العلم قالوا اذا تکلم الرجل عامدًا فی الصلوٰۃ او ناسیًا اعاد الصلوٰۃ و ھو قول الثوری وابن المبارک الخ (ترمذی ج ۱ ص ۹۲)

حضرت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے، اور اسی پر اکثر اہل علم کا عمل ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی نماز میں عمدًا یا بھول کر کلام کرے تو نماز دوبارہ پڑھے

Marfat.com

یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے۔

۵۔ عن سہل بن سعد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من نابہ شیئ فی صلوٰۃ فلیقل سبحان اللہ انما التصفیق للنساء والتسبیح للرجال،

(شرح معانی الآثار للامام الطحاوی ج ۱ ص ۳۰۲)

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جسے اپنی نماز میں کوئی چیز پیش آئے اسے چاہیئے کہ وہ سبحان اللہ کہے، بیشک تصفیق (ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرے ہاتھ کی پشت سے مارنا) عورتوں کے لیے ہے اور تسبیح مردوں کے لیے۔

۶۔ عن جابر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکلام ینقض الصلوٰۃ ولا ینقض الوضوء،

(دار قطنی ج ۱ ص ۱۷۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نماز میں) کلام کرنا نماز کو توڑ دیتا ہے وضوء کو نہیں توڑتا۔

۷۔ عن عطاء بن ابی رباح ان عمر بن الخطاب صلی باصحابہ الظہر او العصر رکعتین ثم سلم فقیل لہ انک صلیت رکعتین فقال اکذالک قالوا نعم فاعاد بہم الصلوٰۃ،

(کتاب الحجۃ للامام محمدؒ ج ۱ ص ۲۵)

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق

Marfat.com

رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی دو رکعتیں
پھر سلام پھیر دیا۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ نے تو دو رکعتیں پڑھائی
ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا واقعی ایسا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں
آپ نے ان کو دوبارہ نماز پڑھائی۔

عن ابن جریج قال قلت لعطاء ارأیت لو سہوت
فی المکتوبۃ فتکلمت قال بلفظۃ قلت نعم
قال فقد انقطعت صلوٰتک فعُدْ لہا جدیدًا

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۲۹)

حضرت ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے عرض
کیا کہ اگر میں فرض نماز میں بھولے سے کلام کر لوں تو بتلایئے اس
کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کلام الفاظ کے ساتھ کیا ہے تو میں
نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا تمہاری نماز ٹوٹ گئی پھر دوبارہ نئے
سرے سے پڑھو۔

عن ابراھیم انہ سئل عن رجل صلی فتکلم
قد بقیت علیہ رکعۃ قال یستقبل صلوٰتہ،

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۳۰)

حضرت ابراہیم نخعی سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال
ہوا جس نے نماز میں کلام کر لیا تھا اور اس کی ابھی ایک رکعت
باقی تھی۔ (کہ وہ کیا کرے؟) آپ نے فرمایا نئے سرے سے
نماز پڑھے۔

احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ ابتداء اسلام میں لوگ نماز کے

Marfat.com

دوران بات چیت کر لیا کرتے تھے۔ جب آیت کریمہ " وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ " نازل ہوئی تو بات چیت کو نماز کے منافی قرار دیتے ہوئے نماز کے دوران منع کر دیا گیا۔ جیسا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے واضح ہے، اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز میں بات چیت نہ کرنا نماز کے گویا فرائض میں سے ہے جو نص قطعی سے ثابت ہے، جب نماز میں بات چیت نہ کرنا فرض ہوا تو جو بات چیت کرے گا عمداً یا سہواً وہ تارک فرض ہوگا اور ترک فرض سے نماز کا فاسد ہونا ظاہر و باہر ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ نماز میں بات چیت کی بالکل گنجائش نہیں ہے نماز تو تسبیح و تکبیر اور قراءت قرآن کا نام ہے، جیسا کہ حضرت معاویہ بن حکم سلمیؓ کی حدیث سے واضح ہے، نیز آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حسب موقعہ نئے احکامات بھیجتے رہتے ہیں ان احکامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تم نماز میں بات چیت نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں کلام کرنا مطلقاً منع ہے جان بوجھ کر ہو یا بھولے سے، کیونکہ آپ نے اس میں کوئی ایسی تفصیل نہیں کی کہ قصداً بات نہ کرو بھولے سے یا اصلاح صلوٰۃ کے لیے ہو تو کوئی حرج نہیں۔

ایک موقعہ پر آپ نے بلا کسی تفصیل کے یہ ارشاد فرمایا کہ (نماز میں) کلام کرنا نماز کو توڑ دیتا ہے" جیسا کہ حضرت جابرؓ کی حدیث میں موجود ہے" شاید اسی لیے آپ نے نمازیوں کو یہ حکم دیا کہ اگر امام کو یا سامنے سے گزرنے والے کو متنبہ کرنا پڑے تو مرد سبحان اللہ کہہ کر اور عورتیں ہتھیلی کی پشت پر دوسری ہتھیلی کی پشت سے آواز پیدا کر کے متنبہ کریں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ نماز میں دوسرے کو متنبہ کرنے کی یہ صورت تو اپنائی جا سکتی ہے، لیکن

Marfat.com

بات چیت بالکل نہیں کی جا سکتی ۔ ان امور سے یہ بات بالکل عیاں ہو گئی کہ نماز کے دوران بات چیت کرنا قصداً ہو یا بھولے سے نماز کے منافی ہے جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ غلطی سے ظہر یا عصر کی دو رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا ۔ آپ کو بتلایا گیا کہ آپ نے صرف دو رکعتیں پڑھائی ہیں ۔ آپ نے مقتدیوں سے استفسار کیا کہ کیا واقعی ایسا ہی ہوا ہے تو لوگوں نے کہا کہ جی ہاں ایسا ہی ہوا ہے ، اس موقعہ پر آپ نے نئے سرے سے دوبارہ نماز پڑھائی ۔ اگر اصلاحِ صلوٰۃ کے لیے نماز کے دوران کلام کرنے کی گنجائش ہوتی اور نماز نہ ٹوٹتی تو آپ اگلی دو رکعتیں پڑھا کر سجدہ سہو کر کے فارغ ہو جاتے نئے سرے سے دوبارہ چار رکعتیں نہ پڑھاتے ، جلیل القدر تابعین و تبع تابعین حضرت عطاء بن ابی رباحؒ، حضرت ابراہیم نخعیؒ، حضرت سفیان ثوریؒ، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ نماز کے دوران بات چیت کرنے سے عمداً ہو یا سہواً نماز ٹوٹ جاتی ہے اور دوبارہ نئے سرے سے پڑھنی پڑتی ہے

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز کے دوران بھولے سے یا نماز کی بھول کے متعلق بات چیت کرنے سے کچھ نہیں ہوتا نماز صحیح رہتی ہے ۔

چنانچہ نواب نور الحسن خاں صاحب لکھتے ہیں ۔

" وکلام ساہی مفسد صلوٰۃ نیست " (عرف الجادی ص۲۳)

بھول کر بات چیت کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی "

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں ۔

" امام اور مقتدی اگر نماز کی بھول کی بابت کچھ گفتگو کر لیں تو بھی

Marfat.com

نماز میں کچھ نقصان واقع نہیں ہوتا" (دستور المتقی ص۱۲۳)

غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں۔

" اگر نماز میں بھول ہو جائے اور نماز میں اس کی اطلاع نہ ہو سکے نماز ختم ہونے کے بعد معلوم ہو کہ کوئی غلطی ہوئی اس کے متعلق تحقیق کے طور پر جو گفتگو ہو نماز میں اس سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا نماز کی تکمیل کے بعد سجدہ سہو کر لیا جائے جبطرح ذوالیدین کی حدیث سے ظاہر ہے"۔ (رسول اکرم کی نماز ص۱۳۰)

ملاحظہ فرمائیے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ نماز میں بات چیت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ کا حکم ہے کہ تم نماز میں بات چیت نہ کرو، نماز میں بات چیت سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، صحابہ کرام فرما رہے ہیں کہ ہمیں آیت کریمہ " وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ " نازل ہونے کے بعد بات چیت سے منع کر دیا گیا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نماز کی اصلاح کے متعلق بات چیت ہوتی ہے تو آپ نماز لوٹاتے ہیں۔ جلیل القدر تابعین و تبع تابعین فتوے دے رہے ہیں کہ اگر نماز کے دوران بات چیت کر لی جائے چاہے قصداً چاہے بھول کر تو نماز لوٹانی پڑے گی۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ لوٹانے کی کوئی ضرورت نہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ بھولے سے سلام پھیرنے کے بعد چاہے جتنے بھی نماز کے منافی کام کر لیں، بے شک دکان کا حساب و کتاب کر لیں معاملات بھی طے کر لیں یاد آنے یا یاد دلانے پر فٹا فٹ باقی رکعتیں پوری کر کے سجدہ سہو کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نماز ہو گئی۔

Marfat.com

قارئین کرام اس طرح سے نماز پڑھنا اور اسے صحیح سمجھنا یہ قرآن و
[حدیث] کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

ابواب الوتر

وجوب الوتر ــــــــ وتر واجب ہیں

۱۔ عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا ،

(ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۱ ، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۰۵)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ فرما رہے تھے وتر حق (واجب) ہیں۔ جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق (واجب) ہیں جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق (واجب) ہیں جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

۲۔ عن عبد اللہ بن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اجعلوا آخر صلوٰتکم باللیل وترا ،

(بخاری ج ۱ ص ۱۳۶ ، مسلم ج ۱ ص ۲۵۷)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اپنی رات کی آخری نماز وتر بناؤ

۳۔ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

فقال بادروا الصبح بالوتر (مسلم ج ۱ ص ۲۵۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا صبح ہونے سے پہلے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔

۴۔ عن ابی سعید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اوتروا قبل ان تصبحوا، (مسلم ج ۱ ص ۲۵۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وتر صبح ہونے سے پہلے پڑھ لیا کرو

۵۔ عن جابر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر اوّلہٗ ومن طمع ان یقوم آخرہ فلیوتر آخر اللیل فان صلوٰۃ آخر اللیل مشہودۃ وذالک افضل، (مسلم ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے یہ اندیشہ ہو کہ وہ رات کے آخری حصّہ میں نہیں اُٹھ سکے گا تو اسے چاہیئے کہ وہ شروع رات ہی میں وتر پڑھ لے، اور جسے یہ امید ہو کہ وہ رات کے آخری حصّہ میں اُٹھ جائے گا تو اسے چاہیئے کہ رات کے آخری حصہ ہی میں وتر پڑھے، کیونکہ رات کے آخری حصّہ کی نماز فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے اور یہ افضل ہے۔

۶۔ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم من نام عن وتره او نسيه فليصله اذا اصبح او ذكره (مستدرک حاکم ج ۱ صـ ۳۰۲، دارقطنی ج ۲ صـ ۲۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وتر پڑھے بغیر سو جائے یا پڑھنا بھول جائے اسے چاہیئے کہ وہ صبح اٹھ کر یا جب یاد آئے وتر پڑھ لے۔

۷۔ عن الاشعث بن قيس قال تضيفت عمر بن الخطاب رضى الله عنه فقام فى بعض الليل فتناول امرأته فضربها ثم نادانى يا اشعث قلت لبيك قال احفظ عنى ثلثا حفظتهن عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لا تسئل الرجل فيم يضرب امرأته ولا تسأله عمن يعتمد من اخوانه ولا يعتمدهم ولا تنم الا على وتر (مستدرک حاکم ج ۴ صـ ۱۷۵)

حضرت اشعث بن قیس رض فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر ایک دفعہ مہمان بنا، آپ رات کے کسی حصہ میں اٹھے بیوی کو بلا کر سرزنش کی، پھر مجھے آواز دی کہ اے اشعث میں نے عرض کیا حاضر ہوں فرمایا میری جانب سے تین باتیں یاد رکھو، یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (سن کر) یاد کی تھیں (۱) کسی سے یہ نہ پوچھو کہ وہ اپنی بیوی کو کیوں مار رہا ہے (۲) اور کسی سے یہ نہ پوچھو کہ اسے اپنے دوستوں میں سے کس پر اعتماد ہے

Marfat.com

اور کسی پر نہیں (۲) وتر پڑھے بغیر نہ سو۔

۸۔ عن خارجة بن حذافة قال ابو الوليد العدوی قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ان الله قد امدكم بالصلوٰة هی خير لكم من حمر النعم وهی الوتر فجعلها لكم فيما بين العشاء الی طلوع الفجر

(ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۱، ترمذی ج ۱ ص ۱۰۳، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۰۶)

حضرت خارجہ بن حذافہ عدوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی ہے یا تمہارے لیے ایک نماز زائد کی ہے جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے وہ نماز وتر ہے اسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے عشاء سے لے کر صبح صادق تک مقرر کیا ہے۔

۹۔ عن ابی تميم الجيشانی ان عمرو بن العاص خطب الناس يوم جمعة فقال ان ابا بصرة حدثنی ان النبی صلی الله عليه وسلم قال ان الله زادكم صلوٰة وهی الوتر فصلوها فيما بين صلوٰة العشاء الی صلوٰة الفجر قال ابو تميم فاخذ بيدی ابوذر فسار فی المسجد الی ابی بصرة فقال له انت سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول ما قال عمرو قال ابو بصرة سمعته من رسول الله صلی الله عليه وسلم۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۷، مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۳)

Marfat.com

حضرت ابو تمیم جلیشانیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ لوگوں کو خطبہ جمعہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ابو بصرۃؓ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک نماز زائد کی ہے جو وتر ہے لہٰذا تم عشار کی نماز کے بعد سے لے کر فجر کی نماز تک کے درمیان درمیان اسے پڑھا کرو، ابو تمیمؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مسجد میں جا کر ابو بصرۃؓ سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ فرماتے سُنا ہے جو عمروؓ نے بیان کیا ہے، حضرت ابو بصرۃؓ نے فرمایا جی ہاں یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سُنا ہے

۱۰۔ عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر حق واجب علی کل مسلم، (مسند احمد ج ص صحیح ابن حبان ج ص بحوالہ الدرایۃ" منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد ج ا ص ۱۱۹، دارقطنی ج ۲ ص ۲۲)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر حق ہیں واجب ہیں ہر مسلمان پر۔

۱۱۔ عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الوتر واجب علی کل مسلم،

(کشف الاستار عن زوائد البزار ج ا ص ۳۵۲)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا وتر واجب ہیں ہر مسلمان پر۔

Marfat.com

۱۲- عن عاصم بن ضمرة قال قال علی ان الوتر
لیس بحتم کصلوتکم المکتوبة ولکن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اَوتَرَ ثم قال یا اہل القرآن
اوتروا فان اللہ وتر یحب الوتر'

(مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۰۰)

حضرت عاصم بن ضمرہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وتر فرض نماز کی طرح تو ضروری نہیں ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے پھر فرمایا کہ اے قرآن والو وتر پڑھو بے شک اللہ تعالیٰ وتر (طاق) ہیں اور وتر (طاق عدد) کو پسند فرماتے ہیں۔

۱۳- عن مالک انہ بلغہ ان رجلا سأل عبد اللہ بن
عمر عن الوتر اَوَاجِبٌ ھو فقال عبد اللہ بن عمر
قد اوتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واوتر
المسلمون قال فجعل الرجل یردد علیہ وعبد اللہ
بن عمر یقول قد اوتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم واوتر المسلمون' (موطا امام مالک ص ۱۰۹)

حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے وتر کے بارے میں سوال کیا کہ کیا وتر واجب ہیں تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے اور مسلمان بھی پڑھتے رہے، امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ

Marfat.com

شخص آپ سے بار بار یہی پوچھتا رہا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہی فرماتے رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے اور مسلمان بھی پڑھتے رہے۔

۱۴۔ عن ابی ایوب قال الوتر حق او واجب ،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۷)

حضرت ابو ایوب فرماتے ہیں کہ وتر حق ہیں یا واجب ہیں۔

۱۵۔ عن مجاهد قال هو واجب ولم یکتب ،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۷)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ وتر واجب ہیں فرض نہیں کئے گئے

۱۶۔ عن طاؤس الوتر واجب یعاد الیہ اذا نسی ،
(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۸)

حضرت طاؤسؒ سے مروی ہے کہ وتر واجب ہیں اگر بھول سے رہ جائیں تو قضا پڑھے جائیں گے۔

۱۷۔ عن حماد قال اَوتِر وَاِن طلعت الشمس
(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۰)

حضرت حمادؒ فرماتے ہیں کہ وتر پڑھو اگرچہ سورج طلوع ہو جائے (یعنی اگر قضاء پڑھنی پڑے تو پڑھو۔)

۱۸۔ عن وبرة قال سالت ابن عمر عن رجل اصبح ولم یوتر قال ارأیت لو نمت عن الفجر حتی تطلع الشمس الیس کنت تصلی کانہ یقول یوتر ، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۸)

Marfat.com

حضرت وبرہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص وتر پڑھے بغیر صبح کر دے تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا بتلاؤ اگر تم صبح کی نماز پڑھے بغیر سوتے رہو حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے تو کیا تم صبح کی نماز نہیں پڑھو گے گویا آپ یہ فرما رہے تھے کہ وہ شخص وتر پڑھے۔

۱۹۔ عن الشعبی و عطاء والحسن و طاؤس و مجاهد قالوا لا تدع الوتر وان طلعت الشمس،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹)

حضرت امام شعبیؒ حضرت عطاءؒ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت طاؤسؒ حضرت مجاہد رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ وتر کو نہ چھوڑو اگرچہ سورج طلوع ہو جائے۔

۲۰۔ عن الشعبی قال لا تدع الوتر و لو تنصف النهار، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹)

حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ وتر کو نہ چھوڑ اگرچہ نصف النہار ہی کیوں نہ ہو جائے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ وتر کی نماز واجب ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود فرما رہے ہیں کہ وتر واجب ہیں جیسا کہ حضرت ابوایوب انصاری اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی احادیث سے واضح ہے، دوسرے متعدد احادیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ نے صحابہ کرام کو وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے اور یہ قانون ہے کہ امر وجوب کے لیے ہوتا ہے جب تک کہ دوسرے معنی مراد لینے کا کوئی قرینہ نہ ہو، تیسرے

Marfat.com

آپ نے وتر نہ پڑھنے پر وعید فرمائی ہے کہ ”جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں“۔ یہ بھی وجوب کی علامت ہے، چوتھے آپ نے وتر رہ جانے کی صورت میں قضاء کرنے کا حکم دیا ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وتر واجب ہیں کیونکہ قضاء فرض و واجب ہی کی کی جاتی ہے، پانچویں آپ نے وتر کی نماز پر مواظبت و مداومت بلا ترک فرمائی ہے، اس سے بھی وتر کا وجوب ثابت ہوتا ہے، نیز صحابہ کرام اور تابعین عظام کے فرامین سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وتر واجب ہیں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ وتر واجب نہیں ہیں۔

چنانچہ نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

” وتر حق ست بر ہر مسلم لیکن واجب نیست معہذا قضاء آں ثابت ست“ (عرف الجادی ص۳۳)

اور وتر حق ہیں ہر مسلمان پر لیکن واجب نہیں ہیں البتہ ان کی قضاء ثابت ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ وتر واجب ہیں، صحابہ کرام کے فرامین سے ثابت ہو رہا ہے کہ وتر واجب ہیں، تابعین کرام کہہ رہے ہیں کہ وتر واجب ہیں لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب وتر واجب نہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

Marfat.com

الایتار بثلٰث موصولة وعدم الفصل بینھن بالسلام ووجوب القعدة علی الرکعتین منھا

وتر کی تین رکعتیں اکٹھی ایک سلام سے پڑھنی چاہئیں اور وتر کی پہلی دو رکعت کے بعد قعدہ واجب ہے

۱- عن ابی سلمة بن عبد الرحمٰن انه اخبره انه سأل عائشة (رضی اللہ عنھا) کیف کانت صلوٰة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علیٰ احدی عشرة رکعة یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلثا ، الحدیث ،

(بخاری ج ۱ ص ۱۵۴، مسلم ج ۱ ص ۲۵۴، نسائی ج ۱ ص ۱۹۱)

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے انہوں نے سعید بن ابی سعید مقبری کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ رمضان المبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی ؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے ۔ پہلے چار رکعتیں پڑھتے کچھ نہ پوچھو کہ وہ کتنی حسین وطویل ہوتی تھیں ، پھر چار رکعتیں پڑھتے کچھ نہ پوچھو کتنی حسین اور طویل ہوتی تھیں پھر تین رکعت وتر پڑھتے تھے ۔

Marfat.com

۲۔ عن عبد اللہ بن عباس انہ رقد عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاستیقظ فتسوک وتوضأ وهو يقول ان فی خلق السموٰت والارض واختلاف الیل والنهار لآیات لاولی الالباب فقرأ هؤلاء الآیات حتی ختم السورة ثم قام فصلی رکعتین فاطال فیهما القیام والرکوع والسجود ثم انصرف فنام حتی نفخ ثم فعل ذالک ثلث مرات ست رکعات کل ذالک یستاک ویتوضأ ویقرأ هؤلاء الآیات ثم اوتر بثلث، الحدیث

(مسلم ج ۱ ص ۲۶۱)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (اپنی خالہ میمونہؓ کے گھر میں) سوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہوئے مسواک کی وضو کیا اور یہ آیات تلاوت فرمائیں۔ ان فی خلق السموٰت والارض واختلاف الیل والنهار لآیات لاولی الالباب سورت کے ختم تک، پھر آپ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ دونوں رکعتوں میں قیام، رکوع اور سجود کو خوب لمبا کیا پھر آپ فارغ ہو کر سو گئے یہاں تک کہ خراٹے بھرنے لگے، آپ نے یہ عمل تین بار کیا، سو کر اٹھتے مسواک اور وضو کر کے دو رکعت ادا فرماتے اور ہر دفعہ سورہ آل عمران کی آخری آیات تلاوت فرماتے اس طرح چھ رکعات آپ نے ادا فرمائیں پھر تین

Marfat.com

رکعات وتر پڑھے۔

۳- عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل ثمان رکعات و یوتر بثلث و یصلی رکعتین قبل صلوٰۃ الفجر (نسائی ج ۱ ص ۱۹۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو پہلے آٹھ رکعات پڑھتے پھر تین رکعات وتر پڑھتے۔ پھر دو رکعت (سنت) فجر کی نماز سے پہلے پڑھتے۔

۴- عن عامر الشعبی قال سألت ابن عباس و ابن عمر کیف کان صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فقالا ثلث عشرۃ رکعۃ ثمان و یوتر بثلث و رکعتین بعد الفجر،

(طحاوی ج ۱ ص ۱۹۲)

حضرت امام عامر شعبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کو نماز کیسی ہوتی تھی، ان دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعت پڑھتے تھے پہلے آٹھ رکعات (تہجد) پھر تین رکعات وتر پھر دو رکعت (سنت) صبح صادق کے بعد۔

۵- اخبرنا ابو حنیفۃ حدثنا ابو جعفر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی ما بین

Marfat.com

صلوٰۃ العشاء الیٰ صلوٰۃ الصبح ثلٰث عشرۃ رکعۃ ثمان رکعات تطوعًا وثلٰث رکعات الوتر ورکعتی الفجر، (موطا امام محمد ص۱۴۵)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت امام ابوحنیفہؒ نے خبر دی اور وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابوجعفرؒ نے حدیث بیان کی، فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر صبح کی نماز تک کے درمیان تیرہ رکعات پڑھا کرتے تھے آٹھ رکعات نفل (تہجد) تین رکعات وتر اور دو رکعت فجر کی سنت۔

۶۔ عن عمرۃ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر بثلٰث یقرأ فی الرکعۃ الاولیٰ بسبح اسم ربک الاعلیٰ و فی الثانیۃ قل یاایھا الکفرون و فی الثالثۃ قل ھو اللہ احد وقل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس (دارقطنی ج۲ ص۳۵، طحاوی ج۱ ص۱۹۶، مستدرک حاکم ج۱ ص۳۰۵)

حضرت عمرہؒ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے، پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ دوسری میں قل یاایھا الکفرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے تھے۔

Marfat.com

۷۔ عن علی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث یقرأ فیھن بتسع سور من المفصل یقرأ فی کل رکعۃ بثلث سور آخرھن قل ھو اللہ احد، (ترمذی ج ۱ ص ۱۰۶)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے۔ تینوں رکعتوں میں (قصار) مفصل کی نو سورتیں پڑھتے تھے، ہر رکعت میں تین سورتیں پڑھتے سب سے آخری سورت قل ھو اللہ احد ہوتی تھی۔

۸۔ عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الوتر بسبح اسم ربک الاعلیٰ وقل یاأیھا الکفرون وقل ھو اللہ احد فی رکعۃ رکعۃ، (ترمذی ج ۱ ص ۱۰۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سبح اسم ربک الاعلیٰ قل یا ایھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد پڑھا کرتے تھے ہر سورت ایک رکعت میں۔

۹۔ عن عبدالرحمٰن بن ابزی انہ صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الوتر فقرأ فی الاولی بسبح اسم ربک الاعلیٰ و فی الثانیۃ قل یاأیھا الکفرون و فی الثالثۃ قل ھو اللہ احد فلما فرغ قال سبحان الملک القدوس

Marfat.com

ثلثا یمد صوته بالثالثة،

(طحاوی ج ۱ صلنلہ، مسند احمد ج ۳ صلنلہ، نسائی ج ا ص۱۹۶)

حضرت عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وتر کی نماز پڑھی تو آپ نے پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری میں قل یاایھا الکفرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھی، جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے تین بار یہ کلمات کہے سبحان الملك القدوس اور تیسری مرتبہ آواز بلند کی۔

- عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بسبح اسم ربك الاعلی وقل یا ایھا الکفرون وقل ھو اللہ احد،

(نسائی ج ا ص۱۹۴، ابوداؤد ج ا صلنلہ، ابن ماجہ صلنلہ، مسند احمد ج ۵ ص۱۲۳)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبح اسم ربك الاعلیٰ قل یا ایھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد کے ساتھ وتر کی نماز ادا فرماتے تھے۔

۱۱۔ عن عبدالعزیز بن جریج قال سألت عائشۃ ام المؤمنین بای شیئ کان یوتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان یقرأ فی الاولی بسبح اسم ربك الاعلیٰ وفی الثانیۃ بقل یا ایھا الکفرون وفی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد والمعوذتین،

(مسند احمد ج۶ ص۲۲۷، ترمذی ج ا ص۱۰۶، ابوداؤد ج ا صلنلہ، ابن ماجہ ص۸۳)

Marfat.com

حضرت عبدالعزیز بن جریج ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتروں میں کون سی سورتیں پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری میں قل یا ایها الکفرون اور تیسری میں قل هو الله احد قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے تھے۔

۱۲ عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الوتر بسبح اسم ربك الاعلیٰ وفی الرکعة الثانیة بقل یا ایها الکفرون وفی الثالثة بقل هو الله احد ولا یسلم الا فی آخرهن ویقول یعنی بعد التسلیم سبحان الملك القدوس ثلثا۔ (نسائی ج ۱ ص۱۹۱)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر (کی پہلی رکعت) میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری رکعت میں قل یا ایها الکفرون تیسری رکعت میں قل هو الله احد پڑھتے تھے اور سلام فقط آخری رکعت ہی میں پھیرتے تھے اور سلام پھیرنے کے بعد تین دفعہ سبحان الملك القدوس کہتے تھے۔

۱۳۔ عن عائشة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی العشاء دخل المنزل ثم صلی رکعتین ثم صلی بعدهما رکعتین اطول

Marfat.com

منهما ثم اوتر بثلث لا یفصل بینهن' الحدیث
(مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو گھر تشریف لاتے پھر دو رکعت پڑھتے پھر ان سے لمبی دو رکعتیں اور پڑھتے پھر تین رکعات وتر پڑھتے اور ان تینوں رکعتوں میں فصل نہیں فرماتے تھے (یعنی دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے)

۱۴۔ عن سعد بن هشام ان عائشة حدثته ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان لا یسلم فی رکعتی الوتر۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۹۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۹)

حضرت سعد بن ہشام سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

۱۵۔ عن عائشة قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یسلم فی الرکعتین الاولیین من الوتر (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۰۴، دارقطنی ج ۲ ص ۳۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

۱۶۔ عن عائشة قالت کان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یوتر بثلث لا یسلم الا فی آخرهن وهذا وتر امیر المؤمنین عمر بن الخطاب

Marfat.com

رضی اللہ عنہ وعنہ اخذہ اھل المدینۃ ،

(مستدرک حاکم ج ۱ صـ۳۰۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور سلام فقط آخری رکعت میں پھیرتے تھے اور یہی امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھی وتر ہیں، انہیں سے یہ اہل مدینہ نے لیے ہیں۔

۱۷۔ عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ فاذا اردت ان تنصرف فارکع رکعۃ توتر لک ما صلیت قال القاسم ورأینا اناسا منذ ادرکنا یوترون بثلث ، الحدیث ، (بخاری ج ۱ صـ۱۳۵)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہوتی ہے پھر جب تمہارا فارغ ہو کر جانے کا ارادہ ہو تو ایک رکعت اور پڑھ لو یہ تمہاری پڑھی ہوئی نماز کو وتر بنا دے گی ، حضرت قاسمؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو دیکھا جب سے ہم نے ہوش سنبھالا کہ وہ وتر تین رکعات ہی پڑھتے ہیں۔

۱۸۔ عن الفضل بن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ مثنیٰ مثنیٰ تشھد فی کل رکعتین ، الحدیث (ترمذی ج ۱ صـ۸۷)

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز دو دو رکعت ہوتی ہے، ہر دو رکعتوں میں تشہد ہے۔

۱۹۔ عن ام سلمة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی کل رکعتین تشہد وتسلیم علی المرسلین وعلی من تبعھم من عباد اللہ الصالحین،

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۳۹)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر دو رکعت میں تشہد ہے اور رسولوں پر اور ان کی پیروی کرنے والے اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہے

۲۰۔ عن عائشة قالت (فی حدیث طویل) وکان یقول فی کل رکعتین التحیة،

(مسلم ج ۱ ص ۱۹۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (ایک لمبی حدیث کے ذیل میں) فرماتی ہیں کہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہر دو رکعت میں التحیات ہے۔

۲۱۔ عن عبد اللہ ابن مسعود مرفوعا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قعدتم فی کل رکعتین فقولوا التحیات للہ، الحدیث،

(نسائی ج ۱ ص ۱۳۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تم ہر دو رکعت میں قعدہ کرو تو التحیات للہ (آخر تک) پڑھو۔

Marfat.com

۲۱- عن عبد الله قال ارسلت امی لیلۃً لتبیت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنظر کیف یوتر فصلی ماشاء اللہ ان یصلی حتیٰ اذا کان آخر اللیل واراد الوتر قرأ بسبح اسم ربک الاعلیٰ فی الرکعۃ الاولیٰ وقرأ فی الثانیۃ قل یاایھا الکفرون ثم قعد ثم قام ولم یفصل بینھما بالسلام ثم قرأ بقل ھو اللہ احد حتی اذا فرغ کبر ثم قنت فدعا بما شاء اللہ ان یدعو ثم کبر ورکع الخ،

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبدالبرج ۴ صک)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ کو ایک دفعہ رات گزارنے کے لیے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہاں بھیجا تاکہ وہ یہ دیکھیں کہ آپ وتر کیسے پڑھتے ہیں (آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ) آپ نے نماز پڑھی جتنی کہ اللہ تعالیٰ نے چاہی حتیٰ کہ جب رات کا اخیر ہوگیا اور آپ نے وتر پڑھنے کا ارادہ کیا تو پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور دوسری میں قل یاایھا الکفرون پڑھیں پھر قعدہ کیا پھر قعدہ کے بعد کھڑے ہوئے اور ان کے درمیان سلام کے ساتھ فصل نہیں کیا پھر آپ نے قل ھو اللہ احد پڑھی جب آپ قرارت سے فارغ ہوئے تو تکبیر کہی اور دعاء قنوت پڑھی اور قنوت میں جو اللہ نے چاہا دعا مانگی پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع کیا۔

Marfat.com

۲۳۔ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال صلوٰۃ المغرب وتر النهار فاوتروا صلوٰۃ اللیل،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مغرب کی نماز دن کے وتر ہیں تم رات کی نماز کو وتر بناؤ۔

۲۴۔ عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر اللیل ثلث کوتر النهار صلوٰۃ المغرب،

(دارقطنی ج ۲ ص ۲۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کے وتر تین ہیں دن کے وتر یعنی نمازِ مغرب کی طرح۔

۲۵۔ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر ثلث کثلاث المغرب،

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر کی تین رکعتیں ہیں، مغرب کی تین رکعتوں کی طرح

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تین وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے

۱۔ عن المسور بن مخرمۃ قال دفنا ابا بکر لیلا فقال عمر انی لم اوتر فقام وصففنا وراءہ

Marfat.com

فصلی بنا ثلاث رکعات لم یسلم الا فی آخرھن

(طحاوی ج ۱ ص۲۰۲، مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص۲۹۳، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رات کے وقت دفن کیا۔ (فراغت پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں نے وتر نہیں پڑھے، آپ کھڑے ہوئے تو ہم نے بھی آپ کے پیچھے صف باندھ لی، آپ نے ہمیں تین رکعات نماز وتر پڑھائی اور سلام فقط ان کے آخر ہی میں پھیرا۔

۲۔ عن عمر بن الخطاب انہ قال ما احب انی ترکت الوتر بثلث وان لی حمر النعم،

(موطا امام محمد ص۱۴۵)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے پسند نہیں کہ میں تین رکعات وتر چھوڑ دوں چاہے مجھے اسکے بدلے سُرخ اونٹ کیوں نہ ملیں۔

۳۔ عن عمر بن الخطاب انہ اوتر بثلث رکعات لم یفصل بینھن بسلام،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص۹۴

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے تین رکعات وتر پڑھے اور تینوں رکعتوں میں سلام کے ذریعے فصل نہیں کیا۔ (یعنی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرا)۔

Marfat.com

حضرت علی کرم اللہ وجہہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے

عن زاذان ان علیا کان یوتر بثلث من آخر اللیل قاعدًا، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۲۹۵)

حضرت زاذانؒ سے مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ و وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے رات کے آخری حصہ میں بیٹھ کر۔

عن زاذان عن علی انہ کان یوتر بانا انزلناہ فی لیلۃ القدر و اذا زلزلت و قل ھو اللہ احد،

(مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۳۴)

حضرت زاذانؒ حضرت علی کرم اللہ و سے روایت کرتے ہیں کہ آپ وتروں میں انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ اذا زلزلت الارض اور قل ھو اللہ احد پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر کے قائل تھے

عن عبد اللہ بن مسعود قال الوتر ثلث کوتر النہار صلوۃ المغرب، (طحاوی ج ۱ ص ۲۰۲)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر کی تین رکعات ہیں، دن کے وتر مغرب کی نماز کی طرح۔

عن علقمۃ قال اخبرنا عبد اللہ بن مسعود اھون ما یکون الوتر ثلث رکعات، (موطا امام محمد ص ۱۴۶)

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں خبر دی ہے کہ وتر کی کم سے کم تین رکعتیں ہیں۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال الوتر ثلث کصلوۃ

Marfat.com

المغرب (موطا امام محمد صـ ۱۴۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں مغرب کی نماز کی طرح۔

۲۔ عن عبدالرحمٰن بن یزید قال قال ابن مسعود وتر اللیل کوتر النھار صلوٰۃ المغرب ثلٰثا،

(معجم طبرانی کبیر ج ۹ صـ ۲۸۲)

حضرت عبدالرحمٰن بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رات کے وتر دن کے وتر نماز مغرب کی طرح تین ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے

عن عقبۃ بن مسلم قال سألت ابن عمر عن الوتر فقال اتعرف وتر النھار قلت نعم صلوٰۃ المغرب قال صدقت واحسنت، (طحاوی ج ۱ صـ ۱۹۲)

حضرت عقبہ بن مسلمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے وتروں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کیا تم دن کے وتر جانتے ہو میں نے کہا جی ہاں نمازِ مغرب آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا اور خوب کہا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی تین رکعات وتر پڑھتے تھے

۱۔ عن عطاء قال ابن عباس رضی اللہ عنہما الوتر کصلوٰۃ المغرب، (موطا امام محمد صـ ۱۴۶)

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس

Marfat.com

رضی اللہ عنہما نے فرمایا وتر نماز مغرب کی طرح ہیں۔

۲۔ عن ابی یحیی قال سمر المسور بن مخرمة وابن عباس حتی طلعت الحمراء ثم نام ابن عباس فلم یستیقظ الا باصوات اهل الزوراء فقال لاصحابه اترونی ادرك اصلی ثلثا یرید الوتر وركعتی الفجر وصلوٰة الصبح قبل ان تطلع الشمس فقالوا نعم فصلی وهذا فی آخر وقت الفجر، (طحاوی ج ۱ ص ۱۹۹)

حضرت ابو یحیٰیؒ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رات کو باتیں کرنے لگے، یہاں تک کہ سُرخ ستارہ (جو صبح صادق سے پہلے نکلا کرتا ہے) نکل آیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سو گئے اور پھر اہل زوراء کی آوازوں کی وجہ سے بیدار ہوئے آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کیا خیال ہے کیا مجھے اتنا وقت مل جائے گا۔ کہ میں سورج نکلنے سے پہلے پہلے تین رکعات وتر، دو رکعت سنت اور فجر کی نماز پڑھ سکوں، انہوں نے کہا کہ جی ہاں" چنانچہ آپ نے (یہ تمام) نماز پڑھی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ سوال فجر کے اخیر وقت میں تھا۔

۳۔ عن ابی منصور قال سألت عبد الله بن عباس عن الوتر فقال ثلث، (طحاوی ج ۱ ص ۱۹۹)

حضرت ابو منصورؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس

Marfat.com

رضی اللہ عنہا سے وتروں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا
تین (رکعات) ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے

۱۔ عن ثابت قال قال انس یا ابا محمد خذ عنی فانی اخذت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اللہ ولن تأخذ عن احد اوثق منی قال ثم صلی بی العشاء ثم صلی ست رکعات یسلم بین الرکعتین ثم اوتر بثلث یسلم فی آخرھن (کنز العمال ج ۸ ص ۶۶)

حضرت ثابتؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابو محمدؒ مجھ سے اخذ کر لو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے اخذ کیا ہے اور تم ہرگز مجھ سے زیادہ ثقہ آدمی سے اخذ نہیں کر سکتے۔

حضرت ثابتؒ فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے مجھے عشاء کی نماز پڑھائی پھر چھ رکعات نفل ادا کئے ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے رہے پھر آپ نے تین رکعات وتر پڑھے اور ان کے آخر میں سلام پھیرا۔

۲۔ عن ثابت قال صلی بی انس الوتر وانا عن یمینہ وام ولدہ خلفنا ثلث رکعات لم یسلم الا فی آخرھن ظننت انہ یرید ان یعلمنی۔

(طحاوی ج ۱ ص ۲۰۲)

حضرت ثابتؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھے وتر

Marfat.com

کی تین رکعتیں پڑھائیں اس حال میں کہ میں اُن کی دائیں جانب تھا اوران کی اُمّ ولد ہمارے پیچھے، آپ نے سلام فقط آخر میں پھیرا میرا غالب گمان یہ ہے کہ آپ مجھے وتر کا طریقہ سکھلا رہے تھے۔

۳-عن انس قال الوتر ثلث رکعات وکان یوتر بثلث رکعات،
(طحاوی ج ۱ ص ۲۰۲)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ وتر تین رکعات ہیں اور آپ وتر تین رکعات ہی پڑھتے تھے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے

۱-عن الحسن قال کان ابی بن کعب یوتر بثلاث لا یسلم الا فی الثالثۃ مثل المغرب،
(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۶)

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے اور سلام فقط تیسری رکعت میں پھیرتے تھے مغرب کی نماز کی طرح۔

۲-عن السائب بن یزید ان ابی بن کعب کان یوتر بثلث،
(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۶)

حضرت سائبؓ بن یزید سے مروی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بھی وتر تین رکعات پڑھتے تھے

عن ابی غالب ان ابا امامۃ کان یوتر بثلث

Marfat.com

(طحاوی ج ۱ صنئلہ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۳)

حضرت ابو غالبؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ بھی وتر تین رکعات پڑھتے تھے

عن سعید بن جبیر انہ کان یوتر بثلث و یقنت فی الوتر قبل الرکوع ، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۴)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے اور دعاء قنوت وتر میں رکوع سے پہلے پڑھتے تھے

حضرت علقمہ رحمہ اللہ بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے۔

عن علقمۃ قال الوتر ثلث ،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۴)

حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وتر تین رکعات ہیں۔

حضرت مکحول رحمہ اللہ بھی وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے

عن مکحول انہ کان یوتر بثلث لا یسلم فی رکعتین ، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۴)

حضرت مکحول رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے اور دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

حضرت ابو العالیہ الریاحیؒ بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے

عن ابی خالدۃ قال سألت ابا العالیۃ عن الوتر فقال علمنا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم او علمونا ان الوتر مثل صلوٰۃ المغرب غیر انا نقرأ فی الثالثۃ فهذا وتر اللیل و ھذا وتر النهار ، (طحاوی ج ۱ ص ۲۰۲)

Marfat.com

حضرت ابو خالدہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے وتر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے تعلیم دی یا فرمایا کہ انہوں نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں سوائے اس کے کہ ہم وتر کی تیسری رکعت میں بھی قراءت کرتے ہیں یہ رات کے وتر ہیں اور وہ (مغرب) دن کے وتر ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا وتر کے متعلق فیصلہ

ثنا ابن وهب قال اخبرني ابن ابي الزناد عن ابيه قال اثبت عمر بن عبد العزيز الوتر بالمدينة بقول الفقهاء ثلثا لا يسلم الا في آخرهن،

(طحاوی ج ۱ ص ۲۰۳)

ہمیں حدیث بیان کی ابن وہب نے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی ابن ابو الزناد نے اپنے والد کے واسطے سے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مدینہ طیبہ میں فقہاء کے قول کے مطابق وتر تین رکعت مقرر کر دیئے تھے جن میں سلام صرف آخر میں پھیرا جاتا تھا۔

مدینہ طیبہ کے سات فقہا بھی ایک سلام کیساتھ تین رکعات وتر کے قائل تھے

ثنا عبد الرحمن بن ابي الزناد عن ابيه عن (الفقهاء) السبعة سعيد بن المسيب وعروة بن الزبير والقاسم بن محمد وابي بكر بن عبد الرحمن وخارجة بن زيد وعبيد الله وسليمان

Marfat.com

بن یسار فی مشیخة سواھم اھل فقہ وصلاح وفضل وربما اختلفوا فی الشیٔ فاخذ بقول اکثرھم وافضلھم رأیا فکان مما وعیت عنھم علیٰ ھذہ الصفة ان الوتر ثلٰث لا یسلم الا فی آخر ھن (طحاوی ج ۱ ص ۲۰۴)

ہم سے حدیث بیان کی عبدالرحمٰنؒ بن ابی الزناد نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے روایت کی سات (فقہاء تابعین) یعنی سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمدؒ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، خارجہ بن زید، عبیداللہ بن عبداللہ اور سلیمان بن یسار رحمہم اللہ سے ان کے علاوہ دوسرے فقیہ اہل صلاح اور صاحب فضل بزرگوں کی موجودگی میں روایت کی یہ بزرگ اگر کسی مسئلہ میں اختلاف کرتے تو اس شخص کے قول پر عمل کرتے جو زیادہ ذی رائے اور افضل ہوتا، میں نے جو باتیں ان سے یاد کی ہیں اس طریقہ پر اُن میں سے ایک یہ ہے کہ وتر تین رکعات ہیں جن میں سلام فقط آخر ہی میں پھیرا جائے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد رحمہ اللہ کا فرمان

عن القاسم قال رأینا اناسا منذ ادرکنا یوترون بثلٰث وان کلا لواسع وارجو ان لا یکون بشیٔ منہ بأس، (بخاری ج ۱ ص ۱۳۵)

حضرت قاسم بن محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بزرگوں کو دیکھا جب سے ہم نے ہوش سنبھالا کہ وہ وتر تین رکعات

Marfat.com

پڑھتے ہیں بلا شبہ ہر ایک کی گنجائش ہے اور مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

اہل اسلام کا اجماع کہ وتر ایک سلام سے تین رکعات ہیں

عن الحسن قال اجمع المسلمون ان الوتر ثلث لا یسلم الا فی آخرھن ؛

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۲۹۴)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں جن میں صرف آخری رکعت ہی میں سلام پھیرا جائے گا۔

مذکورہ احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہوتے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعات ایک سلام کے ساتھ پڑھتے تھے اور عموماً پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلی دوسری میں قل یاایھا الکفرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھنے کا معمول تھا۔

(۲) خلفاء راشدین حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی وتر تین رکعات ایک سلام ہی سے پڑھتے تھے۔

(۳) عام صحابہ کرام مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہم وغیرہ کا معمول بھی وتر تین رکعات ایک سلام کے ساتھ ہی پڑھنے کا تھا۔

(۴) سات فقہائے مدینہ منورہ اور ان کے علاوہ عام تابعین و تبع تابعین بھی وتر کے تین رکعات ہونے ہی کے قائل تھے۔

Marfat.com

(۵) وتر کے تین رکعات ہونے پر اہل اسلام کا اجماع ہے۔

(۶) نمازِ وتر مغرب کی نماز کی طرح ہے یعنی جیسے[۱] مغرب کی تین رکعات ہیں ویسے ہی وتر کی بھی تین رکعات ہیں اور جیسے[۲] مغرب کی نماز ایک سلام کے ساتھ پڑھی جاتی ہے ایسے ہی وتر کی نماز بھی ایک سلام سے پڑھی جائے گی اور جیسے[۳] مغرب کی نماز میں دوسری رکعت کے بعد قعدہ ہے ایسے ہی وتر کی دوسری رکعت میں بھی قعدہ ہے۔

(۷) وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ واجب ہے کیونکہ اولاً تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ کرنا ثابت ہے جیسا کہ ام عبداللہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے (جو ۲۲ پر گزری) ظاہر ہے، دوسرے آپ نے ایک عام قاعدہ اور ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ "ہر نماز کی دوسری رکعت میں التحیات اور تشہد ہے" جیسا کہ حدیث نمبر ۱۸-۱۹-۲۰-۲۱ سے واضح ہے، اس قاعدہ کے عموم کے تحت وتر میں بھی تشہد اور التحیات ضروری ہوگا کیونکہ آپ نے اس قاعدہ سے وتر کی دو رکعتوں کو مستثنےٰ نہیں کیا، تیسرے آپ نے جو نمازِ وتر کو نمازِ مغرب سے تشبیہ دی ہے اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جس طرح مغرب کی نماز میں دوسری رکعت میں قعدہ واجب ہے اسی طرح وتر کی دوسری رکعت میں بھی قعدہ واجب ہونا چاہیئے، چوتھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو یہ فرمانا (جیسا کہ بخاری کی حدیث (نمبر ۱) سے ظاہر ہے) کہ "رات کی نماز دو دو رکعت ہے اور جب تو انصراف یعنی نماز ختم کرنے کا ارادہ کرے تو ایک رکعت اور پڑھ لے اس طرح یہ رکعت پہلی دو رکعتوں کو وتر بنا دے گی"۔

Marfat.com

ں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ ہے
بلکہ نماز تشہد پڑھ کر ہی ختم کی جاتی ہے نہ کہ تشہد پڑھے بغیر اور ظاہر ہے کہ
شہد قعدہ ہی میں پڑھا جاتا ہے۔

(۸) نماز مغرب اور نماز وتر میں ایک فرق تو یہ ہے کہ مغرب کی تیسری
عت میں سورۃ نہیں پڑھی جاتی اور وتر کی تیسری رکعت میں پڑھی جاتی ہے
وسرا فرق یہ ہے کہ مغرب کی نماز میں قنوت نہیں ہے وتر کی نماز میں قنوت
ہے، تیسرا فرق یہ ہے کہ مغرب کی نماز سے پہلے نوافل نہیں ہیں، لیکن
تر سے پہلے نوافل وغیرہ پڑھنا مسنون ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آپ
جلنے چاہیں وتر پڑھیں، دوسری رکعت پر قعدہ نہ کریں، وتر دو سلاموں سے
پڑھنا افضل ہے اور دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ وتر پڑھنا (جیساکہ
احناف پڑھتے ہیں) منع ہے، تین رکعات وتر پڑھنے کی حدیث ضعیف
ہے بلکہ ثابت ہی نہیں۔ تین رکعات وتر پڑھنا منع آیا ہے، لہٰذا احتیاط
اسی میں ہے کہ وتر تین رکعات نہ پڑھے جائیں۔

چنانچہ مولوی یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔

" الغرض نماز وتر خواہ ایک رکعت پڑھیں خواہ تین خواہ پانچ خواہ
سات بیچ میں کوئی قعدہ نہ کریں بلکہ آخر رکعت میں بیٹھیں اور صرف
ایک تشہد سے وتر پڑھ کر سلام پھیریں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے وتر میں بیچ کا تشہد ثابت نہیں ہے بلکہ بیچ کا تشہد
کرنے میں نماز مغرب سے مشابہت ہو جاتی ہے اس لیے
جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعات وتر پڑھنے
سے منع فرمایا ہے"۔ (دستور المتقی صفحہ ۱۴۲)

Marfat.com

نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں۔

" وادنی الکمال ثلث رکعات بسلامین وهو افضل ولو زاد علی احدی عشرة رکعة یجوز وکذالک لو وصل ثلث رکعات بسلام واحد عنی انه لا یجلس بعد الثانیة بل یسردها سردا اما الوتر بثلث رکعات مع تشهدین وسلام واحد کما هو مذهب الاحناف منهی عنه لئلا یتشبه النفل بالفرض ای صلوٰة المغرب"۔ (نزل الابرار ج ۱ صـ۱۲۲)

وتر میں کمال کا ادنیٰ درجہ تین رکعتیں ہیں دو سلاموں سے یہی افضل ہے اور اگر گیارہ رکعات سے زیادہ پڑھیں تو بھی جائز ہے ایسے ہی اگر تین رکعتیں ایک سلام سے پڑھیں تو بھی ٹھیک ہے، سوائے اس کے کہ دوسری رکعت میں نہ بیٹھے بلکہ اسے لگاتار پڑھے، رہیں تین رکعات وتر دو تشہدوں اور ایک سلام کے ساتھ جیسا کہ احناف کا مذہب ہے تو اس سے منع کیا گیا ہے تاکہ نفل فرض یعنی مغرب کے مشابہ نہ ہوں۔

نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

" وحدیث ایتار بسہ رکعت ضعیف بلکہ غیر ثابت ست بلکہ ازاں نہی آمدہ پس احتیاط در ترک ایتار بسہ رکعت باشد"۔

(عرف الجادی صـ۳۳)

اور تین رکعات وتر پڑھنے کی حدیث ضعیف ہے بلکہ ثابت ہی نہیں بلکہ اس

Marfat.com

سے ممانعت آئی ہے، پس احتیاط اس میں ہے کہ وتر تین رکعات
نہ پڑھے جائیں۔

ملاحظہ فرمائیے: یہ ہے غیر مقلدین کا مبلغ علم، صحاح ستہ اور حدیث کی دیگر مستند ترین کتابوں میں درج احادیث مبارکہ سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خلفاء راشدین، عام صحابہ کرام، تابعین تبع تابعین سب وتر کی نماز تین رکعات ایک سلام کے ساتھ پڑھتے تھے، حضرت حسن بصریؒ تو اس پر اہل اسلام کا اجماع نقل فرما رہے ہیں، اور احادیث مبارکہ ہی سے وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ بھی ثابت ہو رہا ہے، اور ام عبداللہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے تو وتر کی دوسری رکعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قعدہ فرمانا صراحت کے ساتھ ثابت ہو رہا ہے لیکن غیر مقلدین کی تحقیق یہ ہے کہ تین رکعات وتر دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ پڑھنا منع آیا ہے۔ تین رکعات وتر پڑھنا ضعیف ہے بلکہ ثابت ہی نہیں ہے اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ وتر تین رکعات نہ پڑھے جائیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ صحاح ستہ کی جن احادیث میں تین رکعات وتر کا مذکرہ ہے وہ احادیث ہی نہیں ہیں، اور العیاذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین اور ہزاروں لاکھوں بزرگان دین سب کے سب غیر ثابت اور غیر محتاط اور ممنوع چیز پر عمل کرتے رہے، ؏ بریں عقل و دانش بباید گریست

یہ ہے غیر مقلدین کی تحقیق اور حدیث دانی کہ احادیث صحیحہ سے ثابت شدہ عمل کو منہی عنہ گردان رہے ہیں۔

قارئین آپ نے غیر مقلدین کا مبلغ علم ملاحظہ فرمایا اور انکا منہ تاسے

Marfat.com

عمل دیکھا اب آپ انصاف سے بتلائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضؓ وغیرہ تو وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھیں اور غیر مقلدین تین رکعات وتر کو منہی عنہ قرار دیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

وجوب القنوت فی جمیع السنۃ کلھا وسنیۃ رفع الیدین والتکبیر لہ ومحلہ قبل الرکوع

وتر میں دُعاء قنوت سارے سال واجب ہے اور دُعاء قنوت کے لیے تکبیر کہنا اور دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا مسنون ہے اور دُعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہیئے

۔ عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی انہ سئل عن القنوت فقال حدثنا البراء بن عازب قال سنۃ ماضیۃ، (اخرجہ السراج بحوالہ آثار السنن ص۲۰۱)

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ سے قنوتِ وتر کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا کہ ہمیں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی ہے فرمایا کہ یہ جاری وساری سنت ہے (یعنی ایسا طریقہ ہے جو دین میں رواج پذیر ہے)

۔ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنت حتیٰ مات و ابوبکر قنت حتی مات و عمر حتیٰ مات۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۳۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک دُعاء قنوت پڑھتے رہے حضرت ابوبکر

Marfat.com

رضی اللہ عنہ وفات تک قنوت پڑھتے رہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ وفات تک قنوت پڑھتے رہے۔

۳۔ عن ابراھیم ان ابن مسعود کان یقنت السنۃ کلھا فی الوتر قبل الرکوع،

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفہؒ بروایت الامام محمدؒ ص۴۲)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر میں سارے سال قنوت پڑھتے تھے رکوع میں جانے سے پہلے۔

۴۔ عن ابراھیم قال عبداللہ لا یقنت السنۃ کلھا فی الفجر و یقنت فی الوتر کل لیلۃ،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۲ ص۳۰۲)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تمام سال فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے بلکہ ہر رات وتر میں قنوت پڑھتے تھے۔

۵۔ عن ابراھیم ان القنوت فی الوتر واجب فی رمضان و غیرہ قبل الرکوع و اذا اردت ان تقنت فکبر و اذا اردت ان ترکع فکبر ایضا،

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفہؒ بروایت الامام محمد ص۴۲)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ (دعاء) قنوت وتر میں واجب ہے رمضان میں بھی اور رمضان کے علاوہ دنوں میں بھی رکوع میں جانے سے پہلے، جب تیرا ارادہ قنوت پڑھنے کا ہو تو

Marfat.com

تکبیر کہہ اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ ہو تو بھی تکبیر کہہ۔

۶۔ عن جعفر حدثنی ابو عثمان قال کنا نحن وعمر یؤم الناس ثم یقنت بنا عند الرکوع یرفع یدیہ حتی یبدو کفاہ ویخرج ضبعیہ،

(جزء رفع الیدین للامام البخاریؒ ص۱۸)

حضرت جعفر بن میمون رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو عثمان نے حدیث نقل کی، فرمایا کہ ہم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کی امامت کرتے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیں قنوت پڑھاتے تھے، آپ (قنوت کے لیے) رفع یدین کرتے، اپنی ہتھیلیوں کو کھولتے اور بازو نکالتے۔

۷۔ عن ابی عثمان قال کان عمر یرفع یدیہ فی القنوت، (جزء رفع الیدین ص۱۸)

حضرت ابو عثمانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قنوت کے لیے رفع یدین کرتے تھے۔

۸۔ عن عبد اللہ انہ کان یقرأ فی آخر رکعۃ من الوتر قل ہو اللہ احد ثم یرفع یدیہ فیقنت قبل الرکعۃ، (جزء رفع الیدین ص۱۸، مصنف ابن ابی شیبۃ ج۲ ص۳۰۷)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ وتر کی آخری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھتے پھر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے اور رکوع میں جانے سے پہلے دعاءِ قنوت پڑھتے۔

Marfat.com

۹۔ عن ابراھیم النخعی قال ترفع الایدی فی سبع مواطن فی افتتاح الصلوٰۃ و فی التکبیر للقنوت فی الوتر وفی العیدین وعند استلام الحجر وعلی الصفا والمروۃ وبجمع وعرفات وعند المقامین عند الجمرتین ،

(طحاوی ج ۱ ص ۴۵۵)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ سات مقامات پر ہاتھ اٹھائے جائیں نماز کے شروع میں ، وتر میں قنوت کی تکبیر کیلئے ، دونوں عیدوں کی نماز میں ، حجرِ اسود کے استلام کے وقت ، صفا اور مروہ پر ، مزدلفہ عرفات اور دونوں جمروں کے پاس رمی کے بعد مقام کے وقت ۔

۱۰۔ عن عبد اللہ قال ارسلت امی لیلۃ لتبیت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنظر کیف یوتر فصلی ما شاء اللہ ان یصلی حتی اذا کان آخر اللیل و اراد الوتر قرأ بسبح اسم ربک الاعلیٰ فی الرکعۃ الاولی و قرأ فی الثانیۃ قل یا ایھا الکفرون ثم قعد ثم قام ولم یفصل بینھما بالسلام ثم قرأ بقل ھو اللہ احد حتی اذا فرغ کبر ثم قنت فدعا بما شاء اللہ ان یدعو ثم کبر و رکع ،

(الاستیعاب ج ۴ ص ۴۷۴)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے

Marfat.com

اپنی والدہ کو ایک دفعہ رات گزارنے کے لیے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہاں بھیجا تاکہ وہ دیکھیں کہ آپ وتر کیسے پڑھتے ہیں (آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ) آپ نے نماز پڑھی جتنی اللہ کو منظور ہوئی حتیٰ کہ جب رات کا اخیر ہوگیا اور آپ نے وتر پڑھنے کا ارادہ کیا تو پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری میں قل یا ایھا الکفرون پڑھیں پھر قعدہ کیا پھر آپ کھڑے ہوئے اور دو رکعت اور تیسری رکعت میں سلام سے فصل نہیں کیا پھر قل ھو اللہ احد پڑھی یہاں تک کہ جب آپ قرارت سے فارغ ہوئے تو تکبیر کہی اور دعاء قنوت پڑھی اور اللہ کو جو منظور ہوا دعائیں کیں پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔

۱۱۔ عن طارق بن شہاب قال صلیت خلف عمر صلوٰۃ الصبح فلما فرغ من القراءۃ فی الرکعۃ الثانیۃ کبر ثم قنت ثم کبر فرکع (طحاوی ج ۱ ص ۱۷۱)

حضرت طارق بن شہابؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی، جب آپ دوسری رکعت میں قرارت سے فارغ ہوئے تو آپ نے تکبیر کہی پھر دعاء قنوت پڑھی پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔

۱۲۔ عن عبد اللہ کان یکبر حین یفرغ من القراءۃ ثم اذا فرغ من القنوت کبر و رکع،

(معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۴۳)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (وتر کی نماز میں) جب

Marfat.com

قرارت سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر جب دعاء قنوت پڑھ کر فارغ ہوتے تو تکبیر کہہ کر رکوع میں جاتے۔

۱۴- عن عاصم قال سألت انس بن مالك عن القنوت فقال قد كان القنوت قلت قبل الركوع او بعده قال قبله قال فان فلانا اخبرني عنك انك قلت بعد الركوع فقال كذب انما قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الركوع شهرا اراه كان بعث قوما يقال لهم القراء زهاء سبعين رجلا الى قوم من المشركين دون اولئك وكان بينهم وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم عهد فقنت رسول الله صلى الله عليه وسلم شهرا يدعو عليهم ، (بخاری ج ۱ ص ۱۳۶، مسلم ج ۱ ص ۲۳۷)

حضرت عاصم احولؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قنوت (وتر) کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا قنوت تو تھی، میں نے عرض کیا رکوع سے پہلے یا بعد میں، آپ نے فرمایا پہلے، حضرت عاصمؒ کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے مجھے آپکی جانب سے یہ خبر دی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ رکوع کے بعد ہے، آپ نے فرمایا اس نے غلط کہا ہے، یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد ایک مہینے قنوت پڑھی ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ستر کے قریب افراد کی ایک جماعت کو جنہیں قراء کہا جاتا تھا۔ مشرکین کی طرف بھیجا تھا یہ

Marfat.com

مشرکین اُن کے علاوہ تھے (جن کے لیے آپ نے بد دُعا کی تھی)
ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ تھا،
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے تک (رکوع کے
بعد) قنوت پڑھی آپ ان کے لیے بد دُعا فرماتے تھے۔

۱۴۔ قال عبد العزیز و سأل رجل انسًا عن القنوت ابعد الرکوع او عند فراغ من القراءة قال لا بل عند فراغ من القراءة ، (بخاری ج ۲ ص ۵۸۶)

حضرت عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا کہ رکوع کے بعد پڑھی جائے یا قرأت سے فارغ ہوکر آپ نے فرمایا قرأت سے فارغ ہوکر۔

۱۵۔ عن ابی بن کعب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر بثلث کان یقرأ فی الاولیٰ بسبح اسم ربک الاعلیٰ و فی الثانیة بقل یا ایھا الکفرون و فی الثالثة بقل ھو اللہ احد و یقنت قبل الرکوع (نسائی ج ۱ ص ۱۹۱)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعات پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ دوسری میں قل یا ایھا الکفرون، تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے اور دُعائے قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔

Marfat.com

۱۶۔ عن ابی بن کعب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر فیقنت قبل الرکوع،

(ابن ماجہ صـ۸۴)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے تھے تو دعا قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔

۱۷۔ عن ابن عباس قال اوتر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقنت فیھا قبل الرکوع، (حلیۃ الاولیاء ج ۵ صـ۹۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وتر پڑھے تو دعا قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھی۔

۱۸۔ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر بثلث رکعات و یجعل القنوت قبل الرکوع،

(مجمع الزوائد ج ۲ صـ۱۳۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وتر تین رکعات پڑھتے تھے اور دعا قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔

۱۹۔ عن عبد اللہ بن مسعود عن ام عبد اللہ قالت رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنت فی الوتر قبل الرکوع، (جامع المسانید ج ۱ صـ۳۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی والدہ سے روایت

Marfat.com

کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے وتر میں دعاء قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھی۔

۲۰۔ عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن ابیہ قال کان عبد اللہ لا یقنت فی شیئ من الصلوٰۃ الا فی الوتر قبل الرکعۃ، (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۳۸)

حضرت عبد الرحمٰن بن اسودؒ سے روایت ہے کہ ان کے والد اسودؒ نے فرمایا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کے علاوہ کسی نماز میں دُعاء قنوت نہیں پڑھتے تھے اور وتر میں بھی رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

۲۱۔ عن علقمۃ ان ابن مسعود واصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانوا یقنتون فی الوتر قبل الرکوع، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۳۰۲)

حضرت علقمہؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر صحابہ کرام وتر میں دُعاء قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔

۲۲۔ عن ابن عمر قال ارأیتم قیامکم عند فراغ الامام من السورۃ ھذا القنوت واللہ انہ لبدعۃ ما فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر شھر ثم ترکہ ارأیتم رفعکم ایدیکم فی الصلوٰۃ انہ لبدعۃ ما زاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم علی هذا قط فرفع یدیه حیال منکبیه،

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۳۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ جو تم (فجر کی نماز میں) امام کے سورت سے فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہوکر دعاء قنوت پڑھتے ہو خدا کی قسم یہ بدعت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے کے علاوہ ایسا نہیں کیا (صرف ایک ماہ کیا) پھر اسے چھوڑ دیا، دیکھو یہ جو تم نماز میں ہاتھ اُٹھا کر دُعاء قنوت پڑھتے ہو واللہ یہ بدعت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے زیادہ کبھی نہیں کیا، پھر آپ نے رفع یدین مونڈھوں تک کر کے دکھایا۔

قال ابو عبد اللہ (احمد بن حنبل) اذا قنت قبل الرکوع کبر ثم اخذ فی القنوت وقد روی عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کان اذا فرغ من القراءۃ کبر ثم قنت ثم کبر حین یرکع وروی ذالک عن علی و ابن مسعود والبراء وھو قول الثوری ولا نعلم فیہ خلافاً،

(المغنی لابن قدامۃ الحنبلی ج ۲ ص ۱۶۵)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رکوع سے پہلے جب دُعاء قنوت پڑھے تو تکبیر کہہ لے پھر دُعاء قنوت شروع کرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ جب قراءت سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر قنوت پڑھتے پھر رکوع کرتے وقت

Marfat.com

تکبیر کہتے، یہی حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی حضرت سفیان ثوری کا بھی قول ہے اور ہم اس بارے میں کسی کا خلاف نہیں جانتے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں۔

(۱) وتر کی نماز میں دعاء قنوت واجب ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر مواظبت فرمائی ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث (۲۔ ۷) سے خصوصاً اور دیگر صحابہ کرام کی احادیث سے عموماً ظاہر ہے۔ کسی بھی صحابی نے آپ سے قنوت کا ترک نقل نہیں کیا اور آپ کا کسی عمل پر اس کو کبھی بھی ترک کئے بغیر مواظبت فرمانا یہ اس کے واجب ہونے کی دلیل ہے، اسی۔ یہ صحابہ کرام بھی اس پر مواظبت فرماتے رہے اور اسی وجہ سے جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی قنوت کے واجب ہونے کا فتویٰ دیتے تھے۔

(۲) وتر میں دعاء قنوت پورے سال پڑھنی واجب ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر مواظبت فرمائی ہے اور ترک ثابت نہیں، دوسرے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سارے سال قنوت پڑھنے کی صراحت موجود ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۳۔۴ سے واضح ہے تیسرے حضرت ابراہیم نخعی کا فتویٰ ہے کہ قنوت وتر میں رمضان اور غیر رمضان واجب ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۵ سے واضح ہے۔

(۳) دعاء قنوت کے لیے تکبیر کہنا مسنون ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تکبیر کہی ہے جیسا کہ حدیث ام عبد (نمبر ۱۰) سے واضح ہے۔ عام صحابہ کرام کا بھی اسی پر عمل تھا چنانچہ حضرت عمر فاروق، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم قنوت کے لیے تکبیر کہتے

Marfat.com

تھے، اور حضرت ابراہیم نخعیؒ کا فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ بھی یہی تعلیم دیتے تھے۔

(۴) دعاءِ قنوت پڑھنے کے لیے تکبیر کہتے وقت رفع یدین کرنا سنت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع یدین کرنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث (۲۲) سے واضح ہے، حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما قنوت کے لیے رفع یدین کیا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۶-۷-۸ سے واضح ہے۔

(۵) وتر میں دعاءِ قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھنی چاہیئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں دعاءِ قنوت رکوع میں جانے سے پہلے ہی پڑھا کرتے تھے، آپ کے اس عمل کو حضرت اُبَی بن کعب، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت انس بن مالک، حضرت ام عبداللہ رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابۂ کرام نے نقل کیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۳ تا ۱۹ سے واضح ہے، حضرت عمر فاروق، حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہما رکوع میں جانے سے پہلے ہی دعاءِ قنوت پڑھا کرتے تھے جلیل القدر تابعی حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور عام صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم رکوع میں جانے سے پہلے ہی دعاءِ قنوت پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۱ سے ظاہر ہے۔

(۶) عام دعاؤں کی طرح وتر میں دعاءِ قنوت پڑھتے ہوئے سینے تک ہاتھ اُٹھائے رکھنا جیسا کہ غیر مقلدین اٹھائے رکھتے ہیں بدعت ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث (نمبر ۲۲) سے واضح ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین نے تو دعاءِ قنوت

Marfat.com

کے وجوب کے قائل ہیں، نہ[۲] دعاء قنوت پڑھتے وقت تکبیر کہنے کو صحیح سمجھتے ہیں، نہ[۳] تکبیر کہتے وقت رفع یدین کرنے کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ البتہ[۴] عام دعاؤں کی طرح دعاء قنوت دونوں ہاتھ اٹھا کر پڑھتے ہیں، نیز[۵] ان کا کہنا ہے کہ دعاء قنوت رکوع کے بعد مستحب ہے۔

چنانچہ غیر مقلدین کے مجتہد العصر عبد اللہ روپڑی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"قنوت سے پہلے تکبیر کہنے کی بابت حدیث میں کچھ تصریح نہیں آئی اور سلف کا اس میں اختلاف ہے بہتر ہے کہ ایسا کام نہ کرے جس کی بابت دلیل کی رو سے پوری تشفی نہ ہو، ہاں ہاتھ اٹھانا دعاء میں بیشک ثابت ہے اور دعاء قنوت بھی ایک دعا ہے تو اس وجہ سے اس میں بھی ہاتھ اٹھا سکتا ہے خصوصاً جب کہ بہت سے سلف کا عمل بھی اس پر ہے (قیام اللیل) البتہ جس طریق سے حنفیہ ہاتھ اٹھاتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کی طرح رفع یدین کر کے ہاتھ باندھ لیتے ہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا اور اسی طرح رکوع سے پہلے دعاء قنوت کا ثابت کرنا اور اسی پر حصر کرنا یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ پہلے پیچھے دونوں طرح ثابت ہے پس دونوں پر عمل چاہیئے۔"

(فتاوی اہلحدیث ج ۱ ص ۶۳۲)

فتاوی علماء حدیث میں ایک سوال کے جواب میں اس طرح تحریر ہے

"جواب صحیح حدیث سے صراحتاً ہاتھ اٹھا کر یا باندھ کر قنوت پڑھنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ دعا ہونے کی حیثیت سے ہاتھ اٹھا

Marfat.com

کر پڑھنا اولیٰ ہے رکوع کے بعد قنوت پڑھنا مستحب ہے،
بخاری شریف میں رکوع کے بعد ہے اگر پہلے پڑھ لے تب
بھی جائز ہے کیونکہ بعض روایات میں قبل الرکوع بھی آیا ہے
ہاتھ اُٹھا کر باندھ لینے کا کوئی ثبوت نہیں"۔ (فتاویٰ علماء حدیث ج ۴ صفحہ ۲۰۶)

عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں۔

" یجوز القنوت فی الوتر قبل الرکوع وبعدہٗ
والمختار عندی کونہ بعد الرکوع "۔

(تحفۃ الاحوذی ج ۱ صفحہ ۳۴۲)

وتر میں قنوت رکوع سے پہلے اور بعد دونوں طرح جائز ہے
میرے نزدیک مختار وپسندیدہ یہ ہے کہ رکوع کے بعد پڑھی جائے
ملاحظہ فرمائیے : احادیث مبارکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ
وتابعین کا دعاء قنوت سے پہلے تکبیر کہنا ثابت ہے جیسا کہ احادیث گزریں
اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس بارے میں کسی کا خلاف
معلوم نہیں لیکن روپڑی صاحب فرما رہے ہیں کہ چونکہ ہمیں اسکی صراحت
نہیں ملی اور سلف کا اس میں اختلاف بھی ہے اس لیے بہتر یہی ہے
کہ تکبیر نہ کہی جائے۔ روپڑی صاحب سے کوئی پوچھے کہ حضرت کیا
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی
اللہ عنہما کے عمل میں اس کی صراحت نہیں ہے، کیا یہ لوگ تکبیر کہہ کر معاذ
اللہ کوئی اچھا کام نہیں کرتے تھے؟ یہ ہیں عمل بالحدیث کے دعویدار
جنہیں قنوت سے پہلے تکبیر کی صراحت نظر نہیں آتی، ہاں عام دعاؤں کی

Marfat.com

طرح دعاء قنوت بھی وتر میں ہاتھ اُٹھا کر پڑھنا جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بدعت فرما رہے ہیں وہ ان کے نزدیک حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل کرتے ہوئے اولیٰ اور بہتر ہے۔ و لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

صحیح احادیث (بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ وغیرہ) سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں دُعاء قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے، اسی پر جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عمر فاروق حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت انس اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ہے۔

لیکن غیر مقلدین کے یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کے بالکل خلاف رکوع سے اُٹھ کر دعاء قنوت پڑھنا مستحب اور مختار و پسندیدہ عمل ہے۔ غور فرمائیے کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام سے صحیح احادیث سے ثابت شدہ عمل کے خلاف کوئی عمل مستحب ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں لیکن غیر مقلدین کو اس سے کیا غرض انہیں صرف اپنی سوچ کے مطابق عمل کرنے سے مطلب ہے صحیح ہو یا غلط، قارئین کرام اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ غیر مقلدین کا یہ طرز عمل اختیار کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

غیر مقلدین کا ایک جھوٹ

فتاویٰ علماء حدیث میں جو یہ درج ہے کہ "بخاری شریف میں رکوع کے بعد ہے" یہ سراسر جھوٹ ہے۔ بخاری شریف میں وتر میں دعاء قنوت بعد الرکوع پڑھنے کی کوئی حدیث نہیں، ورنہ پیش کی جائے

Marfat.com

دیدہ باید، ہم پیچھے کئی بار ذکر کر چکے ہیں کہ غیر مقلدین کو اپنا موقف ثابت کرنے کے لیے دروغ گوئی سے کام لینا پڑے تو وہ اس سے بھی گریز نہیں کرتے، ان کی دروغ گوئیوں میں سے ایک یہ بھی ہے جو اوپر ذکر کی گئی۔

صادق سیالکوٹی صاحب کا دھوکہ اور خیانت

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب نے اپنے اس موقف کو ثابت کرنے کے لیے کہ وتر میں دعاء قنوت رکوع کے بعد پڑھنی چاہیئے، انتہائی دھوکہ دہی اور خیانت سے کام لیا ہے، چنانچہ انہوں نے ایک تو اپنی کتاب صلوٰۃ الرسول ص ۳۵۹-۳۶۰ کے حاشیہ میں نسائی اور ابوداؤد شریف کے حوالے سے دو حدیثیں ذکر کی ہیں جن سے بزعم خویش یہ ثابت کر رہے ہیں کہ ان میں چونکہ رکوع کے بعد قنوت کا ذکر ہے لہذا وتر میں دعاء قنوت رکوع کے بعد پڑھنی چاہیئے، ہم نے ان احادیث کو دیکھا ہے ان کا تعلق وتر کے قنوت سے نہیں ہے بلکہ قنوتِ نازلہ سے ہے جو فجر کی نماز میں جہراً پڑھی جاتی ہے، حکیم صاحب نے قنوتِ نازلہ والی احادیث کو قنوتِ وتر سے متعلق کر کے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے دھوکے سے کام لیا ہے اور یحرفون الکلم عن مواضعہ کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔ دوسرے انہوں نے مسلم شریف کی شرح نووی کے ایک باب کا تذکرہ کر کے اس سے بھی یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ وتر میں دعاء قنوت رکوع کے بعد پڑھنی چاہیئے چنانچہ لکھتے ہیں۔

"امام نووی شارح مسلم، باب استحباب القنوت میں فرماتے ہیں

"ومحل القنوت بعد رفع الراس فی الرکوع فی الرکعۃ الاخیرۃ" اور قنوت کا محل آخری رکعت میں رکوع

Marfat.com

سے سر اٹھانے کے بعد ہے۔ (صحیح مسلم) منہ"

(صلوٰۃ الرسول ص۳۶۱ حاشیہ)

اس حوالہ میں حکیم صاحب نے یہ خیانت کی ہے کہ اس کے شروع کا وہ سارا حصہ چھوڑ دیا ہے جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ اس کا تعلق قنوتِ نازلہ سے ہے نہ کہ قنوتِ وتر سے، شرح مسلم سے ہم وہ پورا باب نقل کرتے ہیں تاکہ قارئین کے سامنے حکیم صاحب کی خیانت کھل کر آ سکے،

علامہ نوویؒ لکھتے ہیں۔

" باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات اذا نزلت بالمسلمین نازلۃ والعیاذ باللہ واستحبابہ فی الصبح دائما وبیان ان محلہ بعد رفع الرأس من الرکوع فی الرکعۃ الاخیرۃ واستحباب الجہر بہ"۔ (مسلم ج۱ ص۲۳۷)

نواب وحید الزماں صاحب نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

" باب، جب مسلمانوں پر کوئی بلا نازل ہو تو نمازوں میں بلند آواز سے قنوت پڑھنا اور اللہ کے ساتھ پناہ مانگنا مستحب ہے اور اس کا محل و مقام آخری رکعت کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ہے اور صبح کی نماز میں قنوت پر دوام مستحب ہے"۔

(مسلم شریف مترجم ج۲ ص۲۰۱)

اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اس باب کا تعلق قنوتِ نازلہ سے ہے نہ کہ قنوتِ وتر سے لیکن چونکہ اس سے صادق سیالکوٹی صاحب کے موقف پر زد پڑتی ہے اس لیے انہوں نے اس کو پورا ذکر نہیں کیا۔

Marfat.com

جواز سنة الفجر عند شروع الامام فی الفریضة

فجر کی سنتیں فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے پر بھی پڑھنی جائز ہیں

۱۔ عن عائشة قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیھا،

(مسلم ج ۱ صـ ۲۵۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فجر کی دو رکعتیں دُنیا اور دُنیا میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہیں۔

۲۔ عن عائشة قالت لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی شیئ من النوافل اشد تعاھدا منہ علی رکعتی الفجر، (بخاری ج ۱ صـ ۱۵۶، مسلم ج ۱ صـ ۲۵۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی نفل کی اتنی زیادہ پابندی اور حفاظت نہیں کرتے تھے جتنی فجر کی دو رکعتوں کی۔

۳۔ عن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تدعوھما وان طردتکم الخیل،

(ابوداؤد ج ۱ صـ ۱۷۸)

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فجر کی دو رکعتوں کو نہ چھوڑو اگرچہ گھوڑے تمہیں روند ڈالیں۔

۴۔ عن ابی اسحٰق قال حدثنی عبد اللہ بن ابی موسیٰ عن ابیہ حین دعاھم سعید بن العاص دعا ابا موسیٰ و حذیفۃ وعبد اللہ بن مسعود قبل ان یصلی الغداۃ ثم خرجوا من عندہ وقد اقیمت الصلوٰۃ فجلس عبد اللہ الی اسطوانۃ من المسجد فصلی الرکعتین ثم دخل فی الصلوٰۃ، (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۷)

حضرت ابواسحٰق فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوموسیٰ (اشعریؓ) کے صاحبزادے عبد اللہؓ نے اپنے والد کے واسطے سے یہ حدیث بیان کی جب کہ ان کو حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے بلایا کہ حضرت سعید بن العاص نے حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت حذیفہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز سے پہلے بلایا، پھر جب یہ حضرات ان کے پاس سے نکلے تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مسجد کے ایک ستون کے پاس بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں پھر نماز میں شریک ہو گئے۔

۵۔ عن عبد اللہ بن ابی موسیٰ قال جاء ابن مسعود والامام یصلی الصبح فصلی رکعتین الی ساریۃ

Marfat.com

ولم یکن صلی رکعتی الفجر،

(معجم طبرانی کبیر ج ۹ صـ۲۷۷)

حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰ (اشعری رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا آپ نے ایک ستون کی اوٹ میں فجر کی دو رکعت سنتیں ادا کیں جو آپ پہلے ادا نہیں کر سکے تھے۔

۶- عن عبد اللہ بن ابی موسیٰ عن عبد اللہ انہ دخل المسجد والامام فی الصلوٰۃ فصلی رکعتی الفجر، (طحاوی ج ا صـ۲۵۷)

حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰ (اشعریؓ) سے روایت ہے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (فجر کے وقت) مسجد میں تشریف لائے تو امام نماز میں تھا تو (پہلے) آپ نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں۔

۷- عن حارثۃ بن مضرب ان ابن مسعود وابا موسیٰ خرجا من عند سعید بن العاص فاقیمت الصلوٰۃ فرکع ابن مسعود رکعتین ثم دخل مع القوم فی الصلوٰۃ واما ابو موسیٰ فدخل فی الصف، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ صـ۲۵۱)

حضرت حارثہ بن مضربؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما، حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس سے نکلے تو فجر کی جماعت کھڑی

Marfat.com

ہو گئی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو فجر کی دو سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہوئے اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سیدھے صف میں داخل ہو گئے۔

۸۔ عن مالك بن مغول قال سمعت نافعًا يقول اَيقظت ابن عمر لصلوٰة الفجر وقد اقيمت الصلوٰة فقام فصلى ركعتين (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۵)

حضرت مالک بن مغول فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نافع کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو فجر کی نماز کے لیے جگایا جب کہ جماعت کھڑی ہو چکی تھی، آپ اُٹھے اور (پہلے) دو رکعتیں پڑھیں۔

۹۔ عن محمد بن كعب قال خرج عبد الله بن عمر من بيته فاقيمت صلوٰة الصبح فركع ركعتين قبل ان يدخل المسجد وهو فى الطريق ثم دخل المسجد فصلى الصبح مع الناس،

(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گھر سے تشریف لے گئے تو فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی آپ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے راستہ ہی میں دو رکعت (فجر کی سنتیں) ادا کیں پھر مسجد میں داخل ہوئے اور فجر کی نماز لوگوں کے ساتھ ادا کی۔

۱۰۔ عن زيد بن اسلم عن ابن عمر انه جاء والامام

Marfat.com

يصلى الصبح ولم يكن صلى الركعتين قبل الصبح فصلاهما فى حجرة حفصة ثم انه صلى مع الامام (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت زید بن اسلمؒ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (فجر کی نماز کے لیے) تشریف لائے تو امام نماز پڑھا رہا تھا اور آپ نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں چنانچہ آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں سنتیں ادا کیں پھر امام کے ساتھ نماز پڑھی۔

۱۱۔ عن ابی مجلز قال دخلت المسجد فی صلوٰۃ الغداۃ مع ابن عمر وابن عباس والامام یصلی فاما ابن عمر فدخل فی الصف واما ابن عباس فصلی رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد ابن عمر مکانہ حتی طلعت الشمس فقام فرکع رکعتین،

(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۷)

حضرت ابو مجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ فجر کی نماز کے لیے مسجد میں آیا تو امام نماز پڑھا رہا تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تو صف میں داخل ہو گئے لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دو رکعت (سنت) پڑھ کر امام کے ساتھ شریک ہوئے پھر جب امام نے سلام پھیرا تو حضرت

Marfat.com

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی جگہ بیٹھے رہے حتٰی کہ جب سورج نکل آیا تو اٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں۔

۱۲- عن ابی عثمان الانصاری قال جاء عبد اللہ بن عباس والامام فی صلوٰۃ الغداۃ ولم یکن صلی الرکعتین فصلی عبد اللہ بن عباس الرکعتین خلف الامام ثم دخل معھم۔

(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت ابو عثمان انصاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (فجر کی نماز کے لیے مسجد) تشریف لائے تو امام نماز میں تھا اور آپ نے دو رکعتیں (سنت کی) نہیں پڑھی تھیں چنانچہ آپ نے دو رکعت سنت امام کے پیچھے پڑھیں پھر لوگوں کے ساتھ شریک (جماعت) ہو گئے

۱۳- عن ابی الدرداء انہ کان یدخل المسجد والناس صفوف فی صلوٰۃ الفجر فیصلی الرکعتین فی ناحیۃ المسجد ثم یدخل مع القوم فی الصلوٰۃ

(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ مسجد میں تشریف لاتے تو لوگ فجر کی نماز کی صف باندھے کھڑے ہوتے، آپ مسجد کے ایک گوشہ میں دو رکعت (سنت) ادا کرتے پھر لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاتے۔

Marfat.com

۱۴۔ عن ابی عثمان النہدی قال کنا نأتی عمر بن الخطاب قبل ان نصلی الرکعتین قبل الصبح وھو فی الصلوٰۃ فنصلی فی آخر المسجد ثم ندخل مع القوم فی صلوٰتھم، (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت ابو عثمان نہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں صبح کی دو سنتیں پڑھنے سے پہلے حاضر ہوتے تو آپ نماز پڑھا رہے ہوتے، ہم مسجد کے آخر میں دو سنتیں پڑھ کر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہو جاتے۔

۱۵۔ عن حصین قال سمعت الشعبی یقول کان مسروق یجیئ الی القوم وھم فی الصلوٰۃ ولم یکن رکع رکعتی الفجر فیصلی الرکعتین فی المسجد ثم یدخل مع القوم فی صلوٰتھم،

(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت حصینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شعبی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت مسروق رحمہ اللہ لوگوں کے پاس تشریف لاتے اس حال میں کہ لوگ نماز میں ہوتے اور آپ نے فجر کی دو رکعت سنت نہ پڑھی ہوتیں تو آپ مسجد میں دو رکعت سنت پڑھ کر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہو جاتے۔

۱۶۔ عن الحسن انہ کان یقول اذا دخلت المسجد

Marfat.com

ولم تصل رکعتی الفجر فصلهما وان کان الامام یصلی ثم ادخل مع الامام

(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب تم مسجد میں داخل ہو اور تم نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو (پہلے) وہ سنتیں پڑھ لو اگرچہ امام نماز ہی پڑھا رہا ہو پھر امام کے ساتھ شریک ہو جاؤ۔

۱۷۔ انا یونس قال کان الحسن یقول یصلیهما فی ناحیة المسجد ثم یدخل مع القوم فی صلوٰتهم

(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت هشیمؒ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت یونسؒ نے خبر دی وہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ فجر کی دو سنتیں مسجد کے ایک گوشہ میں پڑھ کر پھر لوگوں کے ساتھ انکی نماز میں شریک ہو جائے۔

۱۸۔ عن سعید بن جبیر انہ جاء الی المسجد والامام فی صلوٰۃ الفجر فصلی الرکعتین قبل ان یلج المسجد عند باب المسجد،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۱)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں تشریف لائے تو امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا آپ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے مسجد کے دروازے کے پاس دو رکعت سنت ادا کیں۔

Marfat.com

۱۹۔ عن مجاهد قال اذا دخلت المسجد والناس في صلوٰة الصبح ولم تركع ركعتي الفجر فاركعهما وان ظننت أن الركعة الاولى تفوتك

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۱)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم مسجد میں داخل ہو اور لوگ صبح کی نماز پڑھ رہے ہوں اور تم نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو (پہلے) وہ پڑھ لو اگرچہ تمہارا خیال ہو کہ تم سے پہلی رکعت فوت ہو جائے گی۔

۲۰۔ عن علی قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي الركعتين عند الاقامة، (ابن ماجہ ص ۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام دو رکعتیں اقامت کے وقت پڑھا کرتے تھے۔

۲۱۔ عن علی رضي الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي ركعتي الفجر عند الاقامة

(مسند احمد ج ۱ ص ۷۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت (سنت) اقامت کے وقت پڑھا کرتے تھے

۲۲۔ مالك عن هشام بن عروة عن أبيه ان عبد الله بن مسعود قال ما ابالي لو اقيمت صلوٰة الصبح وانا اوتر، (موطا امام مالک ص ۱۱۱)

حضرت امام مالکؒ حضرت عروہؒ کے صاحبزادے ہشامؒ سے

Marfat.com

اور وہ اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ صبح کی نماز کی اقامت کہی جا چکی ہو اور میں وتر پڑھ رہا ہوں۔

۲۳۔ مالك عن يحيى بن سعيد انه قال كان عبادة بن الصامت يؤم قوما فخرج يوما الى الصبح فاقام المؤذن صلوٰة الصبح فاسكته عبادة حتى اوتر ثم صلى بهم الصبح،

(موطا امام مالک ص۱۱۱)

حضرت امام مالکؒ حضرت یحییٰؒ بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ایک قوم کی امامت کرتے تھے۔ آپ ایک دن صبح کی نماز پڑھانے کے لیے نکلے تو مؤذن نے صبح کی نماز کی اقامت کہہ دی آپ نے اسے چپ کروایا یہاں تک کہ وتر پڑھے پھر انہیں صبح کی نماز پڑھائی۔

۲۴۔ مالك عن عبد الرحمٰن بن القاسم انه قال سمعت عبد الله بن عامر بن ربيعة يقول انى لاوتر وانا اسمع الاقامة او بعد الفجر يشك عبد الرحمٰن اى ذالك قال،

(موطا امام مالک ص۱۱۱)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ حضرت عبدالرحمٰن بن قاسمؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت عبداللہ بن عامر بن

Marfat.com

ربیعہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں وتر پڑھوں گا، اگرچہ میں اقامت سن رہا ہوں یا فجر کے بعد، حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم کی جانب سے شک ہوا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رض نے کیا کہا ہے۔

۲۵۔ عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا اقیمت الصلوٰة فلا صلوٰة الا المکتوبة الا رکعتی الصبح

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ ص۴۸۳ قال الشیخ العثمانی بعد البحث عن اسناده فهذا الاسناد ایضا حسن اعلاء السنن ج ۷، ص۹۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اقامت ہو جائے تو سوائے فرض نماز کے اور کوئی نماز جائز نہیں ما سوا فجر کی دو رکعت سنت کے (کہ وہ جائز ہیں)

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کسی نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اور فجر کی جماعت کھڑی ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ اگر اسے دوسری رکعت ملنے کا یقین ہو تو وہ مسجد سے باہر کسی جگہ دروازہ مسجد کے دروازے کے پاس یا مسجد کے کسی گوشے یا ستون کی آڑ میں جماعت کی صفوں سے ہٹ کر ان سنتوں کو ادا کرلے اور پھر جماعت کے ساتھ شریک ہو جائے کیونکہ اول تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکی تاکید بہت فرمائی ہے دوسرے صحابہ کرام کا معمول بھی یہی تھا چنانچہ جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہم، اور جلیل القدر تابعین حضرت ابو عثمان نہدی، حضرت مسروق حضرت سعید بن جبیر رحمہم اللہ کا عمل تھا کہ یہ حضرات فجر کی نماز کے لیے جب مسجد میں تشریف لاتے اور فجر کی جماعت ہو رہی ہوتی تو اگر انہوں نے سنتیں نہ پڑھی ہوتیں تو پہلے دو رکعت سنت ادا کر لیتے تھے پھر جماعت میں شریک ہو جاتے تھے، حضرت حسن بصریؒ اور حضرت مجاہدؒ دونوں یہی فتویٰ دیتے تھے کہ اگر کسی نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اور جماعت کھڑی ہو گئی تو اسے چاہیئے کہ پہلے سنتیں ادا کرلے پھر جماعت میں شریک ہو۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۱۶ سے ۱۹ اسے ظاہر ہے، نیز حدیث نمبر ۲۰۔ ۲۱ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اقامت

Marfat.com

کے وقت فجر کی سنتیں ادا فرما لیتے تھے، حدیث نمبر ۲۲-۲۳-۲۴ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہم عین اقامت کے وقت بھی پڑھ لیا کرتے تھے،

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد سنتیں ادا کرنا (بلا کسی تفصیل کے) ناجائز ہے رسول خدا کی نافرمانی ہے اور نافرمانی کی سزا جہنم ہے۔

چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

"اور کیا ان لوگوں کا جماعت کی موجودگی میں سنتیں پڑھنا رسول خدا کی نافرمانی نہیں ہے جب کہ حضور انور نے لاصلوٰۃ فرما کر ہر نماز کی نفی فرمادی ہے"۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۲۴۲)

جماعت غرباء اہل حدیث کے مفتی عبد الستار ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں، سوال و جواب دونوں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال :- زید کہتا ہے جب صبح کی نماز ہو رہی ہو تو کوئی نماز نہیں، بکر کہتا ہے کہ جو شخص مسجد میں صبح کے وقت آئے اور نماز ہو رہی ہو تو اس کو چاہیئے پہلے صبح کی سنتیں پڑھ لے پھر نماز میں ملے کس کا قول صحیح ہے،

جواب :- زید کا قول صحیح ہے بکر کا غلط ہے بلکہ اغلط ہے، حدیث شریف میں ہے اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ یعنی جس وقت فرض نماز کی تکبیر ہو جائے اس وقت کوئی نماز نہیں ہوتی بموجب حدیث ہذا ہر وہ شخص جو صبح کے فرض ہوتے ہوئے سنتیں پڑھے خدا و رسول کا نافرمان ہے جیسا کہ آج کل احناف کی جملہ مساجد میں خصوصاً فجر کے وقت یہی طریقہ رائج ہے یہ سراسر نبی علیہ السلام کی نافرمانی ہے اور نافرمانی کی سزا جہنم ہے ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد

Marfat.com

حدودہ یدخلہ نارا خالداً فیھا ولہ عذاب مھین"۔ (فتاویٰ ستاریہ ج ۳ صفحہ ۴۰)

نواب وحید الزماں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"ولا یجوز لہ الشروع فی ای صلوٰۃ اذا اقیمت الصلوٰۃ المکتوبۃ ولا فرق بین رکعتی الفجر وغیرھا فی ھٰذا الحکم ولا بین ان یؤدیھا فی المسجد ام خارجہ عند بابہ"

(نزل الابرار ج ۱ ص ۱۳۲)

اور کسی بھی نماز کو شروع کرنا جائز نہیں ہے جب کہ فرض نماز کی اقامت ہو جائے اور اس حکم میں فجر وغیرہ نمازوں کی سنتوں میں کوئی تفریق نہیں ہے اور نہ ہی یہ فرق ہو سکتا ہے کہ نمازی وہ سنتیں مسجد میں ادا کرے یا مسجد سے باہر دروازے کے پاس

ملاحظہ فرمائیے : جلیل القدر صحابۂ کرام اور تابعین عظام کا عمل تو صحیح احادیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ وہ فجر کی نماز کے لیے مسجد میں تشریف لاتے اور فجر کی جماعت ہو رہی ہوتی تو اگر انہوں نے سنتیں نہ پڑھی ہوتیں تو پہلے سنتیں پڑھتے تھے پھر جماعت میں شریک ہوتے تھے، حضرت حسن بصریؒ، حضرت مجاہدؒ دونوں بزرگ یہی فتویٰ دیتے تھے، لیکن غیر مقلدین بلا سوچے سمجھے فتوے دے رہے ہیں کہ یہ ناجائز ہے رسولِ خدا کی نافرمانی ہے۔ کیا صحابۂ کرام اور تابعین عظام کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین و ارشادات نہ تھے ؟ کیا ان ہستیوں کو احادیث کی سمجھ نہ تھی ؟ کیا یہ صحابہ و تابعین رسولؐ خدا کے نافرمان تھے ؟

Marfat.com

کیا یہ سب ناجائز کام کرتے تھے نقل کفر کفر نہ باشد کیا یہ سب جہنمی ہیں؟
قارئین کرام ذرا سوچئے یہ فتوے کس پر لگ رہے ہیں کون ان فتوؤں کی زد میں آ رہا ہے؟ کیا اسی کو عمل بالحدیث کہتے ہیں کہ صحابہ و تابعین ایک عمل کو جائز سمجھ کر کریں اور اُسے بے دھڑک ناجائز کہہ دیا جائے
قارئین محترم اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

الاضطجاع بعد ركعتى الفجر

فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹنا مسنون نہیں ہے

۱۔ عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي بالليل احدى عشرة ركعة يوتر منها بواحدة فاذا فرغ منها اضطجع على شقه الايمن حتى يأتيه المؤذن فيصلي ركعتين خفيفتين،
(مسلم ج ۱ ص ۲۵۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعات پڑھتے تھے جن میں سے ایک رکعت کے ساتھ وتر بنا لیتے تھے جب آپ فارغ ہو جاتے تو دائیں پہلو پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن آتا تو آپ دو رکعتیں بہت ہلکی سی پڑھتے۔

۲۔ عن عائشة قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا صلى ركعتى الفجر اضطجع على شقه الايمن۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۵۵)

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فجر کی دو رکعت سنت پڑھ لیتے تو دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔

۳۔ عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی سنۃ الفجر فان کنت مستیقظۃ حدثنی والا اضطجع حتی یؤذن بالصلوٰۃ۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۵۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فجر کی سنتیں پڑھ چکتے اگر تو میں جاگ رہی ہوتی تو آپ مجھ سے باتیں کرنے لگتے ورنہ لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کو نماز کی اطلاع کی جاتی۔

۴۔ عن ابن جریج قال اخبرنی مَنْ اُصَدِّقُ ان عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا طلع الفجر یصلی رکعتین خفیفتین ثم یضطجع علی شقہ الایمن حتی یاتیہ المؤذن فیؤذنہ بالصلوٰۃ لم یضطجع لِسنۃٍ ولکنہ کان یَدْأَبُ لیلہ فیستریح قال فکان ابن عمر یحصبھم اذا رآھم یضطجعون علی ایمانھم،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۳)

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی اس شخص نے جس کی میں تصدیق کرتا ہوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح صادق کے بعد ہلکی سی دو رکعتیں

Marfat.com

پڑھ کر دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے حتیٰ کہ موذن آکر آپ کو نماز کی اطلاع کرتا آپ اس لیے نہیں لیٹتے تھے کہ یہ سنت ہے بلکہ اس وجہ سے لیٹتے تھے کہ رات کو آپ تھک جاتے تھے۔ اب کچھ آرام کرلیں۔ ابن جریج رحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب لوگوں کو اپنے دائیں پہلو پر لیٹا ہوا دیکھتے تھے تو انہیں پتھر مارتے تھے۔

۵۔ عن سعید بن المسیب قال رأی ابن عمر رجلا یضطجع بین الرکعتین فقال احصبوہ،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۲۴۸)

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو فجر کی دو رکعتیں پڑھ کر لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا اسے پتھر مارو۔

۶۔ عن ابی الصدیق الناجی قال رأی ابن عمر قوماً اضطجعوا بعد رکعتی الفجر فارسل الیھم فنھاھم فقالوا نرید بذالک السنۃ فقال ابن عمر ارجع الیھم فاخبرھم انھا بدعۃ"

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۲۴۹)

ابوصدیق ناجی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کچھ لوگوں کو فجر کی سنتوں کے بعد لیٹے ہوئے دیکھا تو ان کی طرف پیغام بھیجا کہ ایسا نہ کریں ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو سنت پر عمل کرنا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا ان کے پاس دوبارہ جاؤ اور

Marfat.com

انہیں بتلاؤ کہ یہ بدعت ہے۔

۷۔ عن عبد اللہ بن عمر انہ رأی رجلا رکع رکعتی الفجر ثم اضطجع فقال ابن عمر ما شانہ فقال نافع فقلت یفصل بین صلوٰۃ قال ابن عمر و ای فصل افضل من السلام،

(موطا امام محمد صد ۱۴۲)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹ گیا ہے تو آپ نے فرمایا اسے کیا ہو گیا؟ حضرت نافع رح کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ یہ سنتوں اور فرضوں کے درمیان فصل کر رہا ہے آپ نے فرمایا "سلام" سے بڑھ کر فصل والی چیز کونسی ہوگی؟

۸۔ عن ابراھیم قال قال عبد اللہ ما بال الرجل اذا صلی الرکعتین یتمعک کما یتمعک الدابۃ والحمار اذا سلم فقد فصل،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ صد ۲۴۸)

حضرت ابراہیم نخعی رح فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آدمی کو کیا ہو گیا کہ (فجر کی) دو رکعت (سنت) پڑھ کر گھوڑے گدھے کی طرح لوٹتا ہے جب سلام پھیر چکے تو بیٹھ جاتے پھر نماز پڑھے۔

۹۔ عن مجاھد قال صحبت ابن عمر فی السفر والحضر فما رأیتہ اضطجع بعد رکعتی الفجر
(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ صد ۲۴۸)

Marfat.com

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر وحضر میں رہا ہوں میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹے ہوں۔

۱۰۔ عن سعید بن جبیر قال لا یضطجع بعد الرکعتین قبل الفجر و اضطجع بعد الوتر،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴۸)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فجر کی سنتیں پڑھ کر فجر کی نماز سے پہلے نہ لیٹو ہاں وتر کے بعد لیٹ جاؤ۔

مذکورہ احادیث وآثار سے درج ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تو تہجد کی نماز پڑھ کر اور کبھی فجر کی سنتیں پڑھ کر آرام کی غرض سے لیٹ جاتے تھے اور کبھی نہیں بھی لیٹتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتیں پڑھنے کے بعد اگر تو میں جاگ رہی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے رہتے ورنہ لیٹ جاتے۔

(۲) آپ کا یہ لیٹنا بطور عبادت کے نہیں تھا بطور عادت کے تھا یعنی آپ چونکہ تہجد کی نماز پڑھتے پڑھتے تھک جاتے تھے اس لیے ذرا آرام فرمانے کے لیے لیٹ جاتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۴ سے واضح ہے

(۳) صحابہ کرام اور تابعین عظام مسجد میں فجر کی سنتیں پڑھ کر سنت سمجھ کر لیٹنے کو پسند نہیں کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس طرح کسی کو لیٹا دیکھتے تو اسے پتھر مار کر اٹھاتے تھے۔ کچھ لوگوں کو آپ نے اسی طرح لیٹے دیکھا تو منع کیا، انہوں نے کہا ہم تو ادائیگی سنت کی غرض سے

Marfat.com

لیٹے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ سمجھ کر لیٹنا بدعت ہے (نہ کہ سنت) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس طرح سے لیٹنے کو گھوڑے گدھے کے لیٹنے کی طرح قرار دیتے تھے۔

انہی احادیث و آثار کے پیش نظر فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بطور عادت کے فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹ جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں، لیکن اس طرح لیٹنے کو سنت نہیں سمجھنا چاہیئے کیونکہ اگر یہ عمل مسنون ہوتا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی تردید نہ فرماتیں اور صحابہ و تابعین اسے برا نہ سمجھتے

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ فجر کی سنتیں پڑھ کر دائیں کروٹ پر لیٹنا مسنون ہے اور غیر مقلدین کے امام و مقتدیٰ ابن حزم ظاہری کہتے ہیں کہ فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹنا فرض ہے اور فجر کی نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی سنتیں پڑھ کر نہ لیٹا تو اس کی فجر کی نماز صحیح نہیں ہوگی، چنانچہ

نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں۔

"ویسن الاضطجاع علی جنب الایمن بعد رکعتی الفجر و قال ابن حزم من اصحابنا ان الاضطجاع بعد سنۃ الفجر فرض من شرائط صحۃ الصلوٰۃ و تفرد بھذا القول"

(نزل الابرار ج ۱ ص ۱۲۵)

اور مسنون ہے دائیں پہلو پر لیٹنا فجر کی سنتیں پڑھ کر، ہمارے اصحاب میں سے ابن حزم فرماتے ہیں کہ فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا فرض ہے اور فجر کی نماز کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ہے

Marfat.com

اور وہ اپنے اس قول میں متفرد ہیں۔

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

"فجر کی سنتیں پڑھ کر فرضوں سے پہلے دائیں کروٹ پر لیٹنا سنت ہے"۔ (صلوٰۃ الرسول صہ ۲۵۰)

نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

"وبعد ازیں ہر دو اضطجاع بر شق ایمن سنت ست وبدان امر وارد گشتہ" (عرف الجادی صہ ۳۳)

اور ان دونوں رکعتوں (فجر کی سنتوں) کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا سنت ہے اور اس کا حکم وارد ہوا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: حضرت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس عمل کے متعلق خود صراحت فرما رہی ہیں کہ وہ عمل آپ بطور عادت کے کرتے تھے بطور عبادت کے نہیں اور کبھی یہ نہیں بھی کرتے تھے، اور جس تابعین اچھا نہیں سمجھتے تھے بلکہ اسے سنت سمجھ کر کرنے کو بدعت قرار دیتے تھے اور گھوڑے گدھے کے عمل سے تشبیہ دیتے تھے وہ عمل غیر مقلدین کے نزدیک سنت اور ان کے پیشوا کے نزدیک فرض ہے بلکہ فجر کی نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے جس کے بغیر فجر کی نماز بھی صحیح نہیں ہو سکتی۔

غور فرمائیے اگر یہ عمل سنت ہوتا تو حضرت عائشہؓ اس کی تردید کیوں کرتیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس کے کرنے پر پتھر کیوں مارتے اور اسے بدعت کیوں قرار دیتے؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اسے گھوڑے گدھے کے عمل سے تشبیہ کیوں دیتے۔ صحابہ کرام کا طرز عمل بتلا رہا ہے کہ یہ عمل مسنون نہیں ہے، لیکن غیر مقلدین اس سب سے قطع نظر اسے

Marfat.com

صرف مسنون ہی نہیں فرض قرار دے رہے ہیں۔

قارئین محترم آپ فیصلہ کیجئے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت

کراہۃ قضاء رکعتی الفجر قبل طلوع الشمس

فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے

۱۔ عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن الصلوٰة بعد العصر حتی تغرب الشمس وعن الصلوٰة بعد الصبح حتی تطلع الشمس ،

(بخاری ج ۱ ص۸۲، مسلم ج ۱ ص۲۷۵ واللفظ لمسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک اور فجر کے بعد سورج نکلنے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۔ عن ابن عباس قال سمعت غیر واحد من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم منهم عمر بن الخطاب وکان احبهم الی ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن الصلوٰة بعد الفجر حتی تطلع الشمس و بعد العصر حتی تغرب الشمس ،

(بخاری ج ۱ ص۸۲، مسلم ج ۱ ص۲۷۵ واللفظ لمسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ کرام سے کہ جن

Marfat.com

میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں ۔ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۳۔ عن عطاء بن یزید اللیثی انہ سمع ابا سعید الخدری یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ بعد صلوٰۃ العصر حتی تغرب الشمس ولا صلوٰۃ بعد صلوٰۃ الفجر حتی تطلع الشمس، (بخاری ج ا ص ۸۲، مسلم ج ا ص ۲۷۵ واللفظ لمسلم)

حضرت عطاء بن یزید اللیثی ؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک اور فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک کوئی نماز جائز نہیں ہے۔

۴۔ عن عمرو بن عبسۃ السلمی (فی حدیث طویل) فقلت یا نبی اللہ اخبرنی عما علمک اللہ واجھلہ اخبرنی عن الصلوٰۃ قال صل صلوٰۃ الصبح ثم اقصر عن الصلوٰۃ حتی تطلع الشمس حتی ترتفع فانھا تطلع حین تطلع بین قرنی شیطٰن وحینئذ یسجد لھا الکفار ثم صل فان الصلوٰۃ مشھودۃ محضورۃ حتی یستقل الظل

Marfat.com

بالرمح ثم اَقْصِرْ عن الصلوة فان حينئذٍ تُسْجَر جهنم فاذا اقبل الفیئ فصل فان الصلوة مشهودة محضورة حتی تصلی العصر ثم اقصر عن الصلوة حتی تغرب الشمس فانها تغرب بین قرنی شیطان و حینئذ یسجدلها الکفار۔ (مسلم ج ۱ ص۲۷۶، مسند احمد ج ۴ ص۱۱۱)

حضرت عمرو بن عَبَسَہ سُلَمیؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس چیز کے بارے میں بتلائیے جو اللہ نے آپ کو سکھلائی اور میں اس سے ناواقف ہوں مجھے نماز کے بارے میں بتلائیے۔ آپ نے فرمایا صبح کی نماز پڑھ پھر نماز سے رک جا حتیٰ کہ سورج نکل کر بلند ہو جائے کیونکہ سورج جب نکلتا ہے تو شیطان کے دو سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اس وقت اسے کفار سجدہ کرتے ہیں۔ پھر نماز پڑھ کیونکہ فرشتے نماز میں گواہی کے لیے حاضر ہوتے ہیں یہاں تک کہ سایہ نیزے کا نیزہ پر قائم ہو جائے (یعنی ٹھیک دوپہر ہو جائے) تو پھر نماز سے رک جا کیونکہ اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے پھر جب سایہ ڈھل جائے تو نماز پڑھ کیونکہ فرشتے نماز میں گواہی کے لیے حاضر ہوتے ہیں یہاں تک کہ تو عصر کی نماز پڑھ لے پھر نماز سے رک جا یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت کفار اسے سجدہ کرتے ہیں۔

۵۔ عن ابی هریرة قال کان النبی صلی اللہ علیه

Marfat.com

وسلم اذا فاتته ركعتا الفجر صلاهما اذا طلعت الشمس ، (مشکل الآثار ج ص بحوالہ المعتصر من المختصر ج ا ص ۶۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فجر کی سنتیں رہ جاتیں تو آپ انہیں سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھتے۔

۲۔ عن زرارة بن اوفیٰ ان المغيرة بن شعبة قال تخلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر هذه القصة قال فاتينا الناس وعبد الرحمٰن بن عوف يصلي بهم الصبح فلما رأى النبي صلى الله عليه وسلم اراد ان يتأخر فأومأ اليه ان يمضي فصليت انا والنبي صلى الله عليه وسلم خلفه ركعة فلما سلم قام النبي صلى الله عليه وسلم فصلى الركعة التي سبق بها ولم يزد عليها شيئاً ،

(ابوداؤد ج ا ص ۲۰)

حضرت زرارہ بن اوفیٰؒ سے روایت ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے رہ گئے اس سفر کا پورا قصہ ذکر کیا اور فرمایا کہ ہم (ان) لوگوں کے پاس (جو شریک سفر تھے) پہنچے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ انہیں فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا۔ آپ

Marfat.com

نے انہیں اشارہ کیا کہ نماز پڑھاتے رہیں۔ پس میں نے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے پیچھے ایک رکعت پڑھی پھر جب انہوں نے سلام پھیرا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہو گئے اور جو رکعت رہ گئی تھی وہ پڑھی اور اس سے زیادہ کوئی نماز نہیں پڑھی۔

۷۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لم يصل ركعتي الفجر فليصلهما بعد ما تطلع الشمس (ترمذی ج ۱ ص ۹۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھے۔

۸۔ عن ابن سيرين عن ابن عمر انه صلاهما بعد اضحى، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۵)

حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فجر کی سنتیں چاشت کے بعد پڑھیں۔

۹۔ مالك انه بلغه ان عبد الله بن عمر فاتته ركعتا الفجر فقضاهما بعد ان طلعت الشمس (مؤطا امام مالک ص ۱۱۲)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی فجر کی سنتیں رہ جاتیں تو سورج نکلنے کے بعد پڑھتے تھے،

۱۔ عن ابی مجلز قال دخلت المسجد في صلوٰة الغداة مع ابن عمر وابن عباس والامام يصلي فاما ابن عمر فدخل في الصف واما ابن عباس فصلى ركعتين ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد ابن عمر مكانه حتى طلعت الشمس

Marfat.com

فقام فرکع رکعتین ۔ (طحاوی ج ۱ ص۲۵۷)

حضرت ابو مجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آیا تو امام نماز پڑھا رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تو صف میں داخل ہو گئے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پہلے سنتیں پڑھیں پھر امام کے کے ساتھ شریک ہوئے پھر جب امام نے سلام پھیرا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی جگہ بیٹھے رہے حتی کہ جب سورج طلوع ہو گیا تو آپ اٹھے اور دو رکعت (سنت) ادا کیں۔

- عن یحیی بن سعید قال سمعت القاسم یقول اذا لم اصلھما حتی اصلی الفجر صلیتھما بعد طلوع الشمس ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص۲۵۵)

حضرت یحیی بن سعید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قاسم (بن محمد رحمہ اللہ) کو یہ فرماتے ہوتے سنا کہ اگر میں نے فجر کی سنتیں فجر کی نماز پڑھنے سے پہلے نہ پڑھی ہوں تو پھر وہ سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھتا ہوں۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی نماز جائز نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲-۳ سے واضح ہے، فجر کی سنتوں کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ اگر یہ سنتیں فجر کے فرضوں سے پہلے پڑھنے

Marfat.com

سے رہ جائیں تو پھر سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہیں جیساکہ حدیث نمبر ۲ سے ظاہر ہے، خود آپ کا اپنا معمول بھی یہی تھا کہ اگر آپ کی سنتیں رہ جاتیں تو سورج طلوع ہونے کے بعد ہی ادا فرماتے جیساکہ حدیث نمبر ۵ سے ظاہر ہے۔ ایک دفعہ دوران سفر ایسا اتفاق ہوا کہ صحابۂ کرام آگے چلے گئے۔ فجر کی نماز کا وقت ہوا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز پڑھانی شروع کردی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پہنچے تو ایک رکعت ہو چکی تھی آپ نے دوسری رکعت ان کی امامت میں ادا کی۔ جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا تو آپ نے اُٹھ کر صرف رہ جانے والی رکعت ادا کی سنتیں نہیں پڑھیں، یہی معمول صحابۂ کرام اور تابعین عظام کا تھا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو انتہائی متبع سنت صحابی ہیں ان کا معمول تھا کہ ان کی فجر کی سنتیں رہ جاتیں تو سورج نکلنے کے بعد ہی ادا کرتے نہ کہ فرضوں کے بعد، جیساکہ حدیث نمبر ۸-۹ سے واضح ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ اپنا معمول ذکر فرماتے ہیں کہ اگر میری فجر کی سنتیں رہ جاتی ہیں تو میں انہیں سورج نکلنے کے بعد ہی ادا کرتا ہوں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اگر فجر کی سنتیں فرضوں سے پہلے پڑھنے سے رہ جائیں تو فرضوں کے فوراً بعد ادا کرلی جائیں۔ چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

"اگر یہ سنتیں جماعت میں شریک ہونے کی وجہ سے رہ گئی ہوں تو فرضوں کے بعد پڑھ لیں" (دستور المتقی ص ۱۰۲)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

Marfat.com

"اگر آپ ایسے وقت مسجد میں پہنچیں کہ جماعت کھڑی ہو گئی ہو اور سنتیں آپ نے نہ پڑھی ہوں تو پھر جماعت کے پاس سنتیں مت پڑھنی شروع کر دیں کیونکہ جماعت کے ہوتے ہوئے پاس کوئی نماز نہیں ہوتی آپ جماعت میں شامل ہو جائیں اور فرض پڑھ کر سنتیں پڑھ لیں"۔ (صلوٰۃ الرسول ص۳۵۱)

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما رہے ہیں کہ فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہ پڑھی جائے اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر کسی کی سنتیں رہ جائیں تو وہ انہیں سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھے، خود آپ کا معمول بھی یہی ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام اسی پر عمل پیرا ہیں لیکن غیر مقلدین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل اور صحابہؓ و تابعین کے عمل کے سامنے ہوتے ہوئے بھی یہ کہتے ہیں کہ فجر کے فرضوں کے بعد سنتیں پڑھنے سے روکنے کی کوئی ضرورت نہیں فرضوں کے بعد سنتیں پڑھ لینی چاہئیں۔

قارئین کرام اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود کسی عمل کو اختیار کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

التنفل قبل المغرب

مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا مسنون نہیں ہے

۱- عن طاؤس قال سئل ابن عمر عن الرکعتین قبل المغرب فقال ما رأیت احدا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلیہا ورخص فی الرکعتین بعد العصر

(ابوداؤد ج ۱ ص۱۸۲)

Marfat.com

حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی کو بھی یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور یہ نہ دیکھا کہ کسی نے بھی عصر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کی اجازت دی ہو

۲۔ عن حماد قال سألت ابراهيم عن الصلوٰة قبل المغرب فنهانی عنها وقال ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وابا بکر وعمر لم یصلوها ،

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ بروایت الامام محمد ص ۳۲)

حضرت حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مغرب سے پہلے نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے مجھے اس سے منع کیا اور فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما یہ نہیں پڑھتے تھے

۳۔ عن ابراهیم قال لم یصل ابو بکر ولا عمر ولا عثمان الرکعتین قبل المغرب ،

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۳۵)

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھیں۔

۴۔ عن ابن المسیب قال کان المهاجرون لا یرکعون الرکعتین قبل المغرب وکانت الانصار ترکع بهما

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۳۵)

Marfat.com

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرات مہاجرینؓ مغرب سے پہلے دو رکعت نفل نہیں پڑھتے تھے حضرات انصارؓ پڑھتے تھے۔

۵۔ عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بین کل اذانین صلوٰۃ الا المغرب، (کشف الاستار عن زوائد مسند البزار ج ۱ ص ۳۳۴)

حضرت عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے سوائے مغرب کے۔

۶۔ عن جابر قال سألنا نساء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل رأیتن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الرکعتین قبل المغرب فقلن لا غیر ان ام سلمۃ قالت صلاهما عندی مرۃ فسألته ما هذه الصلوٰۃ فقال نسیت الرکعتین قبل العصر فصلیتهما الآن،

(رواہ الطبرانی فی کتاب مسند الشامیین بحوالہ نصب الرایۃ ج ۲ ص ۱۴۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات سے پوچھا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب سے پہلے دو رکعت نفل پڑھتے دیکھا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں، سوائے اس کے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک مرتبہ آپ نے دو رکعتیں میرے

Marfat.com

پاس پڑھیں تو میں نے آپ سے سوال کیا کہ یہ کون سی نماز ہے
تو آپ نے فرمایا کہ میں عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھنی بھول گیا
تھا وہ میں نے اب پڑھی ہیں۔

۷۔ عن عبد اللہ بن بریدۃ قال حدثنی عبد اللہ المزنی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال صلوا قبل صلوٰۃ المغرب قال فی الثالثۃ لمن شاء کراھیۃ ان یتخذھا الناس سنۃ،

(بخاری ج ۱ ص ۱۵۷)

حضرت عبد اللہ بن بریدہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ حدیث نقل کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مغرب سے پہلے نماز پڑھو، تیسری بار آپ نے فرمایا جو چاہے اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ لوگ اسے سنت بنا لیں۔

۸۔ عن مرثد بن عبد اللہ الیزنی قال اتیت عقبۃ بن عامر الجھنی فقلت الا اعجبک من ابی تمیم یرکع رکعتین قبل صلوٰۃ المغرب فقال عقبۃ انا کنا نفعلہ علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلت فما یمنعک الآن قال الشغل،

(بخاری ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت مرثد بن عبد اللہ یزنی فرماتے ہیں کہ میں حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، میں نے عرض کیا میں آپکو ابو تمیم

Marfat.com

کی تعجب انگیز بات سناؤں ؟ وہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہیں۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دور رسالت میں ہم بھی پڑھا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا تو اب کیا رکاوٹ پیش آگئی؟ آپ نے فرمایا مصروفیت

۹۔ عن السائب بن یزید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تزال امتی علی الفطرۃ ماصلوا المغرب قبل طلوع النجم، (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۱۰)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت ہمیشہ فطرت پر رہے گی جب تک کہ مغرب کی نماز ستارہ نکلنے سے پہلے پڑھتی رہے گی

۱۰۔ عن ابی ایوب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوا المغرب لفطر الصائم وبادروا طلوع النجم رواہ احمد ولفظہ عند الطبرانی صلوا صلوٰۃ المغرب مع سقوط الشمس،

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۱۰)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مغرب کی نماز روزہ دار کے افطار کے وقت پڑھ لو اور ستارے کے نکلنے پر سبقت کرو (یعنی ستارہ نکلنے سے پہلے پہلے پڑھ لو) یہ روایت امام احمدؒ نے ذکر کی ہے اس روایت کے الفاظ طبرانی میں اس طرح ہیں کہ تم مغرب کی نماز سورج ڈوبتے ہی پڑھ لو۔

Marfat.com

مذکورہ احادیث وآثار سے درج ذیل امور ثابت ہورہے ہیں۔

(۱) مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھنا مسنون نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود انہیں سنت سمجھ کر پڑھنے کو مکروہ جانا ہے، چنانچہ بخاری شریف کی حدیث (ے) سے واضح ہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین سے قبل المغرب دو نفل پڑھنا ثابت نہیں، جیساکہ حدیث ۱-۲-۳-۴ سے ظاہر ہے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرماکر کہ "ہر دو اذانوں (یعنی اذان واقامت) کے درمیان نماز ہے" مغرب کی نماز کو مستثنیٰ فرمادیا ہے جیساکہ حدیث ۵ سے واضح ہے۔

(۴) ابتدائی دور میں صحابہ کرام نے یہ نفل پڑھے ہیں لیکن بعد میں یہ بالکل متروک ہوگئے، چنانچہ بخاری شریف کی حدیث (۸) سے معلوم ہورہا ہے کہ حضرت مرثد بن عبداللہ یزنی رح نے ابوتمیم عبداللہ بن مالک کو یہ نفل پڑھتے ہوئے دیکھا تو بہت متعجب ہوئے اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے آکر کہنے لگے کہ آپ کو ابوتمیم کی تعجب انگیز بات بتاؤں ؟ وہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہیں، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے انکے تعجب کو یہ جواب دے کر دُور کیا کہ یہ تو دورِ رسالت میں ہم بھی پڑھا کرتے تھے، اس روایت سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ دورِ صحابہ وتابعین ہی میں یہ نفل متروک ہوگئے تھے ورنہ ان کے پڑھے جانے پر کسی کو تعجب نہ ہوتا۔

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز جلدی ادا کرلینے کی تاکید فرمائی ہے۔

انہی احادیث وآثار کے پیشِ نظر فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ مغرب کی نماز

Marfat.com

سے پہلے دو نفل پڑھنا سنت نہیں ہیں بلکہ اگر کوئی انہیں سنت سمجھ کر پڑھے گا تو ایسی صورت میں یہ مکروہ ہوں گے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود انہیں سنت سمجھ کر پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

دوسرے اگر کوئی ان نفلوں میں لگ کر مغرب کی نماز میں تعویق و تاخیر کرے گا تو تاخیرِ مغرب کی وجہ سے بھی یہ مکروہ ہوں گے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کے نزدیک مغرب کی نماز سے پہلے دو نفل پڑھنا سنت ہے، صرف یہی نہیں بلکہ ان نفلوں کو سنت نہ سمجھنے والا ظالم اور بدبختی ہے،

چنانچہ عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

" قبل نماز مغرب دو رکعت سنت پڑھنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس کو اذان اور اقامت کے درمیان پڑھنا چاہیئے ....
مغرب کی اذان ختم ہونے کے ساتھ ہی . دفعہ درود پڑھنا چاہیئے،
اللّٰھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ آخر تک پڑھنا چاہیئے پھر سنت شروع کرنی چاہیئے اور مغرب کی سنتیں فجر کی سنت کی طرح ہلکی پڑھنی چاہیئے۔" (فتاویٰ علماء حدیث ج ۴ ص ۲۳۲)

دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے شیخ الحدیث مولوی احمد اللہ صاحب رقمطراز ہیں۔

" مغرب کے پہلے سنتیں پڑھنے والے کو کوئی روکے یا اسکو سنت نہ سمجھے وہ ظالم اور بدبختی ہے۔" (فتاوی علماء حدیث ج ۴ ص ۲۳۵)

ملاحظہ فرمائیے : جن نوافل کا خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین سے پڑھنا ثابت نہیں جن کے سنت سمجھ کر پڑھنے کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود مکروہ قرار دے رہے ہیں وہ نوافل غیر مقلدین کے یہاں مسنون ہیں

Marfat.com

ان کو سنت نہ سمجھنے والا ظالم اور بدعتی ہے۔
قارئین کرام غور فرمائیے یہ غیر مقلدین کا فتویٰ کس پر لگ رہا ہے؟ کیا خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان نوافل کو سنت سمجھنے سے نہیں روکا؟ عجیب بات ہے یہ حضرات فتویٰ لگاتے ہوئے اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اس کی زد میں کون آسکتا ہے؟ شانِ اجتہاد میں جو منہ میں آیا اگل دیا۔
قارئین فیصلہ آپ کے سر ہے آپ فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

ابواب التراویح

تراویح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں

عن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرغّب فی قیام رمضان من غیر ان یأمرھم فیہ بعزیمۃ فیقول من قام رمضان ایماناً واحتساباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہ فتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والامر علی ذالک ثم کان الامر علی ذالک فی خلافۃ ابی بکر وصدرا من خلافۃ عمر علی ذالک،

(مسلم ج ۱ صفحہ ۲۵۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کی بہت ترغیب دیتے تھے لیکن اس سلسلہ میں کوئی تاکیدی حکم نہیں دیتے تھے، آپ فرماتے تھے جس نے رمضان (کی راتوں میں) میں ایمان کی حالت میں اور ثواب

Marfat.com

کی نیت سے قیام کیا تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور معاملہ اسی طرح رہا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دنوں میں بھی اسی طرح رہا۔

۲۔ عن عبدالرحمٰن بن عوف قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تبارک و تعالیٰ فرض صیام رمضان علیکم وسننت لکم قیامہ فمن صامہ وقامہ ایمانا واحتسابا خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ (نسائی ج ۱ ص ۲۳۹)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کئے ہیں اور میں نے تمہارے لیے اس میں قیام کو سنت قرار دیا ہے سو جس شخص نے رمضان میں روزے رکھے اور قیام کیا ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے کہ جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔

۳۔ عن عروۃ ان عائشۃ اخبرتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج لیلۃ من جوف اللیل فصلی فی المسجد وصلی رجال بصلوتہ فاصبح الناس فتحدثوا فاجتمع اکثر منہم فصلی فصلوا معہ فاصبح الناس فتحدثوا فکثر اہل

Marfat.com

المسجد من الليلة الثالثة فخرج رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فصلوا بصلوته فلما کانت اللیلة الرابعة عجز المسجد عن اهله حتی خرج لصلوة الصبح فلما قضی الفجر اقبل علی الناس فتشهد ثم قال اما بعد فانه لم یخف علی مکانکم لکنی خشیت ان تفرض علیکم فتعجزوا عنها فتوفی رسول الله صلی الله علیه وسلم والامر علی ذالك

(بخاری ج ا ص۲۶۹، مسلم ج ا ص۲۵۹)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ درمیان رات میں گھر سے تشریف لے گئے آپ نے مسجد میں نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے بھی وہی نماز پڑھی جب صبح ہوئی تو لوگوں نے (پچھلی رات کی نماز کا) آپس میں تذکرہ کیا چنانچہ دوسری رات پہلے سے زیادہ تعداد ہوگئی، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ وہی نماز لوگوں نے بھی پڑھی، صبح ہوئی تو پھر چرچا ہوا اور تیسری رات لوگوں کی تعداد اور بھی زیادہ بڑھ گئی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی وہی نماز پڑھی، جب چوتھی رات آئی تو مسجد نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے تنگ ہوگئی اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لیے ہی تشریف لائے جب نماز ادا کرلی تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا تمہارا یہاں آنا مجھ پر مخفی نہیں تھا لیکن میں ڈرا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے اور تم اس کے ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور معاملہ اسی طرح رہا۔

۴- عن ابی ذر صمنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان فلم یقم بنا شیئا من الشھر حتی بقی سبع فقام بنا حتی ذھب ثلث اللیل فلما کانت السادسۃ لم یقم بنا فلما کانت الخامسۃ قام بنا حتی ذھب شطر اللیل فقلت یارسول اللہ لو نفلتنا قیام ھذہ اللیلۃ قال فقال ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب لہ قیام لیلۃ قال فلما کانت الرابعۃ لم یقم فلما کانت الثالثۃ جمع اھلہ ونساءہ والناس فقام بنا حتی خشینا ان یفوتنا الفلاح قال قلت ما الفلاح قال السحور ثم لم یقم بنا بقیۃ الشھر۔ (ابوداؤد ج ۱ صـ ۱۹۵)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، آپ نے پورے مہینے ہمیں رات میں نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ سات دن باقی رہ گئے تو (تیئیسویں رات میں) آپ نے ہمیں نماز پڑھائی یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی۔ جب چھ دن رہ گئے تو نماز نہیں پڑھائی (یعنی

Marfat.com

چوبیسویں رات میں) پھر جب پانچ دن رہ گئے تو نماز پڑھائی۔
(یعنی پچیسویں رات میں) یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی۔ میں نے
عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اس رات کے باقی
حصے میں بھی ہمیں نفل پڑھا دیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ آپ نے
فرمایا جب کوئی شخص امام کے ساتھ نماز (عشاء) پڑھے پھر اپنے
گھر واپس جائے تو پوری رات نماز پڑھنے والا شمار کیا جائے گا
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب چار دن رہ گئے تو
آپ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی (یعنی چھبیسویں رات میں) جب
تین دن باقی رہ گئے تو آپ نے اپنے گھر والوں، عورتوں اور
دیگر لوگوں کو جمع کیا اور نماز پڑھائی (یعنی ستائیسویں رات میں)
اتنی لمبی نماز پڑھائی کہ ہمیں یہ اندیشہ ہونے لگا کہ ہم سے فلاح
رہ جائے گی۔ حضرت جبیر بن نفیرؒ کہتے ہیں میں نے عرض کیا
فلاح رہ جانے کا کیا مطلب ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ
نے فرمایا سحری مراد ہے، پھر باقی ایام میں آپ نے ہمیں نماز
نہیں پڑھائی۔

۵۔ عن ثعلبة بن ابی مالك القرظی قال
خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات
لیلة فی رمضان فرای ناسًا فی ناحیة المسجد
یصلون فقال ما یصنع هٰؤلاء فقال قائل
یا رسول الله هٰؤلاء ناس لیس معهم قرآن
وابی بن کعب یقرأ وهم معه یصلون

Marfat.com

بصلوٰتہ قال قد احسنوا أو قد اصابوا
ولو یکرہ ذالک لھم۔

(معرفۃ السنن والآثار للامام البیہقی ج ۴ ص ۳۹)

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں ایک رات مسجد تشریف لائے تو لوگوں کو مسجد کے ایک کونہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ ایک کہنے والے نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو قرآن یاد نہیں ہے ابی بن کعبؓ (نماز میں قرآن) پڑھ رہے ہیں اور یہ ان کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا انہوں نے اچھا کیا یا یہ فرمایا کہ صحیح کیا اور یہ چیز آپ نے ان کے لیے ناپسند نہیں کی

۶۔ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۲۹۴، بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶، معجم طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۳۹۳، مسند عبد بن حمید ص ۲۱۸)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

۷۔ عن جابر بن عبد اللہ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ
وسلم ذات لیلۃ فی رمضان فصلی الناس اربعۃ وعشرین
رکعۃ واوتر بثلثۃ، (تاریخ جرجان لابی قاسم حمزۃ بن یوسف السہمی م ۴۲۷ھ ص ۱۴۵)

Marfat.com

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں ایک رات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر تشریف لائے اور صحابہ کرام کو چوبیس رکعتیں (۴ عشاء کی اور ۲۰ تراویح کی) پڑھائیں اور تین رکعات وتر پڑھے۔

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں تراویح ۲۰ رکعات پڑھی جاتی تھیں

۸۔ عن عبدالرحمٰن بن عبدالقاری انہ قال خرجت مع عمر بن الخطاب لیلۃ فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ و یصلی الرجل فیصلی بصلوٰتہ الرھط فقال عمر انی اری لو جمعت ھؤلاء علی قاریٍ واحدٍ لکان امثل ثم عزم فجمعھم علی ابی بن کعب ثم خرجت معہ لیلۃ اخریٰ والناس یصلون بصلوٰۃ قارئھم قال عمر نعم البدعۃ ھذہ والتی تنامون عنھا افضل من التی تقومون یرید آخر اللیل وکان الناس یقومون اولہ۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۶۹)

حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان المبارک میں ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ مختلف ٹولیوں میں بیٹھے ہوئے تھے، کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی شخص نماز

Marfat.com

پڑھ رہا تھا تو ایک گروہ اس کی اقتداء کر رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری کی اقتداء میں جمع کر دوں تو بہت اچھا ہو، پھر آپ نے اس کا عزم کر لیا اور لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتدار میں جمع کر دیا، پھر میں ایک دوسری رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کی اقتدار میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ نئی چیز بہت اچھی ہے اور وہ نماز جس سے تم سو جاتے ہو وہ افضل ہے اس نماز سے جو تم پڑھ رہے ہو آپ کی مراد اس سے رات کے آخری حصے میں قیام کرنا تھا اور لوگ شروع رات میں قیام کرتے تھے۔

۹۔ عن ابی بن کعب ان عمر بن الخطاب امرہ ان یصلی باللیل فی رمضان فقال ان الناس یصومون النہار ولا یحسنون ان یقرؤا فلو قرأت علیہم باللیل فقال یا امیر المؤمنین ھذا شئ لم یکن فقال قد علمت ولکنہ حسن فصلی بہم عشرین رکعۃ، رواہ ابن منیع (کنز العمال ج ۸ ص ۴۰۹)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ رمضان میں رات کو لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ دن میں روزہ تو

Marfat.com

رکھتے ہیں لیکن اچھی طرح قرارت نہیں کر سکتے اگر تم رات کو ان پر قرآن پڑھا کرو تو اچھا ہو، حضرت ابی بن کعبؓ نے عرض کیا کہ امیر المومنین پہلے ایسے نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا مجھے بھی معلوم ہے تاہم یہ ایک اچھی چیز ہے چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات پڑھائیں۔

۱۰۔ عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی لھو عشرین رکعۃ، الحدیث (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۲، سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۴۰۰ جامع المسانید والسنن للحافظ ابن الکثیر ج ۱ ص ۵۵)

حضرت حسن سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر اکٹھا کر دیا، آپ انہیں بیس رکعتیں پڑھاتے تھے۔

۱۱۔ عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی بھم عشرین رکعۃ،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)

حضرت یحیی بن سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھاتے۔

۱۲۔ عن عبد العزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینۃ عشرین رکعۃ و یوتر بثلث، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)

حضرت عبد العزیز بن رفیعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ میں لوگوں کو بیس رکعات

Marfat.com

پڑھاتے تھے اور وتر تین رکعات۔

۱۳۔ عن یزید بن رومان انہ قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلث وعشرین رکعۃ،

(موطا امام مالک ج ۱ ص ۹۸، سنن کبری بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

حضرت یزید بن رومان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں رمضان میں تئیس رکعات پڑھا کرتے تھے (۲۰ تراویح ۳ وتر)

۱۴۔ قال محمد بن کعب القرظی کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان عشرین رکعۃ یطیلون فیھا القراءۃ ویوترون بثلث،

(مختصر قیام اللیل ص ۱۵۷)

حضرت محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں رمضان المبارک میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے جن میں خوب لمبی قراءت کرتے تھے اور وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔

۱۵۔ عن ابن ابی ذئب عن یزید بن خصیفۃ عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علیٰ عہد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ قال وکانوا یقرؤن بالمئین وکانوا یتوکؤن علیٰ عصیھم فی عہد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ من شدۃ القیام، (سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

Marfat.com

حضرت ابن ابی ذئب بواسطہ حضرت یزید بن خصیفہ، حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ لوگ (صحابۂ کرام) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں رمضان المبارک میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے، حضرت سائب بن یزید رض فرماتے ہیں کہ وہ لوگ تراویح میں مئین سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں لوگ شدتِ قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں کا سہارا لیا کرتے تھے۔

۱۶۔ محمد بن جعفر قال حدثنی یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید قال کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب بعشرین رکعة والوتر،

(معرفة السنن والآثار ج ۲ ص ۴۲)

محمد بن جعفر رح کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حضرت یزید بن خصیفہ رحمہ اللہ نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

قال الامام احمد بن حنبل وقد جاء عن عمر انه کان یصلی فی الجماعة (المغنی لابن قدامة ج ۲ ص ۱۶۸)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ آپ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھتے تھے۔

روی اسد بن عمرو عن ابی یوسف قال سألت ابا حنیفة عن التراویح وما فعله عمر رضی اللہ

Marfat.com

عنہ فقال التراویح سنۃ مؤکدۃ ولم یتخرص عمر من تلقاء نفسہ ولم یکن فیہ مبتدعا ولم یأمر بہ الا عن اصل لدیہ وعہد من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،

(مراقی الفلاح مع حاشیۃ صفحہ ۲۲۴)

حضرت اسد بن عمروؒ حضرت قاضی ابو یوسفؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے تراویح اور اس سلسلہ میں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا تراویح سنت مؤکدہ ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۰ رکعات خود اپنی طرف سے مقرر ومتعین نہیں کیں اور نہ وہ کسی بدعت کے ایجاد کرنے والے تھے آپ نے جو ۲۰ کا حکم دیا ہے اس کی آپ کے پاس ضرور کوئی اصل تھی اور ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی تراویح ۲۰ رکعات ہی پڑھی جاتی تھیں

۱۷۔ عن ابی عبدالرحمن السلمی عن علی رضی اللہ عنہ قال دعی القراء فی رمضان فامر منھم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ قال وکان علی رضی اللہ عنہ یوتر بھم ،

(سنن کبری بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

حضرت ابو عبدالرحمن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی

Marfat.com

رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قراء حضرات کو بلایا اور ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو ۲۰ رکعات تراویح پڑھائے حضرت ابو عبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں وتر پڑھاتے تھے۔

۱۸۔ عن ابی الحسناء ان علیا امر رجلا ان یصلی بالناس خمس ترویحات عشرین رکعۃ،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۳۹۳)

حضرت ابو الحسناءؒ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحے یعنی بیس رکعات تراویح پڑھایا کرے۔

قال احمد (بن حنبل) کان جابر و علی و عبد اللہ یصلونها فی جماعۃ، (المغنی لابن قدامۃ ج ۲ ص ۱۶۸)

حضرت امام احمد حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر حضرت علی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہم تراویح جماعت کے ساتھ ادا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے

۱۹۔ عن زید بن وھب قال کان عبد اللہ بن مسعود یصلی بنا فی شہر رمضان فینصرف و علیہ لیل قال الاعمش کان یصلی عشرین رکعۃ و یوتر بثلث،

(مختصر قیام اللیل للمروزی ص ۱۵۷)

حضرت زید بن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن

Marfat.com

مسعود رضی اللہ عنہ ہم کو رمضان میں نماز پڑھاتے تھے ۔ جب فارغ ہو کر واپس ہوتے تو ابھی رات رہتی تھی، امام اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے اور تین رکعت وتر۔

تراویح کے بیس رکعات ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع

قال المحدث الفقیہ محمد بن قدامۃ الحنبلی المتوفی ۵۹۵ھ

"روی مالک عن ابن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر فی رمضان بثلث و عشرین رکعۃ و عن علی انہ امر رجلا یصلی بھم فی رمضان عشرین رکعۃ وھذا کالاجماع

(المغنی لابن قدامۃ ج ۲ ص ۱۶۷)

حضرت محمد بن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۵ھ) فرماتے ہیں امام مالک رحمہ اللہ نے یزید بن رومان ؒ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں رمضان المبارک میں لوگ تئیس رکعات پڑھا کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس رکعات پڑھائے اور یہ اجماع کی مانند ہے۔

قال العلامۃ القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۲۳ھ

"وقد عدوا ما وقع فی زمن عمر رضی اللہ عنہ کالاجماع" (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۵۱۵)

حضرت علامہ قسطلانی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۲۳ھ) فرماتے

Marfat.com

ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جو ہوا اس کو فقہا نے اجماع کی طرح شمار کیا ہے۔

قال العلامۃ علی بن سلطان القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ

"اجمع الصحابۃ علی ان التراویح عشرون رکعۃ"۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۱۹۴)

حضرت ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ تراویح بیس رکعتیں ہیں۔

"فصار اجماعا لما روی البیہقی باسناد صحیح انھم کانوا یقیمون علی عہد عمر عشرین رکعۃ وعلی عہد عثمان وعلی رضی اللہ عنہم"

(شرح النقایۃ ج ۲ ص ۲۴۱)

پس (تراویح کے ۲۰ رکعات ہونے پر) اجماع ہو گیا کیونکہ امام بیہقیؒ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے ایسے ہی حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں بھی۔

قال العلامۃ سید محمد مرتضی الزبیدی المتوفی ۱۲۰۵ھ

"وبالاجماع الذی وقع فی زمن عمر اخذ ابو حنیفۃ والنووی والشافعی واحمد والجمہور واختارہ ابن عبد البر"

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۳ ص ۷۰۰)

حضرت علامہ سید محمد مرتضی زبیدی (متوفی ۱۲۰۵ھ) فرماتے

Marfat.com

ہیں کہ اس اجماع کی بنا پر جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہوا حضرت امام ابو حنیفہؒ امام نوویؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ اور جمہور علماء نے یہ مسلک اپنایا ہے (کہ تراویح بیس رکعات ہیں) اسی کو علامہ ابن عبد البرؒ نے اختیار کیا ہے

حضرت سوید بن غفلہؒ متوفی ۸۲ھ تراویح ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے

۲۰۔ انبانا ابو الخصیب قال کان یؤمنا سوید بن غفلة فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعة، (سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

حضرت ابو الخصیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سوید بن غفلہ رحمہ اللہ (حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے صحبت یافتہ) رمضان المبارک میں ہماری امامت کرتے تھے، پس وہ پانچ ترویحے بیس رکعات (تراویح) پڑھاتے تھے۔

حضرت ابو البختریؒ متوفی ۸۳ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے

۲۱۔ عن ابی البختری انہ کان یصلی خمس ترویحات فی رمضان و یوتر بثلث، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)

حضرت ابو البختری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ رمضان المبارک میں پانچ ترویحے (بیس رکعات) اور تین وتر پڑھتے تھے۔

حضرت علی بن ربیعہؒ تراویح ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے

۲۲۔ عن سعید بن ابی عبید ان علی بن ربیعة کان یصلی بھم فی رمضان خمس ترویحات و یوتر بثلث، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)

حضرت سعید بن ابی عبیدؒ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ربیعہ

Marfat.com

رحمہ اللہ (حضرت علی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کے شاگرد) رمضان المبارک میں لوگوں کو پانچ ترویحے (۲۰ رکعات) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

حضرت شتیر بن شکلؒ ــــ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے

۲۳۔ عن شتیر بن شکل انہ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۳۹۳)

حضرت شتیر بن شکل رحمہ اللہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد) سے مروی ہے کہ وہ رمضان میں بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

حضرت حارث اعورؒ ــــ بھی تراویح ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے

۲۴۔ عن ابی اسحٰق عن الحارث انہ کان یؤم الناس فی رمضان باللیل بعشرین رکعۃ و یوتر بثلث و یقنت قبل الرکوع، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۳۹۳)

حضرت ابو اسحٰقؒ سے مروی ہے کہ حضرت حارث اعور رحمہ اللہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد) رمضان المبارک میں رات کو لوگوں کو ۲۰ رکعات تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے اور دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکرہؒ متوفی ۹۱ حضرت سعید بن ابی الحسنؒ متوفی ۱۰۰ اور حضرت عمران عبدیؒ متوفی ۱۰۰ ۲۰ رکعات تراویح پڑھاتے تھے

۲۵۔ عن یونس ادرکت مسجد الجامع قبل فتنۃ ابن الاشعث یصلی بھم عبد الرحمٰن بن ابی بکر

Marfat.com

وسعید بن ابی الحسن وعمران العبدی کانوا یصلون خمس ترا ویح فاذا دخل العشر زادوا واحدۃ و یقنتون فی النصف الآخر و یختمون القرآن مرتین۔ (مختصر قیام اللیل للمروزی ص۵۸)

حضرت یونس رح سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن الاشعث کے فتنہ (۸۳ھ) سے پہلے جامع مسجد بصرہ میں دیکھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ حضرت سعید بن ابی الحسن اور حضرت عمران عبدی رحمہم اللہ لوگوں کو پانچ ترویحے (۲۰ رکعات) پڑھاتے تھے اور جب آخری عشرہ آتا تو ایک ترویحے کا اضافہ کر دیتے تھے اور وہ رمضان کے دوسرے نصف میں قنوت پڑھتے تھے اور دو مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم نخعی رح متوفی ۹۶ھ کا فرمان

۲۶۔ عن ابراھیم ان الناس کانوا یصلون خمس ترویحات فی رمضان۔

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ بروایت ابی یوسف ص۴۱)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ لوگ (صحابہ و تابعین) رمضان المبارک میں پانچ ترویحے (۲۰ رکعات) پڑھتے تھے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رح متوفی ۱۱۴ھ کا فرمان

۲۷۔ عن عطاء قال ادرکت الناس وھم یصلون ثلثۃ وعشرین رکعۃ بالوتر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص۳۹۳)

Marfat.com

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا ہے کہ لوگ (صحابہ و تابعین) وتر ملا کر کل تئیس رکعات پڑھتے تھے

حضرت ابن ابی ملیکہؒ متوفی ۱۱۷ھ تراویح ۲۰ رکعات پڑھایا کرتے تھے

۲۸۔ عن نافع مولی ابن عمر قال کان ابن ابی ملیکة یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعة،

(مصنف ابن ابی شیبة ج ۲ ص ۳۹۳)

حضرت نافعؒ مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ رمضان المبارک میں ہمیں ۲۰ رکعات پڑھایا کرتے تھے۔

حضرت سفیان ثوریؒ متوفی ۱۶۱ھ اور حضرت عبداللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ ۲۰ رکعات تراویح کے قائل تھے

قال الامام الترمذی و اکثر اهل العلم علی ما روی عن علی و عمر و غیرهما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعة وهو قول سفیان الثوری و ابن المبارک الخ

(ترمذی ج ۱ ص ۱۶۶)

حضرت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم ۲۰ رکعات کے قائل ہیں جیسا کہ حضرت علی حضرت عمر اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے، یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے۔

Marfat.com

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ۱۵۰ھ

قال الامام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی
" مقدار التراویح عند اصحابنا والشافعی ما
روی الحسن عن ابی حنیفۃ قال القیام فی
شھر رمضان سنۃ لا ینبغی ترکھا یصلی لاھل
کل مسجد فی مسجدھم کل لیلۃ سوی الوتر
عشرین رکعۃ خمس ترویحات بعشر تسلیمات
یسلم فی کل رکعتین (فتاوی قاضی خان ج ۱ ص ۱۱۲)

حضرت امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندیؒ (المعروف قاضی خان متوفی ۵۹۲ھ) فرماتے ہیں کہ تراویح کی مقدار ہمارے اصحاب اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وہی ہے جو امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کی ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں قیام کرنا (تراویح پڑھنا) سنت (مؤکدہ) ہے اس کا ترک مناسب نہیں، ہر مسجد والوں کے لیے ان کی مسجد میں ہر رات وتر کے علاوہ بیس رکعتیں پڑھائی جائیں، پانچ ترویحے دس سلاموں کے ساتھ ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔

حضرت امام مالکؒ کا مسلک ۱۷۹ھ

قال ابن رشد المالکی " واختلفوا فی المختار
من عدد الرکعات التی یقوم بھا الناس فی
رمضان فاختار مالک فی احد قولیہ وابو حنیفۃ

Marfat.com

والشافعي واحمد وداود القيام بعشرين ركعة سوى الوتر وذكر ابن القاسم عن مالك انه كان يستحسن ستا وثلثين ركعة والوتر ثلث ، (بداية المجتهد ا ص ۱۵۲)

حضرت قاضی ابن رشد مالکیؒ (متوفی ۵۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ فقہائے کرام نے ان رکعات کی تعداد کے اختیار کرنے میں جو کہ لوگ رمضان المبارک میں پڑھتے ہیں اختلاف کیا ہے، پس حضرت امام مالکؒ نے اپنے ایک قول کے مطابق اور حضرت امام ابو حنیفہؒ حضرت امام شافعیؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور داؤد ظاہریؒ نے وتر کے علاوہ ۲۰ رکعات پڑھنے کو اختیار کیا ہے، اور ابن القاسمؒ نے امام مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام مالکؒ ۳۶ رکعات تراویح اور تین رکعت وتر پڑھنے کو مستحسن سمجھتے تھے۔

حضرت امام شافعیؒ (۲۰۴ھ) کا مسلک

قال الامام الترمذی " واختلف اهل العلم فی قیام رمضان فرأی بعضهم ان یصلی احدی واربعین رکعة مع الوتر وهو قول اهل المدینة والعمل علی هذا عندهم بالمدینة واکثر اهل العلم علی ما روی عن علی وعمر وغیرهما من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم عشرین رکعة وهو قول الثوری وابن المبارک والشافعی

Marfat.com

وقال الشافعی و هکذا ادرکت ببلدنا بمکة یصلون عشرین رکعۃ، (ترمذی ج ا ص ۱۶۶)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل علم نے قیام رمضان (تراویح) کے بارے میں اختلاف کیا ہے ان میں سے بعض وتر سمیت اکتالیس رکعتوں کے قائل ہیں یہی اہل مدینہ کا قول ہے اور اسی پر اہل مدینہ کا عمل ہے اور اکثر اہل علم ۲۰ رکعات (تراویح) کے قائل ہیں جیسا کہ حضرت علی، حضرت عمر اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے یہی حضرت سفیان ثوری، حضرت عبداللہ بن مبارک اور حضرت امام شافعی رح کا قول ہے، حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے ہی پایا ہے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں کہ وہاں (سب) بیس رکعتیں ہی پڑھتے ہیں۔

وقال الامام المزنی نقلا عن الامام الشافعی "فاما قیام شهر رمضان احب الی عشرون لانه روی عن عمر وکذالك یقومون بمکة و یوترون بثلث، (مختصر المزنی ص ۲۱)

حضرت امام مزنی رح حضرت امام شافعی رح سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رمضان المبارک کے قیام میں مجھے بیس رکعتیں محبوب ہیں کیونکہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں اور لوگ مکہ مکرمہ میں (تراویح) ۲۰ رکعات ہی پڑھتے ہیں اور وتر تین رکعت۔

Marfat.com

م ۲۴۱ھ

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مسلک

قال الامام ابن قدامة الحنبلی " والمختار عند ابی عبد اللہ فیھا عشرون رکعة و بھذا قال الثوری و ابو حنیفة و الشافعی و قال مالک ستة و ثلاثون و زعم انه الامر القدیم و تعلق بفعل اھل المدینة و لنا ان عمر لما جمع الناس علی ابی بن کعب کان یصلی بھم عشرین رکعة " (المغنی لابن قدامۃ ج ۲ صـ۱۶۷)

امام ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابو عبداللہ (امام احمد بن حنبل رح) کے نزدیک تراویح میں بیس رکعتیں مختار و پسندیدہ ہیں امام ابو حنیفہ رح اور امام شافعی رح بھی اسی کے قائل ہیں اور امام مالک رح فرماتے ہیں کہ چھتیس رکعتیں ہیں اور ان کا خیال ہے کہ یہی امر قدیم بھی ہے انہوں نے اہل مدینہ کے فعل سے تعلق کیا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں اکٹھا کیا تو وہ لوگوں کو بیس رکعتیں ہی پڑھاتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی متوفی ۵۶۱ کا فرمان

" و صلوٰة التراویح سنة النبی صلی اللہ علیہ وسلم .... و ھی عشرون رکعة یجلس عقیب کل رکعتین و یسلم فھی خمس ترویحات کل اربعة منھا ترویحة " (غنیۃ الطالبین مترجم صـ۳۹۳ و صـ۳۹۶)

Marfat.com

نماز تراویح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے ..... اور یہ بیس رکعتیں ہیں ہر دو رکعت کے بعد بیٹھے اور سلام پھیرے اس طرح پانچ ترویحے ہوں گے ہر چار رکعت تراویح کے بعد ایک ترویحہ

امام ابوحامد الغزالی الشافعیؒ متوفی ۵۰۵ھ کا فرمان

"التراویح وھی عشرون رکعۃ وکیفیتھا مشھورۃ وھی سنۃ مؤکدۃ"

(احیاء علوم الدین ج ا ص۲۰۱)

تراویح بیس رکعتیں ہیں جن کا طریقہ مشہور و معروف ہے اور یہ سنت مؤکدہ ہیں۔

امام تقی الدین ابن تیمیہ الحرانی الحنبلیؒ متوفی ۷۳۸ھ کا فرمان

"قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعۃ فی رمضان و یوتر بثلث فرأی کثیر من العلماء ان ذالک ھو السنۃ لانہ قام بین المھاجرین والانصار ولم ینکرہ منکر"

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۳ ص۱۱۲)

یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں (صحابہؓ و تابعین) کو رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے لہٰذا بہت سارے علماء نے اسی کو سنت قرار دیا ہے کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیس رکعتیں حضرات انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں پڑھائی تھیں اور کسی نے انکار نہیں کیا۔

Marfat.com

علامہ زین العابدین بن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ کا فرمان

وقولہ عشرون رکعۃ بیان لکمیتہا وھو قول الجمہور لما فی المؤطا عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب بثلث و عشرین رکعۃ و علیہ عمل الناس شرقا و غربا،   (البحر الرائق ج ۲ ص ۶۶)

صاحب کنز الدقائق کا قول کہ "تراویح بیس رکعتیں ہیں" تراویح کی مقدار کا بیان ہے اور یہی جمہور کا قول ہے کیونکہ موطا امام مالکؒ میں حضرت یزیدؒ بن رومان سے روایت ہے کہ لوگ (صحابہ و تابعین) حضرت عمرؓ بن خطاب کے زمانہ میں تئیس رکعتیں (مع وتر کے) پڑھتے تھے اور اسی پر مشرق و مغرب کے لوگوں کا عمل ہے۔

علامہ علاء الدینؒ حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ کا فرمان

(التراویح سنۃ) مؤکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین (للرجال والنساء) اجماعا (وھی عشرون رکعۃ) حکمتہ مساواۃ المکمل للمکمل۔   (الدر المختار مع حاشیہ رد المحتار ج ۲ ص ۴۳)

تراویح سنت مؤکدہ ہے مردوں اور عورتوں سب کے لیے اجماعاً کیونکہ اس پر خلفاء راشدین نے مواظبت فرمائی ہے اور تراویح بیس رکعتیں ہیں اور بیس کی حکمت یہ ہے کہ مکمل یعنی تراویح مکمل یعنی فرائض مع الوتر کے برابر ہو جائیں (کیونکہ فرائض کی کل رکعتیں

Marfat.com

وتر ملا کر بیس بنتی ہیں)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ کا فرمان

"قوله وهي عشرون ركعة وهو قول الجمهور وعليه عمل الناس شرقاً وغرباً"

(الدر المختار مع حاشیۃ رد المحتار ج ۲ ص ۴۵)

صاحب درمختار کا قول کہ "تراویح بیس رکعتیں ہیں"۔ یہی جمہور علماء کا قول ہے اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے مشرق و مغرب میں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ کا فرمان

"والذي استقر عليه الامر واشتهر من الصحابة والتابعين ومن بعدهم هو العشرون وما روي انها ثلث وعشرون فبحساب الوتر معها" (ماثبت بالسنۃ مترجم ص ۳۶۴)

اور جس تعداد پر رکعات تراویح کا معاملہ مستقل ہوا اور صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے بزرگوں سے وہ تعداد مشہور ہوئی وہ بیس رکعتیں ہیں اور یہ جو مروی ہے کہ تراویح تئیس رکعتیں ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ تراویح کے ساتھ وتر ملا کر تئیس رکعتیں ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ کا فرمان

"وعدده عشرون ركعة وذالك انهم رأوا النبي صلى الله عليه وسلم شرع للمحسنين

Marfat.com

احدی عشرة رکعة فی جمیع السنة فحکموا انہ لا ینبغی ان یکون حظ المسلم فی رمضان عند قصدہ الاقتحام فی لجۃ التشبہ بالملکوت اقل من ضعفها"

(حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ ص ۱۸)

تراویح کی رکعتوں کی تعداد بیس ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے سارے سال میں محسنین کے لیے گیارہ رکعتیں مقرر فرمائی ہیں کیونکہ سارے سال عموماً تہجد آٹھ رکعات اور وتر تین رکعات ادا کئے جاتے ہیں تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ رمضان کے مہینے میں جب ایک مسلمان تشبہ بالملکوت کے سمندر میں غوطہ زن ہونے کا ارادہ کرے تو اس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اس کا اس سے دگنی رکعات سے کم حصہ ہو۔

علامہ عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ کا فرمان

"ان مجموع عشرین رکعۃ فی التراویح سنۃ مؤکدۃ لانہ مما واظب علیہ الخلفاء وان لم یواظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم وقد سبق ان سنۃ الخلفاء ایضاً لازم الاتباع وتارکها آثم وان کان اثمہ دون اثم تارک السنۃ النبویۃ فمن اکتفی علی ثمان رکعات یکون مسیئا لترکہ سنۃ الخلفاء

Marfat.com

وان شئت ترتیبہ علی سبیل القیاس فقل عشرون رکعۃ فی التراویح مما واظب علیہ الخلفاء الراشدون وکل ما واظب علیہ الخلفاء سنۃ مؤکدۃ ثم تضمہ مع ان کل سنۃ مؤکدۃ یاثم تارکہا فینتج عشرون رکعۃ یاثم تارکہا ومقدمات ھذا القیاس قد اثبتناھا فی الاصول السابقۃ"

(تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار ص۲۰۹ بحوالہ رسول اکرم کا طریقہ نماز ص۳۵۲)

تراویح میں بیس رکعات سنتِ مؤکدہ ہیں اس لیے کہ اس پر خلفاء راشدین نے مداومت کی ہے اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مداومت نہیں کی اور پہلے بتایا جا چکا ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت بھی واجب الاتباع ہے اور اس کا چھوڑنے والا گنہگار ہے اگرچہ اس کا گناہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ترک کرنے والے سے کم ہے لہٰذا جو شخص آٹھ رکعت پر اکتفاء کرے وہ برا کام کرنے والا ہے کیونکہ اس نے خلفاء راشدین کی سنت ترک کر دی اگر تم قیاس کے طریقے پر اس کی ترتیب سمجھنا چاہو تو یوں کہو "بیس رکعت تراویح پر خلفاء راشدین نے مواظبت کی اور جس پر خلفاء راشدین نے مواظبت کی ہو وہ سنتِ مؤکدہ ہے لہٰذا بیس رکعت تراویح بھی سنتِ مؤکدہ ہے پھر اس کے ساتھ یہ بھی ملاؤ کہ سنتِ مؤکدہ کا تارک گنہگار ہوتا ہے لہٰذا بیس رکعات کا تارک بھی گنہگار ہوگا" اس قیاس کے مقدمات ہم اصول سابقہ میں ثابت کر چکے ہیں۔

Marfat.com

مذکورہ احادیث و آثار اور اقوالِ ائمہ مجتہدین سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو قیام رمضان کی بہت ترغیب دی ہے، تراویح آپ خود بھی پڑھتے تھے اور آپ نے تراویح (تین دن - ۲۳ - ۲۵ - ۲۷ رمضان) صحابہ کو پڑھائی بھی ہیں، تراویح کو آپ نے امت کے لیے مسنون قرار دیا ہے، جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲-۳ اور ۴ سے واضح ہے اس بناء پر جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا سنّتِ موکدہ (علی الکفایۃ) ہے اور یہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعات تراویح پڑھنا ثابت ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کی احادیث (۶ اور ۷) سے ظاہر ہے اور چونکہ انہیں امت کی تلقی بالقبول حاصل ہے اس لیے یہ صحیح لغیرہٖ کے درجے کی احادیث ہیں۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں بھی صحابہ کرام باجماعت تراویح پڑھتے رہے ہیں جیسا کہ حدیث نمبر ۵ سے ظاہر ہے۔

(۴) خلفاء راشدین حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم نے بیس رکعات تراویح پر مواظبت فرمائی اور ان کے دورِ خلافتِ راشدہ میں تراویح بیس رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی رہیں، اس لیے تراویح بیس رکعات ہی سنّتِ موکدہ ہیں۔

(۵) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں تراویح کے بیس رکعات ہونے پر اجماع ہو گیا تھا کیونکہ جب آپ نے حضرت ابی

Marfat.com

بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتدار میں سب صحابہ کرام کو جمع کیا تھا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا تو اس وقت کسی نے بھی آپ کے اس فعل کی کسی درجے میں بھی مخالفت نہیں کی تھی، حالانکہ اس وقت انصار و مہاجرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بالخصوص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سب موجود تھے، لیکن کسی نے بھی آپ کے اس فعل پر انکار نہیں کیا۔

(۶) جلیل القدر تابعین و تبع تابعین بھی اکثر تراویح بیس رکعات ہی پڑھتے پڑھاتے رہے۔

(۷) ائمہ اربعہ حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام مالک رحمہم اللہ بیس رکعات تراویح کے قائل تھے۔

(۸) خیر القرون کے دور میں عہد فاروقی سے لے کر اب سے کچھ پہلے تک تمام مسلمانان عالم کم از کم بیس رکعتوں کے قائل تھے، اور مشرق و مغرب میں ہر جگہ تراویح بیس رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی رہیں۔ مراکز اسلام میں سے مدینہ طیبہ میں خلفاء راشدین حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم کے دور خلافت میں تراویح بیس رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی رہیں، دور خلافت راشدہ کے بعد بھی کم از کم بیس پر عمل رہا۔ اس سے زیادہ تو پڑھی گئیں لیکن اس سے کم نہیں، آج بھی مدینہ منورہ میں تراویح بیس رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں، مکہ مکرمہ میں حضرت عطاء بن ابی رباح ؒ کے زمانہ تک تراویح بیس رکعات پڑھی پڑھائی جاتی تھیں جیسا کہ حدیث نمبر ۲۷ سے واضح ہے۔ حضرت عطاءؒ کی وفات

Marfat.com

۱۱۴ھ میں ہوئی، حضرت ابن ابی ملیکہؒ جن کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی وہ یہاں تراویح بیس رکعات ہی پڑھاتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۶ سے واضح ہے اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ جن کی وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں لوگوں کو بیس رکعات ہی پڑھتے ہوئے پایا ہے اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ چونکہ خود بیس کے قائل تھے اس لیے ان کے بعد مکہ مکرمہ اور اس کے علاوہ ہر جگہ جہاں جہاں ان کے متبعین تھے سب بیس پر عمل کرتے تھے آج بھی مکہ مکرمہ میں بیس رکعات تراویح پر ہی عمل جاری و ساری ہے۔

کوفہ اور بصرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے بیس رکعات تراویح پڑھی پڑھائی جاتی تھیں۔ خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تراویح بیس رکعات پڑھتے تھے۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۱۷۔۱۸۔۱۹ سے ظاہر ہے۔ کوفہ میں حضرت حارث اعورؒ متوفی ۶۵ھ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہیں وہ بیس رکعتیں پڑھایا کرتے تھے نیز حضرت علی بن ربیعہؒ متوفی ۱ جو حضرت علی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کے شاگرد تھے وہ بھی بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھایا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۲ اور ۲۴ سے واضح ہے، امام کوفہ حضرت سفیان ثوری جن کی وفات ۱۶۱ ہجری میں ہوئی وہ بھی بیس رکعات کے قائل تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ جن کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی وہ خود بیس رکعات کے قائل تھے ان کے بعد ان کے تمام متبعین کا عمل بیس پر رہا۔

بصرہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃ سعید بن ابی الحسن اور عمران

Marfat.com

عبدی رحمہم اللہ ۸۲ھ سے پہلے بصرہ کی جامع مسجد میں بیس رکعات
پڑھایا کرتے تھے جیساکہ حدیث ۲۵ سے واضح ہے۔

بغداد میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جن کی وفات
میں ہوئی وہ بھی بیس رکعات کے قائل تھے جیساکہ ابن رشد مالکیؒ کے
سے ظاہر ہے۔

خراسان میں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ جن کی وفات ا
میں ہوئی ہے وہ بھی بیس رکعات ہی کے قائل تھے۔

تیسری صدی کے وسط سے پہلے ہی ائمہ اربعہ حضرت امام ابوح
حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ
اپنی فقہ کی اپنے شاگردوں کو تعلیم دے کر دنیا سے رخصت ہو گئے
اوران کے فقہی مسالک کی اشاعت اوران پرعمل شروع ہو چکا تھا
آج تک جاری ہے تقریباً ہر صدی کے فقیہ نے کم ازکم بیس رکعا
کا تذکرہ کیا ہے۔ مشہور فقہاء کرام و بزرگانِ دین کے اقوال آپ نے
ملاحظہ فرمائے جن میں چھٹی صدی ہجری کے فقیہ و بزرگ حضرت ش
عبدالقادر جیلانی حنبلیؒ اور حضرت امام غزالی شافعیؒ دونوں نے تراویح
رکعات ہی بتلائی ہیں۔ آٹھویں صدی ہجری میں علامہ ابن تیمیہؒ بیس ر
ہی کا تذکرہ کرتے ہیں۔ دسویں صدی ہجری میں علامہ ابن نجیمؒ مص
اندر یہ تذکرہ کر رہے ہیں کہ مشرق و مغرب پورے عالم میں ہر جگہ تراویح
رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں، گیارہویں صدیؒ میں حضرت علامہ علا
حصکفیؒ شام میں اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ ہندوستا
بیس رکعات ہی بتلاتے ہیں۔ بارھویں صدی ہجری میں حضرت شاہ

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں بیس رکعات ہی کا تذکرہ کرتے ہیں اور
ان کے تمام خاندان کا اسی پر عمل ہے۔

تیرہویں صدی ہجری کے وسط میں علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ ممالک
اسلام میں تذکرہ کرتے ہیں کہ اب تک مشرق و مغرب میں ہر جگہ تراویح بیس
رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں اور حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ ہندوستان
میں بیس رکعات ہی کا تذکرہ کرتے ہیں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار، اجماع امت اور اقوال ائمہ مجتہدین اور
امت کے تقریباً تیرہ سو سالہ عمل کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ
تراویح آٹھ رکعات ہی سنت ہیں، بیس رکعات سنت نہیں ہیں، بیس
یا بیس سے زیادہ رکعات متعین کرنے میں بدعت کا خوف ہے، بلکہ
بیس رکعات پڑھنا ہے ہی بدعت۔ چنانچہ

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

"یہ بات مہر نیمروز کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ رسول اللہ کی
سنت پاک تو آٹھ رکعت تراویح ہی ہے اور اس سے زیادہ
پڑھنا سنت نہیں ہے بلکہ نافلہ عبادت ہے"۔

(صلوٰۃ الرسول ص ۳۸۵)

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

"البتہ بیس یا تیس رکعت کی تعداد معین اور خاص کرنا درست
نہیں کیونکہ اس عمل کے بدعت ہو جانے کا خوف ہے"۔

(دستور المتقی ص ۱۴۲)

غیر مقلدین کے ڈاکٹر محمد بشیر لکھتے ہیں۔

Marfat.com

"ہمارے جن علماء نے آٹھ سے زیادہ کو بدعت کہا ہے وہ ان لوگوں کی تراویح کو کہا گیا ہے جو آٹھ سے زیادہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر پڑھتے ہیں اگر نفل سمجھ کر پڑھیں تو پھر ہمارا کوئی عالم ان پر بدعت کا فتویٰ نہیں لگاتا" (البجانیان ص۱۶)

عبد الجلیل سامرودی صاحب اپنے ہم مشرب علماء پر برستے ہوئے رقمطراز ہیں۔ "بڑا تعجب تو مجھے یہ ہر علماء مدرسہ رحمانیہ کے مدرسین پر ہے کہ وہ باوجود ان باتوں سے واقف ہوتے ہوتے رسالہ محدث میں زیادہ آٹھ پر درست لکھتے ہیں اور نوافل قرار دے کر باعثِ اجر بھی تسلیم کرتے ہیں الی اللہ المشتکیٰ .... رہا ۲۰ کو سنتِ عمریؓ بدعت عمری کہنا اصلاً غلط ناقابل مسموع ہے۔ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ۲۰ رکعت نہ ہی فعلِ عمر سے وارد اور نہ ہی امرِ فاروق سے ثابت پھر زبردستی حضرت عمر کے متھے تھوپنا کیا انصاف سے مراحل دور نہیں اور نہ ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے"۔

(فتاویٰ ستاریہ ج ۳ ص ۱۹-۲۰)

ملاحظہ فرمائیے : یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالحدیث کہ ان کے نزدیک بیس رکعات تراویح پڑھنا سنت تو کجا انہیں سنت سمجھ کر پڑھنا بدعت ہے، حالانکہ بیس رکعات تراویح خیر القرون میں خلفاء راشدین کے حکم سے پڑھی پڑھائی جاتی رہیں، خلفاء راشدین نے بیس پر مواظبت فرمائی۔ عہدِ فاروقی میں بیس رکعات پر اجماع ہوا جیسا کہ پیچھے گزرا، تمام صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ بیس رکعات تراویح ہی پڑھتے

Marfat.com

پڑھاتے رہے اور ان ائمہ مجتہدین کے کروڑوں متبعین اور مقلدین جن میں جبالِ علم، اور تقویٰ و طہارت اور اتباع سنت میں ممتاز مقام رکھنے والے اکابر علماء و اولیاء شامل ہیں۔ سب تراویح بیس رکعات ہی پڑھتے پڑھاتے رہے تقریباً ساڑھے تیرہ سو برس سے امتِ مسلمہ تراویح بیس رکعات ہی پڑھ رہی ہے، دسویں صدی ہجری کے فقیہ ابن نجیم مصریؒ کا کہنا ہے کہ مشرق و مغرب میں بیس رکعات تراویح ہی پڑھی پڑھائی جا رہی ہیں پھر تیرھویں صدی ہجری کے فقیہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں کہ اب تک مشرق و مغرب میں ہر جگہ بیس رکعات ہی پر امت کا عمل ہے۔

تقریباً ہر صدی کے فقہاء بیس رکعات تراویح کو سنت قرار دیتے رہے ہیں لیکن انتہائی حیرت ہے کہ اس عمل کو غیر مقلدین سنت تو کجا بدعت کہنے سے بھی نہیں ججھکتے۔ ذرا سوچئے جو عمل خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جس پر خلفاء راشدین نے مواظبت کی ہو جس پر دورِ صحابہ میں اجماع ہوا ہو جس پر ساری امت کا عمل ہو جسے ہر صدی کے فقہاء سنت قرار دیں۔ اگر وہ بدعت ہے تو پھر سنت کونسا عمل ہوگا؟ پھر اگر اس عمل کو بدعت قرار دیا جائے تو لازم آئے گا کہ خلفاء راشدین صحابہ کرام تابعین تبع تابعین ائمہ مجتہدین اور ان کے کروڑوں نہیں اربوں متبعین علماء، فقہاء، اولیاء اور ساری امت کو بدعتی قرار دے دیا جائے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ

این کار از تو می آید مرداں چنیں کنند

قارئین فیصلہ آپ کے سر ہے آپ فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

غیر مقلدین کی غنیۃ الطالبین میں تحریف

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ چونکہ حنبلی مسلک کے

Marfat.com

بزرگ ہیں، اس لیے آپ بھی تراویح کے بیس رکعات ہونے کے قائل ہیں چنانچہ آپ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "غنیۃ الطالبین" میں یہی لکھا ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔ عرصہ سے یہ کتاب مترجم اور غیر مترجم دونوں طرح چھپ رہی ہے۔ دونوں میں یہ مسئلہ موجود ہے، اس وقت ہمارے سامنے غنیۃ الطالبین عربی اور اردو مترجم دو مقامات کی چھپی ہوئی موجود ہیں۔ ایک مکتبہ مصطفےٰ البابی الحلبی مصر کی اور دوسری مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور کی دونوں میں یہ عبارت موجود ہے ملاحظہ فرمائیے:

"وھی عشرون رکعۃ یجلس عقب کل رکعتین ویسلم فھی خمس ترویحات کل اربعۃ منھا ترویحۃ وینوی فی کل رکعتین اصلی رکعتی التراویح المسنونۃ اذا کان فرداً او اذا کان اماماً او ماموماً ویستحب ان یقرأ" الخ

(غنیۃ الطالبین ص۳۹۶ طبع مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، وغنیۃ الطالبین ج ۲ ص۱۱ طبع مکتبہ مصطفی البابی الحلبی مصر)

ترجمہ: اور تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور ہر دوسری رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے پس وہ پانچ ترویحے ہیں ہر چار کا نام ترویحہ ہے اور ہر دو رکعت کے بعد نیت کرے کہ میں دو رکعت (مسنون) تراویح کی نیت کرتا ہوں اگر تنہا پڑھے خواہ امام کے ساتھ پڑھے۔ اور مستحب ہے کہ الخ

(غنیۃ الطالبین مترجم طبع مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور)

Marfat.com

کراچی کے غیر مقلدین نے غنیۃ الطالبین کا ترجمہ کر کے جب چھاپی تو اس میں دو طرح کا تصرف کیا ایک تو یہ کہ انہوں نے اس میں تحریف کی اور عشرون (بیس) کو احدی عشرۃ (گیارہ) بنا دیا کیونکہ یہ لوگ بیس تراویح کے قائل نہیں ہیں وتر سمیت گیارہ کے قائل ہیں۔

دوسرے انہوں نے اس کتاب میں خیانت کی کہ فہی خمس ترویحات سے لے کر او ماموما تک ساری عبارت نکال دی، دو وجہ سے پہلی وجہ تو یہ کہ اس میں بیس رکعات کی صراحت تھی جو غیر مقلدین کے مسلک کے خلاف ہے دوسری وجہ یہ کہ اس میں زبان سے تراویح کی نیت کا تذکرہ ہے اور غیر مقلدین زبان سے نیت کرنے کو بدعت سمجھتے ہیں۔

غیر مقلدین کی مطبوعہ غنیۃ الطالبین ملاحظہ فرمائیں

"وھی احدی عشرۃ مع الوتر رکعۃ مع الوتر یجلس عقب کل رکعتین و یسلم و یستحب ان یقرأ الخ

اور تراویح کی وتر سمیت گیارہ رکعتیں ہیں اور ہر دوسری رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے اور مستحب ہے کہ" الخ

(غنیۃ الطالبین ص۵۹۱ مطبوعہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل بنس روڈ کراچی تاریخ طبع ۳۰ دسمبر ۱۹۵۹)

ہم قارئین کے سامنے اصلی اور غیر محرف غنیۃ الطالبین اور غیر مقلدین کی محرف غنیۃ الطالبین کے اس مقام کے عکس کو پیش کر رہے ہیں، قارئین دونوں کو سامنے رکھ کر عمل بالحدیث کے دعویداروں کا کردار دیکھ لیں اور فیصلہ کریں کہ ان کے اور اہل کتاب کے عمل میں کوئی فرق ہے

Marfat.com

وَيَكُوْنُ ابْتِدَاؤُهَا فِي اللَّيْلَةِ الَّتِي يُسْفِرُ صَاحِبُهَا غُرَّةَ رَمَضَانَ لِأَنَّهَا لَيْلَةٌ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ وَلِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذٰلِكَ صَلَّاهَا وَيَكُوْنُ فِعْلُهَا بَعْدَ صَلٰوةِ الْفَرْضِ وَبَعْدَ رَكْعَتَيْنِ بِسُنَّةٍ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا صَلَّاهَا وَهِيَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً يَجْلِسُ عَقَبَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُسَلِّمُ فَهِيَ خَمْسُ تَرْوِيْحَاتٍ كُلُّ أَرْبَعَةٍ مِنْهَا تَرْوِيْحَةٌ وَيَنْوِيْ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ أُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ التَّرَاوِيْحِ الْمَسْنُوْنَةِ إِذَا كَانَ فَرْدًا أَوْ إِذَا كَانَ إِمَامًا وَمَأْمُوْمًا وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَقْرَأَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى مِنْهَا فِيْ أَوَّلِ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ الْفَاتِحَةَ وَسُوْرَةَ الْعَلَقِ وَهِيَ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ لِأَنَّهَا أَوَّلُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ مِنَ الْقُرْاٰنِ عِنْدَ إِمَامِنَا أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَكَذٰلِكَ عِنْدَ جَمِيْعِ الْأَئِمَّةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ ثُمَّ يَسْجُدُ فِيْ اٰخِرِهَا ثُمَّ يَنْهَضُ فَيَبْتَدِئُ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَيُسْتَحَبُّ لَهُ قِرَاءَةُ الْخَتْمَةِ كَامِلَةً لِيَسْمَعَ النَّاسُ جَمِيْعَ الْقُرْاٰنِ فَيَقِفُوْا عَلٰى مَا فِيْهِ مِنَ الْأَوَامِرِ وَالنَّوَاهِيْ وَالْمَوَاعِظِ وَالزَّوَاجِرِ وَلَا يُسْتَحَبُّ الزِّيَادَةُ عَلٰى خَتْمَةٍ وَاحِدَةٍ لِئَلَّا يَشُقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمَأْمُوْمِيْنَ فَيَضْجَرُوْا وَتَلْحَقَهُمُ السَّاٰمَةُ فَيَكْرَهُوا الْجَمَاعَةَ وَيَتْرُكُوْهَا فَيَفُوْتَهُمْ أَجْرٌ عَظِيْمٌ وَثَوَابٌ جَزِيْلٌ فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ بِسَبَبِ الْإِمَامِ فَيَعْظُمُ إِثْمُهُ فَيَكُوْنُ مِنَ الْاٰثِمِيْنَ وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مِثْلِ ذٰلِكَ لِمُعَاذٍ أَفَتَّانٌ أَنْتَ يَا مُعَاذُ وَذٰلِكَ لَمَّا صَلّٰى بِقَوْمٍ

اور ابتدا تراویح کی رمضان کی پہلی رات سے کرنا چاہیے کیونکہ وہ رات رمضان میں داخل ہے اور اس سبب سے کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسیطرح پڑھی اور تراویح کی نماز بعد فرض اور دو سنتوں کے ادا کرنے کے پڑھنی چاہیئے اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسیطرح پڑھی ہے اور تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور ہر دو سری رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے پس وہ پانچ ترویحے ہیں۔ ہر چار کا نام ترویحہ ہے اور ہر دو رکعت کے بعد نیت کرے کہ میں دو رکعت تراویح کی نیت کرتا ہوں اگر تنہا پڑھے خواہ امام کے ساتھ پڑھے اور مستحب ہے کہ اول رات ماہ رمضان میں اول رکعت میں سورہ فاتحہ و سورہ علق پڑھے اور وہ اقرا باسم ربک الذی ہے اسواسطے کہ پہلے امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ اول سورہ قرآن ہے کہ نازل ہوئی اور سب اماموں کے نزدیک ایسا ہی ہے اور اس سورہ کے پڑھنے کے بعد سجدہ کرے اور پھر اٹھے اور سورہ بقر شروع کرے اور امام کو مستحب ہے کہ تمام قرآن پڑھے تاکہ سب لوگ قرآن کو سنیں اور قرآن میں جو کچھ امر و نواہی اور پند و نصائح و زجر و توبیخ ہیں وہاں ٹھیر کر پڑھے اور مستحب نہیں ہے کہ ایک ختم سے زیادہ پڑھے تاکہ سننے والوں کو دشوار ہو اور ان کو ملال و تنگی نہ حاصل ہو اور جماعت سے کراہت کریں۔ اور جماعت میں کھڑا ہونا ان کو ناگوار گذرے۔ اور انکا اجر عظیم اور ثواب بزرگ فوت ہو جاوے اور اس کا باعث وہ حضرت امام صاحب ہوں پس ان کا گناہ بڑھے اور وہ گنہگاروں میں شامل ہو جاوے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے واسطے معاذ سے فرمایا آیا فتنہ اور بلا پیدا کرتا ہے تو اے معاذ اور یہ اس وقت فرمایا کہ معاذ نے ایک قوم کے ساتھ نماز ادا کی

مکتبہ تعمیر انسانیت کی مطبوعہ غنیۃ الطالبین سے ایک صفحہ کا عکس

الثُّ صَنْدِهَا وَيَكُوْنُ نَفْعُهَا
و الفرض وبعد ركعتين بسنة لان
الله عليه وسلم هكذا صلاها

حفص وَمَعَ الوتر ركعة مع الوتر
كل ركعتين يسلم وتستحب
الركعة الاولى منها في اول ليلة
مضان الفاتحة وسورة العلق
باسم ربك الذي خلق لانها اول
ما نزل من القرآن عند امامنا احمد
بن حنبل رحمة الله عليه وكذلك
الائمة رضوان الله عليهم ثم يسجد
ثم ينهض فيبدأ بسورة البقرة
قراءة الختمة كاملة ليسمع
نفس فيقفوا على ما فيه
من الأوامر والنواهي والمواعظ والزجر
الزيادة على ختمة واحدة لئلا
على المأمومين فيضجروا وتلحقهم
ويكرهوا الجماعة ويثقل لهم
اجر عظيم وثواب جزيل فيكون
الإمام فيعظم اثمه فيكون من
وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم
لمعاذ أفتان أنت يا معاذ وذلك
بقوم وطول في القراءة وقطع احدهم
فانفرد ثم شكا ذلك الى النبي صلى الله
عليه وسلم ويستحب تاخيرا الوتر الى آخر
التراويح ويقرأ في الركعة الاولى سبح اسم
ربك الاعلى وفي الثانية سورة الكافرون
وفي الثالثة سورة الاخلاص لان النبي صلى الله
عليه وسلم لذلك كان يصلي ويكره التنفل

اور جبکہ ستائیسویں رات آئی تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے ساتھ کھڑے ہوئے اور رات پہلی کر جمع کیا اور نماز ادا کی یہاں تک کہ ہم لوگوں سے فلاح فوت ہوگئی کہا گیا کہ فلاح کیا چیز ہے کہا کہ طعام سحری۔

فصل تراویح کے بیان میں مستحب ہے کہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھے اور قرآن ختم نماز میں پڑھے اس واسطے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح ان راتوں میں تراویح پڑھی اور ابتداء تراویح کی رمضان کی پہلی رات سے کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ رات رمضان میں داخل ہے اور اس سبب سے کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح پڑھی اور تراویح کی نماز بعد فرض اور دو سنتوں کے ادا کر کے پڑھنی چاہیئے اس واسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح پڑھی ہے اور تراویح کی وتر سمیت گیارہ رکعتیں ہیں اور ہر دوسری رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے اور مستحب ہے کہ اول رات ماہ رمضان میں اول رکعت میں سورہ فاتحہ و سورہ علق پڑھے اور وہ اقرا باسم ربک الذی ہے اس واسطے کہ ہمارے امام احمد بن محمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ اول سورہ قرآن ہے کہ نازل ہوئی اور سب اماموں کے نزدیک ایسا ہی ہے اور اس سورہ کے پڑھنے کے بعد سجدہ کرے اور پھر اُٹھے اور سورہ بقرہ شروع کرے اور امام کو مستحب ہے کہ تمام قرآن پڑھے تاکہ سب لوگ قرآن کو سنیں اور قرآن میں جو کچھ امر و نواہی اور پند و نصائح و زجر و توبیخ ہیں وہاں تفکر کریں۔ اور مستحب نہیں ہے کہ ایک ختم سے زیادہ پڑھے تاکہ سننے والوں کو دشوار نہ ہو اور انکو ملال و تنگی نہ حاصل ہو اور جماعت سے کراہت کریں اور جماعت میں کھڑا ہونا اُن کو ناگوار گذرے۔ اور ان کا اجر عظیم اور ثواب بزرگ فوت ہو جاوے اور اس کا گناہ وہ حضرت امام صاحب ہوں پس اُن کا گناہ بڑھے اور وے گنہگاروں میں شامل ہو جاوے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے

یہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل کراچی کی مطبوعہ غنیۃ الطالبین کے ایک صفحہ کا عکس

Marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آٹھ رکعات والی حدیث اور غیر مقلدین کا اس پہ عمل

عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن انہ اخبرہ انہ سأل عائشۃ کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی ثلثا قالت عائشۃ فقلت یا رسول اللہ اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی۔ (بخاری ج ا صـ۱۵۴ باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ وصـ۲۶۹ باب فضل من قام رمضان وصـ۵۰۴)

حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان المبارک میں کیسی ہوتی تھی۔ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، آپ چار رکعتیں پڑھتے نہ پوچھ کہ وہ کیسی حسین اور کتنی دراز ہوتی تھیں پھر چار رکعت پڑھتے نہ پوچھ کہ وہ کیسی حسین اور کتنی دراز ہوتی تھیں۔ پھر آپ تین رکعات ادا فرماتے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے

Marfat.com

سو جاتے ہیں، آپ نے فرمایا اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔

غیر مقلدین حضرات تراویح آٹھ رکعت سنت ثابت کرنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا حدیث بڑے شد و مد اور زور و شور سے پیش کرتے ہیں اور بیس رکعت تراویح کی تمام احادیث و آثار کو اس کے مخالف بتلا کر رد کر دیتے ہیں، ذیل میں ہم دو چیزوں کا جائزہ لیں گے اوّل یہ کہ اس حدیث مبارک کا تراویح سے تعلق بھی ہے یا نہیں؟ دوم یہ کہ غیر مقلدین خود بھی اس حدیث پر عامل ہیں یا نہیں؟

پہلی چیز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا تعلق تراویح سے قطعاً نہیں ہے جس کی بہت سی وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ

ائمہ مجتہدین ائمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے تراویح مراد نہیں لیں ورنہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی نہ کوئی امام تو آٹھ رکعات تراویح کا قائل ہوتا حالانکہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام بھی آٹھ رکعات تراویح کا قائل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے ترمذی شریف میں تراویح کی تعداد کے متعلق مختلف اقوال ذکر کیے لیکن آٹھ رکعات کے متعلق کوئی قول ذکر کرنا تو درکنار اشارہ تک نہیں کیا۔

دوسری وجہ

اکثر محدثین کرام مثلاً امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام مالک، امام عبدالرزاق، امام ابوعوانہ، امام ابن خزیمہ، امام دارمی، امام

Marfat.com

ابو نصر مروزی رحمہم اللہ وغیرہم نے اس حدیث کو اپنی اپنی احادیث کی کتابوں میں قیام اللیل (تہجد) کے تحت ذکر کیا ہے باوجود یکہ ان محدثین نے اپنی کتابوں میں قیام رمضان (تراویح) کا باب بھی قائم کیا ہے۔ یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ان محدثین کے نزدیک اس حدیث سے مراد تہجد کی نماز ہے تراویح کی نہیں،

بعض محدثین مثلاً امام بخاریؒ، امام محمدؒ وغیرہ نے اس حدیث کو قیام رمضان میں بھی ذکر کیا ہے، لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں کہ انہوں نے اس سے مراد تراویح ہی لی ہیں۔ اور جو اس کا دعویدار ہے اس کے ذمہ ہے کہ وہ اس کی دلیل لائے کیونکہ ان محدثین میں سے کوئی بھی آٹھ رکعات تراویح کا قائل نہیں۔ بلکہ ان کے اسلوب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ تہجد جیسا کہ غیر رمضان میں پڑھے جاتے ہیں ویسے ہی رمضان میں بھی

تیسری وجہ

تراویح اس نماز کو کہتے ہیں جو رمضان کی راتوں میں جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"سمیت الصلوٰۃ فی الجماعۃ فی لیالی رمضان التراویح" (فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۰)

رمضان کی راتوں میں نماز باجماعت کا نام تراویح ہے

اور جس نماز کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں ہے وہ، وہ نماز ہے جو رمضان اور غیر رمضان بارہ مہینے پڑھی جاتی ہے ظاہر ہے کہ یہ تہجد ہی کی نماز ہو سکتی ہے نہ کہ تراویح کی کیونکہ تراویح تو صرف رمضان ہی میں پڑھی جاتی ہیں۔

(۲) پھر تراویح ایک سلام سے دو دو رکعت کر کے پڑھی جاتی ہیں جبکہ اس

Marfat.com

یث میں ایک سلام سے چار چار رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے۔ ...
(۳) اس حدیث میں گیارہ رکعات تنہا پڑھنے کا ذکر ہے نہ کہ جماعت
ساتھ جبکہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
تین دن پڑھی تھیں وہ جماعت کے ساتھ پڑھی تھیں۔ ان باتوں سے
بت ہوتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق تراویح سے نہیں تہجد سے ہے۔

تھی وجہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت
سلمہ رض کا سوال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کی کیفیت سے متعلق تھا تعداد سے متعلق نہیں تھا۔
ی حضرت ابوسلمہ رض نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ سوال کیا تھا کہ یہ
اپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں جو رات کو نماز پڑھتے
ے اس کی کیا کیفیت تھی؟ کیا انداز تھا؟ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
پ کی رات کی نماز میں معمول کی رکعات ذکر کر کے نماز کی کیفیت بیان فرمائی
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی عمدگی اور اچھائی کا کیا ذکر وہ تو پوچھو، ہی
ست، اگر حضرت ابوسلمہ رض کا سوال نماز کی رکعات کی تعداد کے متعلق ہوتا
اول تو وہ لفظ کَم سے سوال کرتے کیونکہ عدد مقولہ کَم سے ہے
نہ کَیف سے دوسرے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہیں انکے سوال
ے مطابق تعداد رکعات بتلا کر بس کر دیتیں آگے یہ نہ فرماتیں کہ ان کے
سن اور درازی کا تو سوال ہی نہ کر۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا ہی
ہ ان کے حسن و درازی کا تو سوال ہی نہ کر یہ بتلا رہا ہے کہ ابوسلمہ رض کا سوال
یفیت ہی کے بارے میں تھا تعداد کے بارے میں نہیں یہی وجہ ہے کہ
مام محمد بن نصر مروزی رح نے اپنی کتاب "قیام اللیل" میں ایک باب اس عنوان

Marfat.com

سے قائم کیا ہے۔

"باب عدد الرکعات التی یقوم بہا الامام للناس فی رمضان"

یعنی یہ باب ان رکعات کی تعداد کے بیان میں ہے جو امام لوگوں کو رمضان المبارک میں پڑھائے گا۔

اس باب میں امام محمد بن نصر مروزی تراویح کی رکعات کی تعداد بتانے کے لیے بہت سی روایتیں لائے ہیں، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا لانا تو درکنار اس کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے علم و تحقیق میں بھی اس حدیث کا تراویح سے کوئی تعلق نہیں

پانچویں وجہ

بہت سے آثارِ صحیحہ سے ثابت ہے (جیسا کہ پیچھے گزرا) کہ خلفاء راشدین کے دور میں تراویح بیس رکعات پڑھی پڑھائی جاتی رہیں اس زمانہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حیات تھیں اگر آپ کی مذکورہ حدیث میں تراویح کا ذکر ہوتا تو ناممکن تھا کہ وہ خاموشی سے مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں بیس تراویح پڑھتے پڑھاتے دیکھتی رہتیں اور یہ نہ کہتیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو آٹھ رکعات تراویح پڑھتے تھے تم لوگ بیس رکعات کیوں پڑھتے ہو لیکن کسی بھی صحیح یا ضعیف حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے علاوہ کسی بھی صحابی کا بیس رکعات پڑھنے والوں کو روکنا یا ان پر اعتراض کرنا ثابت نہیں۔ یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا تراویح سے کوئی تعلق نہیں۔

Marfat.com

دوسری چیز

غیر مقلدین حضرات جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث
سے آٹھ رکعات تراویح ثابت کرتے ہیں، بنظر انصاف دیکھا جائے تو
معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اس حدیث پر عمل نہیں کرتے، عمل کرنا تو کجا سراسر
اس حدیث کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ

(۱) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ
نماز چار چار رکعات کر کے پڑھتے تھے لیکن غیر مقلدین دو دو رکعت کر کے
پڑھتے ہیں۔

(۲) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ
نماز اکیلے پڑھتے تھے کیونکہ اس حدیث میں آپ کے نماز پڑھنے کا تذکرہ
ہے پڑھانے کا نہیں، لیکن غیر مقلدین سارے مہینے یہ نماز جماعت کے
ساتھ پڑھتے ہیں۔

(۳) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
یہ نماز گھر میں پڑھتے تھے (کیونکہ اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا آپ وتر پڑھنے
سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا اے عائشہ میری آنکھیں سوتی
ہیں دل نہیں سوتا، یہ سوال و جواب ظاہر ہے گھر ہی کی بات ہے کیونکہ
حضر میں آپ کا سونا گھر ہی میں ہوتا تھا) لیکن غیر مقلدین سارے رمضان
یہ نماز مسجد میں پڑھتے ہیں۔

(۴) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
یہ نماز پڑھ کر سو جاتے تھے، سو کر اٹھ کے وتر ادا فرماتے تھے لیکن غیر مقلدین

Marfat.com

حضرات تراویح کے فوراً بعد سونے سے پہلے ہی وتر ادا کر لیتے ہیں۔

(۵) اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وتر اکیلے ادا فرماتے تھے لیکن غیر مقلدین حضرات جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

(۶) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سارے سال وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے، لیکن غیر مقلدین اکثر ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں اور جب کبھی تین پڑھتے بھی ہیں تو دو سلاموں سے پڑھتے ہیں۔

تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں اور دونوں میں بہت فرق ہے

موجودہ دور کے غیر مقلدین کے سامنے جب یہ ثابت کر دیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں تہجد کا ذکر ہے تراویح کا نہیں، تو وہ جھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ تہجد اور تراویح میں کوئی فرق نہیں انکو الگ الگ سمجھنا غلط ہے جو نوافل رمضان سے پہلے تہجد کہلائے جاتے ہیں، انہیں کو رمضان میں تراویح کہا جاتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک رات میں تراویح اور تہجد پڑھنا ثابت نہیں۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب رقمطراز ہیں:

"بعض لوگ تراویح اور تہجد کو الگ الگ دو نمازیں سمجھتے ہیں یہ غلط ہے اس کی کوئی دلیل حدیث میں نہیں ملتی"۔

(رسول اکرم کی نماز ص ۹۸)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:۔

"رسول اللہ نے لوگوں کو تراویح کی نماز مع وتر پڑھائی اور اس کے بعد آپ نے تہجد ہرگز نہیں پڑھی اور نہ ہی وتر پڑھے معلوم ہوا

Marfat.com

کہ آپ کا قیام لیل (تہجد) رمضان میں قیام رمضان (تراویح) سے بدل گیا یعنی حضور جو تہجد اور وتر غیر رمضان نیند سے اٹھ کر پڑھتے تھے رمضان میں وہی تہجد اور وتر تراویح کے نام سے نیند سے قبل بعد عشاء پڑھ لیتے تھے۔" (صلوٰۃ الرسول صفحہ ۳۸)

اولاً تو غیر مقلدین کا یہ دعویٰ ——— کہ تہجد اور تراویح دونوں میں کو فرق نہیں جو نماز رمضان سے پہلے تہجد کہلاتی ہے وہی رمضان میں تراو کہلاتی ہے ——— بلا دلیل ہے ان حضرات کے پاس اس پہ کوئی عقلی ا نقلی دلیل موجود نہیں ورنہ وہ کوئی ایک ایسی حدیث پیش کریں جس میں ہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ تہجد اور تراویح الگ الگ نمازیں نہی ہیں جو نماز گیارہ ماہ تہجد کہلاتی ہے وہی رمضان میں تراویح بن جاتی ہے اگ غیر مقلدین ایسی حدیث پیش کر دیں تو ہمیں ماننے میں ذرا بھی توقف نہیں

ثانیاً عقل کے بھی خلاف ہے کہ ایک نماز جو گیارہ ماہ تہجد کہلائی جاتی وہ ایک مہینے کے لیے تراویح بن جائے۔

ثالثاً اگر تہجد و تراویح واقعتاً ایک ہی ہیں اور بقول اسمٰعیل سلفی ص کے ان کو الگ الگ سمجھنا غلط ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ کتب احادیث میں محدثین نے ان دونوں کے الگ الگ باب کیوں قائم کئے ہیں ؟ نی تمام فقہائے کرام نے جو بقول امام ترمذی رحمہ اللہ معانی حدیث کو سب سے زیادہ سمجھنے والے ہیں انہوں نے اپنی اپنی کتب میں تہجد و تراویح کے باب الگ الگ کیوں قائم کئے ہیں ؟ محدثین اور فقہاء کا ان دونوں کے الگ الگ باب قائم کرنا ہی بتلا رہا ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے

رابعاً اگر تہجد و تراویح دونوں ایک ہی ہیں تو پھر غیر مقلدین کو چاہیئے

Marfat.com

کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے مطابق ان نوافل کو اسی ہیئت کے ساتھ بارہ مہینے پڑھیں کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے یہی پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نوافل بارہ مہینے پڑھا کرتے تھے لیکن غیر مقلدین یہ نوافل صرف رمضان میں پڑھتے ہیں باقی گیارہ مہینوں میں نہیں۔

خامسًا غیر مقلدین کے اس دعوے سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کے بعد تہجد ہرگز نہیں پڑھی (جیسا کہ یہ دعویٰ صادق سیالکوٹی صاحب نے کیا ہے) ایسے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدین کو علم غیب بھی حاصل ہے جس کی بنا پر وہ اتنا بڑا دعوے کرتے ہیں ورنہ اس کے متعلق غیر مقلدین کے پاس کوئی صریح حدیث تو موجود نہیں ہے،

نیز غیر مقلدین کے اس دعوے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ بدگمانی پیدا ہوتی ہے کہ آپ لوگوں کو تو زیادہ سے زیادہ نماز کی ترغیب دیں اور خود صرف تراویح پڑھ کر بس کر دیں العیاذ باللہ۔

سادسًا غیر مقلدین کا یہ دعویٰ ان احادیث مبارکہ کے خلاف ہے جن میں رمضان المبارک کی راتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت سے عبادت کرنا آیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صرف تراویح ہی پر اکتفار نہیں کیا بلکہ اس کے علاوہ بھی نماز پڑھی ہے۔ چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
انہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا دخل شہر رمضان شد مئزرہ ثم لم

Marfat.com

یات فراشہ حتی ینسلخ،

(شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۳۱۰)

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہلیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری مستعدی ظاہر فرماتے اور اپنے بستر پر تشریف نہ لاتے یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔

۲۔ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل رمضان تغیر لونہ وکثرت صلوتہ، وابتھل فی الدعاء! منہ

(شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۳۱۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل جاتا، آپ کی نماز زیادہ ہو جاتی، خوب گڑگڑا کر دعا فرماتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے۔

۲۔ عن عائشۃ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر شد میزرہ واحیی لیلہ وایقظ اھلہ، (بخاری ج ۱ ص ۲۷۱، مسلم ج ۱ ص ۳۷۲، مسند حمیدی ج ۱ ص ۹۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آجاتا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پوری مستعدی ظاہر فرماتے، رات کو زندہ کرتے (یعنی رات عبادت میں گزارتے) اور ازواج مطہرات کو بھی جگاتے۔

۴۔ عن الاسود بن یزید یقول قالت عائشۃ کان رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتھد فی العشر الاواخر
مالا یجتھد فی غیرہ ، (مسلم ج ۱ صـ ۳۷۲)

حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں (عبادت کے اندر) جو کوشش فرماتے تھے اتنی اس کے علاوہ رمضان کے دیگر عشروں میں نہیں فرماتے تھے۔

ان احادیث مبارکہ کے ساتھ ساتھ وہ احادیث بھی ملاحظہ فرماتے چلیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا ثابت ہوتا ہے پھر ہم دیگر بزرگان دین کے متعلق بتلائیں گے کہ وہ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں۔ دونوں ایک نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا

عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان فجئت فقمت الی جنبہ وجاء رجل فقام ایضاً حتی کنا رھطا فلما حس النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا خلفہ جعل یتجوز فی الصلوٰۃ ثم دخل رحلہ فصلی صلوٰۃ لا یصلیھا عندنا قال قلنا لہ حین اصبحنا افطنت لنا اللیلۃ قال فقال نعم ذالک الذی صنعت حملنی علی الذی صنعت ، (مسلم ج ۱ صـ ۳۵۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم رمضان المبارک میں (ایک رات) نماز پڑھ رہے تھے، میں آیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا ایک دوسرے صاحب آئے وہ بھی ساتھ کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ ہم ایک گروہ بن گئے جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محسوس فرمایا کہ ہم لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہیں تو آپ نے نماز کو مختصر کر کے ختم کیا اور اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے وہاں آپ نے وہ نماز پڑھی جو آپ ہمارے پاس نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب صبح ہوئی تو ہم نے آپ کے سامنے عرض کیا کہ حضور! کیا آپ نے رات ہماری کیفیت اور حالت کو سمجھ لیا تھا، آپ نے فرمایا کہ ہاں اسی چیز نے مجھے اس پر آمادہ کیا تھا جو میں نے کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رمضان المبارک کی اس رات میں جو نماز صحابۂ کرام کے ساتھ پڑھی تھی وہ اور تھی اور وہ نماز جو گھر جا کر پڑھی تھی وہ اور تھی صحابۂ کرام کے ساتھ جو نماز پڑھی تھی وہ تراویح تھی جو اس سے فارغ ہو کر حجرۂ مبارکہ میں جا کر تنہا پڑھی تھی وہ تہجد تھی کیونکہ آپ کا معمول تھا کہ آپ تہجد اپنے حجرۂ مبارکہ ہی میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل فی حجرتہ" الحدیث (بخاری ج ۱ صلنا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اپنے حجرۂ مبارکہ ہی میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

Marfat.com

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا

عن قیس بن طلق قال زارنا طلق بن علی فی یوم من رمضان وامسیٰ عندنا وافطر ثم قام بنا تلک اللیلۃ واوتر بنا ثم انحدر الی مسجدہٖ فصلی باصحابہٖ حتی اذا بقی الوتر قدم رجلا فقال اوتر باصحابک فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا وتران فی لیلۃ

(ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۳)

حضرت قیس بن طلق فرماتے ہیں کہ (ہمارے والد) طلق بن علی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں ایک روز ہمارے گھر تشریف لائے اور شام کو ہمارے ہاں ہی روزہ افطار کیا، آپ نے اس رات ہمیں نماز پڑھائی اور وتر بھی پڑھائے پھر آپ اپنی مسجد میں چلے گئے اور اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی حتیٰ کہ جب وتر باقی رہ گئے تو ایک صاحب کو آگے کر دیا اور فرمایا کہ اپنے ساتھیوں کو وتر پڑھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک رات میں دو دفعہ وتر پڑھنے جائز نہیں

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے پہلی نماز جو وتر سمیت پڑھی تھی وہ تراویح تھی اور دوسری نماز جو آپ نے اپنی مسجد میں جا کر پڑھی تھی وہ تہجد تھی۔

Marfat.com

حضرت امام مالکؒ حضرت ابو محمد ...... حضرت شیخ ابوالحسن زیاتؒ

متوفی ۸۰۵ھ تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے

قال الامام محمد بن محمد العبدری الفاسی المالکی رحمہ اللہ

" وقد قال مالک رحمہ اللہ تعالیٰ حین کان یصلی مع الناس فی المسجد وکان الامام ممن یوتر بثلث لا یفصل بینہما بسلام اما انا فاذا اوتروا خرجت وترکتہم فلانسان بمالک رحمہ اللہ اسوۃ فی ترک الوتر معہم حتی یوتر فی بیتہ بعد تنفلہ آخر اللیل .... وقد کان سیدی ابو محمد رحمہ اللہ یصلی فی المسجد مع الناس صلاۃ القیام ویوتر معہم فاذا رجع الی بیتہ صلی ما قدر لہ ولا یعید الوتر وکان رحمہ اللہ یقول ان شیخہ سیدی الشیخ ابا الحسن الزیات رحمہ اللہ کان یفعل ذالک"

(" المدخل لابن الحاج ۲ ص ۲۹۹)

حضرت محمد بن محمد عبدری المعروف بہ ابن الحاجؒ متوفی ۱۱۱۱ھ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا جب آپ لوگوں کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتے اور امام تین وتر درمیان میں سلام پھیرے بغیر پڑھاتا کہ " جب لوگ وتر پڑھنے لگتے ہیں تو میں نکل آتا ہوں اور انہیں چھوڑ دیتا ہوں" ۔ پس انسان کے لیے حضرت امام اس امر میں اسوہ اور نمونۂ عمل ہیں کہ وہ

Marfat.com

لوگوں کے ساتھ (تراویح کے بعد) وتر نہ پڑھے بلکہ اپنے گھر میں نفل (تہجد) پڑھنے کے بعد وتر پڑھے، میرے آقا ابو محمد رحمہ اللہ مسجد میں لوگوں کے ساتھ ہی تراویح کے بعد وتر پڑھتے اور گھر آکر جتنی توفیق ہوتی نوافل (تہجد) پڑھتے اور دوبارہ وتر نہ پڑھتے اور وہ فرماتے تھے کہ میرے شیخ ابوالحسن زیات رحمہ اللہ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تراویح پڑھ کر گھر چلے جاتے تھے اور تہجد پڑھ کر پھر وتر ادا فرماتے تھے۔ حضرت علی اور حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہما کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات تراویح کے بعد وتر باجماعت ادا فرما کر جاتے تھے پھر بعد میں نوافل پڑھتے تھے، اسی پر احناف کا عمل ہے۔ بہرطور اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت امام مالک، حضرت ابو محمد اور حضرت شیخ ابوالحسن زیات رحمہم اللہ تراویح کے بعد تہجد پڑھتے تھے۔

حضرت امام بخاریؒ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھتے تھے

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"کان محمد بن اسماعیل البخاری اذا کان اول لیلۃ من شھر رمضان یجتمع الیہ اصحابہ فیصلی بھم ویقرأ فی کل رکعۃ عشرین آیۃ وکذالک الی ان یختم القرآن وکان یقرأ فی السحر ما بین النصف الی الثلث من القرآن فیختم عند السحر فی کل ثلاث لیال"

(ھدی الساری مقدمۃ فتح الباری ص ۲۵۳/۲۴)

Marfat.com

رمضان کی چاند رات حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے یہاں ان کے شاگرد و اصحاب اکٹھے ہو جاتے آپ انہیں نماز تراویح پڑھاتے ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے ایسے ہی ختم قرآن تک سلسلہ چلتا رہتا اور سحر کے وقت (تہجد میں) نصف سے تہائی قرآن تک پڑھتے اور سحر کے وقت ہر تین رات میں ایک قرآن ختم کرتے۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

"امام حاکم ابو عبداللہ نے بسند روایت کیا ہے مقسم بن سعید سے کہ محمد بن اسماعیل بخاری جب رمضان کی پہلی رات ہوتی تو لوگ ان کے پاس جمع ہوتے وہ نماز پڑھاتے اور ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے یہاں تک کہ قرآن کو ختم کرتے پھر سحر کو نصف سے لے کر تہائی قرآن تک پڑھتے اور تین راتوں میں ختم کرتے اور دن کو ایک ختم کرتے اور افطار کے وقت ختم ہوتا تھا۔" الخ (تیسیر الباری ج ۱ ص ۴۹)

تقریباً یہی بات عبدالسلام مبارکپوری صاحب نے سیرت البخاری ص ۸۷ پر لکھی ہے۔

غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے

میاں صاحب کے سوانح نگار فضل حسین بہاری لکھتے ہیں

"(میاں صاحب) لیالیِ رمضان المبارک میں دو ختم قرآن مجید کا بحالتِ قیام ہر سال سنتے ایک تو نماز عشاء کے بعد تراویح

Marfat.com

ہیں جس کے امام تھے حافظ احمد عالم، فقیہ، محدث، جو آپ کے شاگرد رشید تھے تین سپارے روزانہ سناتے ترتیل وتجوید کے ساتھ دوسرا ختم سنتے نماز تہجد میں جس کے امام ہوتے حافظ عبدالسلام سلمہ (آپ کے بڑے پوتے)"

(الحیاۃ بعد المماۃ ص۱۳۸)

غیر مقلدین بتلائیں کہ اگر تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی ہیں اور ان کے بقول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تراویح کے بعد تہجد نہیں پڑھی تو مذکورہ بالا ان احادیث کا کیا جواب ہوگا جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تراویح پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اور نماز بھی پڑھی ہے، بالخصوص حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ نے تراویح کے بعد تہجد بھی پڑھی ہے نیز یہ بھی بتلائیں کہ اگر تراویح اور تہجد دونوں ایک چیز ہیں تو حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ، حضرت امام مالک، حضرت امام بخاری، ان کے علاوہ دیگر بزرگان دین اور غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب، تراویح کے بعد تہجد کیوں پڑھتے تھے کیا یہ سب غلط کام کرتے تھے؟ العیاذ باللہ۔

تراویح اور تہجد کے درمیان فرق

(۱) تہجد کی مشروعیت قرآن کریم سے ہوئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۱۷: ۷۹

اور رات کے ایک حصہ میں تہجد پڑھا کیجئے یہ خاص آپ کے لیے ایک زائد چیز ہے۔

Marfat.com

تراویح کی مشروعیت حدیث سے ہوئی ہے، حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کا تذکرہ کیا اور فرمایا

"شهر كتب الله عليكم صيامه وسننت لكم قيامه" (ابن ماجہ صفحہ ۹۵)

رمضان المبارک ایسا مہینہ ہے جس کے روزے کو اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کیا ہے اور اس کے قیام (تراویح) کو میں نے تمہارے لیے مسنون کیا ہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد ہمیشہ اخیر رات میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت مسروق فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔

"متى كان يقوم قالت كان يقوم اذا سمع الصارخ" (بخاری ج ۱ ص ۱۵۲)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کس وقت اٹھا کرتے تھے آپ نے فرمایا جب کہ مرغ کی اذان سنتے تھے،

اس کے برعکس نماز تراویح آپ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، دیگر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور علماء اُمت نے ہمیشہ شروع رات میں پڑھی ہے چنانچہ علامہ ابو الطیب سندی تحریر فرماتے ہیں۔

"فقام بنا حتى ذهب ثلث الليل ظاهر في انه صلى الله عليه وسلم صلى معهم النوافل جماعة اول الليل ففيه دليل للجمهور على ان التراويح يصلى اول الليل مع الجماعة"

(شرح ترمذی ابو الطیب سندی ج ۲ ص ۱۰۹، بحوالہ التوضیح عن رکعات التراویح ص ۱۲)

Marfat.com

جملہ فقام بنا الخ اس بات میں ظاہر ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابۂ کرام کے ساتھ نوافل (تراویح) شروع رات میں پڑھے تھے۔ سو اس میں جمہور کے لیے دلیل ہے کہ تراویح شروع رات میں جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہیئں۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح کو اہتمام کے ساتھ جماعت کثیرہ کے ساتھ ادا فرمایا لیکن تہجد آپ ہمیشہ اکیلے پڑھا کرتے تھے ہاں اگر کوئی از خود شامل ہو جاتا تو اس کی شرکت میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔

(۴) تراویح وہ نماز ہے جو عشاء کے بعد سونے سے پہلے پڑھی جاتی ہے اور تہجد وہ نماز ہے جو سو کر اٹھ کر پڑھی جاتی ہے۔

(۵) تراویح میں کم از کم ایک مرتبہ پورا قرآن سننا خلفاء راشدین کی سنت ہے لیکن تہجد میں قرأتِ قرآن کی کوئی مقدار مقرر نہیں۔

(۶) تہجد کی وتر کے ساتھ کم از کم سات رکعات اور زیادہ سے زیادہ تیرہ رکعات مسنون ہیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"قلت لعائشة بكم كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر قالت كان يوتر باربع وثلاث، وست وثلاث، وثمان وثلاث، وعشر وثلاث ولم يكن يوتر بانقص من سبع ولا باكثر من ثلث عشرة۔

(ابوداؤد ج ۱ صفحہ ۱۹۳ طحاوی ج ۱ صفحہ ۱۹۶)

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کتنی رکعتوں کے ساتھ وتر پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا چار اور تین کے ساتھ، چھ اور تین کے ساتھ، آٹھ اور تین کے ساتھ، دس اور تین کے ساتھ آپ کی وتر کی رکعتیں نہ سات سے کم ہوتی تھیں نہ تیرہ سے زیادہ۔

اس روایت میں تہجد اور وتر دونوں پر وتر کا اطلاق کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے وتر کے علاوہ تہجد کی کبھی چار رکعتیں پڑھیں، کبھی چھ، کبھی آٹھ اور کبھی دس۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تہجد کی رکعات کم زیادہ ہوتی رہتی ہیں حتمی طور پر متعین نہیں۔ اس کے برعکس تراویح کی کم از کم بیس رکعات مسنون ہیں۔

(۷) تراویح سال بھر میں صرف ایک مہینے پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن تہجد بارہ مہینے پڑھی جاتی ہے۔

(۸) تراویح کے بعد وتر کا جماعت کے ساتھ پڑھنا خلفاء راشدین کی سنت ہے لیکن اگر وتر تہجد کے بعد پڑھیں تو ان کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا صحیح نہیں۔

(۹) نماز تراویح دیگر نمازوں کی طرح اسلام کے ظاہری شعار میں داخل ہے ہے لیکن نماز تہجد اسلام کے ظاہری شعار میں داخل نہیں۔

(۱۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں تراویح پڑھنے والوں سے فرمایا۔

"والتی تنامون عنها افضل من التی تقومون" (بخاری ج ۱ صفحہ ۲۶۹)

جس نماز کو سوتے رہ کر گزار دیتے ہو (تہجد) وہ اس نماز سے بہتر ہے جو پڑھ کر سوتے ہو (یعنی تراویح)

Marfat.com

اس سے بھی تہجد اور تراویح کا فرق واضح ہے۔

(۱۱) تہجد میں تداعیٰ (لوگوں کو تہجد کی نماز با جماعت کے لیے بلانا) جائز نہیں اور تراویح میں تداعیٰ ہوتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز متوفی ۱۲۳۹ھ بھی تہجد و تراویح کے درمیان فرق کے قائل ہیں

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"وآنچہ مروی شدہ ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ مراد ازاں نماز تہجد ست کہ در رمضان وغیرہ برابر بود آں را صلوٰۃ اللیل می گفتند اماں تراویح غیر آنست کہ عرف شاں بقیام رمضان مسمیٰ بود چنانچہ دلالت میکند براں حدیث اجتہاد"

(حاشیہ ما لا بد منہ ص ۶۹)

یہ جو مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان، غیر رمضان گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اس سے مراد تہجد کی نماز ہے جو رمضان اور غیر رمضان برابر تھی اس کو صلوٰۃ اللیل کہتے تھے لیکن تراویح کی نماز اس کے علاوہ ہے ان حضرات کی عرف میں اس کا نام قیام رمضان تھا چنانچہ اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جس میں آپ کا رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کے اندر زیادہ کوشش کرنا آیا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے اس بات کو اپنے فتاویٰ میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ملاحظہ فرمائیے فتاوے عزیزی ص ۴۸۱ تا ص ۴۸۶۔

Marfat.com

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری صاحب کے نزدیک بھی تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں ایک نہیں

مسجد چینیاں والی کے خطیب مولوی عبداللہ چکڑالوی (جو بعد میں منکر حدیث ہو گئے تھے) تراویح کی نماز کو مکروہ سمجھتے تھے اس پر انہوں نے ایک رسالہ بھی لکھا تھا "البیان الفصیح لاثبات کراھۃ التراویح" ان کا کہنا تھا کہ تراویح اور تہجد دونوں ایک نمازیں ہیں الگ الگ نہیں، مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب نے اِن کی تردید کی اور بتایا کہ تراویح اور تہجد دونوں کو ایک سمجھنا غلط ہے اور بلا دلیل ہے۔ چنانچہ موصوف رقمطراز ہیں۔

"ایسے صاف اور صحیح جواب کو پا کر بھی ان مولوی صاحب (عبداللہ چکڑالوی۔ ناقل) نے قبول نہیں کیا بلکہ اس کے جواب میں بہت کچھ کوشش کی ہے جس ساری کوشش کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے وقت کی نماز اور پچھلے وقت کی نماز ایک ہی ہے دو نہیں ہیں تراویح جو اول وقت پڑھی جاتی ہے تہجد کی نماز ہے اور کوئی نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعوے پر بھی دلیل کوئی نہیں بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے۔ کیونکہ تہجد کے معنی نیند سے اٹھ کر نماز کا پڑھنا قاموس میں ہے تَهَجَّدَ استیقظ، نہ ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وعن ابیہا کی حدیث سے جو ذیل میں درج ہے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اول شب کی نماز اور آخر شب کی نماز ایک ہی ہے بلکہ اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ

Marfat.com

ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشر ركعة،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعتیں ہی رمضان اور غیر رمضان میں پڑھتے تھے۔

رہی یہ بات کہ جن تین دنوں میں آپ نے اول شب تراویح پڑھی تھیں ان دنوں میں آخر شب بھی نماز پڑھی ہوگی، یہ تو گیارہ رکعت سے زیادہ ہوگئیں اور اگر نہیں پڑھی ہوگی تو فرمان خداوندی فتہجد کی تعمیل نہ ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں صورتیں ممکن ہیں یعنی یہ بھی ہوسکتا ہے، کہ حضورؐ نے ان دنوں میں نماز تہجد پڑھی ہو مگر چونکہ تمام عمر کے لحاظ سے تین دن کی مقدار ایسی قلیل ہے کہ جس کی کوئی نسبت ہی نہیں ملتی اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عام طور پر نفی کردی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی زیادہ نہیں پڑھیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان تین دنوں میں حضور نے اسی اول شب کی نماز کو قائم مقام پچھلی رات کی نماز کے کرکے نہ پڑھی ہو لیکن کسی نماز کا دوسری نماز کے قائم مقام ثواب میں ہو جانے سے ان دونوں کا ایک ہونا لازم نہیں آتا۔ دیکھو جمعہ ظہر کے قائم مقام ہے مگر دونوں ایک نہیں جمعہ کے واسطے کئی ایک شرائط ہیں جو ظہر کے لیے نہیں"۔

(اہلحدیث کا مذہب صلا۹۷)

ثناء اللہ امرتسری صاحب سے ایک سوال ہوا کہ

"جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھ لے وہ پھر آخر رات میں تہجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: پڑھ سکتا ہے تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے اول شب میں تہجد نہیں ہوتی"۔ (فتاوی ثنائیہ ج ۱ صلا۴۳۱)

Marfat.com

قارئین محترم عقلی و نقلی دلائل سے ثابت ہو گیا کہ تہجد اور تراویح دو علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں، خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام، دیگر بزرگانِ دین، حضرت امام بخاریؒ وغیرہ تراویح کے ساتھ تہجد بھی پڑھتے تھے اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ صرف مقلدین ہی ان دونوں نمازوں کو الگ الگ نہیں سمجھتے بلکہ غیر مقلدین کے شیخ الکل اور شیخ الاسلام بھی الگ الگ سمجھتے ہیں، میاں نذیر حسین صاحب تو باقاعدہ تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے۔ ثناء اللہ امرتسری صاحب کے بیان سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ان دونوں کو ایک سمجھنے والے پہلے شخص عبداللہ چکڑالوی ہیں جو پہلے غیر مقلد اور چینیاں والی مسجد لاہور کے خطیب تھے بعد میں منکرِ حدیث ہو گئے تھے، موجودہ دور کے غیر مقلدین غالباً انہیں کی تقلید میں تہجد و تراویح کو ایک سمجھنے لگے ہیں، ہم اس موضوع کو یہیں پر ختم کرتے ہیں اور فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں وہ خود فیصلہ فرمائیں کہ اس قدر احادیث سے روگردانی کرنا اور لوگوں سے رمضان میں تراویح کے اندر کمی کروانا اور تہجد کی نماز کو چھڑوا دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

وجوب قضاء الفوائت

جو نمازیں قضا ہو گئی ہوں بلا عذر یا کسی عذر کی وجہ سے انکا ادا کرنا ضروری ہے

۱۔ عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من نسى صلوٰة فليصلها اذا ذكرها لا كفارة لها الا ذالك قال قتادة واقم الصلوٰة

Marfat.com

لذکری، (بخاری ج ۱ ص ۸۴، مسلم ج ۱ ص ۲۴۱ واللفظ لمسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سوتا رہ جائے تو اسے چاہیئے کہ جب یاد آجائے تو پڑھ لے اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے سوائے اس کے، اس حدیث میں حضرت قتادہ نے یہ الفاظ بھی ذکر کئے ہیں واقم الصلوٰۃ لذکری کہ نماز قائم کر میری یاد کے لیے۔

۲۔ عن انس بن مالک قال قال نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نسی صلوٰۃ او نام عنہا فکفارتہا ان یصلیہا اذا ذکرہا، (مسلم ج ۱ ص ۲۴۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سوتا رہ جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے۔

۳۔ عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رقد احدکم عن الصلوٰۃ او غفل عنہا فلیصلہا اذا ذکرہا فان اللہ عزوجل یقول اقم الصلوٰۃ لذکری، (مسلم ج ۱ ص ۲۴۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سوتا رہ جائے یا غفلت کی وجہ سے نماز رہ جائے تو اسے چاہیئے کہ جب یاد آئے پڑھ لے کیونکہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ نماز قائم کر میری

Marfat.com

یاد کے لیے۔

۴۔ عن جابر بن عبد اللہ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جاء یوم الخندق بعد ما غربت الشمس فجعل یسب کفار قریش قال یا رسول اللہ ما کدت اصلی العصر حتی کادت الشمس تغرب قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما صلیتها فقمنا الی بطحان فتوضأ للصلوٰة وتوضأنا لها فصلی العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلی بعدها المغرب۔

(بخاری ج ۱ ص ۸۳، مسلم ج ۱ ص ۲۲۷)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے موقع پر جس دن خندق کھودی جا رہی تھی سورج غروب ہونے کے بعد آئے اور کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے، عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے بھی عصر نہیں پڑھی، ہم مقام بطحان میں پہنچ کر ٹھہرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء فرمایا، ہم نے بھی اس نماز کے لیے وضوء کیا آپ نے عصر کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھی پھر مغرب اس کے بعد ادا فرمائی۔

۵۔ عن ابی عبیدۃ بن عبد اللہ بن مسعود قال قال عبد اللہ ان المشرکین شغلوا رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم عن اربع صلوات یوم الخندق حتی ذھب من اللیل ماشاء اللّٰہ فامر بلالاً فاذن ثم اقام فصلی الظھر ثم اقام فصلی العصر ثم اقام فصلی المغرب ثم اقام فصلی العشاء،

(ترمذی ج ۱ ص ۴۳)

حضرت ابو عبیدہ رحمہ اللہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا غزوۂ خندق کے دن مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازیں پڑھنے سے روکے رکھا یہاں تک کہ رات کا اتنا حصہ چلا گیا جتنا اللہ نے چاہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی پس ظہر پڑھی پھر اقامت کہی تو عصر پڑھی پھر اقامت کہی تو مغرب پڑھی پھر اقامت کہی تو عشاء پڑھی۔

۹۔ عن عبداللّٰہ بن عمر انہ کان یقول من نسی صلوٰۃ فلم یذکرھا الا وھو مع الامام فاذا سلم الامام فلیصل الصلوٰۃ التی نسی ثم لیصل بعدھا اخرٰی،

(موطا امام مالک ص ۱۵۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرمایا کرتے تھے جو شخص نماز پڑھنی بھول جائے پھر امام کے ہمراہ دوسری نماز پڑھتے ہوئے اسے یاد آئے تو جب امام سلام پھیرے تو اسے چاہیئے کہ پہلے وہ بھولی ہوئی نماز پڑھے پھر

Marfat.com

اس کے بعد دوسری نماز پڑھے۔

مذکورہ احادیث مبارکہ سے دو چیزیں ثابت ہو رہی ہیں ایک تو یہ کہ جو نمازیں قضا ہو جائیں جان بوجھ کر، یا بھول کر، یا سوتے رہ جانے کی وجہ سے تو وہ ذمہ سے ساقط نہیں ہوتیں، بلکہ ان کی ادائیگی ضروری ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوتے رہ جانے یا بھول جانے کی وجہ سے قضا ہو جانے والی نماز کو ادا کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ اس بناء پر ان کی ادائیگی ضروری ہوئی، اسی سے معلوم ہوا کہ جو نمازیں ان اعذار کے بغیر قضا ہو جائیں ان کا ادا کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ جب عذر (سوتے رہ جانے یا بھول جانے) کی وجہ سے قضا ہو جانے والی نمازوں کی ادائیگی ضروری ہوئی تو بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر قضا ہو جانے والی نمازوں کی ادائیگی بطریق اولیٰ ضروری ہوگی۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اقیموا الصلوٰۃ" نماز قائم کرو، ان صورتوں کو بھی شامل ہے جب نماز کا وقت آجائے اور ان صورتوں کو بھی شامل ہے جب کہ نماز کسی بھی وجہ سے قضا ہو جائے تو نماز بہر حال پڑھنی پڑے گی چاہے ادا پڑھے یا قضا پڑھے، اگر ادا نہیں پڑھی تو قضا پڑھے، کیونکہ نماز نہ پڑھنے کی صورت میں بندہ پر اللہ کا ایک قرض باقی رہے گا اور ظاہر ہے کہ قرضہ ادائیگی کے بغیر ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا لہٰذا نماز بھی جب تک پڑھ نہ لے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگی اداءً پڑھے یا قضاءً۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"فَاقْضُوا اللّٰهَ فَهُوَ اَحَقُّ بِالْوَفَاءِ" (نسائی ج ۲ ص ۲)

اللہ کا قرض ادا کرو وہ ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔

Marfat.com

مزید ارشاد فرماتے ہیں :

"فَدَیْنُ اللّٰہِ اَحَقُّ اَنْ یُّقْضٰی" (بخاری ج ۱ صلالا)

اللہ تعالیٰ کا قرض زیادہ حق رکھتا ہے کہ اُسے ادا کیا جائے

امام نووی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں ۔

"فیہ وجوب قضاء الفریضۃ الفائتۃ سواء ترکھا بعذر کنوم او نسیان ام بغیر عذر و انما قید فی الحدیث بالنسیان لخروجہ علی سبب ولانہ اذا وجب القضاء علی المعذور فغیرہ اولی بالوجوب و ھو من باب التنبیہ بالادنی علی الاعلی و اما قولہ صلی اللہ علیھا فلیصلھا اذا ذکرھا فمحمول علی الاستحباب فانہ یجوز تاخیر قضاء الفائتۃ بعذر علی الصحیح و قد سبق بیانہ و دلیلہ و شذ بعض اھل الظاھر فقال لا یجب قضاء الفائتۃ بغیر عذر و زعم انھا اعظم من ان یخرج من وبال معصیتھا بالقضاء و ھذا خطأ من قائلہ و جہالۃ و اللہ اعلم۔"

(نووی ج ۱ ص۲۳۸)

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو فرض نماز فوت ہو جائے اس کی قضا ضروری ہے خواہ وہ نماز کسی عذر کی وجہ سے رہ گئی ہو مثلاً سو گیا یا بھول گیا، یا بغیر عذر کے، اور حدیث میں

Marfat.com

جو بھول جانے کی قید ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث اسی سبب سے بیان ہوئی ہے اور اس لیے بھی کہ جب عذر والے شخص پر قضا واجب ہے تو وہ شخص جس کا کوئی عذر بھی نہیں اس پر بطریق اولیٰ واجب ہوگی ۔ یہ ادنیٰ سے اعلیٰ پر تنبیہ کے باب سے ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ۔ " اسے چاہیئے کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے" یہ استحباب پر محمول ہے کیونکہ فوت شدہ نماز کو کسی عذر کی وجہ سے مؤخر کر کے پڑھنا بھی جائز ہے صحیح قول کے مطابق اس کا بیان اور اس کی دلیل گزر چکی اور بعض اہل ظاہر نے شذوذ کیا ہے جو یہ کہا ہے کہ بغیر عذر کے فوت ہو جانے والی نماز کی قضا واجب نہیں ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ فوت شدہ نماز اس سے بڑی ہے کہ آدمی اسے قضا کر کے اس کی معصیت سے نکلے یہ اس قائل کی غلطی اور جہالت ہے ۔

فوت شدہ نماز کی قضاء کے ضروری ہونے پر اجماع امت بھی ہے چنانچہ علامہ محمد بن عبدالرحمٰن شافعیؒ لکھتے ہیں۔

" واتفقوا علیٰ وجوب قضاء الفوائت"

(رحمۃ الامۃ صفحہ ۴۶)

فقہاء نے فوت شدہ نمازوں کی قضاء کے واجب ہونے پر اتفاق کیا ہے ۔

دوسری چیز یہ کہ اگر کئی وقت کی نمازیں قضا ہو جائیں تو ترتیب کے ساتھ ادا کرنی چاہئیں جیسا کہ غزوہ خندق کے موقعہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ

Marfat.com

والسلام اور آپ کے اصحاب کی تین نمازیں لگاتار قضا ہو گئیں یعنی ظہر،
عصر، مغرب اور آپ نے عشاء کی نماز کے وقت انکی قضاء شروع کی
توان نمازوں کو ترتیب سے پڑھا ۔ پہلے ظہر کی نماز کو پھر عصر کی نماز کو پھر مغرب
کی نماز کو پھر عشاء کی نماز کو، ایسا نہیں کیا کہ عشاء کا وقت ہونے کی وجہ سے
پہلے عشاء پڑھ لی ہو پھر قضاء نمازیں پڑھی ہوں، آپ کے اس عمل سے یہ
بھی ثابت ہوا کہ اگر قضا نمازیں کم ہوں یعنی پانچ یا پانچ کے اندر اندر ، تو
قضا نمازوں کی ادائیگی کی ترتیب میں وقتیہ نماز پر قضاء نماز کو اولیت حاصل
ہوگی یعنی پہلے قضاء نماز ادا کی جائے گی پھر وقتیہ لہٰذا اگر کوئی فوت شدہ
نماز کو قضا پڑھے بغیر وقتیہ نماز پڑھے گا تو اس کی وقتیہ نماز نہیں ہوگی اسے
چاہیئے کہ پہلے قضا نماز پڑھے پھر وقتیہ کو دہرائے ۔ حضرت عبداللہ بن
عمر رضی اللہ عنہما یہی فتوے دیتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۱ سے ظاہر ہے
(البتہ یہ بات ضرور ہے کہ فوت شدہ اور وقتیہ نماز میں یہ ترتیب صاحب
ترتیب کے لیے ہے)

لیکن ان تمام احادیث اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا
ہے کہ جو نمازیں جان بوجھ کر نہ پڑھی ہوں ان کی قضا نہیں صرف توبہ و استغفار
کافی ہے، چنانچہ یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں ۔

" اگر کوئی دیدہ دانستہ نمازیں چھوڑ دے اور پھر ان کی قضا کرنا
چاہے تو اس قسم کی نمازوں کی قضا حدیث سے ثابت نہیں ہے
بلکہ ایسے آدمی کے لیے توبہ و استغفار کافی ہے"۔
(دستور المتقی ص ۱۴۹)

حافظ عبداللہ روپڑی صاحب تحریر فرماتے ہیں ۔

Marfat.com

"بلوغ کے بعد اگر نمازیں تھوڑی ہوں جو آسانی سے ادا ہو سکتی ہوں تو کر لی جائیں اگر زیادہ مدت کی ہوں جن کو ادا کرنا مشکل ہو تو یہی کافی ہے"۔ (فتاوی اہلحدیث ج ۱ ص ۴۱۵)

...ی عبدالستار صاحب سابق امام جماعت غرباء اہلحدیث رقمطراز ہیں۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ نماز قضا کیوں ہوئی اصل یہ ہے کہ عمداً چھوڑی ہے شروع میں نہ قضا کرنے کا حکم ہے اور نہ اس کی کوئی صورت ہے، انسان سو جائے تو جب بیدار ہو وہی اس کا وقت ہے اگر بھول جائے تو جب یاد آئے وہی اس کا وقت ہے اگر بیہوش ہو جائے تو جب ہوش آئے وہی اس کا وقت ہے پھر قضا ہو جانے کی صورت کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ نفسانی عذر بنا کر چھوڑی ہے جس کی قضا نہیں اس پر جرم ہے کہ وہ کافر ہو گیا اس لیے مسلمان توبہ کر کے ہووے"۔

(فتاوی ستاریہ ج ۴ ص ۱۸۴)

...ر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب ترک صلوٰۃ کی متعدد ...ورتیں بنا کر لکھتے ہیں۔

"پہلی صورت جس میں کسی عذر کے بغیر سہل انگاری سے نماز ترک ہوئی عمداً ترک میں شامل ہے اس کے لیے کوئی قضا نہیں یہ چیز من ترک الصلوٰۃ متعمداً میں شامل ہے اس کا توبۂ نصوح کے علاوہ کوئی علاج نہیں"۔

(رسول اکرم کی نماز ص ۱۱۵)

ملاحظہ فرمائیے: احادیث صحیحہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کسی

Marfat.com

کی نماز فوت ہو جائے کسی عذر کی وجہ سے یا بلا عذر اس کی قضا ضروری ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی ادائیگی کا حکم فرما رہے ہیں اسی پر اجماع امت بھی ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب عمداً فوت شدہ نمازوں کی قضا نہیں ہے صرف توبہ استغفار کافی ہے۔

قارئین فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

یاد رہے کہ غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں داود ظاہری کی تقلید کی ہے کیونکہ وہی اس بات کے قائل ہیں کہ عمداً رہ جانے والی نمازوں کی قضا نہیں جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ کے بیان سے ظاہر ہے۔

وجوب سجود السهو وكونه بين السلامين والتشهد بعد السجود

سجدۂ سہو واجب ہے اور وہ (قعدۂ اخیرہ میں) سلام پھیر کر کیا جاتا ہے اور اس کے بعد التحیات پڑھ کر پھر سلام پھیرا جاتا ہے

۱۔ عن ابن مسعود مرفوعًا واذا شك احدكم في صلوته فليتحر الصواب فليتم عليه ثم ليسلم ثم يسجد سجدتين (بخاری ج ۱ ص ۵۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم سے کسی کو جب اپنی نماز میں شک ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ صحیح کے لیے سوچ وچار کرے اور اس پر اپنی نماز پوری کرے پھر سلام پھیر کر دو سجدے کرے

۲۔ عن عبد الله بن جعفر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من شك في صلوته فليسجد سجدتين

Marfat.com

بعد ما یسلم،

(مسند احمد ج ۱ صـ۲۰۵، نسائی ج ۱ صـ۱۴۷، ابوداؤد ج ۱ صـ۱۴۸)

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اپنی نماز میں شک ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے۔

۳- عن ثوبان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لکل سھو سجدتان بعد ما یسلم،

(ابوداؤد ج ۱ صـ۱۴۹)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہر سہو کے لیے دو سجدے ہیں سلام پھیرنے کے بعد۔

۴- عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلم ثم سجد سجدتی السھو وھو جالس ثم سلم، (نسائی ج ۱ صـ۱۴۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا پھر بیٹھے بیٹھے دو سجدہ سہو کئے پھر سلام پھیرا۔

۵- عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی ثلثا ثم سلم فقال الخرباق انک صلیت ثلثا فصلی بھم الرکعۃ الباقیۃ ثم سلم ثم سجد سجدتی السھو ثم سلم
(نسائی ج ۱ صـ۱۴۹)

Marfat.com

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (ایک مرتبہ بھولے سے) تین رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا، حضرت خرباق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ نے تین رکعتیں پڑھائی ہیں چنانچہ آپ نے انہیں باقی (چوتھی) رکعت پڑھا کر سلام پھیرا پھر دو سجدۂ سہو کئے پھر سلام پھیرا۔

۶۔ عن عمران بن الحصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بھم فسھی فسجد سجدتین ثم تشھد ثم سلم، (ابوداؤد ج ا ص ۱۴۹، ترمذی ج ا ص ۹۰)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابۂ کرام کو نماز پڑھائی تو آپ کو سہو ہو گیا، آپ نے دو سجدۂ سہو کئے پھر التحیات پڑھی پھر سلام پھیرا۔

۷۔ عن زیاد بن علاقۃ قال صلی بنا المغیرۃ بن شعبۃ فنھض فی الرکعتین قلنا سبحان اللہ قال سبحان اللہ ومضی فلما اتم صلوٰتہ وسلم سجد سجدتی السھو فلما انصرف قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنع کما صنعت، (ابوداؤد ج ا ص ۱۴۹، ترمذی ج ا ص ۸۳، مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۷)

حضرت زیاد بن علاقہ فرماتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی تو (بھولے سے) دوسری رکعت پڑھ کر کھڑے ہو گئے ہم نے سبحان اللہ کہا تو آپ نے بھی سبحان اللہ کہا

Marfat.com

اور اپنی نماز پوری کر لی اور سلام پھیرا تو دو سجدۂ سہو کئے پھر نماز سے فارغ ہو کر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے جیسا کہ میں نے کیا۔

۸۔ عن علقمۃ ان ابن مسعود سجد سجدتی السھو بعد السلام وذکر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعل ذالک،

(ابن ماجہ صفحہ ۸۶)

حضرت علقمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دو سجدۂ سہو کئے سلام پھیرنے کے بعد اور ذکر کیا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

۹۔ عن ابی عبیدۃ قال قال عبد اللہ بن مسعود اذا قام احدکم فی قعود او قعد فی قیام او سلم فی الرکعتین فلیتم ثم لیسلم ثم لیسجد سجدتین یتشھد فیھما ویسلم،

(المدونۃ الکبریٰ ج ۱ صفحہ ۱۳۶)

حضرت ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے کوئی جب قعدہ کی جگہ قیام کرے یا قیام کی جگہ قعدہ کر لے یا دو رکعتوں میں سلام پھیر لے تو اسے چاہیئے کہ نماز پوری کر کے سلام پھیرے پھر دو سجدۂ سہو کر کے التحیات پڑھے اور سلام پھیرے۔

۱۰۔ عن عبد اللہ بن عباس قال سجدتا السھو بعد السلام،

(طحاوی ج ۱ صفحہ ۲۹۹)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سجدۂ سہو سلام پھیرنے کے بعد ہیں۔

۱۱- عن عطاء بن ابی رباح قال صلیت خلف ابن الزبیر فسلم فی الرکعتین فسبح القوم فقام فاتم الصلوٰۃ فلما سلم سجد سجدتین بعد السلام قال عطاء فانطلقت الی ابن عباس فذکرت لہ ما فعل ابن الزبیر فقال احسن واصاب، (طحاوی ج ۱ ص ۲۹۹)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے (بھول سے) دو رکعتوں ہی میں سلام پھیر دیا، لوگوں نے سبحان اللہ کہا تو آپ کھڑے ہو گئے اور نماز پوری کی پھر آپ نے سلام پھیر کر دو سجدہ سہو کیئے۔ سلام کے بعد حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان سے ذکر کیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایسے کیا ہے، آپ نے فرمایا انہوں نے اچھا کیا اور درست کیا۔

۱۲- عن ابی عبد الرحمٰن بن حنظلۃ بن الراھب ان عمر بن الخطاب صلی صلوٰۃ المغرب فلم یقرأ فی الرکعۃ الاولی شیئا فلما کانت الثانیۃ قرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب و سورۃ مرتین

Marfat.com

فلما سلم سجد سجدتی السهو،

(طحاوی ج ۱ صـ۲۹۸)

حضرت ابو عبد الرحمٰن بن حنظلہ بن راہب سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (ایک مرتبہ) مغرب کی نماز پڑھائی تو پہلی رکعت میں بالکل قرأت نہیں کی دوسری رکعت میں آپ نے سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت دو مرتبہ پڑھیں پھر آپ نے سلام پھیر کر دو سجدۂ سہو کئے۔

۱۔ عن عمران بن حصین قال فی سجدتی السهو یسلم ثم یسجد ثم یسلم، (طحاوی ج ۱ صـ۲۹۹)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سجدۂ سہو میں پہلے سلام پھیرے پھر سجدہ سہو کرے پھر سلام پھیرے۔

۱۔ عن انس انه قال فی الرجل یهم فی صلوته لا یدری ازاد ام نقص قال یسجد سجدتین بعد ما یسلم، (طحاوی ج ۱ صـ۲۹۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کے بارے میں جسے نماز میں وہم ہوتا ہے اور پتہ نہیں چلتا کہ زیادتی کی ہے یا کمی کی ہے فرمایا کہ وہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدہ سہو کرے۔

۱۔ عن قیس بن ابی حازم قال صلی بنا سعد بن مالک فقام فی الرکعتین الاولیین فقالوا سبحان الله فقال سبحان الله فمضی فلما سلم سجد سجدتی السهو، (طحاوی ج ۱ صـ۲۹۸)

Marfat.com

حضرت قیس بن حازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو آپ (بھولے سے) پہلی دو رکعتوں ہی میں کھڑے ہو گئے لوگوں نے سبحان اللہ کہا تو آپ نے بھی سبحان اللہ کہا اور کھڑے ہی رہے پھر (نماز پوری کر کے) سلام پھیرا اور دو سجدۂ سہو کئے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) نماز میں سہو ہو جانے پر جو سجدے کئے جاتے ہیں وہ واجب ہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سہو ہو جانے پر سجدہ سہو کرنے کا حکم دیا ہے۔

(۲) آخری قعدہ میں سجدۂ سہو سلام پھیر کر کرنا چاہیئے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد ہی سجدہ سہو کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲-۳ سے ظاہر ہے۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب سہو ہوتا تھا تو آپ سلام پھیر کر ہی سجدہ سہو کیا کرتے تھے۔ آپ کے اس عمل کو حضرت ابوہریرہ، حضرت عمران بن حصین، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نقل کر رہے ہیں جیسا کہ حدیث نمبر ۴-۵-۶-۷-۸ سے واضح ہے۔

جلیل القدر صحابۂ کرام حضرت عمر فاروق، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہم کا اسی پر عمل تھا، انہیں سہو ہوتا تو سلام پھیر کر ہی سجدۂ سہو کیا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۷-۸-۱۱-۱۲ سے واضح ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عمران بن حصین اور حضرت انس رضی اللہ عنہم یہی فتویٰ دیا کرتے تھے کہ سجدۂ سہو سلام پھیر کر کیا جائے جیسا کہ حدیث نمبر ۹

Marfat.com

۱۰-۱۲-۱۴ سے ظاہر ہے۔

(۳) سجدۂ سہو کرنے کے بعد دوبارہ تشہد پڑھا جائے گا اور تشہد سے فارغ ہو کر سلام پھیرا جائے گا۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث نمبر ۱ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوبارہ تشہد پڑھ کر سلام پھیرا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ سجدۂ سہو کے بعد دوبارہ تشہد پڑھا جائے جیسا کہ حدیث نمبر ۹ سے واضح ہے، انہیں احادیث و آثار کے پیش نظر فقہاء احناف نے سجدۂ سہو کا طریقہ یہ بتلایا ہے کہ آخری قعدہ میں تشہد پڑھ کر دائیں طرف سلام پھیریں پھر دو سجدے کر کے دوبارہ تشہد پڑھیں اور دونوں طرف سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ سجدۂ سہو سلام پھیرنے سے پہلے کرنا چاہیئے اور سجدۂ سہو کے بعد تشہد بھی نہیں ہے۔

چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

"سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد، درود اور دعا پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں جائیں پھر اٹھ کر جلسے میں بیٹھ کر دوسرا سجدہ کریں اور پھر اٹھ کر سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوں حدیث مذکور میں سلام پھیرنے سے پہلے سجدۂ سہو کا حکم ہے اس لیے سہو کے دو سجدے سلام پھیرنے سے قبل کرنے چاہئیں" (صلوٰۃ الرسول ص ۳۱۳)

مولوی خالد گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں:

"سہو یعنی نماز میں بھول جانے سے دو سجدے نماز کے بعد

Marfat.com

سلام سے پہلے ادا کرتے ہوتے ہیں"۔ (صلوٰۃ النبی ص ۳۵)

مزید لکھتے ہیں:

"لیکن جو احناف میں رائج ہے کہ ایک طرف سلام پھیر کر پھر سہو کے سجدے کرنے کے بعد التحیات پڑھنا تو یہ سنت سے ثابت نہیں"۔ (صلوٰۃ النبی ص ۳۵۲)

ملاحظہ فرمائیے: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بھی موجود ہے کہ آپ سجدۂ سہو سلام پھیرنے کے بعد کرتے تھے اور آپ کا قول بھی موجود ہے کہ آپ نے صحابۂ کرام کو سلام پھیرنے کے بعد ہی سجدۂ سہو کرنے کا حکم دیا۔ اسی پر صحابۂ کرام کا عمل بھی ہے اور جلیل القدر صحابۂ کرام کا فتوےٰ بھی یہی کہ سلام پھیرنے کے بعد ہی سجدۂ سہو کیا جائے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدۂ سہو کرنے کے بعد التحیات پڑھنا بھی ثابت ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی اسی پر ہے کہ سجدۂ سہو کے بعد التحیات پڑھی جائے پھر سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوا جائے، لیکن غیر مقلدین اس قدر احادیث و آثار کی موجودگی میں بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ سجدۂ سہو سلام سے پہلے ہی کرنا چاہیئے اور سجدہ سہو کے بعد التحیات نہیں پڑھنی چاہیئے کہ سنت سے ثابت نہیں۔ یہ ہے عمل بالحدیث کے دعویداروں کا علم و عمل۔

قارئین کرام اب فیصلہ آپ کے سر ہے آپ فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

Marfat.com

سقوط سجود السہو عن المؤتم لسہوہ

مقتدی کو اگر سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں

۱۔ عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس علی من خلف الامام سہو فان سہا الامام فعلیہ وعلی من خلفہ السہو وان سہا من خلف الامام فلیس علیہ سہو والامام کافیہ،

(دارقطنی ج ۱ ص ۳۷۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے ہے اس پر سجدۂ سہو نہیں ہے، اگر امام کو سہو ہو جائے تو اس پر اور جو اس کے پیچھے ہے اس پر سجدۂ سہو ہے اور اگر مقتدی کو سہو ہو جائے تو اس پر سجدۂ سہو نہیں ہے اس کو امام کافی ہے۔

۲۔ عن ابراھیم انہ قال اذا سہوت خلف الامام وحفظ الامام فلیس علیک سہو وان سہا وحفظت فعلیک السہو ان لم یسجد الامام فلا تسجد وکذالک اذا سہا جمیع من مع الامام او سہا الامام،

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ بروایت الامام ابی یوسف ص ۴۲)

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم امام کے پیچھے بھول جاؤ اور امام محفوظ رہے تو تم پر سجدہ سہو نہیں ہے اور اگر امام بھول

Marfat.com

جائے اور تم محفوظ رہو تو تم پر بھی سجدۂ سہو ہوگا اور اگر امام سجدہ نہ کرے
تو تم بھی سجدہ نہ کرو اور اسی طرح اگر سارے مقتدی بھی بھول جائیں تو
کسی پر بھی سجدۂ سہو نہیں ہوگا اور اگر امام بھول جائے تو سب پر ہوگا

مذکورہ حدیث و اثر دونوں سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر مقتدی کو دوران نماز سہو
ہو جائے تو اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں، اسی پر اجماع امت بھی ہے۔ چنانچہ
علامہ محمد بن عبدالرحمٰن شافعیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"ولو سها خلف الامام لم يسجد بالاتفاق"

(رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ ص ۴۳)

اور اگر مقتدی کو سہو ہو جائے تو وہ بالاتفاق سجدۂ سہو نہیں کرے گا۔
اس اجماع کو امام ابوبکر بن محمد بن ابراہیم بن منذر نیشاپوریؒ متوفی ۳۱۸ھ نے
بھی نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

"واجمعوا علیٰ ان ليس علیٰ مَنْ سهی خلف الامام
سجود" (الاجماع ص ۱۳)

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مقتدی پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہے۔
لیکن حدیث و اثر اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کے نواب
صاحب کا کہنا ہے کہ اگر مقتدی کو نماز میں سہو ہو جائے تو اس پر بھی سجدۂ
سہو واجب ہے اور اس سے سجدۂ سہو کے ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں
چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

" واگر خود مؤتم با در پس امام سہو نفس خود گردد بروی سجود سہا بنا
بر دخول وے دراں سہو واجب باشد بوجہ تناول ادلۂ سجود از برائے
مؤتم و دلیلی بر سقوط سجود سہو خودش بمجرد ہمراہ امام نیامدہ"

(بدور الاھلہ ص ۹۸)

Marfat.com

اگر مقتدی کو امام کے پیچھے خود اپنی طرف سے سہو ہو جائے، تو اس پر سجدۂ سہو اُس سہو میں داخل ہونے کی بنار پر واجب ہوگا کیونکہ سجدۂ سہو کے دلائل مقتدی کو بھی شامل ہیں اور مقتدی سے امام کی ہمراہی میں خود اپنے سہو سے سجدۂ سہو کے ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں آئی۔

ملاحظہ فرمائیے: حدیث و اثر اور اجماع امت سے ثابت ہو رہا ہے کہ مقتدی پر خود اپنے سہو سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا۔ لیکن غیر مقلدین کے نواب صاحب فرما رہے ہیں کہ نہیں صاحب اس پر سجدۂ سہو لازم ہے اور اس سے سجدۂ سہو ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ قارئین محترم اوپر ایک حدیث مرفوع، ایک جلیل القدر تابعی کا اثر، اور اجماع امت کا ذکر کیا گیا ہے تین دلیلیں موجود ہیں لیکن نواب صاحب فرماتے ہیں کوئی دلیل نہیں، اب آپ خود فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

اشتراط الوضوء لسجدة التلاوة

سجدۂ تلاوت کیلئے وضو شرط ہے بے وضو سجدۂ تلاوت جائز نہیں

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تقبل صلوٰۃ بغیر طہور، (ترمذی ج ۱ ص۳)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ (آپ نے فرمایا) کوئی نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتی۔

عن نافع عن ابن عمر انہ قال لا یسجد الرجل

Marfat.com

(سجدة التلاوة) الا و هو طاهر،

(بیہقی ج ۲ ص ۳۲۵)

حضرت نافعؒ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کوئی شخص بھی سجدۂ تلاوت طہارت کے بغیر نہ کرے۔

مذکورہ دونوں احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ سجدۂ تلاوت ادا کر
کے لیے طہارت شرط ہے، طہارت کے بغیر سجدۂ تلاوت جائز نہیں کیونک
سجدۂ تلاوت من جملہ صلوٰۃ ہے کیونکہ اس میں نماز کی طرح نیت بھی شرط
ستر عورت بھی شرط ہے، استقبال قبلہ بھی ضروری ہے، اس میں تکبیر
بھی ہے تسبیح بھی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی نم
بھی طہارت کے بغیر قبول نہیں ہوتی تو جب نماز کے لیے طہارت ضرو
ہوئی تو سجدۂ تلاوت کے لیے بھی جو کہ من جملہ نماز ہی ہے طہارت ضرور
ہوگی اور جس طرح کوئی نماز طہارت کے بغیر جائز نہیں اسی طرح سجدۂ تلاو
بھی بغیر طہارت کے جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عم
رضی اللہ عنہ نے فتویٰ دیا کہ کوئی شخص بھی طہارت کے بغیر سجدۂ تلاوت
نہ کرے۔

لیکن اِن دونوں احادیث مبارکہ کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ
سجدۂ تلاوت وضو کے بغیر بھی جائز ہے۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔

"یہ سجدہ وضو کے ساتھ کرنا بہتر ہے لیکن بے وضو بھی جائز اور درست ہے"۔ (دستور المتقی ص ۱۲۳)

Marfat.com

نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں۔

"وتجوز علی غیر وضوء وتستحب الطہارۃ لہا"۔ (نزل الابرار ج ۱ صفحہ ۱۴۶)

اور سجدۂ تلاوت بغیر وضوء کے بھی جائز ہے البتہ اس کے لیے طہارت مستحب ہے۔

فتاوی نذیریہ ج ۱ صفحہ ۵۷ پر بھی بغیر وضو کے سجدۂ تلاوت جائز ہونیکا فتویٰ موجود ہے جس پر غیر مقلدین کے اکابر مثلاً میاں نذیر حسین صاحب، مولوی عبدالسلام صاحب، محمد ابوالحسن صاحب، محمد حسین بٹالوی صاحب وغیرہم کے دستخط موجود ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عام سے ثابت ہو رہا ہے کہ وضو کے بغیر سجدۂ تلاوت جائز نہیں، جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فتویٰ دے رہے ہیں کہ کوئی شخص بھی طہارت کے بغیر سجدۂ تلاوت نہ کرے وجہ اس کی اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ طہارت کیے بغیر یہ سجدہ جائز نہیں لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب سجدۂ تلاوت وضو کے بغیر بھی جائز ہے۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

مسافۃ القصر

کتنی مسافت پر قصر کرنا چاہیئے

۱۔ عن شریح بن ہانیٔ قال اتیت عائشۃ اسألہا عن المسح علی الخفین فقالت علیك بابن

Marfat.com

ابی طالب فسألہ فانہ کان یسافر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسألناہ فقال جعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثۃ ایام ولیالیھن للمسافر ویوما ولیلۃ للمقیم،

(مسلم ج ۱ صـ۱۳۵)

حضرت شریح بن ھانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر موزوں پر مسح کے بارہ میں پوچھا تو آپ نے فرمایا تم ابن ابی طالب (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے، چنانچہ ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسافر کے لیے تین دن اور تین رات اور مقیم کے لیے ایک دن ایک رات مقرر فرماتے تھے۔

۲۔ عن عبد الرحمٰن بن ابی بکرۃ عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقّت فی المسح علی الخفین ثلاثۃ ایام ولیالیھن للمسافر وللمقیم یوما ولیلۃ، (صحیح ابن حبان ج ۲ صـ۳۱۱)

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکرہ اپنے والد حضرت ابو بکرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کی مدت مسافر کے لیے تین دن تین رات اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات مقرر فرمائی ہے۔

Marfat.com

۳- عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تسافر المرأۃ ثلثۃ ایام الا مع ذی محرم ،
(بخاری ج ۱ ص ۱۴۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا نہ سفر کرے عورت تین دن کا محرم کے بغیر۔

۴- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لامرأۃ ان تسافر ثلثا الا ومعہا ذو محرم منہا ،
(مسلم ج ۱ ص ۴۳۴)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بھی عورت کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ تین دن کا سفر کرے اپنے محرم کے بغیر۔

۵- عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تسافر سفرا یکون ثلثۃ ایام فصاعدا الا ومعہا ابوہا او ابنہا او زوجہا او اخوہا او ذو محرم منہا ،
(مسلم ج ۱ ص ۴۳۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال نہیں ہے کسی بھی ایسی عورت

Marfat.com

کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ تین دن یا تین دن سے زیادہ مسافت کا سفر کرے مگر اس حال میں کہ اس کا باپ یا بیٹا، یا شوہر یا بھائی یا کوئی محرم اس کے ساتھ ہو۔

۶۔ عن علی بن ربیعۃ الوالبی - الولبۃ بطن من بنی اسد بن خزیمۃ قال سألتُ عبد اللہ بن عمر الی کم تقصر الصلوٰۃ ؟ فقال اتعرف السویداء قال قلت لا ولکنی قد سمعت بہا قال ھی ثلٰث لیال قواصد فاذا خرجنا الیہا قصرنا الصلوٰۃ، (کتاب الآثار للامام ابی حنیفۃ بروایت الامام محمد ص۳۹)

حضرت علی بن ربیعہ والبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کتنی مسافت پر نماز قصر کرنی چاہیئے۔ آپ نے فرمایا سویداء کو جانتے ہو میں نے عرض کیا کہ جانتا تو نہیں لیکن اس کے بارے میں سنا ہے فرمایا وہ تین درمیانی راتوں کی مسافت پر ہے۔ جب ہم وہاں جاتے ہیں تو نماز میں قصر کرتے ہیں۔

۷۔ حدثنا ابراہیم بن عبد الاعلیٰ قال سمعت سوید بن غفلۃ الجعفی یقول اذا سافرت ثلاثا فاقصر، (کتاب الحجۃ ج ۱ ص۱۶۸)

حضرت ابراہیم بن عبد الاعلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے سوید بن غفلہ جعفی رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب

Marfat.com

تو تین دن کا سفر کرے تو قصر کرے۔

۸۔ عن عمر قال تقصر الصلوٰة فی مسیرة ثلث لیال۔ (کنز العمال ج ۸ ص ۲۳۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین رات کی مسافت (کے سفر) میں نماز قصر کی جائے۔

۹۔ عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ انہ رکب الی رِیْم فقصر الصلوٰة فی مسیرہ ذالک قال یحییٰ قال مالک وذالک نحو من اربعة بُرُدٍ

(موطا امام مالک ۱۶ ص ۱۳۰)

حضرت سالمؒ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رِیْم تک سفر کیا تو اپنے اس سفر کے دوران نماز میں قصر کیا، یحییٰؒ کہتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ رِیْم کا مدینہ طیبہ سے تقریباً ۴ برید کے برابر فاصلہ ہے۔

۱۰۔ عن سالم بن عبد اللہ ان عبد اللہ بن عمر رکب الی ذات النُّصُب فقصر الصلوٰة فی مسیرہ ذالک قال یحییٰ قال مالک وبین ذات النصب والمدینة اربعة برد۔

(موطا امام مالک ج ۱ ص ۱۳۰)

حضرت سالم بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ذاتِ نُصُب تک سفر

Marfat.com

کیا تو آپ نے اس سفر کے دوران نماز میں قصر کیا، یحییٰؒ کہتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ مدینہ طیبہ اور ذات نصب کے درمیان ۴ برید کا فاصلہ ہے۔

۱۱۔ عن سالم ان ابن عمر خرج الیٰ ارض له بذات النصب فقصر وھی ستة عشر فرسخاً، (مصنف ابن ابی شیبة ج ۲ ص ۴۳۴)

حضرت سالم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی اس زمین کی طرف سفر کے لیے نکلے جو ذاتِ نصب میں تھی تو آپ نے قصر کیا، مدینہ طیبہ سے اسکا فاصلہ سولہ فرسخ ہے۔

۱۲۔ عن عطاء بن ابی رباح ان ابن عمر و ابن عباس کانا یصلیان رکعتین و یفطران فی اربعة برد فما فوق ذالك،

(بیہقی ج ۳ ص ۱۳۷)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم دو رکعت پڑھتے تھے (قصر کرتے تھے) اور روزہ افطار کرتے تھے چار یا اس سے زیادہ برید پر۔

۱۳۔ وکان ابن عمر و ابن عباس یقصران و یفطران فی اربعة برد وھو ستة عشر فرسخا،

(بخاری ج ۱ ص ۱۴۷)

Marfat.com

(حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً ذکر کیا ہے کہ) حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نماز میں قصر کرتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے ۴ برید پر جو ۱۶ فرسخ کے ہوتے ہیں۔

۱۴۔ عن عطاء بن ابی رباح قال قلت لابن عباس اقصر الی عرفة فقال لا قلت اقصر الی منی قال لا قلت اقصر الی الطائف والی عسفان قال نعم وذالك ثمانية واربعون ميلا وعقد بيده،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۴۵ و مسند امام شافعیؒ ج ۱ ص ۱۸۵)

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ میں عرفہ کی مسافت میں قصر کر سکتا ہوں فرمایا نہیں میں نے عرض کیا کہ منی کی مسافت میں قصر کر سکتا ہوں فرمایا نہیں میں نے عرض کیا طائف اور عسفان کی مسافت میں قصر کر سکتا ہوں فرمایا ہاں، ان کی مسافت اڑتالیس میل ہے ہاتھ سے گرہ لگا کر (شمار کر کے) دکھایا۔

۱۵۔ عن ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اهل مكة لا تقصروا الصلوٰة فی ادنیٰ من اربعة برد من مكة الی عسفان،

(معجم طبرانی کبیر بحوالہ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اہل مکہ تم چار برید سے کم کے سفر میں قصر نہ کیا کرو چار برید مکہ مکرمہ سے عسفان تک ہوتے ہیں

مذکورہ بالا احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے موزوں پر مسح کی مدت تین دن و تین رات مقرر فرمائی ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲ سے واضح ہے اور آپ نے عورت کو محرم کے بغیر تین دن کے سفر سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۳-۴ سے ظاہر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں تین دن و رات کو ضرور دخل ہے اور مسافر کہلانے کا مستحق وہی ہے جو تین دن و رات کی مسافت کے سفر کے ارادہ سے گھر سے چلے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور جلیل القدر تابعی حضرت سوید بن غفلہ رحمہ اللہ کے اقوال سے اس کی صراحت بھی ہو گئی اور معلوم ہوا کہ نماز میں قصر کے لیے مسافتِ سفر تین دن و رات کا سفر ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۶-۷-۸ سے ظاہر ہے مگر جس زمانہ میں قافلے پیادہ یا اونٹوں وغیرہ پر چلا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں اس مسافت کا اندازہ لگانا آسان تھا موٹر ریل اور ہوائی جہاز کے اس دور میں تین دن کی پیدل مسافت کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے شاید آئندہ اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری کا زمانہ آئے، لہٰذا احکامِ شرع میں سہولت کے پیشِ نظر اب میلوں کی تعیین ضروری ہے، چنانچہ محققین علماء احناف نے ۴۸ میل کو مسافتِ قصر قرار دیا ہے جیسا کہ یہ ائمہ ثلثہ حضرت امام مالک، حضرت امام احمد اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام شافعی رحمہم اللہ کا بھی مسلک ہے اور مندرجہ بالا احادیث و آثار بھی اس کے مؤید ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم سے مسافتِ سفر کی تحدید چار بُرُد = ۱۶ فرسخ = ۴۸ میل ثابت ہو رہی ہے جیساکہ حدیث نمبر ۱۵ سے ظاہر ہے اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے اقوال واعمال سے بھی مسافتِ سفر کی تحدید چار بُرُد = ۱۶ فرسخ = ۴۸ میل ہی ثابت ہو رہی ہے جیساکہ حدیث نمبر ۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴ سے واضح ہے، حضرت امام مالک حضرت ابوبکر بن ابی شیبہ حضرت امام بخاری حضرت امام بیہقی رحمہم اللہ سب یہی نقل کر رہے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا عمل اور فتویٰ اسی پر تھا کہ مسافتِ قصر اڑتالیس میل ہے۔

لیکن ان تمام احادیث وآثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مسافتِ قصر ۳ میل یا نو میل ہے۔

چنانچہ ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

"مسافر اس کو کہتے ہیں جو اپنے وطن سے نکل کر کسی دوسری لبتی کو جائے اس کی کم سے کم حد بحکم حدیث شریف تین میل ہے۔"

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۳۰)

غیر مقلدین کے مفتی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں:

"نماز قصر تین یا نو میل پر کر سکتا ہے"

(فتاویٰ ستاریہ ج ۳ ص ۵)

غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب تحریر فرماتے ہیں

"لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ نو میل پر قصر درست ہے"

(رسول اکرم کی نماز ص ۱۰۶)

ملاحظہ فرمائیے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان حضرت عبداللہ

Marfat.com

بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے افعال و اقوال سے مسافتِ قصر کی تحدید ۴ بُرُد = ۱۶ فرسخ = ۴۸ میل ثابت ہو رہی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے کم مسافت کے سفر پر قصر سے منع بھی فرما رہے ہیں، صحابہ کرام اور ائمہ عظام اسی پر عمل پیرا ہیں۔

لیکن غیر مقلدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کے باوجود اور صحابہ و تابعین کے فیصلہ کے خلاف کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب مسافتِ قصر تین میل یا نو میل ہے اور زیادہ صحیح نو میل ہے۔

قارئین غور فرمائیے اور ذرا سوچئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ و تابعین وغیرہم کی بات زیادہ صحیح ہے یا غیر مقلدین کی؟ اور پھر فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

القصر مالم ینو الاقامۃ خمسۃ عشر یوما

مسافر جب تک کسی جگہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت نہ کرلے اسوقت تک قصر کریگا

۱- عن مجاھد قال کان ابن عمر اذا اجمع علی اقامۃ خمس عشرۃ سرّح ظھرہ وصلی اربعا،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۴۵۵)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب پندرہ دن ٹھہرنے کا پختہ ارادہ فرما لیتے تو گھوڑے سے زین اتار دیتے اور چار رکعت ادا کرتے۔

۲- عن مجاھد عن ابن عمر انہ اذا اراد ان یقیم بمکۃ خمسۃ عشر یوما سرح ظھرہ وصلی اربعا،

(کتاب الحجۃ للامام محمد ج ۱ ص ۱۶۷)

Marfat.com

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ مکرمہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ فرما لیتے تو گھوڑے سے زین اتار دیتے اور چار رکعت ادا کرتے۔

۳۔ عن مجاهد عن عبد الله بن عمر قال اذا كنت مسافرا فوطنت نفسك على اقامة خمسة عشر يوما فاتمم الصلوٰة وان كنت لا تدرى فاقصر، (کتاب الآثار للامام ابی حنیفۃ بروایت الامام محمد ص۳۹)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب تم مسافر ہو اور اپنے لیے کسی جگہ کو پندرہ دن ٹھہرنے کے لیے وطن بنا لو تو نماز پوری پڑھو اور اگر تمہیں معلوم نہ ہو (کہ کتنے دن ٹھہرنا ہے) تو قصر کرو۔

۴۔ عن مجاهد عن ابن عمر وابن عباس رضی اللہ عنہم قال اذا هممت باقامة خمسة عشر يوما فاتم الصلوٰة، (جامع المسانید ج ۱ ص۴۰۴)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جب تم پندرہ دن اقامت کا ارادہ کر لو تو پھر نماز پوری پڑھو۔

۵۔ عن سعيد بن المسيب قال اذا قدمت بلدة فاقمت خمسة عشر يوما، فاتم الصلوٰة،

(کتاب الحجۃ ج ۱ ص۱۶۷)

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تم کسی شہر

Marfat.com

میں آؤ اور اس میں پندرہ دن ٹھہرو تو نماز پوری پڑھو۔

مذکورہ آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ مسافر اگر کسی مقام پر پندرہ یا پندرہ دن سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لے تو پھر نماز پوری پڑھے گا قصر نہیں کرے گا ورنہ قصر کرے گا۔ جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا اسی پر عمل تھا اور وہ دوسروں کو بھی فتوے دیا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ یہ تعیین کوئی ایسی چیز تو ہے نہیں جس میں عقل ورائے کو دخل ہو اور ان حضرات نے خود ہی یہ تعیین کر لی ہو اس لیے یہی کہا جائیگا کہ ضرور ان حضرات نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سن کر یا آپ کے عمل کو دیکھ کر ہی یہ تعیین کی ہے لہٰذا ان کے یہ فتاویٰ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوں گے۔ اسی طرح جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ بھی صحیح روایت کے مطابق اسی پر فتویٰ دیتے تھے۔

لیکن ان آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ چار روز کی اقامت کی نیت کر لینے سے قصر ختم ہو جائے گا اور پوری نماز پڑھے گا۔

چنانچہ ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں۔

"محدثین کے نزدیک بحکم بحدیث تین روز کی نیت اقامت کرنے پر قصر کرنا جائز ہے چار روز کی کرے گا تو قصر جائز نہ رہے گا"

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۱۰۹)

ملاحظہ فرمائیے: مذکورہ آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت کرنے سے قصر ختم ہوتا ہے لیکن غیر مقلدین کے نزدیک چار دن کی اقامت کی نیت سے قصر ختم ہو جاتا ہے اور نماز پوری پڑھنی پڑتی ہے

قارئین فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

Marfat.com

وجوب القصر فی السفر وکراہۃ الاتمام

دورانِ سفر قصر کرنا واجب ہے اور پوری نماز پڑھنا مکروہ ہے

۱۔ عن عیسی بن حفص بن عاصم قال حدثنی ابی انہ سمع ابن عمر یقول صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان لا یزید فی السفر علی رکعتین وابا بکر وعمر وعثمان کذالک۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۴۹)

حضرت عیسیٰ بن حفص فرماتے ہیں کہ میرے والد حفص نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا۔ آپ سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اور میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہا وہ بھی ایسے ہی کرتے تھے۔

۲۔ عن عبد اللہ بن عمر (فی حدیث طویل) انی صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر فلم یزد علی الرکعتین حتی قبضہ اللہ وصحبت ابا بکر فلم یزد علی رکعتین حتی قبضہ اللہ وصحبت عمر فلم یزد علی رکعتین حتی قبضہ اللہ ثم صحبت عثمان فلم یزد علی رکعتین حتی قبضہ اللہ وقد قال اللہ تعالیٰ لقد کان لکم فی

Marfat.com

رسول اللہ اسوۃ حسنۃ، (مسلم ج ۱ ص ۲۴۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا آپ نے نماز دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلالیا اور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں حتیٰ کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے بلالیا۔ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ رہا انہوں نے بھی دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھیں حتیٰ کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے بلالیا میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں حتیٰ کہ انہیں بھی اللہ نے بلالیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بے شک تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اچھا نمونہ ہے

۳۔ عن ابن عمر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ السفر رکعتان من ترك السنۃ فقد کفر،

(رواہ ابن حزم بسند صحیح (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۳۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر کی نماز دو رکعتیں ہیں جس نے سنت (یعنی اس طریقہ) کو چھوڑا تحقیق اس نے کفر کیا۔

۴۔ عن مورق قال سألت ابن عمر عن الصلوٰۃ فی السفر فقال رکعتین رکعتین من خالف السنۃ کفر، (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۴)

حضرت مورق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ

Marfat.com

بن عمر رضی اللہ عنہما سے دورانِ سفر نماز کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا دو۔ دو رکعتیں ہیں جس نے سنت (اس طریقے) کی مخالفت کی اس نے کفر کیا۔

۵۔ عن ابی الکنود قال سألت ابن عمر عن صلوٰۃ السفر فقال رکعتان نزلتا من السماء فان شئتم فردوھما،
(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۴)

حضرت ابو الکنود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سفر کی نماز کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا دو رکعتیں ہیں جو آسمان سے اتری ہیں چاہو تو ان کو رد کر دو۔

۶۔ عن السائب بن یزید الکندی ابن اخت النمر قال فرضت الصلوٰۃ رکعتین رکعتین ثم زید فی صلوٰۃ الحضر واقرت صلوٰۃ السفر،
(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۴)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نمر کے خواہر زادے فرماتے ہیں کہ نماز دو دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر حضر کی نماز میں اضافہ ہو گیا اور سفر کی نماز یونہی برقرار رکھی گئی۔

۷۔ عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت الصلوٰۃ اول ما فرضت رکعتان فاقرت صلوٰۃ السفر واتممت صلوٰۃ الحضر، الحدیث،
(بخاری ج ۱ ص ۱۴۸)

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہلیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نماز ابتداءً دو رکعتیں ہی فرض ہوئی تھیں سفر کی نماز برقرار

Marfat.com

رکھی گئی اور حضر کی نماز پوری کر دی گئی۔

۸۔ عن عمر قال صلوٰۃ السفر رکعتان وصلوٰۃ الجمعۃ رکعتان والفطر والاضحیٰ رکعتان تمام غیر قصر علیٰ لسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ابن ماجہ ص۷۷، نسائی ج۱ ص۱۶۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سفر کی نماز دو رکعات ہیں جمعہ کی نماز دو رکعات ہیں، عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نماز دو دو رکعات ہیں جو پوری ہیں کم نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی۔

۹۔ عن یعلی بن امیۃ قال قلت لعمر بن الخطاب لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فقد امن الناس فقال عجبت مما عجبت منہ فسألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذالک فقال صدقۃ تصدق اللہ بہا علیکم فاقبلوا صدقتہ

(مسلم ج۱ ص۲۴۱)

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آیت کریمہ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ الآیۃ کے بارے میں عرض کیا کہ اب تو لوگ امن میں ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا تمہیں عجیب لگی ہے وہ بات جو مجھے عجیب لگی تھی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ یہ اللہ نے تم پر صدقہ کیا ہے لہٰذا تم اسکے صدقے

Marfat.com

کو قبول کرو۔

۱۰۔ عن ابن عباس قال فرض اللہ الصلوٰۃ علیٰ لسان نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم فی الحضر اربعاً وفی السفر رکعتین وفی الخوف رکعۃ،

(مسلم ج ۱ ص ۲۴۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حضر میں چار رکعتیں، سفر میں دو رکعتیں، اور خوف کی حالت میں ایک رکعت فرض کی ہے۔

۱۱۔ عن ابن عباس قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین سافر رکعتین وحین اقام اربعا قال وقال ابن عباس فمن صلی فی السفر اربعا کمن صلی فی الحضر رکعتین الحدیث

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سفر کیا تو دو دو رکعتیں پڑھیں اور جب آپ مقیم ہوئے تو چار پڑھیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو شخص دورانِ سفر چار رکعتیں پڑھتا ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے وہ شخص جو حضر میں دو رکعت پڑھے۔

۱۲۔ عن موسیٰ بن سلمۃ الھذلی قال سألت ابن عباس کیف اصلی اذا کنت بمکۃ اذا لم اصل مع الامام

فقال رکعتین سنۃ ابی القاسم صلی اللہ علیہ وسلم ، (مسلم ج ۱ ص ۲۴۱)

حضرت موسیٰ بن سلمہ ھذلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ جب میں مکہ مکرمہ میں ہوں اور میں نے امام کے ساتھ نماز نہ پڑھی ہو تو کیسے نماز پڑھوں آپ نے فرمایا دو رکعتیں یہ سنت ہے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ۔

۱۳۔ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج من المدینۃ الی مکۃ لا یخاف الا رب العلمین فصلی رکعتین ، (ترمذی ج ۱ ص ۱۲۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ گئے اس حال میں کہ آپ سوائے رب العلمین کے کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور آپ نے دو ہی رکعتیں پڑھیں۔

۱۴۔ عن ابی ھریرۃ قال سافرت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر و عمر کلھم صلی من حین یخرج من المدینۃ الی ان یرجع الیھا رکعتین فی المسیر والمقام بمکۃ ،

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر

Marfat.com

کیا ہے سب نے مدینہ طیبہ سے جاتے اور واپس مدینہ طیبہ آنے تک دو رکعتیں ہی پڑھیں سفر کے دوران بھی اور مکہ مکرمہ اقامت کے دوران بھی۔

۱۵۔ عن خلف بن حفص عن انس انطلق بنا الی الشام الی عبد الملك و نحن اربعون رجلا من الانصار ليفرض لنا فلما رجع وكنا بفج الناقة صلى بنا الظهر ركعتين ثم دخل فسطاطه و قام القوم يضيفون الى ركعتيهم ركعتين اخريين فقال قبح الله الوجوه فو الله ما اصابت السنة ولا قبلت الرخصة فاشهد لسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان قوما يتعمقون فى الدين يمرقون كما يمرق السهم من الرمية،
(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۵)

حضرت خلف بن حفص حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ (انہوں نے فرمایا) ہمیں ملک شام عبدالملک بن مروان کے پاس لے جایا گیا ہم چالیس انصاری مرد تھے، مقصد یہ تھا کہ وہ ہمارا وظیفہ مقرر کر دے، جب ہم واپس ہوتے اور فج الناقہ پہنچے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں ظہر کی دو رکعتیں پڑھائیں اور اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے لوگ اٹھے اور (پڑھی ہوئی) دو رکعتوں کے ساتھ دوسری دو رکعتوں کا اضافہ کرنے لگے، آپ نے فرمایا خدا ان کا برا کرے اللہ کی قسم یہ سنت

Marfat.com

کو نہ پہنچے نہ انہوں نے رخصت کو قبول کیا، گواہ رہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے کہ بہت سے لوگ دین میں خوب گہرائی میں جائیں گے لیکن وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے۔

۱۶- عن عطاء بن یسار قال ان ناسا قالوا یا رسول اللہ کنا مع فلان فی السفر فابی الا ان یصلی لنا اربعا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا والذی نفسی بیدہ تضلون، (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۲۱)

حضرت عطا بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم فلاں صاحب کے ساتھ سفر میں تھے انہوں نے ہمیں نماز پڑھانے سے انکار کیا بجز اس صورت کے کہ وہ چار چار رکعت پڑھائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ایسی صورت میں تم گمراہ ہو جاؤ گے۔

۱۷- عن ابراہیم ان ابن مسعود قال من صلی فی السفر اربعا اعاد الصلوٰۃ، (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۸۹)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے سفر میں چار رکعتیں پڑھیں وہ اپنی نماز لوٹائے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ دوران سفر نماز میں قصر کرنا عزیمت ہے نہ کہ رخصت، نیز قصر کرنا واجب اور ضروری ہے نہ کہ افضل،

Marfat.com

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے ہمیشہ (حالت امن ہو یا خوف) سفر میں قصر ہی کیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲-۱۳-۱۴ سے واضح ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں قصر نہ کرنے کو کفرانِ نعمت، اور قصر سے انکار کو گمراہی قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۳-اور ۱۶ سے ظاہر ہے، کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دورانِ سفر نماز پوری پڑھی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین کا دورانِ سفر نماز میں قصر پر بغیر ترک کے مواظبت فرمانا نیز اس کے ترک پر وعید فرمانا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دورانِ سفر قصر کرنا عزیمت اور واجب ہے۔

دوسرے۔ حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی احادیث (نمبر ۴-۵-۸-۱۰) سے ثابت ہو رہا ہے کہ سفر کی نماز ہے ہی دو رکعت کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سفر، جمعہ۔ اور عیدین کی نماز دو رکعتیں ہیں جو پوری دو ہی ہیں کسی کمی کے بغیر۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دورانِ سفر دو ہی رکعتیں آسمان سے اتری ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حضر میں چار اور سفر میں دو ہی رکعتیں فرض کی ہیں۔ ان احادیث سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ دورانِ سفر قصر ہی عزیمت ہے اور قصر کرنا واجب ہے۔

تیسرے۔ حضرت سائب بن یزید اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی احادیث نمبر ۶-۷ سے ثابت ہو رہا ہے کہ ابتداءً نماز دو ہی رکعتیں فرض ہوئی تھیں بعد میں حضر میں چار رکعتیں کر دی گئیں اور سفر میں جوں کی توں دو ہی

Marfat.com

باقی رکھی گئیں یہ بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دورانِ سفر قصر عزیمت ہے اور واجب ہے۔

چوتھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فرمانا کہ جس نے دورانِ سفر فرض کی چار رکعتیں پڑھیں وہ ایسا ہے جیسے اس نے حضر میں چار کی جگہ دو رکعتیں پڑھیں (جیسا کہ حدیث نمبر ۱۱ میں ہے) اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قصر عزیمت ہے اور واجب ہے نہ کہ رخصت کیونکہ آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جیسے حضر میں چار رکعت والی نماز کو دو رکعت کر کے نہیں پڑھا جا سکتا ایسے ہی دورانِ سفر دو رکعت کو چار کر کے پڑھنا صحیح نہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فتویٰ دیا ہے کہ جو شخص سفر میں دو رکعات کی جگہ چار رکعات پڑھے وہ نماز لوٹائے جیسا کہ حدیث نمبر ۱ سے ثابت ہے۔

پانچویں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا دورانِ سفر دو رکعت کی جگہ چار رکعات پڑھنے والوں کو بد دعا دینا اور یہ فرمانا کہ انہوں نے سنت کی مخالفت کی ہے یہ بھی اس بات کی علامت ہے کہ قصر عزیمت ہے رخصت نہیں کیونکہ اگر دورانِ سفر اتمام جائز ہوتا تو آپ بد دعا نہ دیتے اور نہ یہ فرماتے کہ انہوں نے سنت کی مخالفت کی ہے۔

چھٹے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ قصر اللہ کا صدقہ ہے جو اس نے بندوں پر کیا ہے لہٰذا تم اس کے صدقے کو قبول کرو (جیسا کہ حدیث نمبر ۹ میں ہے) اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قصر عزیمت ہے نہ کہ رخصت کیونکہ دورانِ سفر پوری نماز پڑھنے سے اس صدقے سے اعراض ہوتا ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ دورانِ

Marfat.com

سفر قصر صرف افضل ہے لہذا کوئی پوری نماز پڑھے تو بھی صحیح ہے۔
چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں۔
" سفر میں قصر کرنا افضل ہے جس نماز کے چار فرض ہوں دو پڑھے جائیں صبح اور مغرب کی نماز قصر نہیں ہوں گی وہ بدستور دو اور تین رکعت پڑھی جائیں گی اگر کوئی پوری نماز ادا کرنا چاہے تو بھی درست ہے"۔
(رسول اکرم کی نماز ص ۱۰۸)

نواب وحید الزماں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔
" والاصح عندنا ان القصر افضل"۔
(نزل الابرار ج ۱ ص ۱۲۸)

زیادہ صحیح بات ہمارے نزدیک یہ ہے کہ قصر افضل ہے۔
موصوف ایک دوسری جگہ رقمطراز ہیں۔
" فالافضل له قصر الرباعية وان صلى اربعا اجزأته"
(کنز الحقائق ص ۳۴)

مسافر کے لیے چار رکعت والی نماز میں قصر کرنا افضل ہے اور اگر چار رکعات پوری پڑھے تو بھی جائز ہے۔
مولوی خالد گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں۔
" یہ ایک مسئلہ ہے کہ کیا مسافر شخص نماز پوری پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ یا افضل کیا چیز ہے اس میں اصل حقیقت یہ ہے کہ مسافر کو قصر کرنا افضل ہے .... گویا کہ افضل اگرچہ مسافر کے لیے قصر ہے لیکن اتمام منع نہیں ہے خصوصاً جب کہ کوئی مصلحت درپیش ہو"۔
(صلوٰۃ النبی ص ۲۸۷)

Marfat.com

ملاحظہ فرمائیے : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین سفر میں ہمیشہ قصر ہی کرتے ہیں کبھی بیانِ جواز کے لیے بھی اتمام نہیں کرتے۔ عام صحابہ کرام کا معمول یہی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قصر کو اللہ تعالےٰ کا صدقہ قرار دے کر اس کے قبول کرنے کا حکم دے رہے ہیں نیز قصر نہ کرنے کو کفرانِ نعمت اور گمراہی قرار دے رہے ہیں اور آپ فرما رہے ہیں کہ سفر کی نماز ہے ہی دو رکعت اللہ تعالیٰ نے سفر کی نماز دو رکعت ہی فرض کی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ چار رکعت پڑھنے والوں کو سنت کا مخالف بتلا کر انہیں بد دعا دیتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سفر میں اگر کوئی چار رکعت پڑھ لے تو اس کے لوٹانے کا حکم دیتے ہیں۔ ان سب باتوں سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ سفر میں قصر افضل نہیں واجب ہے۔ لیکن ان تمام باتوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ دورانِ سفر قصر صرف افضل ہے اگر کوئی پوری نماز پڑھے تو بھی صحیح ہے۔

قارئین کرام غور فرمائیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کے فعل سے قصر کا وجوب ثابت ہوتا ہے جس کا مطلب ہے کہ اتمام جائز نہیں غیر مقلدین صرف افضل قرار دیتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ اتمام بھی جائز ہے اور فیصلہ فرمائیے کہ اس قدر احادیث سے وجوب کے ثابت ہوتے ہوئے صرف افضلیت کا قول کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

Marfat.com

التطوع فی السفر

دورانِ سفر اگر ممکن ہو تو سنتیں بھی پڑھنی چاہیئں

۱- عن البراء بن عازب قال صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثمانیۃ عشر سفرا فما رأیتہ ترك الرکعتین اذا زاغت الشمس قبل الظہر۔ (ترمذی ج ۱ صـ۱۲۳)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اٹھارہ سفروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے سورج ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے دو رکعتیں چھوڑی ہوں۔

۲- عن ابن عمر قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الحضر والسفر فصلیت معہ فی الحضر الظہر اربعا وبعدھا رکعتین وصلیت معہ فی السفر الظہر رکعتین وبعدھا رکعتین والعصر رکعتین ولم یصل بعدھا شیئا والمغرب فی الحضر والسفر سواء ثلث رکعات لا ینقص فی حضر ولا سفر وھی وتر النھار وبعدھا رکعتین۔ (ترمذی ج ۱ صـ۱۲۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ سفر و حضر میں نماز پڑھی ہے، میں

Marfat.com

نے آپ کے ساتھ حضر میں ظہر کی چار رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، سفر میں ظہر کی دو رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، ایسے ہی عصر کی دو رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد کچھ نہیں پڑھا، مغرب کی نماز سفر و حضر میں برابر ہے، یہ کل تین رکعتیں ہیں جو نہ کم ہوتی ہیں نہ بڑھتی ہیں اور یہ دن کے وتر ہیں، ان کے بعد بھی دو رکعتیں پڑھی ہیں۔

۳- عن ابن عمر انہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعا و لیس بعدھا شیئ وصلی المغرب ثلثا و بعدھا رکعتین و قال ھی وتر النھار ولا تنقص فی سفر ولا حضر وصلی العشاء اربعا وصلی بعدھا رکعتین قال وصلی فی السفر الظھر رکعتین وصلی بعدھا رکعتین وصلی العصر رکعتین ولیس بعدھا شیئ وصلی المغرب ثلثا و بعدھا رکعتین وصلی العشاء رکعتین و بعدھا رکعتین،

(طحاوی ج ۱ ص ۲۸۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (حضر میں عصر کی) چار رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد کچھ نہیں۔ مغرب کی تین رکعات پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دن کے وتر ہیں جو سفر و حضر میں کم نہیں ہوتے، عشاء کی چار رکعتیں

Marfat.com

پڑھیں اور ان کے بعد دو رکعتیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد دو رکعتیں ——
—— پھر عصر کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد کچھ نہیں، مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد دو رکعتیں، عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد دو رکعتیں۔

۴۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تدعوا رکعتی الفجر ولو طردتکم الخیل،

(مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۵، ابو داؤد ج ۱ ص ۱۷۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی دو سنتوں کو نہ چھوڑو اگرچہ تمہیں گھوڑے دوڑاتے لیے چلے جا رہے ہوں۔

۵۔ عن عبد اللہ بن رباح الانصاری ثنا ابو قتادۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان فی سفر لہ فمال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وملت معہ فقال انظر فقلت ھذا راکب ھذان راکبان ھؤلاء ثلثۃ حتی صرنا سبعۃ فقال احفظوا علینا صلوتنا یعنی صلوۃ الفجر فضرب علی آذانھم فما ایقظھم الا حر الشمس فقاموا فساروا ھنیۃ ثم نزلوا فتوضؤا واذن بلال فصلوا رکعتی الفجر ثم صلوا الفجر ورکبوا

Marfat.com

فقال بعضهم لبعض قد فرطنا فی صلوتنا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لا تفریط فی النوم انما التفریط فی الیقظۃ، الحدیث

(ابوداؤد ج ۱ ص ۶۳)

حضرت عبداللہؓ بن رباح انصاری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک سفر میں تھے، آپ راستے سے ہٹ کر ایک جانب ہو گئے۔ آپ کے ساتھ میں بھی اسی طرف چلا، آپ نے فرمایا دیکھو میں نے عرض کیا یہ ایک سوار ہے، یہ دو سوار ہیں، یہ تین ہیں یہاں تک کہ ہم سات آدمی ہو گئے آپ نے فرمایا ہماری فجر کی نماز کی نگرانی رکھنا۔ ان کے کان بند ہو گئے (یعنی سو رہے) پس کسی چیز نے ان کو نہ جگایا سوائے آفتاب کی تیزی کے پھر لوگ اٹھے اور تھوڑی دیر چلے، پھر ایک جگہ اترے اور وضو کیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی سب نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں پھر فرض پڑھے اور سوار ہوئے، ایک دوسرے سے کہنے لگا ہم نے قصور کیا نماز میں، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سونے میں کوئی قصور نہیں۔ قصور یہ ہے کہ جاگتا ہو اور پھر نہ پڑھے۔

۶۔ عن عامر بن ربیعۃ انہ رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی السبحۃ فی اللیل فی السفر علی ظہر راحلتہ حیث توجہت بہ۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۴۹ مسلم ج ۱ ص ۲۴۴)

Marfat.com

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ دورانِ سفر رات میں نفل ادا فرما رہے تھے اپنی سواری کی پشت پہ وہ سواری آپ کو لے کر جس طرف کا بھی رُخ کرتی۔

۷۔ عن ام ھانیؓ قالت لما کان یوم فتح مکۃ دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بماء وسترتہ ام ھانیؓ وام سلیم ام انس بن مالک بملحفۃ ثم دخل بیت ام ھانیؓ فصلی الضحیٰ اربع رکعات۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۳۸)

حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن (غسل کے لیے) پانی منگوایا، ام ھانی اور ام سلیم یعنی انس بن مالک کی والدہ نے چادر سے پردہ کیے رکھا، پھر آپ (غسل کر کے) ام ھانیؓ کے گھر تشریف لے گئے اور چاشت کی چار رکعتیں پڑھیں۔

۸۔ عن ابن عباس قال قد فرض لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ فی الحضر اربعا وفی السفر رکعتین فکما یُتَطَوَّعُ ھٰھُنَا قبلھا ومن بعدھا فکذالک یصلی فی السفر قبلھا وبعدھا۔ (طحاوی ج ۱ ص ۲۸۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرض کی گئی ہیں حضر میں

Marfat.com

چار رکعت اور سفر میں دو رکعت، پس جیسے نماز سے پہلے اور نماز کے بعد یہاں نفل پڑھے جاتے ہیں ایسے ہی سفر میں بھی نماز سے پہلے اور نماز کے بعد نفل پڑھا کرتے ہیں۔

۹۔ عن قتادة ان ابن مسعود و عائشة کانا یتطوعان فی السفر قبل الصلوٰة و بعدها،

(مجمع الزوائد ج ۲ ص۱۶۳)

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سفر میں نماز سے پہلے اور نماز کے بعد نوافل پڑھا کرتے تھے۔

قال الامام الترمذی

ثم اختلف اهل العلم بعد النبی صلی الله علیه وسلم فرأی بعض اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم ان یتطوع الرجل فی السفر و به یقول احمد و اسحٰق ولم یرطائفة من اهل العلم ان یصلی قبلها ولا بعدها و معنی من لم یتطوع فی السفر قبول الرخصة و من تطوع فله فی ذالك فضل كثیر وهو قول اكثر اهل العلم یختارون التطوع فی السفر،

(ترمذی ج ۱ ص۱۲۳)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اہل علم نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض صحابہ کرام کا مذہب ہے

Marfat.com

کہ آدمی سفر میں نفل پڑھے امام احمد بن حنبلؒ اور اسحٰق بن راہویہؒ کے قائل ہیں اور اہل علم کی ایک جماعت نے نماز سے پہلے اور بعد میں نفل پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھا اور مراد اس سے کہ جس نے سفر میں نفل نہیں پڑھے یہ ہے کہ اس نے رخصت کو قبول کیا اور جو کوئی نفل پڑھے تو اس کے لیے بہت ثواب ہے اور یہ قول اکثر اہل علم کا ہے وہ سفر میں نفل پڑھنے کو اختیار کرتے اور پسند کرتے ہیں۔

قال الامام النووی

" قد اتفق العلماء علی استحباب النوافل المطلقة فی السفر واختلفوا فی استحباب الراتبة فترکها ابن عمر وآخرون واستحبها الشافعی واصحابه والجمهور" الخ (نووی شرح مسلم ج ۱ صـ ۲۴۲)

حضرت امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

دوران سفر مطلق نوافل کے استحباب پر تو سب علماء کا اتفاق ہے البتہ سنن مؤکدہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسروں نے تو انہیں چھوڑ دیا، امام شافعیؒ ان کے اصحاب اور جمہور علماء ان کے پڑھنے کو مستحب جانتے ہیں۔

قال ابن القیم الجوزی

" قد سئل الامام احمد عن التطوع فی السفر فقال ارجوان لا یکون بالتطوع فی السفر بأس قال وروی عن الحسن انه قال کان اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم یسافرون فیتطوعون قبل المکتوبة

Marfat.com

وبعدها قال وروی هذا عن عمر و علی و ابن مسعود و جابر و انس و ابن عباس و ابی ذر،

(زاد المعاد فی هدی خیر العباد ج ۱ ص ۱۳۱)

علامہ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے دوران سفر نوافل پڑھنے کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ سفر میں نفل پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سفر کرتے تھے تو فرض نماز سے پہلے اور بعد میں نفل بھی پڑھتے تھے، آپ نے فرمایا کہ یہی حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار اور اقوال محدثین سے ثابت ہو رہا ہے کہ مسافر کو حالت اطمینان میں جب کوئی تشویش اور جلدی نہ ہو فرض نمازوں میں قصر کے ساتھ سنتیں بھی ادا کرنی چاہئیں، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام مسافرت میں فرائض کے ساتھ سنتیں بھی ادا کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرۃ اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہما کی احادیث (نمبر ۲-۱) سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے دوران فجر کی سنتیں ادا فرماتے تھے کیونکہ جب آپ صحابہ کرام کو فرما رہے ہیں کہ ان سنتوں کو کسی حال میں بھی نہ چھوڑو تو کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ خود چھوڑ دیتے ہوں۔ چنانچہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے صراحت ہوگئی کہ آپ دوران سفر فجر کی سنتیں پڑھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی

Marfat.com

دونوں احادیث (نمبر ۲-۳) سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم،
ظہر، مغرب، اور عشاء تینوں نمازوں کے بعد دو رکعت سنت ادا فرماتے
تھے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث (نمبر۱) سے ثابت ہو رہا
ہے کہ آپ زوال کے بعد ظہر سے پہلے ہمیشہ دو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے،
حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (نمبر۶) سے آپ کا دوران سفر
تہجد پڑھنا اور حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا کی حدیث (نمبر۱) سے آپ کا چاشت
کی نماز پڑھنا ثابت ہو رہا ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ کی حدیث (نمبر۹) سے حضرت عائشہ صدیقہ
اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا یہ معمول ثابت ہو رہا ہے کہ یہ
دونوں حضرات مسافرت میں نماز سے پہلے اور نماز کے بعد سنت و نوافل پڑھا
کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے بیان سے یہ ثابت ہو رہا ہے
کہ عام صحابہ کرام کا معمول یہی تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے
عام ضابطہ ذکر فرمایا کہ جیسے حضر میں فرض سے پہلے اور بعد میں سنتیں اور نفل
پڑھے جاتے ہیں ایسے ہی سفر میں بھی فرض سے پہلے اور بعد میں سنتیں اور
نفل پڑھے جائیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق حضرت عمر، حضرت
علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت عبداللہ
بن عباس اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم مسافرت میں سنن و نوافل ادا کیا کرتے تھے

حضرت امام ترمذیؒ کے قول کے مطابق عام اہل علم اور امام نوویؒ کے
قول کے مطابق جمہور علماء اس کے قائل ہیں کہ مسافرت کی حالت میں سنن
و نوافل پڑھنے چاہئیں، انہیں احادیث و آثار اور اقوال محدثین کے پیش نظر

Marfat.com

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ سفر کی حالت میں اگر انسان اطمینان سے ہو اور کوئی تشویش یا جلدی نہ ہو تو فرض کے ساتھ سنتیں اور نوافل بھی ادا کرنے چاہیئں ہاں اگر کوئی تشویش ہو یا جلدی ہو تو پھر نہ پڑھنا بھی جائز ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین بغیر کسی تفصیل کے اس بات کے قائل ہیں کہ دورانِ سفر سنتیں معاف ہیں اس لیے اُن کا نہ پڑھنا ہی اَولیٰ و بہتر ہے، چنانچہ یہ لوگ دورانِ سفر سنن و نوافل بالکل نہیں پڑھتے اور اگر کوئی پڑھے تو اس سے الجھتے اور اُسے روکتے ہیں کہتے ہیں حدیث سے ثابت نہیں۔

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مذکورہ حدیث ذکر کرکے لکھتے ہیں۔

"معلوم ہوا کہ سفر میں سنتیں نفل سب معاف ہیں"

(صلوٰۃ الرسول صفحہ ۴۰)

نواب وحید الزماں صاحب تحریر فرماتے ہیں

"ولا تسن للمسافر صلوۃ الرواتب الا الفجر و الوتر ومن صلاها فلا بأس عنی ان ترکها اولیٰ"

(نزل الابرار ا صفحہ ۱۵)

اور مسافر کے لیے سنن مؤکدہ کا پڑھنا مسنون نہیں ہے سوائے فجر اور وتر کے اور اگر کوئی پڑھ لے تو کوئی مضائقہ بھی نہیں تاہم اَولیٰ و بہتر نہ پڑھنا ہی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسافرت میں فجر، ظہر، مغرب، عشاء کی سنتیں پڑھنا ثابت ہے بلکہ ظہر سے پہلے کے دو

Marfat.com

فل تہجد اور چاشت پڑھنا بھی ثابت ہے عام صحابہ کرام کا معمول یہی ہے
لہ وہ مسافرت میں فرائض کے ساتھ سنن ونوافل بھی پڑھتے ہیں جمہور اہل
علم اسی کے قائل ہیں کہ دوران سفر سنن ونوافل بشرط سہولت ادا کرنے
یا ہیئں لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ سفر میں سنن ونوافل معاف ہیں اور
نہ پڑھنا اولیٰ و بہتر ہے، سوال یہ ہے کہ اگر یہ معاف ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام اور صحابہ کرام کیوں پڑھتے تھے ؟ نیز اگر ان کا نہ پڑھنا اولیٰ و بہتر
ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ
سنن ونوافل ادا کر کے غیر اولیٰ اور غیر بہتر کام کرتے تھے' العیاذ باللہ۔

قارئین کرام یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالحدیث اور یہ ہے ان کی تحقیق و اجتہاد کہ
حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کے عمل کو غیر اولیٰ اور غیر بہتر قرار دے رہے ہیں
اور کوئی پرواہ نہیں۔

قارئین فیصلہ آپ کے سر ہے اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی
موافقت ہے یا مخالفت ؟

ابواب الجمعۃ

عدم جواز الجمعۃ فی القریٰ

گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے

عن عائشۃ فی حدیث طویل حتی نزل بھم فی
بنی عمرو بن عوف وذالک یوم الاثنین من
شھر ربیع الاول فقام ابوبکر للناس وجلس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صامتًا فطفق من

Marfat.com

جاء من الانصار ممن لم یر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یحیی ابا بکر حتی اصابت الشمس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل ابوبکر حتی
ظلل علیہ بردائہ فعرف الناس رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم عند ذالک فلبث رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی بنی عمرو بن عوف بضع عشرۃ
لیلۃ (وفی روایۃ انس بن مالک اربع عشرۃ لیلۃ)
وأسس المسجد الذی أسس علی التقوی وصلی
فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم رکب
راحلتہ فسار یمشی معہ الناس حتی برکت عند
مسجد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ و
ہو یصلی فیہ یومئذ رجال من المسلمین وکان
مربدا للتمر لسہیل وسہل غلامین یتیمین
فی حجر اسعد بن زرارۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم حین برکت بہ راحلتہ ہذا ان
شاء اللہ المنزل ثم دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الغلامین فساومہما بالمربد
لیتخذہ مسجدا فقالا بل نہبہ لک یا رسول اللہ
فابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقبلہ
منہما ہبۃ حتی ابتاعہ منہما ثم بناہ
مسجدا الحدیث ، (بخاری ج ا ص ۵۵۵)

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقام قبا میں قبیلہ) بنو عمرو بن عوف کے یہاں نزولِ اجلال فرمایا اور یہ ماہ ربیع الاول کا پیر کا دن تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنے والے لوگوں سے ملنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھے رہے انصار میں سے جو بھی آتا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے نہیں دیکھا تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آتا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوپ لگنے لگی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس طرف متوجہ ہوتے اور اپنی چادر سے آپ پر سایہ کیا اس وقت لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں دس رات سے کچھ اوپر (حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق چودہ رات) قیام فرما ہے اور آپ نے وہاں اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے (یعنی مسجد قبا کی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں نماز پڑھتے رہے پھر آپ اپنی سواری پر سوار ہوتے تو لوگ بھی آپ کے ساتھ چلنے لگے، یہاں تک کہ آپ کی سواری مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے پاس آکر بیٹھ گئی، اس جگہ اس وقت کچھ مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ جگہ دو یتیم بچوں سہیل اور سہل جو اسعد بن زرارہ کی پرورش میں تھے ان کی کھجوریں خشک کرنے کی جگہ تھی، جس وقت آپ کی سواری آپ کو لے کر اس جگہ بیٹھی تو آپ نے

Marfat.com

آپ نے فرمایا ان شاء اللہ یہی منزل ہوگی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بچوں کو بلایا اور اس جگہ کا اُن سے بھاؤ کرنے لگے تاکہ آپ وہاں مسجد بنائیں، وہ دونوں بچے کہنے لگے ہم آپ کو یہ جگہ ھبہ کرتے ہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ھبہ کو قبول کرنے سے انکار فرمایا اور اُن سے وہ جگہ خرید لی پھر وہاں مسجد بنائی۔

۲۔ عن جابر بن عبد اللہ (فی حدیث طویل فی حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال) فاجاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اتی عرفۃ فوجد القبۃ قد ضربت لہ بنمرۃ فنزل بھا حتی اذا زاغت الشمس امر بالقصواء فرحلت لہ فاتی بطن الوادی فخطب الناس (الی ان قال) ثم اذن ثم اقام فصلی الظہر ثم اقام فصلی العصر ولم یصل بینھما شیئا۔ (مسلم ۱ ص ۳۹۷)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے سلسلہ میں ایک لمبی حدیث میں فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے، یہاں تک کہ آپ عرفات میں تشریف لائے تو آپ نے ایک قبہ دیکھا جو آپ کے لیے دھاری دار چادر سے بنایا گیا تھا، آپ اس میں تشریف فرما ہو گئے حتی کہ جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے (اپنی اونٹنی) قصواء کے لانے کا حکم دیا چنانچہ وہ کجاوہ ڈال کر حاضر کر دی گئی۔ آپ نے بطن وادی

Marfat.com

پہنچ کر لوگوں سے خطاب فرمایا پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی پھر اقامت کہی اور آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی (حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے) پھر اقامت کہی تو عصر کی نماز پڑھائی اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔

۳۔ عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان الناس ینتابون الجمعۃ من منازلهم والعوالی الحدیث۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۲۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ باہر کے لوگ مدینہ طیبہ میں نماز جمعہ پڑھنے کے لیے اپنی اپنی منازل اور عوالی سے نوبت بنوبت یعنی باری باری آتے تھے۔

۴۔ عن ابن عباس قال ان اول جمعۃ جمعت بعد جمعۃ فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مسجد عبد القیس بجواثا من البحرین،

(بخاری ج ۱ ص ۱۲۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جمعہ قائم ہونے کے بعد سب سے پہلے بحرین کے ایک شہر جواثی میں عبدالقیس کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی گئی۔

۵۔ کان انس فی قصرہ احیانا یجمع واحیانا لا یجمع وھو بالزاویۃ علی فرسخین، (بخاری ج ۱ ص ۱۲۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے قصر میں بمقام زاویہ جو بصرہ شہر سے

Marfat.com

چھ میل دور تھا رہتے تھے کبھی وہ نماز جمعہ پڑھتے تھے اور کبھی نہیں پڑھتے تھے۔

۶۔ عن ابی البختری قال رأیتُ انسا شهد الجمعة من الزوایة وهی فرسخان من البصرة،

(مصنف ابن ابی شیبة ج ۲ ص ۱۰۲)

حضرت ابو البختریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ جمعہ پڑھنے کے لیے زوایہ سے تشریف لاتے جو بصرہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔

۷۔ عن ابن عمر انہ قال انما الغسل علیٰ من تجب علیه الجمعة والجمعة علیٰ من یأتی اهله

(معرفة السنن والآثار للبیهقی ج ۴ ص ۳۱۵)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں جس پر جمعہ واجب ہے اسی پر غسل ہے اور جمعہ اس شخص پر واجب ہے جو جمعہ پڑھ کر گھر واپس آسکتا ہو۔

۸۔ قال ابو عبید ثم شهدت العید مع عثمان بن عفان فجاء فصلی ثم انصرف فخطب وقال انه قد اجتمع لکم فی یومکم هذا عیدان فمن احب من اهل العالیة ان ینتظر الجمعة فلینتظرها ومن احب ان یرجع فقد اذنت له،

(مؤطا امام مالک ص ۱۶۵)

حضرت ابو عبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پھر میں حاضر ہوا عید کی

Marfat.com

نماز پڑھنے کے لیے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ تشریف لائے، نماز پڑھائی پھر لوگوں کو خطبہ دیا، اور فرمایا اس دن تمہاری دو عیدیں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ اہل عوالی میں سے جو یہ چاہے کہ وہ جمعہ کی نماز کا انتظار کرے تو وہ کرے اور جو یہ چاہے کہ واپس چلا جائے تو میری طرف سے اسے اجازت ہے۔

۹۔ عن ابی عبد الرحمٰن السلمی عن علی قال لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۸)

حضرت ابو عبد الرحمٰن اسلمی رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جائز نہیں ہے جمعہ اور تشریق (عید) مگر مصر جامع (بڑے شہر) میں۔

۱۰۔ عن ابی عبد الرحمٰن قال علی لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوٰۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینۃ عظیمۃ، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۰۱)

حضرت ابو عبد الرحمٰن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جائز نہیں ہے جمعہ، تشریق، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز مگر مصر جامع میں یا بڑے شہر میں۔

۱۱۔ عن ابی عبد الرحمٰن السلمی عن علی قال لا تشریق ولا جمعۃ الا فی مصر جامع،

(معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۴ ص ۳۲۲)

حضرت ابو عبد الرحمٰن سلمی رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

Marfat.com

روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جائز نہیں ہے جمعہ اور عید مگر مصر جامع (بڑے شہر) میں۔

۱۲۔ عن حذیفۃ قال لیس علی اھل القری[1] جمعۃ انما الجمع علی اھل الامصار مثل المدائن، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص۱۰۱)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل قریۃ (گاؤں دیہات والوں) پر جمعہ واجب نہیں ہے بلکہ شہر والوں ہی پر ہے جیسے شہر مدائن۔

۱۳۔ قال الامام الشافعیؒ

" قد کان سعید بن زید وابو ھریرۃ یکونان بالشجرۃ علی اقل من ستۃ امیال فیشھدان الجمعۃ ویدعانھا وقد کان یروی ان احدھما کان یکون بالعقیق فیترک الجمعۃ ویشھدھا ویروی ان عبد اللہ بن عمرو بن العاص کان علی میلین من الطائف فیشھد الجمعۃ ویدعھا"

(کتاب الام ج ۱ ص۱۹۲)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما مقام شجرہ میں ہوتے تھے۔ چھ میل سے کم فاصلہ پر وہ کبھی تو جمعہ کے لئے تشریف لاتے اور کبھی جمعہ چھوڑ دیتے تھے اور یہ بھی روایت کیا جاتا ہے کہ ان دونوں حضرات میں سے کوئی مقام عقیق پر ہوتا تھا تو کبھی وہ جمعہ چھوڑ بھی دیتا تھا اور کبھی

Marfat.com

جمعہ کے لیے حاضر بھی ہوتا تھا؛ اور روایت کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ طائف سے دو میل کے فاصلے پر تھے وہ کبھی جمعہ کے لیے تشریف لاتے تھے اور کبھی جمعہ چھوڑ دیتے تھے

۱۴۔ عن ھشام عن الحسن و محمد انھما قالا الجمعة فی الامصار، (مصنف ابن ابی شیبة ج ۲ ص ۱۰۱)

حضرت ہشام، حضرت حسن بصری اور حضرت محمد بن سیرین رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے فرمایا، جمعہ شہروں ہی میں ہوتا ہے۔

۱۵۔ عن ابی بکر بن محمد انہ ارسل الی ذی الحلیفة ان لا تجمعوا بھا و ان تدخلوا الی المسجد مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، (مصنف ابن ابی شیبة ج ۲ ص ۱۰۱)

حضرت ابوبکر بن محمد سے روایت ہے کہ انہوں نے ذوالحلیفة والوں کو پیغام بھیجا کہ تم وہاں جمعہ قائم نہ کرو بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آکر جمعہ پڑھو۔

۱۶۔ عن ابراھیم قال کانوا لا یجمعون فی العساکر،

(مصنف ابن ابی شیبة ج ۲ ص ۱۰۱)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ و تابعین لشکروں میں جمعہ قائم نہیں کرتے تھے۔

۱۷۔ عن ابراھیم قال لا جمعة و لا تشریق الا فی مصر جامع، (مصنف ابن ابی شیبة ج ۲ ص ۱۰۱)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جائز نہیں ہے جمعہ اور

Marfat.com

تشریق (عید) مگر بڑے شہر میں۔

۱۸۔ قال حجاج وسمعت عطاء یقول مثل ذالك،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۰۱)

حضرت حجاج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کو بھی یہی فرماتے سنا ہے (کہ جمعہ اور تشریق جائز نہیں ہے مگر بڑے شہر میں)

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ اور عیدین کی نماز بڑے شہ
ہی میں جائز ہے۔ چھوٹی بستی یا چھوٹے گاؤں میں جمعہ و عیدین کی نما
نہیں کیونکہ پہلی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و
نے جب مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو مقام قبا میں جو مدینہ طیبہ سے ت
کوس کے فاصلہ پر ہے پیر کے دن پہنچے اور قبیلہ بنی عمرو بن عوف
یہاں نزول اجلال فرمایا وہاں مسجد کی بنا رڈالی گئی۔ عامۂ مسلمین کی جما
کے ساتھ علانیہ نماز ادا ہونے لگی اور آپ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ت
کے مطابق چودہ شب وہاں رہے پھر آپ نے وہاں سے مدینہ طیبہ ک
فرمایا اور بنو نجار کے محلہ میں پہنچ کر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ ع
کے مکان میں تشریف فرما ہوئے اور مہینوں وہیں رہے یہاں تک ک
کے لیے مسجد و مکانات تعمیر ہو گئے، جب صحیح بخاری سے یہ ثابت
کہ آپ قبا چودہ روز رہے تو لازمی بات ہے کہ اس دوران دو ج
بھی آئے مگر کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں کہ وہاں آپ نے نما
ادا فرمائی ہو بلکہ آپ کی پہلی نماز جمعہ یا تو مدینہ طیبہ میں ہوئی یا بنو سالم ک
عاتکہ میں جو مدینہ طیبہ کا ایک محلہ ہے جو شہر سے باہر ہے۔ اب قا

Marfat.com

...ت یہ ہے کہ باوجودیکہ نماز جمعہ فرض ہو چکی تھی۔ قبا میں آپ نے نماز جمعہ
...ں ترک کی، اگر آپ مسافر تھے تو قبا والوں کو کیوں حکم نہیں دیا۔ اور جب
...افر کے لیے جمعہ جائز ہے اور بالفرض قبا والوں پر نماز جمعہ فرض تھی تو
...ے قبا میں نماز جمعہ ضرور قائم فرماتے، آپ کے خود جمعہ قائم نہ فرمانے
...ا اور اہل قبا کو جمعہ قائم کرنے کا حکم نہ دینے سے ثابت ہوتا ہے کہ قبا
...نماز جمعہ درست ہی نہ تھی اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ گاؤں والوں
...جمعہ فرض نہیں۔

دوسری حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
...الوداع کی نویں ذی الحجہ کو مقام عرفات میں وقوف فرمایا تو وہاں آپ نے
...ر کی نماز ادا فرمائی حالانکہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ یہ دن جمعہ کا دن
...ا چنانچہ امام بیہقی لکھتے ہیں، قد روینا عن النبی صلی اللہ
...علیہ وسلم انہ یوم عرفۃ جمع بین الظہر والعصر
...ثم راح الی الموقف وکان ذالک یوم جمعۃ (معرفۃ السنن
...ج ۴ ص ۳۲۴) ہم نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا ہے
...آپ نے عرفہ کے دن ظہر و عصر کو اکٹھا کر کے پڑھا پھر شام کو آپ موقف
...اور یہ جمعہ کا دن تھا) اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جمعہ وہاں
...فر ہونے کی وجہ سے فرض نہ تھی مگر اہل مکہ پر تو نماز جمعہ فرض تھی لیکن
...ں نے بھی جمعہ کی نماز نہیں پڑھی ظہر کی پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
...ر اہل مکہ کا نماز جمعہ نہ پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ غیر آبادی کی وجہ سے
...م عرفات نماز جمعہ کا محل ہی نہ تھا اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل
...ت پر جمعہ فرض نہیں۔

Marfat.com

تیسری حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ اہل عوالی جمعہ میں شریک ہونے کے لیے مدینہ طیبہ نوبت بنوبت یعنی باریاں مقرر کر کے آتے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل عوالی پر جمعہ فرض نہ تھا، کیونکہ اگر اہل عوالی پر جمعہ فرض ہوتا تو وہ وہیں جمعہ کروالیا کرتے انہیں اتنی دور آنے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن کسی حدیث سے بھی اُن کا عوالی میں جمعہ کروانا ثابت نہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔

چوتھی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ جب تک جواثا میں جمعہ قائم نہیں ہوا۔ مسجد نبوی کے سوا کسی اور مقام میں جمعہ نہیں ہوتا تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہجرت کے کتنے دن بعد جواثا میں جمعہ قائم ہوا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق اہل جواثا نے جمعہ اس وقت قائم کیا تھا جب ان کے وفد مدینہ طیبہ سے ہو کر واپس چلے گئے تھے[1] اور قاضی عیاض وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ یہ لوگ ۸ھ ہجری میں مدینہ طیبہ آئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ جواثا میں جمعہ ہجرت کے آٹھ سال بعد قائم ہوا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اتنی مدت میں سینکڑوں اہل عوالی و اہل قریہ مسلمان ہو چکے تھے، اسلام دور دراز کی بستیوں تک پہنچ چکا تھا بہت سی بستیاں مسلمانوں کے قبضے میں آ گئی تھیں خیبر بھی فتح ہو چکا تھا، جابجا مسجدیں بھی تھیں پھر مسجد نبوی کے سوا کسی اور جگہ نماز جمعہ کیوں نہیں ہوئی ؟ اور تو اور موضع قبا جو مدینہ طیبہ سے تین کوس کے فاصلہ پر تھا جہاں آنحضرت صلی اللہ

---

[1] فتح الباری ج ص

Marfat.com

علیہ وسلم ہر ہفتہ تشریف لے جاتے تھے جہاں کی مسجد کی اتنی بڑی فضیلت کہ اس کی بنیاد خود آپ نے رکھی جس کی شان میں قرآن مجید میں اُسِّسَ علی التقویٰ وارد ہوا - ایسی متبرک مسجد پھر بھی وہاں آپ نے نہ تو اس وقت جمعہ پڑھا جب کہ آپ نے ہجرت کے بعد وہاں قیام فرمایا تھا اور نہ مدینہ طیبہ قیام کے بعد آپ نے وہاں جمعہ قائم فرمایا - فرض تو فرض اگر وہاں صرف جائز ہوتا تو گو فرض نہ سہی جب بھی جوا ثا سے بہت پہلے وہاں ضرور جمعہ قائم ہو جاتا تاکہ جو لوگ جمعہ کے روز قبا ہی رہ جاتے تھے اور مدینہ طیبہ نہیں آتے تھے وہ نماز جمعہ سے محروم نہ رہتے، قبا وغیرہ مقامات میں جمعہ نہ ہونا بلکہ مسجد نبوی کے بعد پہلا جمعہ ہجرت کے آٹھ برس بعد جوا ثا میں ہونا جو بحرین میں واقع ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مواضع محلِ اقامتِ جمعہ نہ تھے، اور چھوٹی چھوٹی بستیوں اور چھوٹے چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں

پانچویں اور چھٹی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ شہر بصرہ سے چھ میل دور زاویہ نامی بستی میں اپنے قصر میں رہتے تھے جب آپ کو جمعہ پڑھنا ہوتا تو آپ بصرہ شہر میں تشریف لا کر جمعہ ادا فرماتے اور اگر آپ وہیں رہتے تو جمعہ ادا نہ فرماتے یہ بھی اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں کیونکہ اگر گاؤں میں جمعہ جائز ہوتا تو اوّل تو حضرت انس رضی اللہ عنہ وہیں جمعہ قائم فرما لیتے - شہر میں تشریف نہ لاتے دوسرے آپ وہاں رہتے ہوئے جمعہ نہ چھوڑتے -

ساتویں حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس شخص پر جو شہر سے اتنی دور رہتا ہو کہ شام تک گھر واپس نہ آ سکے جمعہ فرض نہیں، لہٰذا یہ حدیث ان لوگوں کے خلاف ہوئی

Marfat.com

جو کہتے ہیں کہ ہر جگہ ہر مقام پر جمعہ فرض ہے۔

آٹھویں حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز کے بعد اہل عوالی کو اجازت دے دی کہ جس کا جی چاہے جمعہ کا انتظار کرے اور جس کا جی چاہے گھر واپس چلا جائے۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ چونکہ اہل بادیہ ہونے کی وجہ سے ان پر نماز جمعہ فرض نہ تھی اس لیے آپ نے انہیں گھر جانے کی اجازت دیدی۔

حدیث نمبر ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۴۔ ۱۷۔ ۱۸ سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں کیونکہ اگر گاؤں دیہات میں جمعہ جائز ہوتا تو خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ، جلیل القدر صحابی حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور اجلہ تابعین حضرت حسن بصری، حضرت محمد بن سیرین، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہم اللہ ہرگز یہ نہ فرماتے کہ جمعہ صرف شہر ہی میں ہو سکتا ہے کیونکہ کسی جگہ نماز کا ہونا یا نہ ہونا یہ ایسا امر نہیں کہ جس میں اپنی رائے و قیاس کو دخل ہو، ضرور ان حضرات تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس سلسلہ میں کوئی ہدایت پہنچی ہو گی جس کی وجہ سے ان حضرات نے یہ بات کہی۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی مروی حدیث (نمبر ۱۳) سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت سعید بن زید حضرت ابوہریرہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم جب شہر سے باہر گاؤں دیہات میں ہوتے تھے تو اگر جمعہ پڑھنا ہوتا تو شہر آ کر جمعہ پڑھتے ورنہ اپنے مستقر پر رہتے اور جمعہ نہ پڑھتے۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اہل بادیہ پر جمعہ فرض نہیں ورنہ یہ حضرات ہرگز جمعہ نہ چھوڑتے نیز گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں ورنہ یہ حضرات وہیں جمعہ کر وا لیتے شہر

Marfat.com

میں نہ آتے، حدیث نمبر ۱۵ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت ابوبکر بن محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بھی گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں اسی لیے وہ اہل ذوالحلیفہ کو مسجد نبوی میں جمعہ پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور ذوالحلیفہ میں جمعہ پڑھنے سے منع فرماتے تھے، حدیث نمبر ۱۶ سے معلوم ہو رہا ہے دور صحابہ و تابعین میں فوجی لشکروں میں جو کہ عموماً شہر سے باہر ہوتے ہیں جمعہ نہیں ہوتا تھا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جمعہ ہر جگہ فرض نہیں ورنہ یہ لوگ جہاں ہوتے وہیں جمعہ کروا لیتے، یہ وہ تصریحات ہیں جن کے پیش نظر فقہاء کرام نے اقامت جمعہ کے لیے مصر کی شرط لگائی اور فرمایا کہ جمعہ مصر (بڑے شہر میں) میں جائز ہے گاؤں دیہات میں نہیں یہ فقہاء کی اپنی اختراع نہیں بلکہ مذکورہ احادیث و آثار ہیں جن کی بنا پر یہ شرط لگانا ناگزیر ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ گاؤں میں چھوٹا ہو یا بڑا جمعہ فرض ہے اور گاؤں میں جمعہ سے روکنے والے گنہگار ہیں اس کا خمیازہ ان کو آخرت میں بھگتنا پڑے گا۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

"جمعہ کی نماز شہر اور گاؤں والوں پر فرض ہے جو لوگ گاؤں والوں پر جمعہ ساقط کرتے ہیں وہ اللہ کے فرض سے لوگوں کو روک رہے ہیں اس کا خمیازہ آخرت میں ان کو بھگتنا پڑے گا۔"

(دستور المتقی ص۱۵۹)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں

"اس سے ثابت ہوا کہ گاؤں میں جمعہ جائز ہے۔ اگر لوگ گاؤں میں جمعہ نہ پڑھیں گے تو گنہگار ہوں گے۔" (صلوٰۃ الرسول ص۳۸۹)

Marfat.com

میاں نذیر حسین صاحب دہلوی ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"واضح ہو کہ جمعہ پڑھنے کے لیے کسی خاص قسم کی بستی ہونیکی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بات کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہے، بلکہ شرعی دلیل سے یہ ثابت ہے کہ جمعہ کا پڑھنا ہر جگہ فرض ہے خواہ شہر ہو یا گاؤں اور خواہ بڑا گاؤں ہو یا چھوٹا گاؤں۔"

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص۵۷۷)

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہر سے باہر تشریف فرما ہوتے ہیں تبوک اور عرفات جیسی جگہوں میں جمعہ کا دن آتا ہے جمعہ فرض بھی ہو چکا ہے لیکن آپ ان مقامات پر نہ خود جمعہ پڑھتے ہیں نہ صحابہ کرام کو اقامت جمعہ کا حکم فرماتے ہیں، صحابہ کرام شہر سے باہر گاؤں دیہات سے جمعہ پڑھنے کے لیے مدینہ طیبہ باریاں مقرر کر کے آتے ہیں وہاں جمعہ نہیں پڑھتے، ۸ھ ہجری تک اسلام کے دور دور تک پھیل جانے کے باوجود سوائے مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی جگہ جمعہ قائم نہیں ہوتا، حالانکہ اس کی ضرورت موجود تھی، —— حضرت سعید بن زید، حضرت ابوہریرہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم جب گاؤں میں ہوتے تھے تو جمعہ نہیں پڑھتے تھے، اگر جمعہ پڑھنا ہوتا تو شہر تشریف لاتے تھے، آخر ایسا کیوں ہوتا تھا؟ کیا اسی لیے نہیں کہ گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں، یقیناً اسی لیے ہوتا تھا۔ خلیفۂ راشد حضرت علی اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ اور حضرت خواجہ حسن بصری، حضرت محمد بن سیرین، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر تابعین فرماتے ہیں کہ جمعہ صرف مصر (شہر) ہی

Marfat.com

ں ہوسکتا ہے، جس کا صاف مطلب ہے کہ گاؤں دیہات میں جمعہ جائز
ں، گویا صحابۂ کرام اور تابعین عظام گاؤں میں جمعہ پڑھنے سے روک رہے ہیں
ظاہر ہے کہ یہ از خود کیسے روک سکتے ہیں جب تک ان کے پاس اس
سلہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی ہدایت نہ ہو، لیکن ان تمام تصریحات
ے خلاف غیر مقلدین فرما رہے ہیں کہ گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہے نہ پڑھنے
ے گنہگار ہوں گے اور روکنے والوں کو آخرت میں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑیگا
ر گاؤں میں جمعہ سے روکنے کا کوئی شرعی ثبوت نہیں۔ غیر مقلدین ذرا دل
ہاتھ رکھ کر بتلائیں مذکورہ احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
سلم نے گاؤں دیہات میں جمعہ نہیں پڑھا۔ جلیل القدر صحابۂ کرام نہیں پڑھتے تھے
عیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ کیا یہ گنہگار ہیں؟ اور جو صحابہ و تابعین گاؤں دیہات
یں جمعہ سے روک رہے ہیں ان کو اس کا خمیازہ آخرت میں بھگتنا پڑے گا؟
ز ائمہ مجتہدین اور ان کے کروڑوں متبعین جو گاؤں دیہات میں جمعہ نہیں پڑھتے
بلکہ منع کرتے ہیں کیا یہ سب گنہگار ہیں؟ اور یہ جو اس قدر احادیث و آثار اوپر
ذکور ہوئے کیا یہ گاؤں دیہات میں جمعہ کے جائز نہ ہونے کے شرعی ثبوت
ہیں؟ قارئین کرام ذرا سوچئے کہ غیر مقلدین یہ کس پر فتوے داغ رہے ہیں؟
س کو گنہگار قرار دے رہے ہیں؟ کیا اسی کا نام عمل بالحدیث ہے؟ اور
فیصلہ کیجئے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت۔

شرائط صحۃ الجمعۃ

جمعہ کے صحیح ہونے کیلئے چند شرطیں ہیں جنکے بغیر جمعہ جائز نہیں،

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ

Marfat.com

الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ
خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۞ فَإِذَا قُضِيَتِ
الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن
فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۞

۶۲: ۹ تا ۱۰

اے ایمان والو جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑ دو خرید و فروخت یہ بہتر ہے تمہارے حق کو اگر تم کو سمجھ ہے، پھر جب تمام ہو چکے نماز تو پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو فضل اللہ کا اور یاد کرو اللہ کو بہت سا تا کہ تمہارا بھلا ہو۔

(ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

۱۔ عن مولی لآل سعید بن العاص انہ سال ابن عمر عن القری التی بین مکۃ والمدینۃ ماتری فی الجمعۃ قال نعم اذا کان علیہم امیر فلیجمع،

(معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۲ ص ۳۲۲)

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی آل کے ایک مولیٰ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ وہ بستیاں جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان میں ہیں ان میں جمعہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اگر کوئی ان پر امیر مقرر ہو تو وہ انہیں جمعہ پڑھا دے۔

۲۔ عن جعفر بن برقان قال کتب عمر بن عبد العزیز الی عدی بن عدی ایما اہل قریۃ لیسوا

Marfat.com

باهل عمود ينتقلون فامر عليهم اميرا يجمع بهم ؛ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۰۲، معرفۃ السنن والآثار ج ۴ ص ۳۲۲)

حضرت جعفر بن برقانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے حضرت عدیؓ بن عدی کو لکھا کہ ایسی بستیوں والے جو ستونوں والے نہ ہوں جو منتقل ہوتے رہتے ہیں تو آپ ان پہ ایک امیر مقرر کر دیجئے جو انہیں جمعہ پڑھائے۔

۳۔ عن ابی رافع ان ابا هريرة كتب الی عمر يسئله عن الجمعة وهو بالبحرين فكتب اليهم ان جمعوا حيث ما كنتم ؛

(صحیح ابن خزیمہ بحوالہ معرفۃ السنن والآثار ج ۴ ص ۳۲۳)

حضرت ابو رافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اقامت جمعہ کے بارے میں سوال سے متعلق خط لکھا جن دنوں آپ بحرین میں عامل تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تم جہاں بھی ہو جمعہ قائم کرو۔

۴۔ عن ابی سعيد الخدری قال خطبنا النبی صلی الله عليه وسلم ذات يوم فقال ان الله كتب عليكم الجمعة فی مقامی هذا فی ساعتی هذه فی شهری هذا فی عامی هذا الی يوم القيمة من تركها من غير عذر مع امام جائر فلا جمع الله له شمله ولا بورك له فی امره الا

Marfat.com

ولا صلوٰۃ لہ الا ولا حج لہ الا ولا برلہ الا ولا صدقۃ لہ، (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۶۹)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں ایک دن خطبہ دیا تو فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر جمعہ فرض فرمایا ہے میری اس جگہ میں اس گھڑی میں میرے اس مہینے میں اس سال میں قیامت تک کے لیے جس نے بلا عذر جمعہ چھوڑا امام عادل یا امام جائر (ظالم) کے ہوتے ہوئے تو اللہ تعالیٰ اسے دلجمعی اور استحکام نصیب نہ فرمائے اور اس کے کاروبار میں برکت نہ ہو، خبردار ایسے شخص کی نماز قبول نہیں، خبردار ایسے شخص کا حج قبول نہیں، خبردار ایسے شخص کی کوئی نیکی قبول نہیں، خبردار ایسے شخص کا کوئی صدقہ قبول نہیں۔

۵۔ عن القاسم بن الولید قال قال علی لا جمعۃ یوم الجمعۃ الا مع امام،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۳۵)

حضرت قاسم بن ولید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جمعہ کے دن جمعہ جائز نہیں ہے مگر امام کے ساتھ،

۶۔ عن الحسن قال اربعۃ الی السلطان الزکاۃ والصلوٰۃ (الجمعۃ) والحدود والقضاء،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۹ ص ۵۵۴)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں چار چیزیں بادشاہ کے ذمہ ہیں زکوٰۃ [1] (کی وصولی)، نماز [2] (جمعہ)، کی اقامت، حدود [3]

Marfat.com

کی اقامت اور قضاء۔[۲]

۷۔ عن ابن محیریز قال الجمعۃ والحدود والزکوٰۃ والفیئ الی السلطان ، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۹ ص ۵۵۴)

حضرت ابن محیریز رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ کی اقامت حدود کی اقامت ، زکوٰۃ اور فئے کی وصولی بادشاہ کے ذمہ ہے۔

۸۔ عن عطاء الخراسانی قال الی السلطان الزکوٰۃ والجمعۃ والحدود (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۹ ص ۵۵۴)

حضرت عطاء خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بادشاہ کے ذمہ ہے زکوٰۃ کی وصولی ، جمعہ کی اقامت اور حدود کی اقامت۔

قال ابوبکر بن المنذر المتوفی ۳۱۸ھ

" مضت السنۃ بان الذی یقیم الجمعۃ السلطان او من قام بھا بامر السلطان ، ....

" وکان سلیمان بن یسار یقول لا یقیم الجمعۃ الا من اقام الحدود ، وقال الحسن البصری اربع الی السلطان الحدود والجمعۃ والزکاۃ ونسی الراوی الحدیث الرابع وقال حبیب بن ابی ثابت لا تکون الجمعۃ الا بامیر وخطبۃ "

(الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف لابن المنذر ج ۴ ص ۱۱۳)

حضرت ابوبکر بن منذر متوفی ۳۱۸ھ فرماتے ہیں کہ سنت یونہی جاری ہے کہ جمعہ سلطان قائم کرتا ہے یا اس کا نائب اس کے

Marfat.com

حکم سے .... حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ فرماتے تھے نہ قائم کرے جمعہ مگر وہی جو حدود قائم کرتا ہے، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں چار چیزیں سلطان کے ذمہ ہیں اقامت حدود اقامتِ جمعہ اور زکوٰۃ کی وصولی چوتھی بات راوی بھول گیا، حضرت حبیب بن ثابت رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ جائز نہیں ہوتا مگر امیر اور خطبہ کے ساتھ۔

۹۔ عن طارق بن شهاب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الجمعۃ حق واجب علی کل مسلم فی جماعۃ، الحدیث (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۳)

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جمعہ حق ہے واجب ہے ہر مسلمان پر جماعت میں۔

۱۰۔ عن ام عبد اللہ الدوسیۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجمعۃ واجبۃ علی کل قریۃ وان لم یکن فیها الا اربعۃ یعنی بالقری المدائن، (دارقطنی ج ۲ ص ۷)

حضرت ام عبد اللہ دوسیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ واجب ہے ہر قریہ والوں پر اگرچہ اس میں چار ہی آدمی کیوں نہ ہوں اور قریہ سے مراد شہر ہے

۱۱۔ عن عبد اللہ بن مسعود قال من ادرک الخطبۃ فالجمعۃ رکعتان ومن لم یدرکها فلیصل

Marfat.com

اربعا و من لم یدرک فلا یعتد بالسجدة حتی
یدرک الرکعة (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۳۰۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے خطبہ پالیا تو جمعہ کی دو رکعتیں ہیں اور جس نے خطبہ نہیں پایا (نہ حقیقتاً نہ حکماً) وہ چار رکعتیں پڑھے اور جس نے رکوع نہیں پایا وہ سجدہ کو شمار میں نہ لائے یہاں تک کہ رکوع کو پالے۔

۱۲۔ عن عمر بن الخطاب انہ قال انما جعلت الخطبة مکان الرکعتین فان لم یدرک الخطبة فلیصل اربعا
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۸، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۳۷)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (جمعہ کا) خطبہ دو رکعتوں کی جگہ رکھا گیا ہے لہٰذا جو خطبہ نہ پاسکے (نہ حقیقتاً نہ حکماً) وہ چار رکعتیں پڑھے۔

۱۳۔ عن ابن شہاب قال بلغنی انہ لا جمعة الا بخطبة فمن لم یخطب صلی الظہر اربعا،
(المدونة الکبریٰ ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جمعہ خطبہ کے بغیر جائز نہیں ہے لہٰذا جو خطبہ نہ پاسکے وہ ظہر کی چار رکعات پڑھے۔

۱۴۔ عن سعید بن جبیر قال کانت الجمعة اربعا فحطت رکعتان للخطبة، (المدونة الکبریٰ ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ کی چار رکعتیں تھیں دو

Marfat.com

خطبے کی وجہ سے کم ہو گئیں۔

قال الامام محمد بن عبد الرحمٰن الشافعی

" واتفقوا علی ان الخطبتین شرط فی انعقاد الجمعۃ فلا تصح الجمعۃ حتی یتقدمہا خطبتان"

(رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ ص۵۶)

مذکورہ آیات کریمہ، احادیث وآثار اور اقوال محدثین سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جمعہ اور عام نمازوں میں فرق ہے، انعقادِ جمعہ کے لیے چند شرطیں ہیں، جن کے بغیر جمعہ جائز نہیں وہ شرطیں درج ذیل ہیں۔

ع۱۔ مصر جامع، بڑے شہر کا ہونا، گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں، کیونکہ آیتِ مبارکہ میں جملہ وَذَرُوا الْبَيْعَ (چھوڑ دو خرید و فروخت) سے ثابت ہو رہا ہے کہ یہ آیت شہر والوں ہی کے واسطے ہے، اس لیے کہ اس میں اذان کے وقت بیع کے چھوڑ دینے کا حکم ہے اور بیع و شرا جسکو تجارت کہا جاتا ہے شہر ہی میں ہوتی ہے، ذَرُوْا کے مخاطب اہل شہر ہیں جو بیع کے فعل کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں، باقی رہیں وہ احادیث جن سے اقامتِ جمعہ کے لیے مصر کا شرط ہونا ثابت ہوتا ہے وہ تفصیلاً پچھلے باب میں بیان ہو چکی ہیں۔

ع۲۔ امیر یا اس کے نائب کا ہونا جسے امیر کی طرف سے اقامتِ جمعہ کی اجازت ہو، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام یعنی امیر کے ہوتے ترکِ جمعہ نہ پڑھنے پر وعید فرمائی ہے، اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ نماز جمعہ اور دیگر نمازوں میں فرق ہے کیونکہ جمعہ کے ترک پر وعید تو اس وقت ہے جب کہ اقامتِ جمعہ کے لیے امیر یا اس کا نائب موجود ہو اور دیگر

Marfat.com

نمازوں کے ترک پر وعید ہر حال میں ہے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اقامت
جمعہ کے لیے امام یا اس کے نائب کا ہونا شرط ہے۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۶ سے
ظاہر ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ
کے درمیان واقع بستیوں میں اقامت جمعہ کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے
اسے امیر کی شرط سے مشروط فرمایا یعنی اگر ان بستیوں کا کوئی امیر ہو جو جمعہ
قائم کر سکے تو پھر جائز ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱ سے واضح ہے اس حدیث
سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ اقامت جمعہ کے لیے امیر یا اس کے نائب ہونا شرط
ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ عام حالات میں بستیوں میں جمعہ جائز نہیں ہاں اگر
وہاں امیر یعنی حاکم یا گورنر یا قاضی ہو تو پھر اس کی نوعیت عام بستی کی نہ رہے
گی بلکہ ایک طرح سے وہ شہر کے حکم میں ہوگی اور اس میں امیر یا اسکا نائب
اقامت جمعہ کرا سکے گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے حضرت عدی بن
عدی ——— کو اہل قریہ پر امیر مقرر کرنے کا حکم دیا جو انہیں جمعہ پڑھائے
اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اقامت جمعہ کے لیے امیر یا اس کا نائب ہونا ضروری
ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بحرین کے
عامل اور گورنر تھے، اس کے باوجود آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اقامت
جمعہ کی اجازت چاہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم بحیثیت امیر جہاں چاہو
جمعہ قائم کر سکتے ہو اس سے بھی معلوم ہوا کہ اقامت جمعہ کے لیے امیر یا اس
کے نائب کا ہونا ضروری ہے ورنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس استفسار
کی ضرورت ہی پیش نہ آتی، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے
دن امام کے بغیر جمعہ جائز نہیں اس سے بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ اقامت جمعہ
کے لیے امیر یا اس کا نائب ہونا ضروری ہے۔ حضرت حسن بصری، حضرت

Marfat.com

ابن محیریز، حضرت عطاء خراسانی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اقامتِ جمعہ، ا
حدود، زکوٰۃ کی وصولی وغیرہ یہ سب سلطانِ وقت کے ذمہ ہیں اسی ط
حضرت سلیمان بن لیسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ وہی قائم کر سکتا ہے جو
قائم کرتا ہے۔ حضرت حبیب بن ثابت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ امی
خطبہ کے بغیر جائز نہیں ان فتاویٰ سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ اقامتِ
کے لیے امیر یا اس کے نائب کا ہونا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ حضر
ابوبکر بن منذر رحمہ اللہ متوفی ۳۱۸ھ فرماتے ہیں کہ "سنت یونہی جاری ہے
جمعہ سلطان قائم کرتا ہے یا اس کی اجازت سے اس کا نائب"۔

۳۔ جماعت کا ہونا۔ اقامت جمعہ کے لیے جماعت بھی شرط
جماعت کے بغیر جمعہ جائز نہیں، اور جماعت میں امام کے سوا تین افراد کا
ضروری ہے اس کے بغیر جماعت متصور نہ ہوگی، اقامتِ جمعہ کے لیے جما
کی شرط اولاً تو آیت مبارکہ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی
الْاَرْضِ: (پھر جب تمام ہو چکے نماز تو پھیل پڑو زمین میں) سے مستفا
رہی ہے، کیونکہ اس میں جمعہ کی باجماعت ادائیگی کا ہی ذکر ہے، ثانیاً آنحض
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ جمعہ حق و واجب ہے ہر مسلمان
جماعت میں اس سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ اقامت جمعہ کے لیے جماع
شرط ہے، ثالثاً کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والس
خلفاء راشدین، صحابۂ کرام میں سے کسی نے بھی بغیر جماعت کے جمعہ پڑھا ہو۔ ا
سے ثابت ہوتا ہے کہ اقامت جمعہ کے لیے جماعت شرط ہے۔ رابعاً
جمعہ کے لیے جماعت کے شرط ہونے پر اجماعِ امت بھی ہے۔

چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

Marfat.com

"قلت الاصل ان الجماعۃ من شرائط الجمعۃ
لانها مشتقۃ منها واجمعت الامۃ علی ان
الجمعۃ لا تصح من المنفرد الا ما ذکر ابن حزم
فی المحلی عن بعض الناس ان الفذ یصلی الجمعۃ
کالظہر" (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۲۳۳)

میں کہتا ہوں کہ جماعت جمعہ کی شرائط میں سے ہے اس لیے کہ
جمعہ جماعت سے مشتق ہے، اور امت نے اس پر اجماع کیا
ہے کہ منفرد کا جمعہ پڑھنا صحیح نہیں سوائے اس کے جو ابن حزم
نے محلی میں بعض لوگوں سے ذکر کیا ہے کہ منفرد ظہر کی طرح جمعہ
پڑھ سکتا ہے۔

جمعہ کی جماعت کے لیے امام کے علاوہ کم از کم چار افراد کا ہونا، یہ بھی
تو آیت مبارکہ میں ارشاد باری فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ سے مستفاد
رہا ہے کیونکہ اس میں ذکر اللہ یعنی خطبہ کی طرف سعی کا حکم بصیغۂ جمع
ہے اور جمع کا اطلاق اصل وضع میں کم از کم تین پر ہوتا ہے اس سے معلوم
کہ سعی کرنے والے کم از کم تین ہوں گے اور چونکہ ان کی سعی خطبہ کی طرف
ہے، تو لازمی بات ہے کہ خطیب ان کے ماسوا ہوگا، وہ امام ہوگا اور
عت کا شرط ہونا پہلے معلوم ہو چکا ہے پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ
عت کے لیے امام کے علاوہ کم از کم تین افراد ہونے چاہییں۔ دوسرے
ور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے کہ جمعہ واجب ہے ہر
والوں پر اگرچہ ان میں (نماز پڑھنے والے) چار ہی آدمی ہوں اس سے
ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کی جماعت کے لیے کم از کم چار آدمی ہونے

Marfat.com

ضروری ہیں جن میں سے ایک امام ہوگا باقی تین مقتدی، ان کے بغیر جماعت نہیں ہوگی ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرما دیتے کہ چاہیے تین ہی افراد ہوں چاہے دو ہی افراد ہوں خاص طور پر چار کا تذکرہ نہ فرماتے۔

۷۔ نماز جمعہ سے پہلے خطبہ پڑھنا۔ اقامت جمعہ کے لیے خطبہ بھی شرط ہے خطبہ کے بغیر جمعہ جائز نہیں یہ شرط بھی اولاً تو آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان فَاسْعَوْا اِلٰی[1] ذِکْرِ اللّٰہِ سے مستفاد ہو رہی ہے کیونکہ بالاتفاق سب کے نزدیک اس آیت میں ذکر اللہ سے مراد خطبہ جمعہ ہے، دوسرے کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفاء راشدین اور صحابہ کرام نے بغیر خطبہ کے جمعہ پڑھا ہو یہ بھی خطبہ کے شرط ہونے کی دلیل ہے، تیسرے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ خطبہ جمعہ دو رکعتوں کی جگہ ہے لہٰذا جو خطبہ نہ پاتے (نہ حقیقتاً نہ حکماً) وہ ظہر کی چار رکعت پڑھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ جس نے خطبہ پالیا وہ دو رکعتیں پڑھے اور جس نے نہیں پایا (نہ حقیقتاً نہ حکماً) وہ چار پڑھے نیز حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا یہ فرمانا کہ جمعہ کی چار رکعتیں تھیں خطبہ کی وجہ سے دو کم کردی گئیں، ان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ کے لیے خطبہ شرط ہے اس کے بغیر جمعہ نہیں ہوگا کیونکہ اگر خطبہ کے بغیر بھی جمعہ ہو جاتا تو یہ حضرات خطبہ نہ پانے والے کو یہ نہ فرماتے کہ وہ اس صورت میں چار رکعتیں پڑھے حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ خطبہ کے بغیر جمعہ ہوتا ہی نہیں لہٰذا جو خطبہ نہ پاتے (نہ حقیقتاً نہ حکماً) وہ ظہر کی چار رکعت پڑھے اس سے تو خطبہ کا شرط ہونا بالکل ہی صاف طور پہ ثابت ہو رہا ہے۔

Marfat.com

ایک بات کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ ایک تو خطبہ کا نہ پانا حقیقتہً ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص مسجد میں اس وقت آئے جب کہ خطبہ ختم ہو چکا ہو اس صورت میں اس شخص نے حقیقتہً خطبہ نہیں پایا، اور ایک خطبہ کا نہ پانا حکماً ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت آئے جبکہ نماز جمعہ بھی ہو چکی ہو اس صورت میں اس شخص نے خطبہ جمعہ نہ حقیقتہً پایا نہ حکماً کیونکہ جو شخص جماعت میں شریک ہو جاتا ہے وہ اتباع امام کی وجہ سے حکماً خطبہ کو پا لیتا ہے اور اس کی نماز ہو جاتی ہے، اس لیے ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی احادیث کے ترجمہ میں خطبہ کے حقیقتہً اور حکماً دونوں طرح نہ پانے کی قید لگائی ہے کیونکہ ان حضرات کے دیگر فرامین سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نے جمعہ کی ایک رکعت پالی وہ دوسری بھی ملا لے اور اس کا جمعہ ہو گیا حالانکہ خطبہ تو اس کا رہ گیا وجہ ظاہر ہے کہ گو خطبہ حقیقتہً رہ گیا لیکن حکماً ہو گیا اس وجہ سے نماز ہو گئی ہاں اگر حقیقتہً اور حکماً دونوں طرح رہ جاتا تو نماز نہ ہوتی۔

چوتھے خطبہ کے شرط ہونے پر اجماع امت بھی ہے جیسا کہ حضرت محمد بن عبدالرحمن الشافعیؒ کے بیان سے معلوم ہوا۔

لیکن مذکورہ آیات کریمہ، احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جمعہ کی نماز اور دوسری نمازوں میں کوئی فرق نہیں، فقہاء جو جمعہ کی شرطیں عائد کرتے ہیں ان پر کوئی دلیل نہیں اور یہ سب بیکار ہیں۔

چنانچہ غیر مقلدین کے امام قاضی شوکانی لکھتے ہیں۔

وھی کسائر الصلوات لا تخالفھا ''

(الدرر البھیۃ مع شرح الروضۃ الندیۃ ج ۱ ص ۱۳۴)

Marfat.com

جمعہ کی نماز دوسری نمازوں ہی کی طرح ہے اُن کے خلاف نہیں ہے
(یعنی اس میں اور دوسری نمازوں میں کوئی فرق نہیں ہے)
نواب صدیق حسن خاں صاحب اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

"لکونها لم یأت ما یدل علی انها تخالفها فی غیر ذالک وفی هٰذا الکلام اشارة الی رد ما قیل انه یشترط فی وجوبها الامام الاعظم والمصر الجامع والعدد المخصوص، فان هٰذه الشروط لم یدل علیها دلیل یفید استحبابها فضلاً عن وجوبها فضلاً عن کونها شرطاً بل اذا صلی رجلان الجمعة فی مکان لم یکن فیه غیرهما جماعة فقد فعلا ما یجب علیهما فان خطب احدهما فقد عملا بالسنة وان ترکا الخطبة فهی سنة فقط ولولا حدیث طارق بن شهاب المذکور قریبا من تقیید الوجوب علی کل مسلم بکونه فی جماعة ومن عدم
(۴) اقامتها صلی الله علیه وسلم فی زمنه فی غیر جماعة لکان فعلها فرادیٰ مجزئاً کغیرها من الصلوات"۔ (الروضة الندیہ ج ۱ ص ۱۳۴)

جمعہ کی نماز کے دیگر نمازوں کے مخالف نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کوئی ایسی دلیل نہیں آئی جو جمعہ کی نماز کے دیگر نمازوں سے مخالف ہونے پر دلالت کرے، اور اس کلام میں اشارہ ہے

Marfat.com

اس کی تردید کی طرف جو یہ کہا گیا ہے کہ وجوب جمعہ کی شرط ہے امام اعظم (امیر یا اس کے نائب) کا ہونا مصر جامع اور مخصوص عدد کا ہونا، کیونکہ یہ شرطیں ایسی ہیں کہ کوئی دلیل ایسی نہیں ہے کہ وہ ان کے مستحب ہونے کا فائدہ دے چہ جائیکہ واجب ہونیکا چہ جائیکہ شرط ہونے کا بلکہ اگر دو آدمیوں نے کسی ایسی جگہ جمعہ کی جماعت کرائی جہاں ان کے علاوہ کوئی اور نہ تھا تو انہوں نے وہی کیا جو اُن پر واجب تھا ان میں سے اگر ایک نے خطبہ دے لیا تو دونوں نے سنت پر عمل کر لیا اور کسی نے بھی خطبہ نہ دیا تو بھی کیا ہے کہ خطبہ فقط سنت ہی ہے اور اگر طارق بن شہاب کی وہ حدیث نہ ہوتی جو قریب ہی گزری جس سے ہر مسلمان پر جمعہ کا وجوب جماعت کے ساتھ مقید ہونا اور حضور علیہ السلام کا اپنے زمانہ میں بغیر جماعت کے جمعہ قائم نہ کرنا معلوم ہوتا ہے ـــــــ تو نماز جمعہ کا دیگر نمازوں کی طرح اکیلے ہی پڑھ لینا جائز ہوتا۔

نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔

"واشتراط امام و مصر جامع و مسجد جامع و حمام و حضور چہار کس یا زیادہ تا چہل نفر و جز آں کہ اہل فروع بذکرش پرداختہ اند حدیث خرافہ بیش نیست و کثرت تعینات دریں عبادت و تشعب مذاہب در شروط آں از قبیل جمع میان متردیہ و نطیحہ وما کول السبع باشد و اعتبار آنہا بلا برہان از سنت و قرآن و از شرع و عقل و عرفان ستنے ...... و روا ست بدو کس یکے امام شود و دیگر مؤتم و خطبہ سنت ست نہ واجب و نہ شرط

امام، مصر جامع، مسجد جامع، حمام اور چار افراد یا اس سے زیادہ چالیس افراد کے حاضر ہونے کی شرط لگانا اور ان کے علاوہ دوسری شرطیں لگانا کہ جن کے ذکر میں اہل فقہ مصروف ہیں۔ خرافہ کی بات سے زیادہ نہیں (یعنی بیکار باتیں ہیں)

اور اس عبادت میں کثرت سے تعینات کا ہونا اور ان شرطوں میں مذاہب (فقہیہ) کا کثیر ہونا یہ سب اوپر سے گر کر مر جانے والے جانور، سینگ مارنے سے مرجانے والے جانور اور درندہ کے کھائے ہوئے جانور کے درمیان جمع کرنے کے قبیل سے ہے اور ان شرائط کا اعتبار کرنا بلادلیل ہے قرآن و سنت، شرع وعقل اور عرفان میں سے کوئی دلیل ان پر نہیں، جمعہ کی نماز دو آدمیوں کے لیے بھی جائز ہے ایک امام ہو جاتے دوسرا مقتدی اور خطبہ سنت ہے، واجب اور صحت جمعہ کی شرط نہیں۔

جماعت غرباء اہلحدیث کے سابق امام مفتی عبدالستار رقمطراز ہیں۔

"اہلحدیث کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ کی شرطیں جو برادران احناف نے لگائی ہیں وہ سب بے دلیل ہیں اور جمعہ کی نماز اور نمازوں کی طرح ہے، صرف جماعت کی اس میں شرط ہے یعنی امام کے سوا کم از کم ایک آدمی اور ہونا اور نماز سے پہلے دو خطبے پڑھنا"

(فتاوی ستاریہ ج۱ ص۷۵)

ملاحظہ فرمائیے: آیات مبارکہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کی نماز میں اور دوسری نمازوں میں فرق ہے، جمعہ کی نماز چند شرطوں کے ساتھ مشروط ہے وہ شرطیں پائی جائیں گی تو جمعہ کی نماز ہوگی

Marfat.com

نہیں۔ مصر[1] جامع یعنی بڑے شہر کا ہونا یہ آیت مبارکہ اور احادیث و آثار
مستنبط ہے، سلطان[2] یا اس کے نائب کا ہونا، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
کے فرمان اور آثار صحابہ و تابعین سے مستفاد ہے۔ جماعت[3] کا ہونا
مبارکہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل، صحابہ کرام کے تعامل
اجماع امت سے ثابت ہے۔ نماز[4] سے پہلے خطبہ پڑھنا، یہ بھی آیت
کہ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مواظبت، صحابہ و تابعین کے آثار
اجماع امت سے ثابت ہے، خیر القرون کے ائمہ مجتہدین نے یہ
ائط ذکر کی ہیں اور قریباً تیرہ سو سال سے ان پر تعامل و توارث ہے،
حیرانگی کی بات ہے کہ غیر مقلدین مذکورہ دلائل آیات مبارکہ احادیث
اور اجماع امت سے صرف نظر کرتے ہوئے کس طرح ان شرائط
کار کر رہے ہیں؟ اور اس سے زیادہ تعجب اس بات پر ہے کہ
واضح دلائل کے ہوتے ہوئے کس طرح ان شرائط کو بے دلیل قرار
رہے ہیں؟ کیا یہ آیات، احادیث و آثار اور اجماع امت جو تفصیلاً
مذکور ہوئے یہ ان شرائط کے دلائل نہیں؟
نواب نور الحسن صاحب نے تو ان شرائط کے بارے میں حد ہی کر
کہ ان کو حدیث خرافہ اور مردار جانوروں کو جمع کرنے سے تشبیہ دی۔
قارئین کرام سوچئے کہ غیر مقلدین حضرات خیر القرون کے ائمہ مجتہدین
ان کے بعد کے اساطین علم و فضل جو ان ــــ کے قائل و فاعل ہیں، ان
محنتوں پر کیسا پانی پھیر رہے ہیں، اور ان مسائل کو جو اس قدر دلائل سے
ہیں کیسے بے دلیل قرار دے رہے ہیں، اور فیصلہ فرمائیے کہ اس قدر
یث و آثار کے خلاف باتیں کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

Marfat.com

وقت الجمعة

جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے

۱۔ عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی الجمعۃ حین تمیل الشمس،

(بخاری ج ۱ ص ۱۲۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا

۲۔ عن ایاس بن سلمۃ بن الاکوع عن ابیہ قال کنا نجمع مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا زالت الشمس ثم نرجع نتتبع الفیئ،

(مسلم ج ۱ ص ۲۸۳)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ایاسؓ اپنے والد سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ ادا کرتے جب کہ سورج ڈھل جاتا پھر ہم سایہ تلاش کرتے ہوئے لوٹتے۔

۳۔ عن جابر کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا زالت الشمس صلی الجمعۃ،

(معجم طبرانی اوسط بحوالہ التلخیص الحبیر ج ۲ ص ۵۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھل جاتا تھا تو جمعہ پڑھتے تھے۔

Marfat.com

۴۔ عن مالك بن ابی عامر انه قال كنت اری طنفسة لعقيل بن ابی طالب يوم الجمعة تطرح الى جدار المسجد الغربي فاذا غشى الطنفسة كلها ظل الجدار خرج عمر بن الخطاب وصلى الجمعة قال ثم نرجع بعد صلوٰة الجمعة فنقيل قائلة الضحاء (موطا امام مالک صـ)

حضرت مالکؒ بن ابی عامر فرماتے ہیں کہ میں حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی چادر کو دیکھا کرتا تھا جو مسجد کی مغربی دیوار پر ڈالی جاتی تھی، جب پوری چادر کو دیوار کا سایہ ڈھانپ لیتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تشریف لاتے اور جمعہ پڑھاتے، مالکؒ بن ابی عامر کہتے ہیں کہ پھر ہم جمعہ کے بعد لوٹتے اور دوپہر کا قیلولہ کرتے۔

۵۔ عن ابی القیس عمرو بن مروان عن ابیه قال كنا نجمع مع علی اذا زالت الشمس،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ صـ۱۰۸)

حضرت ابوالقیس عمرو بن مروان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ پڑھا کرتے تھے جب کہ سورج ڈھل جاتا۔

۶۔ عن سماك قال كان النعمان بن بشير يصلى الجمعة بعد ما تزول الشمس،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ صـ۱۰۸)

حضرت سماک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی

Marfat.com

اللہ عنہ جمعہ سورج ڈھل جانے کے بعد پڑھا کرتے تھے۔

۷۔ عن الولید بن العیزار قال ما رأیت اماما کان احسن صلوٰۃ للجمعۃ من عمرو بن حریث کان یصلیھا اذا زالت الشمس،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۰۹)

حضرت ولید بن عیزار فرماتے ہیں کہ میں نے جمعہ کی نماز بہترین طریقہ سے پڑھانے والا کوئی امام حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر نہیں دیکھا، آپ جمعہ اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا۔

۸۔ عن الحسن قال وقت الجمعۃ عند زوال الشمس، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۰۸)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کا وقت سورج ڈھلنے کے وقت ہے۔

۹۔ عن ابراھیم قال وقت الجمعۃ وقت الظھر،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۰۹)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کا وقت زوال کے بعد ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام جمعہ کی نماز زوال کے بعد ہی پڑھا کرتے تھے جلیل القدر تابعین حضرت حسن بصری اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہما اللہ یہی فتویٰ دیتے

Marfat.com

تھے کہ جمعہ کا وقت زوال کے بعد ہے، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے جمعہ کا وقت بتانے کے لیے اس طرح باب قائم کیا ہے۔" باب وقت الجمعۃ اذا زالت الشمس وکذالک یذکر عن عمرو علی والنعمان بن بشیر وعمرو بن حریث" (بخاری ج ۱ ص ۱۲۳)
یعنی جمعہ کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب سورج ڈھل جائے اور ایسے ہی ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہم سے، ان چاروں بزرگوں کی روایات اوپر ذکر کر دی گئی ہیں دیکھئے حدیث نمبر ۴-۵-۶-۷، انہی احادیث و آثار کے پیش نظر فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ جمعہ کی نماز کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا وقت ہے، لہٰذا اگر کوئی جمعہ ظہر کے وقت یعنی زوال سے پہلے پڑھے گا تو اس کا جمعہ نہیں ہوگا۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے اور غیر مقلدین کے فقیہ نواب وحید الزمان کا کہنا ہے کہ جمعہ کا وقت تو سورج کے نیزہ بھر بلند ہو جانے سے ہی شروع ہو جاتا ہے، چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

" وقد ورد ما یدل علی انہا تجزئ قبل الزوال"۔ الخ (الروضۃ الندیۃ ج ۱ ص ۱۳۷)

اور تحقیق ایسی حدیث بھی آئی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے جائز ہے۔ (کچھ آگے چل کر آپ نے جمعہ کے زوال سے پہلے جائز ہونے کو حق قرار دیا ہے)۔

نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں

Marfat.com

"ووقت نماز جمعہ نماز ظہرست وقبل اززوال ہم جائز باشد"
(المنہج المقبول فی شرائع الرسول ص۲۸)
نماز جمعہ کا وقت وہی ہے جو نماز ظہر کا ہے البتہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے۔

نواب وحید الزمان صاحب تحریر فرماتے ہیں۔
"ووقتها من حين ارتفاع الشمس قدر رمح الى انتهاء وقت الظهر" (نزل الابرار ج ۱ ص ۱۵۲)
جمعہ کا وقت اس وقت سے شروع ہو جاتا ہے جب کہ سورج ایک نیزہ کے برابر بلند ہو جائے (یعنی عید کی نماز کے اول وقت سے) اور ظہر کے اخیر وقت تک رہتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: صحیح احادیث وآثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کی نماز کا وقت زوال کے بعد ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ زوال سے پہلے جمعہ جائز نہیں، لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب حق یہ ہے کہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے اور آفرین ہے نواب وحید الزماں صاحب پر جن کے نزدیک جمعہ کا وقت صبح اشراق کے وقت سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔
قارئین کرام آپ فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

الاذانين للجمعة

جمعہ کی دو اذانیں مسنون ہیں

عن السائب بن يزيد يقول ان الاذان يوم الجمعة كان اوله حين يجلس الامام يوم الجمعة على المنبر في عهد رسول الله صلى الله عليه

Marfat.com

وسلم وابی بکر وعمر فلما کان فی خلافۃ عثمان وکثروا امر عثمان یوم الجمعۃ بالاذان الثالث فاُذِّنَ بہٖ علی الزَّوْرَآءِ فثبت الامر علیٰ ذالک ، (بخاری ج ۱ ص ۱۲۵ ، ابوداود ج ۱ ص ۱۵۵ ، نسائی ج ۱ ص ۱۵۶)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا اور لوگ زیادہ ہوگئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تیسری اذان (جمعہ کی پہلی اذان) کا حکم دیا چنانچہ زوراء پر وہ اذان کہی گئی اور پھر یہ ایک مستقل سنت بن گئی۔

حدیث مذکور سے ثابت ہو رہا ہے کہ عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ میں سے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں جمعہ کی ایک ہی اذان ہوتی تھی جو امام کے سامنے منبر کے پاس دی جاتی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب لوگ زیادہ ہوگئے تو آپ کے حکم سے ایک اذان اور دی جانے لگی ، یہ اذان صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی موجودگی میں دی جاتی تھی ، صحابۂ کرام میں سے کسی نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا ، چنانچہ یہ اذان باجماع صحابہ رائج ہوگئی اور ہر زمانے میں اس پر عمل ہوتا رہا ، کسی امام اور کسی فقیہ و مجتہد نے اس سے اختلاف نہیں کیا اور اختلاف کر بھی کیسے سکتے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے کہ میری اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو ، یہ اذان چونکہ خلیفہ

Marfat.com

راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم سے جاری ہوئی ہے اس لیے یہ انکی سنت ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے مطابق اس پر عمل ضروری ہے۔ پہلے یہ اذان زوراء پر دی جاتی تھی بعد میں مسجد میں دی جانے لگی، آج بھی تمام اسلامی ممالک میں یہ اذان مسجد ہی میں دی جارہی ہے، حج پر جانے والے خوش نصیب اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں یہ اذان مسجد حرام کے اندر اور مدینہ منورہ میں مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے اندر دی جاتی ہے، الحمد للہ راقم الحروف بھی اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر چکا ہے، اس اذان کے مسجد کے اندر دیئے جانے پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔

لیکن حدیث مبارک، اجماع امت، تعامل و توارث امت کے خلاف، جو غیر مقلدین بیس رکعات تراویح کو بدعت قرار دیتے تھے، انہوں نے جمعہ کی اس اذان کو بھی بدعت قرار دیا، ان غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ یہ اذان چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہیں ہے اس لیے یہ سنت نہیں ہو سکتی یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین یہ اذان نہیں دیتے بلکہ اس کے مسجد میں دیئے جانے کو بدعت قرار دیتے ہوئے اس سے روکتے ہیں۔ چنانچہ مولوی محمد صاحب جوناگڑھی لکھتے ہیں۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور آپ کے بعد کے دو خلیفوں کے زمانہ میں تو اس دوسری اذان کا وجود بھی نہ تھا ہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایجاد ہوئی جو وقت معلوم کرنے کے لیے زوراء بازار کی بلند جگہ کہلوائی جاتی تھی نہ کہ مسجد میں پس ہمارے زمانے میں مسجد میں جو دو اذانیں ہوتی ہیں وہ صریح بدعت ہیں

Marfat.com

اور کسی طرح جائز نہیں"۔ (فتاوی ستاریہ ج ۳ ص۸۵)

مولوی عبید اللہ صاحب مدرس مدرسہ زبیدیہ لکھتے ہیں۔

" جمعہ کی نماز کے واسطے مسجد میں ایک ہی اذان کا ثبوت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دوسری اذان خارج عن المسجد ثابت ہے پس اسی اذان پر اختصار کرنا چاہیے اور دوسری اذان نہ کہنا چاہیئے (فتاوی ستاریہ ج ۳ ص۸۵)

مولوی عبدالرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ میاں صاحب دہلوی رقمطراز ہیں۔ "اب مسجد میں دو اذانیں کہنا بدعت ہے" الخ

(فتاوی ستاریہ ج ۳ ص۸۷)

غیر مقلدین کے ترجمان رسالہ" الاعتصام" کا ایک فتوی ملاحظہ فرمائیں

" جمعہ کے روز ایک اذان کا خطبہ کے وقت ہونا مسنون ہے دو اذان کی ضرورت نہیں .... لہٰذا اذان عثمانی جسکو پہلی اذان کہا جاتا ہے اس کو مسجد میں کہلوانا بدعت ہے"۔

(فتاوی علماء حدیث ج ۲ ص۱۷۹)

جماعت غرباء اہلحدیث کے امام اوّل عبدالوہاب صاحب صدری کے سوانح نگار ابو محمد میانوالی لکھتے ہیں۔

" مساجد احناف و اہلحدیث میں جمعہ کی دو اذانیں ہوا کرتی تھیں جلیسا کہ آج کل احناف کے ہاں مروج ہے، مولانا موصوف (عبدالوہاب صاحب، ناقل) نے پہلی اذان جو مسجد میں خطبہ سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ پہلے ہوتی تھی اسے ثقہ دلائل سے بدعت ثابت کر کے موقوف کا فتوی صادر فرمایا اور دوسری اذان عند جلوس

Marfat.com

الامام علی المنبر کے صحیح ہونے کا فتویٰ دیا آج اکثر مساجد اہلحدیث
میں اس طریقۂ نبوی پر عمل ہو رہا ہے۔"

(مجموعہ رسائل مکمل نماز و ہدایۃ النبی ص ۲۱)

ملاحظہ فرمائیے : جمعہ کی پہلی اذان جو خلیفۂ راشد حضرت عثمان رضی
اللہ عنہ کے حکم سے جاری ہوئی، جس پر تمام صحابۂ کرام نے اجماع کیا، جو چو
صدیوں سے تمام ممالک اسلامیہ میں بلا نکیر دی جا رہی ہے جس سے
کسی امام اور کسی فقیہ و مجتہد نے اختلاف نہیں کیا آج وہ اذان مسجد میں آ
کی وجہ سے غیر مقلدین کے دور میں بدعت ہو گئی یا للعجب اگر خلفاء راش
اور صحابۂ کرام کا عمل بھی بدعت ہے، اور جس عمل پر ساری امت کا توار
و تعامل ہے وہ بھی بدعت ہے، تو پھر غیر مقلدین بتلائیں کہ سنت کون
عمل ہوگا ؟ نیز اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ چودہ صدیوں سے ساری امت
بدعت پر عامل رہی اور آج بھی حرمین شریفین کے ائمہ و خدام اس اذا
کو مسجد میں کہلوا کر بدعت کا ارتکاب کر رہے ہیں۔؟

قارئین کرام یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالحدیث۔
اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت

Marfat.com

التاذين عند الخطبة يوم الجمعة بين يدى الامام والخطبة بالعربية

جمعہ کے دن خطبہ کے وقت اذان منبر کے پاس خطیب کے سامنے مسنون ہے اور خطبہ جمعہ عربی زبان میں ہونا ضروری ہے

۔ عن السائب بن یزید قال کان بلال یؤذن اذا جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر یوم الجمعۃ فاذا نزل اقام ثم کان کذالک فی زمن ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما ، (نسائی ج ۱ ص ۱۵۶ ، مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۹)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرماتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے، پھر جب آپ منبر سے نیچے تشریف لاتے تو اقامت کہتے، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں بھی اسی طرح ہوتا تھا۔

۔ عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب خطبتین کان یجلس اذا صعد المنبر حتی یفرغ اراہ المؤذن ثم یقوم فیخطب ثم یجلس فلا یتکلم ثم یقوم فیخطب ، (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام دو خطبے دیتے تھے، جب آپ منبر پر چڑھتے تو

Marfat.com

بیٹھ جاتے، یہاں تک کہ مؤذن اذان سے فارغ ہوتا، پھر آپ کھڑے ہوتے اور (پہلا) خطبہ ارشاد فرماتے، پھر بیٹھ جاتے اور کوئی کلام نہ کرتے، پھر کھڑے ہوکر (دوسرا) خطبہ ارشاد فرماتے۔

۳۔ عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب قائما ثم یقعد ثم یقوم کما تفعلون الآن، (بخاری ج ۱ ص ۱۲۵، مسلم ج ۱ ص ۲۸۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرماتے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہوتے جیسا کہ تم اب کرتے ہو

۴۔ عن عبد اللہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب خطبتین یقعد بینھما،

(بخاری ج ۱ ص ۱۲۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیتے تھے اور دونوں کے درمیان بیٹھتے تھے

۵۔ عن جابر بن سمرۃ قال کانت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبتان یجلس بینھما یقرأ القرآن ویذکر الناس، (مسلم ج ۱ ص ۲۸۳)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو خطبے ہوتے تھے دونوں کے درمیان بیٹھتے تھے، ان میں قرآن مجید پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے۔

Marfat.com

۶۔ عن ابی وائل خطبنا عمار فاوجز وابلغ فلما نزل قلنا یا ابا الیقظان لقد ابلغت و اوجزت فلو کنت تنفست فقال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان طول صلوٰۃ الرجل و قصر خطبتہ مئنۃ من فقہہ فاطیلوا الصلوٰۃ واقصروا الخطبۃ وان من البیان سحرا، (مسلم ج ۱ ص ۲۸۶)

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا تو بہت مختصر اور انتہائی بلیغ خطبہ دیا جب وہ منبر سے اترے تو ہم نے کہا کہ اے ابوالیقظان آپ نے نہایت بلیغ اور مختصر خطبہ دیا، اگر آپ اسے ذرا طویل کرتے تو اچھا ہوتا، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آدمی کا نماز کو لمبا کرنا اور خطبہ کو مختصر کرنا اس کے سمجھدار ہونے کی نشانی ہے سو تم نماز کو لمبا کیا کرو اور خطبہ کو مختصر اور بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔

۷۔ عن ابن شہاب قال بلغنا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یبدأ فیجلس علی المنبر فاذا سکت المؤذن قام فخطب الخطبۃ الاولی ثم جلس شیئًا یسیرًا ثم قام فخطب الخطبۃ الثانیۃ حتی اذا قضاھا استغفر اللہ ثم نزل فصلی قال ابن شہاب وکان اذا قام اخذ عصًا

Marfat.com

فقو کأ علیہا و ہو قائم علی المنبر ثم کان ابوبکر الصدیق و عمر و عثمان یفعلون ذالک،

(مراسیل ابی داؤد مع سنن ابی داؤد ص۸)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً منبر پر تشریف فرماتے، پھر جب مؤذن اذان دے کر خاموش ہو جاتا تو کھڑے ہو کر پہلا خطبہ ارشاد فرماتے پھر تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ ارشاد فرماتے یہاں تک کہ جب خطبہ پورا فرما لیتے تو استغفر اللہ کہتے اور نیچے تشریف لا کر نماز پڑھاتے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آپ کھڑے ہوتے تھے تو لاٹھی پکڑ کر اس پر ٹیک لگاتے تھے اس حال میں کہ آپ منبر پر کھڑے ہوتے، پھر حضرت ابوبکر حضرت عمر رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

۸۔ عن عمر بن الخطاب انہ قال انما جعلت الخطبۃ مکان الرکعتین، الحدیث

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۲۸، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۳۷)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (جمعہ کا) خطبہ دو رکعتوں کی جگہ رکھا گیا ہے۔

۹۔ عن سعید بن جبیر قال کانت الجمعۃ اربعا فحطت رکعتان للخطبۃ، (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ کی چار رکعتیں تھیں

Marfat.com

دو خطبے کی وجہ سے کم ہو گئیں۔

مذکورہ احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ جب امام خطبہ جمعہ کے لیے آئے تو آکر پہلے منبر پر بیٹھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ جمعہ کے لیے مسجد میں تشریف لاتے تھے تو پہلے آپ منبر پر بیٹھتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲ اور ۶ سے واضح ہے

۲۔ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو مؤذن منبر کے پاس امام کے سامنے اذان دے کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایسے ہی کیا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۱ سے ظاہر ہے، اسی پر اجماع ہے اور اسی پر چودہ صدیوں سے توارث و تعامل جاری ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر بن المنذر رحمہ اللہ متوفی ۳۱۸ھ لکھتے ہیں۔

"والذی علیہ عمل اہل العلم من علماء الامصار ما یفعلہ الائمۃ وھو جلوس الامام علی المنبر اول ما یرقی الیہ و یؤذن المؤذن والامام جالس فاذا فرغ المؤذن من الاذان قام الامام فخطب خطبۃ ثم جلس وھو فی حال جلوسہ غیر خاطب ولا یتکلم ثم یقوم فیخطب الخطبۃ الثانیۃ ثم ینزل عند فراغہ" (الاوسط ج ۴ ص ۵۹)

اور جس پر علماء امصار کا عمل ہے وہ وہی ہے جو ائمہ مساجد کیا کرتے ہیں یعنی جب امام ابتداءً منبر پر چڑھتا ہے تو بیٹھ جاتا ہے اور امام کے بیٹھے بیٹھے مؤذن اذان دیتا ہے، پھر جب مؤذن

Marfat.com

اذان سے فارغ ہوتا ہے تو امام کھڑے ہو کر (پہلا) خطبہ دیتا ہے
پھر بیٹھ جاتا ہے اور اس حالت میں نہ کسی کو مخاطب کرتا ہے
نہ کلام کرتا ہے پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ دیتا ہے، پھر دوسرے
خطبے سے فارغ ہو کر منبر سے اتر آتا ہے۔

شیخ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی رحمہ اللہ متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں۔

" (و) كذا (الجلوس على المنبر قبل الشروع في الخطبة والاذان بين يديه) جرى به التوارث (كالاقامة) بعد الخطبة "

(نور الایضاح مع شرح مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی صـ۴۱)

اور (مسنون ہے) منبر پر بیٹھنا خطبہ شروع کرنے سے پہلے،
اور (مسنون ہے) اذان دینا امام کے سامنے، اسی پر (امت کا)
توارث جاری ہے، مثل اقامت کے جو کہ خطبہ کے بعد ہوتی ہے۔

۳۔ امام کو چاہیئے کہ وہ منبر پر کھڑے ہو کر دو خطبے دے۔ پہلا خطبہ پڑھ
کر تھوڑی دیر بیٹھے پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ دے۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲-۳-۴-۵، اور ۷ سے
ظاہر و باہر ہے۔

۴۔ خطبۂ جمعہ نماز جمعہ سے مختصر ہونا چاہیئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا یہی حکم ہے، جیسا کہ حدیث نمبر ۶ سے واضح ہے۔

۵۔ جمعہ کے دونوں خطبے عربی زبان میں ہونے چاہیئیں، عربی
کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس کی بہت
سی وجوہات ہیں۔

Marfat.com

پہلی وجہ یہ ہے کہ خطبہ کی اصل حقیقت "ذکر اللہ" ہے، قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے خطبہ کو ذکر اللہ ہی سے تعبیر فرمایا ہے ارشاد ہے

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ۔

جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو۔

عام مفسرین کا کہنا ہے کہ اس آیت مبارکہ میں ذکر اللہ سے مراد خطبہ جمعہ ہے۔ ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خطبہ جمعہ کو ذکر اللہ سے تعبیر فرمایا ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

"اذا کان یوم الجمعۃ وقفت الملائکۃ علی باب المسجد یکتبون الاول فالاول ومثل المھجر کمثل الذی یھدی بدنۃ ثم کالذی یھدی بقرۃ ثم کبشا ثم دجاجۃ ثم بیضۃ فاذا خرج الامام طووا صحفھم ویستمعون الذکر" (بخاری ج ۱ ص ۱۲۷، مسلم ج ۱ ص ۲۸۲)

جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور شروع میں آنے والوں کے نام یکے بعد دیگرے لکھتے ہیں اور اول وقت دوپہر میں آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اللہ کے حضور میں اونٹ کی قربانی پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد دوم نمبر پہ آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو گائے پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال مینڈھا پیش کرنے والے کی، اس کے بعد مرغی پیش کرنے

Marfat.com

والے کی، اس کے بعد انڈا پیش کرنے والے کی پھر جب امام خطبہ کے لیے منبر کی طرف جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے لکھنے کے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور ذکر سننے میں شریک ہو جاتے ہیں۔

اس حدیث میں فرشتوں کے ذکر سننے میں شریک ہونے سے مراد خطبہ جمعہ سننے میں شریک ہونا ہے۔ قرآن اور حدیث دونوں سے ثابت ہوا کہ خطبہ کی حقیقت ذکر اللہ ہے، خطبہ کے کچھ آداب و سنن ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تعامل سے ثابت ہیں مثلاً (۱) طہارت، بلا وضو خطبہ پڑھنا مکروہ ہے (۲) خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا (۳) لوگوں کی طرف رُخ کر کے پڑھنا (۴) خطبہ شروع کرنے سے پہلے آہستہ اعوذ باللہ پڑھنا (۵) خطبہ کا لوگوں کو سنانا۔ اگر آہستہ خطبہ پڑھا تو گو فرض ادا ہو گیا لیکن مکروہ ہوا (۶) خطبہ مختصر پڑھنا جو دس چیزوں پر مشتمل ہے۔

حمد[۱] سے شروع کرنا، اللہ[۲] تعالیٰ کی ثناء کرنا، کلمۂ[۳] شہادتین کا پڑھنا، نبی[۴] علیہ الصلوٰۃ والسلام پہ درود بھیجنا، وعظ[۵] و نصیحت کرنا، قرآن[۶] پاک کی کوئی آیت پڑھنا، دونوں خطبوں[۷] کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھنا، دوسرے[۸] خطبے میں دوبارہ الحمد ثنا۔ اور درود پڑھنا، تمام[۹] مسلمان مرد و عورت کے لیے دعا مانگنا، دونوں[۱۰] خطبوں کو مختصر کرنا، خطبہ کے ان آداب و سنن سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کا اصلی مقصد ذکر اللہ ہے، وعظ و تبلیغ اس کے مقاصد اصلیہ میں داخل نہیں ورنہ ان آداب و سنن کا وعظ و تبلیغ سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔

اسی طرح خطبے کے کچھ احکام و شرائط ہیں جنکا پایا جانا ضروری ہے مثلاً،

Marfat.com

(۱) خطبۂ جمعہ، جمعہ کے وقت میں یعنی زوال کے بعد پڑھنا، اگر خطبہ زوال سے پہلے پڑھ لیا گیا تو وہ معتبر نہیں ہوگا۔

(۲) خطبۂ جمعہ نمازِ جمعہ سے پہلے پڑھنا ضروری ہے اگر خطبہ نماز جمعہ کے بعد پڑھا گیا تو سرے سے نماز ہی نہیں ہوگی، خطبے سمیت نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔

(۳) خطبہ کے وقت مردوں کا موجود ہونا ضروری ہے۔ اگر فقط عورتوں کے سامنے خطبہ پڑھا گیا تو وہ ناکافی ہوگا۔ مردوں کے آنے کے بعد دوبارہ پڑھنا پڑے گا۔

(۴) شور وشغب یا کسی اور وجہ سے سامعین نہ سن سکیں تب بھی خطبہ پڑھا جائے گا اور وہ معتبر ہوگا۔

(۵) اگر حاضرین سب ہی بہرے ہوں یا سب سو رہے ہوں تب بھی خطبہ پڑھنا ضروری ہے اگر اس حال میں خطبہ نہ پڑھا گیا تو نماز جمعہ صحیح نہیں ہوگی۔

(۶) خطبہ کے وقت سامعین سب علماء فضلاء ہوں کوئی بھی جاہل نہ ہو تب بھی خطبہ پڑھا جائیگا ورنہ نماز جمعہ صحیح نہ ہوگی۔ ان احکام وشرائط سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ خطبہ کی اصل حقیقت ذکر اللہ ہے، محض وعظ وتبلیغ نہیں کیونکہ وعظ وتبلیغ کے یہ احکام نہیں ہیں، اگر خطبہ محض وعظ ونصیحت ہوتا تو اس کے لیے یہ پابندیاں نہ ہوتیں کہ وہ زوال کے بعد ہو، جمعہ کی نماز سے پہلے ہو، سامعین میں مردوں کی موجودگی ضروری ہو وغیرہ وغیرہ۔

فقہاء کرام کا کہنا بھی یہی ہے کہ خطبہ کی حقیقت ذکر اللہ ہے چنانچہ

Marfat.com

محمد بن احمد شمس الائمۃ السرخسی رحمہ اللہ متوفیٰ ۴۹۰ھ تحریر فرماتے ہیں۔

"ولنا ان الخطبۃ ذکر" (مبسوط ج ۲ ص ۲۲)

ہماری دلیل یہ ہے کہ خطبہ ذکر ہے۔

جب قرآن وحدیث وغیرہ سے خطبہ کا ذکر اللہ ہونا ثابت ہوا تو جس طرح تعوذ، تسمیہ، تسبیح، تحمید، ثناء، التحیات وغیرہ ذکر اللہ ہیں اور بالاتفاق انکے لیے عربی زبان استعمال ہوتی ہے غیر عربی کا تصور بھی نہیں آتا، ایسے ہی خطبہ جمعہ کے لیے عربی زبان ہونا ضروری ہوگا غیر عربی زبان میں خطبہ درست نہ ہوگا۔

دوسری وجہ: خطبہ جمعہ نماز جمعہ کی دو رکعتوں کے قائم مقام ہے جس کی ایک دلیل تو وہ آثار ہیں جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خطبہ دو رکعتوں کی جگہ رکھا گیا ہے۔ حضرت سعید جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی چار رکعتیں تھیں دو رکعتیں خطبہ کی وجہ سے کم ہوگئیں" اور دوسری دلیل یہ ہے کہ جو افعال وحرکات بحالت نماز ممنوع ہیں خطبہ میں بھی حرام ہیں، سامعین خطبہ کے لیے اس وقت کھانا پینا، بولنا چالنا یہاں تک کہ سلام کا جواب دینا اور ذکر وتسبیح پڑھنا بھی جائز نہیں" اور بہت سے احکام جو نماز کے ہیں وہ خطبہ کے بھی ہیں جن کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے اس طرح کی قیودات بتلا رہی ہیں کہ خطبہ کی مجلس صرف وعظ وتذکیر کی مجلس نہیں بلکہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے نماز کی طرح ہے، جب خطبہ نماز کی طرح بلکہ اس کے قائم مقام ہے تو ضروری ہے کہ خطبۂ جمعہ عربی میں ہو، کیونکہ نماز کی زبان عربی ہے نماز کسی اور زبان میں نہیں ہوتی۔

تیسری وجہ:۔ خطبۂ جمعہ بالاجماع شرط صلوٰۃ ہے اس لیے جو زبان

Marfat.com

صلوٰۃ (نمازِ جمعہ کی ہے وہی زبان شرطِ یعنی خطبہ کی ہونی چاہیئے یہ نہیں ہوسکتا
کہ شرطِ صلوٰۃ کسی محدث طریقے یعنی غیر عربی زبان سے ادا کی جائے۔

چوتھی وجہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ خطبہ مختصر
کرو اور نماز کو دراز کرو اس لحاظ سے اگر گھنٹے آدھ گھنٹے کی اردو تقریر کو خطبہ
قرار دیا جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی کھلی مخالفت لازم آئیگی۔

پانچویں وجہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں عربی زبان پر
مواظبت فرمائی ہے یعنی آپ نے ہمیشہ عربی زبان ہی میں خطبہ دیا ہے،
حالانکہ آپ کے خطبے میں عرب کے علاوہ عجم کے لوگ بھی شریک ہوتے تھے
اور ان کو تبلیغ دین کی ضرورت بھی تھی لیکن آپ نے کبھی بھی انکی رعایت کرتے
ہوئے نہ تو خود عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ دیا نہ کسی صحابی سے
ان لوگوں کی زبان میں اس کا ترجمہ کرایا، خلفاء راشدین نے بھی ہمیشہ عربی زبان
ہی میں خطبہ دیا حالانکہ ان کے خطبوں میں بھی کثرت سے عجمی لوگ شریک ہوتے
تھے جو مختلف ممالک سے آتے تھے، اسی طرح صحابۂ کرام، تابعین وتبع تابعین
عظام اور ان کے متبعین عرب سے نکل کر عجم میں گئے۔ مشرق ومغرب میں
اسلام پھیلایا، لیکن ہر جگہ ہمیشہ خطبۂ جمعہ عربی ہی میں دیا حالانکہ ان حضرات
کو تبلیغ دین کی ضرورت آج سے زیادہ تھی اور یہ بات نہیں کہ حضرات صحابۂ وتابعین
عجمیوں کی زبان نہیں جانتے تھے بلکہ خوب جانتے تھے لیکن پھر بھی خطبۂ جمعہ
عربی ہی میں دیا کرتے تھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفاء راشدین، دیگر صحابۂ کرامؓ تابعین وتبع تابعین
کے تعامل اور مواظبت اور ساری امت کے توارث سے یہ بات روزِ روشن
کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ قرونِ سابقہ کی طرح آج بھی خطبۂ جمعہ عربی ہی

Marfat.com

میں ہونا چاہیئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"چوں خطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وخلفاء وغلم جرا ملاحظہ کردیم تنقیح آں وجود چند چیز ست حمد وشہادتین وصلوٰۃ بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وامر بتقوی وتلاوت آیتے ودعا برائے مسلمین و مسلمات وعربی بودن خطبہ .... وعربی بودن نیز بجہت عمل مستمر مسلمین در مشارق ومغارب باوجود آنکہ در بسیارے از اقالیم مخاطباں عجمی بودند" (مسوی مصفی شرح مؤطا امام مالک ج ا ص ۱۵۴)

جب ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات خلفاء راشدین، صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین اور اسی طرح ائمہ مجتہدین، محدثین وغیرہم کے خطبوں کو ملاحظہ کیا تو یہ بات منقح ہو کر سامنے آئی کہ ان خطبوں میں چند چیزیں ضرور ہوا کرتی تھیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، کلمۂ شہادتین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود، تقویٰ کا حکم، کسی آیت کا پڑھنا اور تمام مسلمان مرد وزن کے لیے دعا کرنا، اور خطبہ کا عربی زبان میں ہونا۔ حضرت شاہ صاحب آگے فرماتے ہیں کہ خطبہ کا خاص عربی زبان میں ہونا اس لیے ضروری ہے کہ تمام مسلمانوں کا مشرق ومغرب میں ہمیشہ اسی پر عمل رہا ہے (کہ وہ خطبہ عربی میں پڑھتے تھے) باوجودیکہ بہت سے ممالک میں ان کے مخاطب عجمی لوگ ہوتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ امام نوویؒ شافعی اور امام رافعیؒ شافعی خطبہ جمعہ کے عربی میں ہونے کی شرط لگاتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک اگر خطبہ

Marfat.com

عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں پڑھا گیا تو جمعہ کی نماز ہی نہیں ہوگی۔

چنانچہ امام نووی رح لکھتے ہیں:

"ویشترط کونها بالعربیة" (کتاب الاذکار صفحہ ۱۰۲)

اور یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ خطبہ عربی میں ہو۔

علامہ زبیدی رح تحریر فرماتے ہیں۔

"قال الرافعی وهل یشترط ان تکون الخطبة کلها بالعربیة؟ وجهان والصحیح اشتراطه فان لم یکن فیهم من یحسن العربیة خطب بغیرها ویجب علیهم التعلم والاعصوا ولا جمعة لهم" (اتحاف السادة المتقین ج ۳ ص ۲۶۸)

امام رافعی رح فرماتے ہیں اور کیا سارے خطبہ کا عربی میں ہونا شرط ہے، اس میں دو وجہیں ہیں، صحیح یہ ہے کہ عربی میں ہونا شرط ہے پس اگر کوئی ایسا آدمی حاضرین میں نہ ہو جو عربی پڑھ سکے تو عربی کے سوا دوسری زبان میں خطبہ پڑھے، اور ان پہ واجب ہوگا کہ عربی سیکھیں ورنہ سب گنہگار ہوں گے اور ان کا جمعہ بھی نہیں ہوگا۔

اسی طرح احناف میں سے حضرت قاضی ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ بھی خطبہ کے عربی زبان ہی میں ہونے کی شرط عائد کرتے ہیں

چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی رح تحریر فرماتے ہیں۔

"لم یقید الخطبة بکونها بالعربیة اکتفاء بما قدمه فی باب صفة الصلوٰة من انها غیر شرط ولو مع القدرة علی العربیة عنده

خلافاً لهما حيث شرطاها الا عند العجز کالخلاف فی الشروع فی الصلوٰۃ"۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۴۷)

مصنف نے خطبہ کے عربی میں ہونے کی قید نہیں لگائی، اس پر اکتفا کرتے ہوئے جو باب صفۃ الصلوٰۃ میں گزر چکا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ شرط نہیں اگرچہ وہ عربی پر قادر ہی ہو، بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک عربی میں ہونا شرط ہے، الا یہ کہ وہ عربی سے عاجز ہو، یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ شروع نماز یعنی تکبیر تحریمہ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنویؒ رقمطراز ہیں۔

"ولا یشترط کونها بالعربیة فلو خطب بالفارسیة او بغیرها جاز کذا قالوا والمراد بالجواز هو الجواز فی حق الصلوٰۃ بمعنی انه یکفی لاداء الشرطیة وتصح الصلوٰۃ لا الجواز بمعنی الاباحة المطلقة فانه لا شك فی ان الخطبة بغیر العربیه خلاف السنة المتوارثة من النبی صلی اللّٰه علیه وسلم والصحابة فیکون مکروها تحریما"

(عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ ج ۱ ص ۲۰۰)

خطبہ کا عربی میں ہونا شرط نہیں ہے لہٰذا اگر فارسی یا کسی اور زبان میں بھی خطبہ دے دیا تو جائز ہوگا، جیسا کہ فقہائے نے فرمایا ہے اور جائز ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ نماز کے حق میں جائز ہوگا، جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز جمعہ کے ادا کرنے کے لیے خطبہ

Marfat.com

کی جو شرط ہے وہ پوری ہو جائے گی اور نماز ہو جائے گی۔ یہ مطلب نہیں کہ خطبہ کا غیر عربی میں ہونا مطلقاً مباح ہے کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ دینا اس سنت کے خلاف ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عہد سے متواتر اور مسلسل چلی آرہی ہے لہٰذا (عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ دینا) مکروہ تحریمی ہوگا۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار، اجماع اور تعامل و توارثِ امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ دوسری اذان کی کوئی جگہ متعین نہیں ہے اور اس اذان کو منبر کے نزدیک کہلوانا بدعت ہے، اور خطبہ عربی کے علاوہ دوسری زبان میں بھی دیا جاسکتا ہے، چنانچہ غیر مقلدین کا یہ دستور ہے کہ ان کا خطیب جمعہ کے وقت منبر پر آکر بیٹھتا ہے، پھر اذان ہوتی ہے تو وہ اُٹھ کر اردو میں تقریر شروع کر دیتا ہے آدھ پون گھنٹے تقریر کر کے بیٹھ جاتا ہے اور پھر کھڑے ہو کر عربی کا ایک ہی خطبہ پڑھ کر نیچے آجاتا ہے اور نماز پڑھاتا ہے۔

غیر مقلدین کے ترجمان الاعتصام کے مفتی لکھتے ہیں۔

"یہ اذان وقت خطبہ دروازہ مسجد یا امام کے سامنے کسی بلند جگہ پر کہلوانی چاہیئے، جیسے اور اذانیں بلند آواز سے کہی جاتی ہیں، ویسے یہ اذان بھی کہلانا چاہیئے، منبر کے نزدیک اس اذان کو کہلانا خلاف سنت ہے بلکہ بدعت ہے" (فتاوی علماء حدیث ج ۲ ص ۱۷۹)

غیر مقلدین کے مجتہد العصر حافظ عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں۔

"اذان سے مقصود اعلان ہے خواہ پہلی ہو یا خطبہ کی پس جو جگہ اعلان کے لیے زیادہ مناسب ہے وہاں ہونی چاہیئے اگر امام کے سامنے

Marfat.com

موزوں جگہ ہو تو سامنے دی جائے ورنہ کوئی اور جگہ موزوں دیکھ لی جائے خواہ مسجد کے اندر ہو یا باہر خواہ دائیں طرف ہو یا بائیں طرف" الخ (فتاوی اہلحدیث ج ۲ ص۵۱)

حافظ صاحب خطبہ جمعہ کی بابت لکھتے ہیں۔

"خلاصہ یہ کہ خطبہ عام وعظوں کی طرح ایک وعظ ہے خواہ جمعہ کا ہو یا عیدین کا ہو خطیب کو اس میں کلام وغیرہ جائز ہے، زبان کی پابندی اس میں ضروری نہیں کیونکہ خطبہ کی غرض کے خلاف بلکہ خطبہ کے لفظ کے خلاف ہے کیونکہ خطبہ خطاب ہے جو سامعین کی زبان میں ہوتا ہے" الخ (فتاوی اہلحدیث ج۲ ص۴۲)

جماعت غرباء اہلحدیث کے مفتی عبدالغفار صاحب سے سوال ہوا کہ "ز
کہتا ہے کہ خطبہ جمعہ اپنی مادری زبان میں کہنا جائز ہے بکر کہتا ہے کہ جائز نہی
کون حق پر ہے؟" موصوف نے جواب دیا کہ

" زید حق پر ہے کیونکہ خطبہ کی غرض اور مقصد جو ہے اس پر نظر ڈالنی چاہیئے۔ خطبہ بیان کرنے کا جو مقصد ہے وہ یہ ہے کہ لوگ راہ راست پر آجائیں اور سن کر شریعت محمدیہ کے حامل ہو جائیں، بخلاف اس کے جب ان کی سمجھ میں کچھ نہ آئے گا اور امام کھڑا ہوا عربی میں خطبہ پڑھ رہا ہو اور سامعین پتھر کے بتوں کی طرح بیٹھے ہوں اور کچھ ان کے پلے نہ پڑے تو کیا خاک عمل کریں گے سامعین کو غیر زبان میں وعظ و تذکیر کرنے سے کچھ فائدہ نہیں"۔

(فتاوی ستاریہ ج ۳ ص۴۰)

ملاحظہ فرمائیے: احادیث و آثار، اجماع، توارث و تعامل امت

Marfat.com

ے ثابت ہو رہا ہے کہ خطبہ کی اذان امام کے سامنے منبر کے نزدیک ہونی
ہیئے، یہی سنت ہے، لیکن غیر مقلدین، احادیث و آثار، اجماع اور توارث و
ل سے بالکل قطع نظر کر کے اسے بدعت قرار دے رہے ہیں، یا للعجب نیز
ضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفاء راشدین، صحابۂ کرام، تابعین و تبع تابعین عظام اور
کے سب علماء و فقہا خطبہ جمعہ عربی زبان میں دینے پر مواظبت فرماتے ہیں ان
سے کوئی بھی عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ نہیں دیتا۔ قرآن و حدیث
ں کا تقاضا کر رہے ہیں کہ خطبہ جمعہ عربی میں ہو۔ فقہاء امت خطبۂ جمعہ کے
بی زبان میں ہونے کو ضروری قرار دیتے ہیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
فاء راشدین، صحابہ و تابعین اور امت کے توارث و تعامل کے خلاف غیر مقلدین
ر رہے ہیں کہ خطبۂ جمعہ میں عربی زبان کی کوئی قید نہیں ہر زبان میں جائز ہے۔
قارئین کرام یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالحدیث اب فیصلہ آپ کے سر ہے
پ فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

کراہۃ الصلوٰۃ والکلام عند الخطبۃ

خطبۂ جمعہ کے درمیان نماز پڑھنا اور بات چیت کرنا مکروہ ہے

عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من اغتسل یوم الجمعۃ و تطہر بما استطاع
من طہر ثم ادہن او مس من طیب ثم راح
فلم یفرق بین اثنین فصلی ما کتب لہٗ ثم
اذا خرج الامام انصت غفر لہ ما بینہ
وبین الجمعۃ الاخری (بخاری ج ۱ ص ۱۲۳)

Marfat.com

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جس حد تک ہو سکے صفائی کرے، پھر تیل لگائے یا خوشبو ہو تو وہ لگائے پھر جمعہ کے لیے جائے تو دو آدمیوں کے درمیان نہ بیٹھے پھر جتنی نماز اس کے لیے مقدر ہے پڑھے، پھر جب امام خطبہ کے لیے نکل آئے تو خاموش رہے تو ایسے شخص کے اس جمعہ سے اُس جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

۲۔ عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال من اغتسل ثم اتى الجمعة فصلى ما قدر له ثم انصت حتى يفرغ من خطبته ثم يصلى معه غفر له ما بينه و بين الجمعة الاخرى و فضل ثلاثة ايام (مسلم ج ۱ ص ۲۸۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے غسل کیا پھر وہ جمعہ کے لیے (مسجد میں) آیا پھر جتنی نماز اس کے لیے مقدر تھی پڑھی پھر امام کے خطبہ سے فارغ ہونے تک خاموش رہا پھر امام کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے اِس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور تین دن مزید کے بھی۔

۳۔ عن عطاء الخراسانی قال كان نبيشة الهذلی يحدث عن رسول الله صلی الله عليه وسلم ان

Marfat.com

المسلم اذا اغتسل يوم الجمعة ثم اقبل الى المسجد لا يؤذى احدًا فان لم يجد الامام خرج صلى ما بَدَالَهُ وان وجد الامام قد خرج جلس فاستمع وَانصَتَ حتى يقضى الامام جمعتهٗ وكلامه ان لم يغفرله فى جمعته تلك ذنوبه كلها ان تكون كفارة للجمعة التى قبلها ، (مسند احمد ج ۵ ص ۷۵)

حضرت عطاء خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے تھے کہ جب مسلمان جمعہ کے دن غسل کرکے مسجد آئے اس طرح سے کہ کسی کو ایذا نہ دے، پھر اگر دیکھے کہ امام ابھی (خطبہ کے لیے) نہیں نکلا تو جتنی چاہے نماز پڑھتا رہے، اور اگر دیکھے کہ امام نکل آیا ہے تو بیٹھ جائے اور خاموشی سے خطبہ سننے لگے یہاں تک کہ امام خطبہ و نماز سے فارغ ہو جائے تو اگر اس جمعہ کے اس کے سارے گناہ معاف نہ ہوئے تو دوسرے جمعہ کے لیے یہ کفارہ ہو جائے گا۔

۴۔ عن ابی هريرة قال النبى صلى الله عليه وسلم اذا كان يوم الجمعة وقفت الملائكة على باب المسجد يكتبون الاول فالاول ومثل المهجر كمثل الذى يهدى بدنة ثم كالذى يهدى بقرة ثم كبشا ثم دجاجة ثم

Marfat.com

بیضۃ فاذا خرج طووا صحفھم ویستمعون الذکر۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۲۷، مسلم ج ۱ ص ۲۸۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور شروع میں آنے والوں کے نام یکے بعد دیگرے لکھتے ہیں اور اول وقت دوپہر میں آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اللہ کے حضور میں اونٹ کی قربانی پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد دوم نمبر پر آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو گائے پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال مینڈھا پیش کرنے والے کی، اس کے بعد مرغی پیش کرنے والے کی اس کے بعد انڈا پیش کرنے والے کی، پھر جب امام خطبہ کے لیے منبر کی طرف جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے لکھنے کے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور ذکر سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

۵۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قلت لصاحبک یوم الجمعۃ انصت والامام یخطب فقد لغوت (بخاری ج ۱ ص ۱۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے کہا کہ خاموش رہ اس حال میں کہ امام خطبہ دے رہا تھا تو تم نے لغو و بیکار کام کیا۔

Marfat.com

۶۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تکلم یوم الجمعۃ والامام یخطب فھو کمثل الحمار یحمل اسفارا والذی یقول لہ انصت لیست لہ جمعۃ،

(مسند احمد ج ۱ صفحہ ۲۳۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کے خطبہ دینے کی حالت میں جو بات کرے وہ ایسے ہے جیسے گدھے نے کتابیں اٹھا رکھی ہوں اور جو اس سے کہے کہ چپ رہ تو اس کا جمعہ ہی نہیں

۷۔ عن ابن عمر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا دخل احدکم المسجد والامام علی المنبر فلا صلوٰۃ ولا کلام حتی یفرغ الامام

(مجمع الزوائد ج ۲ صفحہ ۱۸۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کوئی شخص جب مسجد میں اس وقت داخل ہو جبکہ امام منبر پہ ہو تو اس صورت میں نہ نماز جائز ہے نہ کلام جب تک کہ امام (خطبہ سے) فارغ نہ ہو جائے۔

۸۔ عن ابن شہاب عن ثعلبۃ بن ابی مالک القرظی انہ اخبرہ انھم کانوا فی زمن عمر بن الخطاب یصلون یوم الجمعۃ حتی یخرج عمر بن الخطاب

Marfat.com

فاذا خرج عمر وجلس على المنبر واذن المؤذنون وقال ثعلبة جلسنا نتحدث فاذا سكت المؤذنون وقام عمر يخطب انصتنا فلم يتكلم منا احد قال ابن شهاب فخروج الامام يقطع الصلوٰة وكلامه يقطع الكلام۔

(موطا امام مالک ص۸۸)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ حضرت ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے انہیں خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ جمعہ کے دن نماز پڑھتے رہتے تھے یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تشریف لاتے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لا کر منبر پر بیٹھ جاتے اور مؤذن اذان کہتے تو (ثعلبہؓ کہتے ہیں) کہ ہم بیٹھے بیٹھے بات کر لیا کرتے تھے، پھر جب مؤذن خاموش ہو جاتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ کے لیے کھڑے ہو جاتے تو ہم خاموش ہو جاتے اور ہم میں سے کوئی شخص کلام نہ کرتا، حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام کا نکلنا نماز کو اور اس کا کلام کرنا گفتگو کو ختم کر دیتا ہے

۹- عن ابن شهاب قال حدثني ثعلبة بن ابی مالك ان قعود الامام يقطع السبحة وان كلامه يقطع الكلام، الحديث (مسند امام الشافعیؒ ص۱۳۹ ج ۱)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ امام کا منبر پہ بیٹھ جانا

Marfat.com

نماز کو ختم کر دیتا ہے اور اس کا کلام گفتگو کو ختم کر دیتا ہے۔

۱۰۔ عن ثعلبۃ بن ابی مالك القرظی قال ادرکت عمر وعثمان رضی اللہ عنہما فکان الامام اذا خرج ترکنا الصلوٰۃ، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج۲ ص۱۱۱)

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک قرظی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا زمانہ پایا (اس دور میں جمعہ کے دن ایسا ہوتا تھا کہ) جب امام جمعہ کے دن خطبہ کے لیے نکل آتا تو ہم نماز چھوڑ دیتے تھے۔

۱۱۔ عن سائب بن یزید قال کنا نصلی فی زمن عمر یوم الجمعۃ فاذا خرج عمر وجلس علی المنبر قطعنا الصلوٰۃ وکنا نتحدث ویحدثونا وربما نسأل الرجلَ الذی یلیہ عن سوقہ ومعاشہ فاذا سکت المؤذن خطب ولم یتکلم احد حتی یفرغ (رواہ اسحٰق بن راہویہ بحوالہ نصب الرایۃ ج۲ ص۲۰۲)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمعہ کے دن نماز پڑھتے تھے پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لا کر منبر پر بیٹھتے تو ہم نماز بند کر دیتے تھے، اور لوگ آپس میں بات چیت کر لیا کرتے تھے اور کبھی ہم اپنے قریب کے شخص سے اس کے بازار اور معاش کا حال احوال بھی پوچھ لیتے تھے پھر جب مؤذن خاموش ہو جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دیتے اور ان کے خطبے سے فارغ ہونے

Marfat.com

تک ہم میں سے کوئی شخص بات نہ کرتا۔

۱۲۔ عن علی قال الناس فی الجمعة ثلاث، رجل شهدها بسكون ووقار وانصات وذالك الذی يغفر له ما بين الجمعتين قال حسبت قال وزيادة ثلاثة ايام، قال وشاهد شهدها بلغو فذالك حظه منها ورجل صلی بعد خروج الامام فليست بسنة ان شاء اعطاه وان شاء منعه'

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ صفحہ ۲۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ میں تین قسم کے لوگ شریک ہوتے ہیں، ایک وہ شخص جو جمعہ میں سکون وقار اور خاموشی کے ساتھ حاضر ہوا یہ تو ایسا شخص ہے کہ اس کے جمعہ سے جمعہ تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں راوی کا کہنا ہے کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اور تین دن مزید بھی دوسرا وہ شخص ہے جو جمعہ میں شریک ہو کر لغو کام کرتا ہے اس کا حصہ تو یہی لغو و بیکار کام ہے، اور تیسرا وہ شخص ہے جس نے امام کے (خطبہ کے لیے) نکلنے کے بعد نماز پڑھی اس کی یہ نماز سنت کے مطابق نہیں، اللہ چاہے تو اس کو (ثواب) دے اور چاہے تو نہ دے

۱۳۔ عن الحارث عن علی انه كره الصلوٰة يوم الجمعة والامام يخطب، (المدونة الكبرىٰ ج ۱ صفحہ ۱۴۸)

حضرت حارث رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو نماز پڑھنے کو

Marfat.com

مکروہ سمجھتے تھے۔

۱۴۔ عن عطاء عن ابن عباس وابن عمر انہما کانا یکرہان الصلوٰۃ والکلام بعد خروج الامام۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۱)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ امام کے خطبہ کے لیے نکل آنے کے بعد نماز پڑھنے اور کلام کرنے کو مکروہ جانتے تھے۔

۱۵۔ عن ابن عباس قال سألوہ عن الرجل یصلی والامام یخطب؟ قال أرأیت لو فعل ذالک کلہم کان حسناً؟ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۴۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے سوال کیا کہ خطبہ کے دوران آدمی نماز پڑھ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا اگر سب ہی پڑھنے لگیں تو کیا یہ ٹھیک ہوگا؟

۱۶۔ عن نافع قال کان ابن عمر یصلی یوم الجمعۃ فاذا تحیّن خروج الامام قعد قبل خروجہ
(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۱۰)

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن نماز پڑھتے رہتے اور جب امام کے آنے کا وقت ہو جاتا تو اس کے آنے سے پہلے ہی نماز بس کر کے بیٹھ جاتے۔

Marfat.com

۱۷۔ عن عقبۃ بن عامر قال الصلوٰۃ والامام علی المنبر معصیۃ، (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۴)۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کے (خطبہ کے وقت) منبر پر ہونے کی حالت میں نماز پڑھنا گناہ ہے۔

۱۸۔ عن ہشام بن عروۃ قال رأیت عبد اللہ بن صفوان دخل المسجد یوم الجمعۃ وعبد اللہ بن الزبیر یخطب علی المنبر وعلیہ ازار ورداء ونعلان وھو متعمم بعمامۃ فاستلم الرکن ثم قال السلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ثم جلس ولم یرکع

(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۴)

حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبد اللہ بن صفوان رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ جمعہ کے دن مسجد حرام میں اس وقت تشریف لائے جب کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما منبر پر خطبہ دے رہے تھے، .... اور ان کے جسم پر اس وقت تہبند تھا اور چادر اور نعلین پہنے ہوئے تھے اور عمامہ باندھے ہوئے تھے، انہوں نے آکر حجر اسود کو بوسہ دیا پھر کہا السلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر بیٹھ گئے اور سنتیں نہیں پڑھیں۔

۱۹۔ عن توبۃ العنبری قال قال الشعبی ارأیت الحسن حین یجیئ وقد خرج الامام فیصلی عمن اخذ ھٰذا؟ لقد رأیت شریحا اذا جاء وقد خرج الامام لم یصل،

(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۴)

Marfat.com

حضرت توبہ عنبری فرماتے ہیں کہ حضرت امام شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا کیا تم نے حسن بصری کو دیکھا ہے کہ جب وہ جمعہ کے لیے آتے ہیں تو باوجودیکہ امام خطبہ کے لیے نکل کر آچکا ہوتا ہے پھر بھی وہ نماز پڑھتے ہیں یہ طریقہ انہوں نے کس سے لیا ہے؟ میں نے تو قاضی شریح کو دیکھا ہے کہ جب وہ جمعہ کے لیے تشریف لاتے اور امام خطبہ کے لیے نکل کر آچکا ہوتا تو پھر وہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔

۲۰۔ عن الشعبی قال کان شریح اذا اتی الجمعة فان لم یکن خرج الامام صلّی رکعتین وان کان خرج جلس واحتبی واستقبل الامام فلم یلتفت یمینا ولا شمالا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۲، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۴۵)

حضرت امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت قاضی شریح رحمہ اللہ جب جمعہ کے لیے تشریف لاتے اور امام ابھی خطبہ کے لیے نہ نکلا ہوتا تو آپ دو رکعتیں (تحیۃ المسجد) پڑھ لیتے تھے اور اگر امام خطبہ کے لیے آچکا ہوتا تو گوٹھ مار کر بیٹھ جاتے اور امام کی طرف توجہ فرماتے دائیں بائیں التفات نہ فرماتے۔

۲۱۔ عن خالد الحذاء ان ابا قلابة جاء یوم الجمعة والامام یخطب فجلس ولم یصل۔

(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۴)

حضرت خالد حذاء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو قلابہ رحمہ اللہ جمعہ کے دن مسجد میں تشریف لاتے تو امام خطبہ دے

Marfat.com

رہا تھا آپ بیٹھ گئے اور آپ نے نماز نہیں پڑھی۔

۲۲۔ عن معمر قال سألت قتادة عن الرجل یأتی والامام یخطب یوم الجمعة ولم یکن صلی یصلی؟ فقال اما انا فکنت جالسا،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۲۵)

حضرت معمرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کوئی شخص جمعہ کے دن مسجد میں اس وقت آتا ہے جبکہ امام خطبہ دے رہا ہوتا ہے اور اس شخص نے نماز (تحیۃ المسجد یا سنت) نہیں پڑھی تو کیا وہ اس حالت میں پڑھ لے؟ آپ نے فرمایا کہ بھئی میں تو ایسی صورت میں بیٹھ جاتا ہوں (نماز نہیں پڑھتا)

۲۳۔ عن ابن جریج عن عطاء قال قلت له جئت والامام یخطب یوم الجمعة اترکع؟ قال اما والامام یخطب فلم اکن ارکع،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۲۵)

حضرت ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے سوال کیا کہ اگر آپ جمعہ کے دن اس وقت تشریف لائیں جس وقت امام خطبہ دے رہا ہو تو کیا آپ نماز (تحیۃ المسجد یا سنت) پڑھیں گے، آپ نے فرمایا اگر امام خطبہ دے رہا ہو تو پھر نہیں پڑھوں گا۔

۲۴۔ عن ابن سیرین انه کان یقول اذا خرج الامام

Marfat.com

فلا یصل احد حتی یفرغ الامام،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص۱۱۱)

حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب امام خطبہ کے لئے نکل کر آچکا ہو تو پھر اس کے خطبہ سے فارغ ہونے تک کوئی شخص نماز نہ پڑھے۔

۲۵۔ عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ قال اذا قعد الامام علی المنبر فلا صلوۃ، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص۱۱۱)

حضرت ہشام بن عروۃ رحمہما اللہ اپنے والد حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جب امام خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھ جائے تو پھر کوئی نماز جائز نہیں۔

۲۶۔ عن معمر عن الزھری فی الرجل یجیئ یوم الجمعۃ والامام یخطب یجلس ولا یصلی

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص۱۱۱، طحاوی ج ۱ ص۲۵۲)

حضرت معمر رحمہ اللہ حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ (انہوں نے فرمایا) جو شخص جمعہ کے دن اس وقت آئے جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ بیٹھ جائے نماز نہ پڑھے۔

۲۷۔ عن الزھری عن ابن المسیب قال خروج الامام یقطع الصلوۃ کلامہ یقطع الکلام مصنف عبدالرزاق ... مصنف ابن ابی ...

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا امام کا خطبہ کے

Marfat.com

لیے نکلنا نماز کو اور اس کا کلام کرنا گفتگو کو بند کر دیتا ہے۔

۲۸۔ عن لیث عن مجاهد انه کرہ ان یصلی والامام یخطب، (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۵)

حضرت لیث رحمہ اللہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ خطبہ کے وقت نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کے خطبہ کے دوران نماز (تحیۃ المسجد یا سنتیں) پڑھنا اور باتیں کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

حضرت سلمان فارسی، حضرت ابوہریرہ، حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہم کی احادیث (۱-۲-۳) سے دو باتیں معلوم ہو رہی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے کی حد خطبہ سے پہلے تک ارشاد فرمائی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص خطبہ شروع ہونے کے بعد نماز پڑھتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ حد سے تجاوز کرتا ہے۔ دوسری یہ کہ ان احادیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز اور سکوت کو متقابل ذکر فرمایا ہے، خطبہ سے پہلے نماز اور خطبہ کے دوران انصات یعنی خاموش رہنا، جس سے واضح ہوتا ہے کہ خطبہ کے دوران نماز پڑھنا سکوت کے منافی ہے، چونکہ اس حالت میں سکوت واجب ہے لہٰذا نماز اور کلام دونوں ممنوع ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (۴) سے معلوم ہو رہا ہے کہ جب امام خطبہ کے لیے نکل آتا ہے تو فرشتے اپنے صحیفے لپیٹ کر رکھ دیتے ہیں اور ذکر (خطبہ) سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں، امام کے نکل آنے کے بعد فرشتوں کا نامۂ اعمال لپیٹ کر ذکر سننے میں مشغول ہو جانا

Marfat.com

اس امر کی دلیل ہے کہ خطبہ کی حالت ذکر سننے کے سوا تمام اعمال کی بندش کا وقت ہے اس وقت استماعِ خطبہ کے سوا کسی عمل خیر کی گنجائش نہیں، نہ نماز کی نہ کلام کی۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی احادیث (۵-۶) سے معلوم ہو رہا ہے کہ خطبہ کے دوران کلام کرنا جائز نہیں، حتیٰ کہ خطبہ کے دوران کسی کو خاموش کرنے کے لیے یہ کہہ دینا کہ "چپ رہ" یہ بھی صحیح نہیں، اور جس نے یہ کہہ دیا اس کا جمعہ باقی نہیں رہتا، حالانکہ یہ امر بالمعروف کے زمرے میں آتا ہے اور امر بالمعروف بشرطِ قدرت واجب ہے، لیکن دورانِ خطبہ اسکی اجازت نہیں تو اس دوران نماز (تحیۃ المسجد وغیرہ) میں مشغول ہونا بدرجۂ اولیٰ ناجائز ہوگا کیونکہ اس کا درجہ ایک تو مستحب کا ہے دوسرے یہ "خاموش" کہنے سے بڑھ کر مخلِ استماع ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث (۷) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان صاف طور پر موجود ہے کہ دورانِ خطبہ نہ نماز جائز ہے نہ کلام۔

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک قرظی اور سائب بن یزید رضی اللہ عنہما کی احادیث (۸-۹-۱۰-۱۱) سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول یہ تھا کہ وہ امام کے خطبہ کے لیے آنے سے پہلے تک نماز پڑھتے رہتے تھے اور جب امام خطبہ شروع کر دیتا تو نماز اور بات چیت بند کر دیتے تھے، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دورانِ خطبہ نماز پڑھنا اور کلام کرنا جائز نہیں۔

حدیث (۱۲) سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ نماز پڑھنے کو خلافِ سنت قرار دیا ہے۔ یہ بھی اس کی دلیل ہے

Marfat.com

دورانِ خطبہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

حدیث (۱۳-۱۴-۱۵، اور ۲۸) سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت مجاہد رضی اللہ عنہم دورانِ خطبہ نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے، اگر اس دوران نماز پڑھنا صحیح ہوتا تو ناممکن تھا کہ یہ بزرگ اسے مکروہ سمجھتے۔

حدیث (۱۶) سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ وہ خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے اور خطبہ شروع ہونے سے پہلے نماز ختم کر دیتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۷ سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ خطبہ کے دوران نماز پڑھنے کو گناہ قرار دیتے تھے۔ یہ بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ خطبہ کے دوران نماز جائز نہیں ورنہ یہ ممکن نہیں کہ کسی جائز کام کو ایک صحابی گناہ قرار دیں۔

حدیث (۱۸) سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن صفوان رحمہ اللہ دورانِ خطبہ مسجد حرام میں تشریف لائے اور استلام کر کے بیٹھ گئے اور تحیۃ المسجد وغیرہ نہیں پڑھی، کسی صحابی نے بھی ان سے نہیں کہا کہ تم نے تحیۃ المسجد کیوں نہیں پڑھی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دورانِ خطبہ نماز نہ پڑھنا ہی سنت ہے اور پڑھنا خلافِ سنت اور مکروہ ہے۔

حدیث (۱۹) سے معلوم ہو رہا ہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ دورانِ خطبہ نماز پڑھ لیتے تھے لیکن حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے اس فعل پر حضرت امام شعبی رحمہ اللہ جو پانچ سو صحابہ کرام کی زیارت سے مشرف ہیں شدید انکار فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ انہوں نے کس سے لیا ہے؟ ہم نے

Marfat.com

قاضی شریحؒ کو (جو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قاضی القضاۃ تھے) دیکھا ہے وہ تو امام کے خطبہ کے لیے نکل آنے کے بعد نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ خطبہ کے دوران نماز صحیح نہیں؛ ورنہ آپ کو اس پر انکار کی کیا ضرورت تھی، نیز اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عام صحابہؓ و تابعین خطبہ کے دوران نماز نہیں پڑھتے تھے ورنہ امام شعبی رحمہ اللہ یہ نہ فرماتے کہ خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ نے یہ طریقہ کس سے لیا ہے۔

حدیث (۲۰) سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت قاضی شریح رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ وہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے اور اگر امام آ کر خطبہ شروع کر دیتا تو پھر نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث (۲۱-۲۲-۲۳) سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت ابو قلابہ، حضرت قتادہ، حضرت عطاء رحمہم اللہ دورانِ خطبہ تحیۃ المسجد نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث (۲۴-۲۵-۲۶-۲۷) سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت ابن سیرین، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت ابن شہاب زہری، حضرت سعید بن المسیب رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر تابعین یہ فتویٰ دیتے تھے کہ امام کے خطبہ کے لیے نکل آنے کے بعد نماز جائز نہیں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ دورانِ خطبہ آنے والوں کو نماز پڑھنی جائز ہے بلکہ دو رکعتیں پڑھنی تو ضروری ہیں، چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں

"اثناء خطبہ میں جو لوگ آئیں انہیں ہلکی سی دو رکعتیں بیٹھنے سے پیشتر پڑھ لینی ضروری ہیں"۔ (دستور المتقی ص ۱۶۳)

یہ مسئلہ تمام غیر مقلدین کا متفقہ ہے جو ان کی فتووں کی کتابوں میں درج ہے۔

Marfat.com

ملاحظہ فرمائیے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ کے دوران خاموش رہنے
کا حکم دے رہے ہیں حتیٰ کہ کسی دوسرے کو "خاموش رہ" کہنے سے بھی منع فر
رہے ہیں جو کہ امر بالمعروف ہے، نیز آپ دوران خطبہ نماز پڑھنے اور کلام
کرنے سے روک رہے ہیں چنانچہ صحابۂ کرام اسی کو اپنا معمول بناتے ہیں اور دوران
خطبہ نماز نہیں پڑھتے اور کلام نہیں کرتے بلکہ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن
عباس، حضرت عبداللہ بن عمر اور ان کے شاگرد مجاہد رضی اللہ عنہم خطبہ کے
دوران نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں اور ایک صحابی حضرت عقبہ بن عامر رضی
اللہ عنہ تو خطبہ کے دوران نماز پڑھنے کو گناہ قرار دیتے ہیں، جلیل القدر تابعین
دوران خطبہ نماز پڑھنے کے قائل نہیں، حضرت سعید بن المسیب، حضرت ابن
سیرین، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت ابن شہاب زہری رحمہم اللہ ان تمام حضرات
کا فتویٰ ہے کہ دوران خطبہ نماز جائز نہیں لیکن اس سب سے قطع نظر غیر مقلدین کا
کہنا ہے کہ خطبہ کے دوران آنے والے شخص کو دو رکعتیں ضرور پڑھنی چاہئیں
قارئین محترم فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

السنة قبل صلوٰة الجمعة وبعدها

جمعہ کی نماز سے پہلے اور بعد میں دس رکعات سنت مؤکدہ ہیں

۱۔ عن علیؓ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یصلی قبل الجمعة اربعا وبعدها اربعا یجعل
التسلیم فی آخرهن رکعة،

(معجم طبرانی اوسط بحوالہ نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۰۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

چار رکعات جمعہ سے پہلے پڑھتے تھے اور چار جمعہ کے بعد اور سلام آخری (چوتھی) رکعت میں پھیرتے تھے۔

۲- عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرکع قبل الجمعۃ اربعا وبعدھا اربعا لا یفصل بینھن، (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۹۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعات جمعہ سے پہلے پڑھتے تھے اور چار رکعات جمعہ کے بعد اور ان رکعتوں میں (درمیان میں دو رکعتوں پر سلام پھیر کر) فصل نہیں کرتے تھے۔

۳- عن ابی ھریرۃ (مرفوعا) من کان مصلیا (یوم الجمعۃ) فلیصل قبلھا اربعا وبعدھا اربعا،

(رواہ النجار بحوالہ کنز العمال ج ۷ ص ۴۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جمعہ کے دن جو نماز پڑھے وہ چار رکعات جمعہ سے پہلے پڑھے اور چار رکعات جمعہ کے بعد۔

۴- عن ابی ھریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی احدکم الجمعۃ فلیصل بعدھا اربعا، (مسلم ج ۱ ص ۲۸۸)

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص تم میں سے جمعہ پڑھے تو اسے چاہیئے کہ جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھے۔

Marfat.com

۵۔ عن سالم عن ابیہ انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی بعد الجمعۃ رکعتین،

(بخاری ج ۱ ص۱۲۸، مسلم ج ۱ ص۲۸۸ واللفظ لمسلم)

حضرت سالم رحمہ اللہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

۶۔ عن ابن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی بعد الجمعۃ رکعتین فی بیتہ،

(ابو داود ج ۱ ص۱۶۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے اپنے گھر میں۔

۷۔ عن قتادۃ ان ابن مسعود کان یصلی قبل الجمعۃ اربع رکعات و بعدھا اربع رکعات،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص۲۴۷)

حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، جمعہ سے پہلے بھی چار رکعتیں پڑھتے تھے اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعتیں پڑھتے تھے۔

۸۔ عن ابی عبد الرحمٰن السلمیؒ قال کان عبد اللہ یأمرنا ان نصلی قبل الجمعۃ اربعا و بعدھا اربعا حتی جاء نا علی فامرنا ان نصلی بعدھا رکعتین ثم اربعا، (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص۲۴۷)

Marfat.com

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم جمعہ سے پہلے بھی چار رکعتیں پڑھیں اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعتیں پڑھیں حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم جمعہ کے بعد پہلے دو رکعتیں پڑھیں پھر چار رکعتیں پڑھیں۔

- عن ابی عبد الرحمٰن قال کان عبد اللہ بن مسعود یعلمنا ان نصلی اربع رکعات بعد الجمعۃ حتی سمعنا قول علی صلوا ستاً قال ابو عبد الرحمٰن فنحن نصلی ستا قال عطاء ابو عبد الرحمٰن یصلی رکعتین ثم اربعا ۔ (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۳۱۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۲)

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں تعلیم دیتے تھے کہ ہم جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھا کریں حتیٰ کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول سنا کہ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھو حضرت ابوعبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ پھر ہم چھ رکعتیں ہی پڑھنے لگے۔ حضرت عطاءؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی جمعہ کے بعد پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے پھر چار رکعتیں۔

۱- عن ابی عبد الرحمٰن عن علیؓ انہ قال من کان مصلیاً بعد الجمعۃ فلیصل ستاً ۔

(طحاوی ج ۱ ص ۲۲۳)

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھے

Marfat.com

اسے چاہیئے کہ وہ چھ رکعتیں پڑھے۔

قال الامام الترمذیؒ وروی عن عبد اللّٰہ بن مسعود انہ کان یصلی قبل الجمعۃ اربعا وبعدھا اربعا وروی عن ابی طالب انہ امران یصلی بعد الجمعۃ رکعتین ثم اربعا الخ (ترمذی ج ۱ ص ۱۱۷)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ چار رکعتیں جمعہ سے پہلے پڑھتے تھے اور چار جمعہ کے بعد، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے جمعہ کے بعد پہلے دو پھر چار رکعت پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

۱۱۔ عن جبلۃ بن سحیم عن عبد اللّٰہ بن عمر انہ کان یصلی قبل الجمعۃ اربعا لا یفصل بینھن بسلام ثم بعد الجمعۃ رکعتین ثم اربعا،

(طحاوی ج ۱ ص ۲۳۱)

حضرت جبلہ بن سحیم رحمہ اللہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ جمعہ سے پہلے چار رکعات پڑھتے تھے اوران کے درمیان (دو رکعت پر) سلام پھیر کر فصل نہیں کرتے تھے پھر جمعہ کے بعد پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے پھر چار رکعتیں۔

۱۲۔ عن عطاء قال کان ابن عمر اذا صلی الجمعۃ صلی بعدھا ست رکعات رکعتین ثم اربعا،

(مصنف ابن شیبۃ ج ۲ ص ۱۳۲، ترمذی ج ۱ ص ۱۱۷)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر

Marfat.com

جب جمعہ پڑھنے تو جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے، پہلے دو رکعتیں پھر چار رکعتیں۔

۱۔ عن ابی بکر بن ابی موسیٰ عن ابیہ انہ کان یصلی بعد الجمعۃ ست رکعات،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۳۲)

حضرت ابوبکر بن ابی موسیٰ اپنے والد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے تھے۔

۱۔ عن محمد بن المنتشر عن مسروق قال کان یصلی بعد الجمعۃ ستا رکعتین واربعا،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۳۲)

حضرت محمد بن منتشر حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت مسروق رحمہ اللہ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے پہلے دو رکعتیں پھر چار۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کی دس سنتیں ہیں، چار رکعات سنت مؤکدہ نماز جمعہ سے پہلے اور چھ رکعات سنت مؤکدہ نماز جمعہ کے بعد، کیونکہ حدیث ۱ اور ۲ سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ چار رکعات جمعہ سے پہلے اور چار رکعت جمعہ کے بعد پڑھا کرتے تھے، اور حدیث نمبر ۳، اور ۴ سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی چار رکعت جمعہ سے پہلے اور چار رکعت جمعہ کے بعد پڑھنے کا حکم دیتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول و فعل اسی پر تھا جیسا کہ حدیث ۵، ۶، ۷، ۸

Marfat.com

سے ظاہر ہے۔ حدیث نمبر ۵، اور ۶ سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعتیں بھی پڑھا کرتے تھے۔ اغلب یہ ہے کہ یہ دو رکعات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان چار رکعتوں کے ساتھ ہی پڑھا کرتے تھے جو آپ کا معمول تھیں اور جن کی آپ امت کو تعلیم دیتے تھے۔

اس کا ایک قرینہ تو یہ ہے کہ خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو یہ حکم دیا کرتے تھے کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھا کریں، جیسا کہ حدیث نمبر ۸۔۹۔۱۰ سے واضح ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھنے کا حکم دینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ضرور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل ہی سے اخذ کر کے یہ حکم دیا کرتے تھے کیونکہ یہ تو ناممکن ہے کہ آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل کے خلاف اپنی رائے و قیاس سے کوئی حکم دیں اور نہ ہی یہ کوئی ایسی چیز ہے جس میں رائے و قیاس کو دخل ہو، اس لیے یہی کہا جائے گا کہ آپ نے یا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھ رکعتیں پڑھتے دیکھا ہے یا اس بارے میں آپ سے کوئی ہدایت پائی ہے۔

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو صحابۂ کرام میں انتہائی متبع سنت صحابی شمار کئے جاتے ہیں ان کا معمول بھی جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھنے ہی کا تھا جیسا کہ حدیث نمبر ۱۱۔۱۲ سے ظاہر ہے یقینی بات ہے کہ آپ نے بھی یا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے دیکھا ہوگا یا اس بارے میں آپ سے کوئی ہدایت پائی ہوگی۔ بہرکیف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حکم اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل نیز خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چار پر عمل اور امت کو اس کی تعلیم

Marfat.com

سب اس بات کے قرینے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کے
بعد چار رکعت کے ساتھ ہی دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جمعہ
کے بعد چھ رکعات ہی سنت مؤکدہ ہیں ۔ عام صحابۂ کرام اور تابعین عظام کا عمل
بھی یہی تھا کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعات ہی پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری
رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حدیث ۱۲ سے ظاہر
ہے ۔ حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی اور حضرت مسروق رحمہما اللہ بھی جمعہ کے بعد چھ
رکعات ہی پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حدیث ۱۳-۱۴ سے ثابت ہے ۔ انہی احادیث
و آثار کی بناء پر فقہاء فرماتے ہیں کہ جمعہ کی دس رکعات سنت مؤکدہ ہیں چار جمعہ سے پہلے
اور چھ جمعہ کے بعد۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا عمل یہ ہے کہ وہ جمعہ
کے بعد کی سنتوں میں دو اور چار رکعت پڑھنے میں اختیار دیتے ہیں چاہے تو دو
پڑھ لے اور چاہے چار پڑھ لے اور ان کا عمل بالعموم دو رکعت پڑھنے کا ہے
چنانچہ جمعہ میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ وہ دو رکعت پڑھ کر چلے جاتے ہیں اور چھ پڑھنے
والوں سے الجھتے ہیں کہ تم چھ کیوں پڑھتے ہو دو پڑھا کرو۔

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پاک کے مطابق جمعہ کے
بعد دو یا (چار) سنتیں پڑھنا اپنا معمول بنالو" (صلوٰۃ الرسول ص۲۹۶)

نواب وحید الزماں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

" ومن کان مصلیا بعد الجمعۃ فلیصل اربعا فی
المسجد اور کعتین او ستۃ رکعات فی بیتہ ولیس
لہا قبلہا سنۃ راتبۃ" (نزل الابرار ج ۱ ص ۱۵۴)

Marfat.com

جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھے اسے چاہیئے کہ وہ مسجد میں تو چار پڑھے گھر میں پڑھے تو چاہے دو پڑھ لے چاہے چھ، اور جمعہ سے پہلے سنتِ مؤکدہ کوئی نہیں ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و عمل دونوں سے جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھنا ثابت ہے، آپ خود بھی پڑھتے تھے اور اُمت کو بھی پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔ جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ خود بھی جمعہ سے پہلے چار رکعات پڑھا کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے۔ لیکن نواب وحید الزماں صاحب فرماتے ہیں کہ جمعہ سے پہلے کی سنتِ مؤکدہ نہیں ہیں۔ جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھنا خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل سے ثابت ہے، خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم اور جلیل القدر تابعی حضرت ابو عبد الرحمٰن سلمی، اور حضرت مسروق رحمہما اللہ کا عمل بھی یہی ہے کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ کے بعد چھ رکعات ہی سنت ہیں لہٰذا جمعہ کے بعد چھ ہی پڑھنی ضروری ہیں لیکن غیر مقلد جو عمل بالحدیث کے دعویدار ہیں ان کے نزدیک اختیار ہے چاہے دو پڑھو چاہے چار طرزِ عمل دو ہی پڑھنے کا ہے۔

اب ہم فیصلہ قارئین کے سر رکھتے ہیں وہ فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

Marfat.com

اذا اجتمع العید والجمعۃ لا تسقط الجمعۃ بہ

کسی دن عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں تو اس دن جمعہ کی نماز ساقط نہیں ہوتی اس کا پڑھنا فرض ہی رہتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۔

اے ایمان والو جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑ دو خرید و فروخت یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے۔

عن الزہری قال حدثنی ابو عبید مولی ابن ازہر انہ شہد العید یوم الاضحیٰ مع عمر بن الخطاب فصلی قبل الخطبۃ ثم خطب الناس فقال یا ایہا الناس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد نہاکم عن صیام ہذین العیدین اما احدہما فیوم فطرکم من صیامکم واما الآخر فیوم تاکلون من نسککم قال ابو عبید ثم شہدت مع عثمان بن عفان وکان ذالک یوم الجمعۃ فصلی قبل الخطبۃ ثم خطب فقال یا ایہا الناس ان ہذا یوم قد اجتمع لکم فیہ عیدان فمن احب ان یرجع فقد اذنت لہ الحدیث ۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۳۵، موطا امام مالک ص ۱۹۵)

Marfat.com

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ابو عبیدؒ نے کہ وہ عید الاضحیٰ کے موقعہ پر نماز کے لیے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوئے آپ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی، پھر لوگوں کو خطبہ دیا، فرمایا اے لوگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو ان دونوں عیدوں کے روزے رکھنے سے منع کیا ہے ان دونوں میں سے ایک تو عید الفطر ہے دوسری وہ ہے جس میں تم اپنی قربانیوں کے گوشت کھاتے ہو۔

ابو عبید رحمہ اللہ کہتے ہیں پھر میں عید کی نماز کے لیے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا یہ اتفاق سے جمعہ کا دن تھا آپ نے بھی خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا فرمایا لوگو یہ ایسا دن ہے جس میں تمہارے لیے دو عیدیں اکٹھی ہو گئی ہیں اہل عوالی میں سے جو جمعہ کا انتظار کرنا چاہے وہ انتظار کرے اور جو واپس جانا چاہے میری طرف سے اسے اجازت ہے۔

۲۔ عن عمر بن عبد العزیز قال اجتمع عیدان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال من احب ان یجلس من اہل العالیۃ فلیجلس فی غیر حرج۔ (کتاب الام ج ۱ ص ۲۳۹)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو عیدیں اکٹھی ہو گئیں تو آپ نے فرمایا اہل عوالی میں سے جو (نماز جمعہ کے لیے) بیٹھنا چاہے وہ بیٹھ جائے بغیر کسی تنگی کے۔

۳۔ عن النعمان بن بشیر قال کان النبی صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم یقرأ فی العیدین وفی الجمعۃ بسبح اسم ربك الاعلیٰ وھل اتٰك حدیث الغاشیۃ وربما اجتمعا فی یوم واحد فیقرأ بھما ،

(ترمذی ج ا ص ۱۱۹ ، نسائی ج ا ص ۱۷۸)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عیدین اور جمعہ کی نماز میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور ھل اتٰك حدیث الغاشیۃ پڑھتے تھے بسا اوقات عید اور جمعہ ایک ہی دن اکٹھے ہوجاتے تو بھی آپ دونوں نمازوں میں یہی سورتیں پڑھتے تھے۔

محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ عیدان اجتمعا فی یوم واحد فالاول سنۃ والاٰخر فریضۃ ولا یترك واحد منھما ، (جامع الصغیر ص ۱۱۳)

حضرت امام محمد بروایت قاضی ابو یوسف ، حضرت امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب دو عیدیں (عید اور جمعہ) ایک دن اکٹھی ہوجائیں تو اوّل سنت ہے (یعنی اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے) اور دوسری عید (جمعہ) فرض ہے اور ان دونوں میں سے کسی کو بھی ترک نہیں کیا جاسکتا۔

" قال الشافعی واذا کان یوم الفطر یوم الجمعۃ صلی الامام العید حین تحل الصلوٰۃ ثم اَذِنَ لمن حضرہ من غیر اھل المصر

Marfat.com

ان ینصرفوا ان شاء والی اهلیهم ولا یعودون الی الجمعة والاختیار لهم ان یقیموا حتی یجمعوا او یعودوا بعد انصرافهم ان قدروا حتی یجمعوا وان لم یفعلوا فلا حرج ان شاء الله تعالیٰ قال الشافعی ولا یجوز هذا لاحد من اهل المصر ان یدعوا ان یجمعوا الا من عذر یجوز لهم به ترك الجمعة وان کان یوم عید، قال الشافعی وهکذا ان کان یوم الاضحیٰ لا یختلف اذا کان ببلد یجمع فیه الجمعة ویصلی العید ولا یصلی اهل منیٰ صلاة الاضحیٰ ولا الجمعة لانها لیست بمصر"

(کتاب الام ج ۱ ص ۲۳۹)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب عید الفطر کا دن جمعہ کا دن ہو تو عید کی نماز امام پڑھ لے جس وقت نماز جائز ہو جاتی ہے، پھر جو شہر والے نہیں ہیں ان کو اجازت دے دے کہ وہ اگر چاہیں تو اپنے اہل کی طرف واپس چلے جائیں اور جمعہ پڑھنے کے لیے واپس نہ آئیں اور انہیں اختیار ہے کہ وہ جمعہ پڑھنے کے لیے ٹھہرے رہیں یا جانے کے بعد اگر قدرت ہو تو جمعہ پڑھنے کے لیے واپس آجائیں اور جمعہ ادا کریں۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو بھی کوئی حرج نہیں ہے

Marfat.com

انشاء اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور کسی شہری کے لیے جائز نہیں کہ بغیر کسی شدید عذر کے جمعہ ترک کرے اگرچہ عید ہی کا دن کیوں نہ ہو، اسی طرح عید الاضحیٰ کا حکم ہے کسی اختلاف کے بغیر جب ایسے شہر میں ہو جہاں جمعہ جائز ہوتا ہے اور عید کی نماز پڑھی جاتی ہے (کہ جمعہ بھی پڑھے اور عید کی نماز بھی پڑھے گاؤں دیہات والوں کے لیے اختیار ہے) اور اہل منیٰ عید الاضحیٰ اور جمعہ کی نماز نہ پڑھیں کیونکہ منیٰ مصر شہر نہیں ہے۔

قال الزرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ

" وبه قال مالك في رواية على وابن وهب ومطرف وابن الماجشون وانكروا رواية ابن القاسم بالمنع وبالجواز قال الشافعي وابو حنيفة"

(شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک ج ۱ ص ۳۹۴)

علامہ زرقانی رحمہ اللہ متوفی ۱۱۲۲ھ فرماتے ہیں علی، ابن وہب، مطرف اور ابن الماجشون رحمہم اللہ کی روایت کے مطابق حضرت امام مالک رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں اور ان بزرگوں نے ابن القاسم کی ممانعت والی روایت کا انکار کیا ہے (کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے) اور اسی جواز کے (کہ اہل قریٰ وعوالی کے لیے ترک جمعہ جائز ہے) حضرت امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ قائل ہیں۔

قال العلامة بدر الدين العيني

" وفي المحلى والاشراف صلى عثمان العيد ثم خطب فقال انه قد اجتمع في يومكم هذا عيدان

Marfat.com

فمن احب من اهل العالية ان ينتظر الجمعة فلينتظر ومن احب ان يرجع الیٰ اهله فليرجع فقد اذنت له وانا مجمعون قوله وانا مجمعون دليل علیٰ ان ترکها لا یجوز .... وقال ابن عبد البر سقوط الجمعة والظهر بصلوٰة العيد متروك مهجور لا يعول عليه وتاويل ذالك فی حق اهل العالية ومن لا تجب عليه الجمعة"

(البنایۃ فی شرح الہدایۃ ج ۲ ص ۱۰۱۹)

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

محلیٰ اور اشراف میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا، فرمایا تمہارے اس دن میں دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں پس اہل عوالی میں سے جو شخص پسند کرتا ہے جمعہ کے انتظار کو وہ جمعہ کا انتظار کرے اور جو اپنے گھر واپس جانا چاہتے چلا جائے میری طرف سے اسے اجازت ہے، ہم جمعہ کی نماز ادا کریں گے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول انا مجمعون ۔ کہ ہم تو جمعہ کی نماز ضرور ادا کریں گے ۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ جمعہ کا ترک جائز نہیں ۔ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ اور ظہر کی نماز کا ساقط ہونا عید کی نماز کی وجہ سے یہ متروک، مہجور، غیر معتمد ہے' اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ترکِ جمعہ کی اجازت دینا اہل عوالی اور اُن کے لیے ہے جن پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

Marfat.com

قال ابن الحزم

"واذا اجتمع عید فی یوم جمعة صلی للعید ثم للجمعة ولا بد ولا یصح اثر بخلاف ذالک قال ابو محمد الجمعة فرض والعید تطوع والتطوع لا یسقط الفرض،

(المحلی لابن حزم ج ۳ ص ۹۳)

اور جب جمعہ کے دن عید ہو جائے تو پہلے عید کی نماز پڑھے پھر جمعہ کی نماز لازماً پڑھے اور کوئی حدیث اسکے خلاف میں صحیح نہیں ہے ابو محمد (ابن حزم) کہتے ہیں کہ جمعہ فرض ہے اور عید تطوع ہے اور تطوع فرض کو ساقط نہیں کرتا۔

آیت کریمہ، احادیث مبارکہ اور اقوالِ محدثین سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر عید اور جمعہ دونوں ایک دن جمع ہو جائیں تو دونوں نمازیں پڑھنا ضروری ہے۔ عید کی نماز کی وجہ سے جمعہ کی نماز کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی۔ وجہ یہ ہے کہ جمعہ فرض ہے جس کی فرضیت نصِ قطعی یعنی آیت مبارکہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ الآیۃ سے ثابت ہے جو تمام جمعوں کو شامل ہے اس میں کسی جمعہ کی تخصیص نہیں ہے، نیز ذخیرۂ احادیث میں ایسی احادیث پائی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بلا عذر جمعہ چھوڑ دینے پر انتہائی سخت وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔ ان احادیث کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جمعہ خواہ کسی دن ہو اس کی نماز پڑھی جائے اور ہرگز ترک نہ کی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک یہی تھا کہ اگر عید اور جمعہ ایک دن اکٹھے ہو جاتے تو آپ دونوں نمازیں پڑھتے تھے، کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے موقعہ پر صرف نمازِ عید پڑھی ہو اور جمعہ نہ پڑھا ہو، بلکہ آپ کا معمول یہی تھا کہ آپ ایسے موقعے پر دونوں نمازیں پڑھتے تھے، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کبھی عید اور جمعہ ایک دن اکٹھے ہو جاتے

Marfat.com

تو آپ اس دن نمازِ عید اور نمازِ جمعہ دونوں میں یہی سورتیں پڑھتے تھے
کہ حدیث نمبر ۲ سے واضح ہے) اس حدیث سے صاف طور پر ثابت ہے
کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے موقعے پر دونوں نمازیں پڑھا کرتے تھے
اہلِ عوالی جن پر جمعہ فرض ہی نہیں تھا انہیں آپ اجازت دے دیتے تھے
چاہو تو چلے جاؤ جیسا کہ حدیث نمبر ۱ سے ظاہر ہے، خلیفۂ راشد سیدنا ع
رضی اللہ عنہ کا معمول بھی یہی تھا کہ اگر جمعہ اور عید ایک دن جمع ہو جاتے
دونوں نمازیں پڑھاتے البتہ اہلِ عوالی کو کہ جن پر جمعہ فرض ہی نہیں تھا ا
دے دیتے تھے کہ اگر تم جمعہ کے لیے ٹھہرنا چاہو تو ٹھہر جاؤ اور اگر جا
تو چلے جاؤ۔

ائمہ مجتہدین حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت اما
رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں کہ اگر جمعہ اور عید ایک دن اکٹھے ہو جائیں تو
دونوں نمازیں لازماً پڑھی جائیں گی اور دونوں میں سے کسی کو بھی ترک نہیں ک
البتہ گاؤں دیہات والے جن پر جمعہ فرض ہی نہیں ان کے لیے رخص
ہے جیسا کہ جامع الصغیر، کتاب الام، اور شرح زرقانی کی عبارات اس
ہیں، ابن حزم کا مسلک بھی یہی ہے جیسا کہ محلی کی عبارت سے واضح ہے
ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے بھی عید کی نماز کی وجہ سے
کی نماز کے ساقط ہونے کا قول کیا ہے اس کا قول متروک مہجور، غیر م
ناقابلِ اعتبار ہے۔

لیکن آیت کریمہ احادیث مبارکہ اور اقوال محدثین کے خلاف غیر مق
کا کہنا ہے کہ جس دن عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں اس دن جمعہ کی نماز کی فر
ساقط ہو جاتی ہے اور جمعہ کی نماز میں رخصت ہوتی ہے چاہے کوئی پڑ

Marfat.com

پڑھے۔

میاں نذیر حسین صاحب سے ایک سوال ہوا کہ
" اگر اتفاق سے عید و جمعہ دونوں ایک ہی دن میں جمع ہو جائیں تو اس میں جمعہ کا پڑھنا رخصت ہے یا نہیں۔ زید ایسے دنوں میں جمعہ نہیں ادا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ایک سنت مردہ کو زندہ کرتا ہوں یہ کہنا کیسا ہے؟
سوال کے جواب میں آپ کے شاگرد مولوی عبدالرحیم صاحب لکھتے ہیں
" جب عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہو جاویں تو اس دن اختیار ہے جس کا جی چاہے جمعہ پڑھے اور جس کا جی نہ چاہے نہ پڑھے اور ایسے دنوں میں زید جو نماز ادا نہیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ایک مردہ سنت کو زندہ کرتا ہوں سو اس کا یہ کہنا اچھا ہے"
(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ صـ۵۷۳)

ی :۔ یہ فتویٰ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کا مصدقہ ہے۔
نواب نورالحسن صاحب لکھتے ہیں۔
" وچوں جمعہ و عید فراہم آیند دریک روز جمعہ رخصت باشد و ظاہر آنست کہ ایں رخصت عام ست از برائے امام و سائر مردم"
(عرف الجادی صـ۴۳)
اور جب جمعہ اور عید ایک ہی دن اکٹھے ہو جائیں تو جمعہ میں رخصت ہوگی اور ظاہر یہ ہے کہ یہ رخصت تمام لوگوں اور امام کے لیے عام ہے۔

ب وحیدالزماں صاحب رقمطراز ہیں۔

Marfat.com

" والجمعة فی یوم العید رخصة مطلقاً لاهل البل
وغیرهم فان شاء صلی العید والجمعة کلیهم
وان شاء صلی العید فقط ولم یصل الجمعة و ل
سقوط الظهر خلاف والحق جواز ترکه ایضاً "

(نیل الاوطار ج ۱ ص ۱۵۵)

اور جمعہ کی، عید کے دن رخصت ہے۔ شہر والوں اور غیر شہر والوں
کے لیے اگر چاہیں تو عید اور جمعہ دونوں پڑھ لیں، چاہیں تو صرف عی
پڑھ لیں اور جمعہ نہ پڑھیں، البتہ ظہر کے ساقط ہونے میں اختلاف
حق بات یہ ہے کہ اس دن ظہر نہ پڑھنا بھی جائز ہے،

ملاحظہ فرمائیے: جمعہ کی فرضیت نصِ قطعی سے ثابت ہے
ہیں کسی دن کی کوئی تخصیص نہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلا عذر جمعہ چ
پر سخت وعید بیان فرماتے ہیں، آپ کے زمانے میں اگر جمعہ و عید ایک
اکٹھے ہوتے تھے تو آپ جمعہ اور عید دونوں پڑھتے تھے، البتہ جن پر
ہی نہیں (گاؤں دیہات والے) انہیں آپ جانے کی اجازت دے
تھے، شہر والے سب آپ کے ساتھ جمعہ اور عید دونوں پڑھتے تھے
راشد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا معمول بھی یہی تھا، ائمہ مجتہدین کا کہنا
ہے کہ اگر جمعہ و عید ایک دن اکٹھے ہو جائیں تو دونوں نمازیں پڑھی جا
علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ ان لوگوں کے قول کو جو نمازِ عید کی وجہ سے نما
کے سقوط کے قائل ہیں۔ متروک و مہجور ناقابل اعتماد و ناقابل اعتبار قرا
ہیں۔ لیکن غیر مقلدین اس سب سے قطع نظر کر کے جمعہ کی نماز کو رخصت
دیتے ہیں جس کا مطلب ہے کوئی پڑھ لے تو بھی ٹھیک نہ پڑھے تو

Marfat.com

کے نزدیک اس دن جمعہ نہ پڑھنا مردہ سنت کو زندہ کرنا ہے ، ولا
لاقوۃ الا باللہ۔
ئین محترم قرآن کریم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل کے مقابلہ
مرضی اور رائے پر عمل کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

لدین کو تکثیرِ صلوٰۃ سے چڑ ہے

ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے غیر مقلدین کو کثرتِ صلوٰۃ

چڑسی ہے کیونکہ
) فرض نمازوں کے بعد نوافل یہ نہیں پڑھتے الاماشاء اللہ
) شبِ برات میں نوافل پڑھنے کو یہ بدعت کہتے ہیں۔ (فتاوی ستاریہ ۱۵ ص ۵۹)
) وتر تین کے بجائے ایک رکعت پڑھنے پر یہ اکتفاء کرتے ہیں۔
) تراویح بیس رکعات کے بجائے آٹھ رکعات پہ یہ زور دیتے ہیں۔
) تراویح کے بعد تہجد پڑھنے کو یہ اچھا نہیں سمجھتے۔
) مسافر کے لیے حالتِ فرصت واطمینان میں بھی سنتیں پڑھنے
یہ قائل نہیں ہیں۔
) اگر کسی منافی صلوٰۃ عمل کرنے سے نماز فاسد بھی ہو جائے تاہم صرف
جدۂ سہو پر اکتفا کر لینے کو یہ کافی سمجھتے ہیں اسے لوٹانے کی ضرورت
محسوس نہیں کرتے۔
) اگر بے وضو یا جنبی امام نماز پڑھا دے تو ان کے یہاں مقتدیوں
نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں۔
) کسی نے جان بوجھ کر نمازیں نہ پڑھی ہوں تو ان نمازوں کی انکے
قضا نہیں ہے صرف توبہ کافی ہے۔

Marfat.com

(۱۰) جمعہ کے دن جمعہ کے بعد صرف ۲ رکعات پڑھ کر یہ راہِ فرار اختیار کرتے ہیں۔

(۱۱) جمعہ اور عید دونوں ایک دن اکٹھے ہو جائیں تو جمعہ کی نماز میں ان کے یہاں رخصت ہے مرضی ہے پڑھو یا نہ پڑھو۔

فالی اللہ المشتکیٰ

صلوٰۃ العیدین بست تکبیرات زوائد

عیدین کی نماز میں زائد تکبیریں چھ کہنی چاہیئں

۱۔ عن القاسم ابی عبد الرحمٰن انہ قال حدثنی بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال صلی بنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم عید فکبر اربعا و اربعا ثم اقبل علینا بوجہہ حین انصرف فقال لا تنسوا کتکبیر الجنائز واشار باصابعہ وقبض ابہامہ (طحاوی ج ۲ ص ۴۳۸)

ابو عبد الرحمٰن قاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عید کی نماز پڑھائی تو (بشمول تکبیر رکوع کے) چار چار تکبیریں کہیں جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا بھول نہ جانا عید کی تکبیریں جنازہ کی طرح چار ہیں، آپ نے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ فرمایا اور انگوٹھا بند کر لیا۔

۲۔ عن مکحول قال اخبرنی ابو عائشۃ جلیس لابی

Marfat.com

هريرة ان سعيد بن العاص سأل ابا موسى الاشعرى وحذيفة بن اليمان كيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر فى الاضحى والفطر فقال ابوموسىٰ كان يكبر اربعا تكبيرة على الجنائز فقال حذيفة صَدَقَ فقال ابوموسىٰ كذالك كنت اكبر فى البصرة حيث كنت عليهم قال ابو عائشة وانا حاضر سعيد بن العاص،

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۶۳، طحاوی ج ۲ ص ۴۳۹، مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۶)

حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہمنشین ابو عائشہ نے بتلایا کہ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کی نماز میں کتنی تکبیریں کہا کرتے تھے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا (بشمول تکبیر رکوع کے) چار چار تکبیریں کہا کرتے تھے جیسا کہ آپ جنازہ میں کہتے تھے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھیک کہتے ہیں، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میں بصرہ کا حاکم تھا تو اسی طرح تکبیریں کہا کرتا تھا، حضرت ابو عائشہ کہتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے سوال کے وقت خود موجود تھا۔

۲۔ عن مكحول قال حدثنى رسول حذيفة وابى موسىٰ رضى الله عنهما ان رسول الله صلى الله

Marfat.com

علیہ وسلم کان یکبر فی العیدین اربعا و اربعا
سوی تکبیرۃ الافتتاح، (طحاوی ج ۲ ص ۴۳۹)

حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت حذیفہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے قاصد نے مجھے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عیدوں میں (بشمول تکبیر رکوع کے) چار چار تکبیریں کہتے تھے سوائے تکبیر تحریمہ کے۔

۴۔ عن علقمۃ والاسود بن یزید قال کان ابن مسعود جالسا وعندہ حذیفۃ وابو موسی الاشعری فسألھما سعید بن العاص عن التکبیر فی الصلوٰۃ یوم الفطر والاضحیٰ فجعل ھذا یقول سل ھذا وھذا یقول سل ھذا فقال لہ حذیفۃ سل ھذا لعبد اللہ بن مسعود فسألہ فقال ابن مسعود یکبر اربعا ثم یقرأ ثم یکبر فیرکع ثم یقوم فی الثانیۃ فیقرأ ثم یکبر اربعا بعد القراءۃ،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۹۳، معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۳۰۳)

حضرت علقمہ اور حضرت اسود بن یزید رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس حضرت حذیفہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما بھی تھے حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان دونوں بزرگوں سے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز میں تکبیر کے متعلق سوال کیا، یہ کہنے لگے کہ ان سے پوچھو اور وہ کہنے لگے کہ ان سے پوچھو، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے ان سے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھو، چنانچہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا چار تکبیریں کہے (بشمول تکبیر تحریمہ کے) پھر قراءت کرے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو اور قراءت کرے پھر چار تکبیریں (بشمول تکبیر رکوع کے) کہے قراءت کے بعد،

۷- عن کردوس قال ارسل الولید الی عبد اللہ بن مسعود وحذیفۃ وابی مسعود وابی موسی الاشعری بعد العتمۃ فقال ان ھٰذا عید المسلمین فکیف الصلوٰۃ؟ فقالوا سل ابا عبد الرحمٰن فسألہ فقال یقوم فیکبر اربعا ثم یقرأ بفاتحۃ الکتاب وسورۃ من المفصل ثم یکبر ویرکع فتلک خمس ثم یقوم فیقرأ بفاتحۃ الکتاب وسورۃ من المفصل ثم یکبر اربعا یرکع فی آخرھن فتلک تسع فی العیدین فما انکرہ واحد منھم،

(معجم طبرانی کبیر ج ۹ صفحہ ۳۰۱، ومصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ صفحہ ۱۷۴)

حضرت کردوس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابو مسعود، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کے پاس ایک تہائی رات کے بعد پیغام بھیجا (جس میں انہوں نے کہا کہ) یہ مسلمانوں کی عید کا دن ہے اس میں نماز کا کیا طریقہ ہے؟ ان سب بزرگوں نے کہا کہ ابو

Marfat.com

عبدالرحمٰن (عبداللہ بن مسعود) سے پوچھو، چنانچہ قاصد نے ان سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر چار تکبیریں (بشمول تکبیر تحریمہ کے) کہے پھر سورۃ فاتحہ اور مفصل سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھے، پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے پس یہ پانچ تکبیریں ہوئیں، پھر کھڑے ہو کر سورۃ فاتحہ اور مفصل سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھے پھر چار تکبیر کہے جن میں سے آخری تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے پس یہ نو تکبیریں ہوئیں دونوں عیدوں میں، اُن بزرگوں میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔

- عن ابن مسعود فی الاولی خمس تکبیرات بتکبیرۃ الرکعۃ و بتکبیرۃ الاستفتاح و فی الرکعۃ (الاخری) اربعۃ بتکبیرۃ الرکعۃ، (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۹۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (عید کی نماز میں) پہلی رکعت میں پانچ تکبیریں ہیں۔ رکوع کی تکبیر اور تکبیر تحریمہ کو ملا کر، اور دوسری رکعت میں چار تکبیریں ہیں رکوع والی تکبیر ملا کر۔

- عن علقمۃ والاسود بن یزید ان ابن مسعود کان یکبر فی العیدین تسعا تسعا اربعا قبل القراءۃ ثم کبر فرکع و فی الثانیۃ یقرأ فاذا فرغ کبر اربعا ثم رکع،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۹۳، معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۳۰۴)

حضرت علقمہ اور حضرت اسودؓ بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت

Marfat.com

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عیدین میں نو نو تکبیریں کہتے تھے
چار تکبیریں (بشمول تکبیر تحریمہ کے) قرأت سے پہلے پھر تکبیر کہہ کر رکوع
کرتے اور دوسری رکعت میں پہلے قرارت کرتے پھر قرأت سے
فارغ ہوکر چار تکبیریں (بشمول تکبیر رکوع کے) کہتے اور رکوع کرتے

۸۔ عن کردوس قال کان عبداللہ بن مسعود یکبر فی
الاضحیٰ والفطر تسعا تسعا یبدأ فیکبر اربعا ثم
یقرأ ثم یکبر واحدۃ فیرکع بھا ثم یقوم فی
الرکعۃ الآخرۃ فیبدأ فیقرأ ثم یکبر اربعا
یرکع باحداھن ، (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۳۰۲)

حضرت کردوسؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں نو نو تکبیریں کہتے تھے ۔ آپ نماز
شروع فرماتے تو (بشمول تکبیر تحریمہ کے) چار تکبیریں کہتے، پھر
قرارت کرتے پھر ایک تکبیر کہہ کر رکوع کرتے، پھر دوسری رکعت
کے لیے کھڑے ہوتے تو قرارت سے ابتدا کرتے، پھر چار
تکبیریں کہتے اور ان چار میں سے ایک کے ساتھ رکوع کرتے ۔

۹۔ عن عبداللہ قال التکبیر فی العید اربعا کالصلوٰۃ
علی المیت ، (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۳۰۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عید میں
چار تکبیریں ہوتی ہیں جیسا کہ نماز جنازہ میں ۔

۱۰۔ عن عامر ان عمر و عبداللہ رضی اللہ عنہما اجتمع
رأیھما فی تکبیر العیدین علی تسع تکبیرات خمس

Marfat.com

فی الاولیٰ واربع فی الآخرۃ ویو الی بین القراءتین،
(طحاوی ج ۲ ص۴۳۹)

حضرت عامر شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا اس پر اتفاق رائے ہوا کہ عیدین کی تکبیریں نو ہیں پانچ پہلی رکعت میں (بشمول تکبیر تحریمہ و تکبیر رکوع کے) اور چار دوسری میں (بشمول تکبیر رکوع کے) اور دونوں رکعتوں میں قرا ءت پے در پے کرے۔

۱۱۔ عن حماد عن ابراھیم فی حدیث طویل فاجمعوا امرھم علیٰ ان یجعلوا التکبیر علی الجنائز مثل التکبیر فی الاضحیٰ والفطر اربع تکبیرات فاجمع امرھم علیٰ ذالک،
(طحاوی ج ۱ ص۳۳۳)

حضرت حماد رحمہ اللہ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک طویل حدیث کے ذیل میں کہ " پس ان سب کا اس پر اتفاق ہوا کہ جنازہ کی تکبیریں اتنی ہوں جتنی عیدین کی نماز میں ہیں یعنی چار تکبیریں۔

۱۲۔ عن عبداللہ بن الحارث قال شھدت ابن عباس کبر فی صلوٰۃ العید بالبصرۃ تسع تکبیرات والیٰ بین القراءتین قال وشھدت المغیرۃ بن شعبۃ فعل ذالک ایضا، الحدیث،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص۲۹۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۱۷۴)

حضرت عبداللہ بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت عبداللہ

Marfat.com

بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوا۔ انہوں نے بصرہ میں عید کی نماز میں نو تکبیریں کہیں، اور دونوں رکعتوں میں) قراتیں پے در پے کیں، حضرت عبداللہ بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت مغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے بھی ایسا ہی کیا؛

۱۳۔ عن عبد الله بن الحارث انه صلى خلف ابن عباس رضی الله عنهما فی العيد فكبر اربعا ثم قرأ ثم كبر فركع ثم قام فی الثانية فقرأ ثم كبر ثلثا ثم كبر فركع، (طحاوی ج ۲ ص ۴۳۹)

حضرت عبداللہ بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے عید کی نماز پڑھی تو انہوں نے پہلے چار تکبیریں کہیں پھر قرارت کی پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا، پھر آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے تو پہلے قرارت کی پھر تین تکبیریں کہیں پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔

۱۴۔ عن ابن جريج قال ثنا يوسف بن ماهك اخبرنی ان ابن الزبير لم يكن يكبر الا اربعا سوى تكبيرتين للركعتين، (طحاوی ج ۲ ص ۴۴۰)

حضرت ابن جریج رح فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یوسف بن ماہک نے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما چار تکبیریں کہتے تھے، دونوں رکوعوں کی تکبیروں کے علاوہ۔

۱۵۔ عن قتادة عن جابر بن عبد الله وسعيد بن المسيب

Marfat.com

قالا تسع تکبیرات و یوالی بین القراءتین،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۷۴)

حضرت قتادہ رحمہ اللہ حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ دونوں عیدوں میں نو تکبیریں ہیں اور دونوں قراتیں پے در پے ہوں۔

۱۶۔ عن محمد عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہ قال تسع تکبیرات خمس فی الاولیٰ واربع فی الآخرۃ مع تکبیرۃ الصلوٰۃ، (طحاوی ج ۲ ص ۴۲۷)

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا عید کی نماز میں نو تکبیریں ہیں، پانچ پہلی رکعت میں چار دوسری رکعت میں نماز کی تکبیر سمیت

۱۷۔ عن محمد بن سیرین عن انس انہ کان یکبر فی العید تسعاً فذکر مثل حدیث عبداللہ،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۷۴)

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے۔

۱۸۔ عن ابراھیم ان اصحاب عبداللہ کانوا یکبرون فی العید تسع تکبیرات،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۷۴)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ

Marfat.com

بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے (پانچ پہلی رکعت میں اور چار دوسری رکعت میں)

۱۹۔ عن الشعبی قال ارسل زیاد الیٰ مسروق انا یشغلنا اشغال فکیف التکبیر فی العیدین قال تسع تکبیرات قال خمسا فی الاولیٰ واربعا فی الآخرۃ و والیٰ بین القراءتین،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۷۴، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۹۴)

حضرت امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زیاد نے حضرت مسروق رحمہ اللہ کی طرف پیغام بھیجا کہ ہمیں تو کاموں میں ہی مصروفیت رہتی ہے، آپ یہ بتلائیے کہ عیدین کی نماز میں تکبیریں کس طرح کہی جاتی ہیں، آپ نے فرمایا نو تکبیریں ہیں پانچ پہلی رکعت میں (بشمول تکبیر تحریمہ و تکبیر رکوع کے) اور چار دوسری رکعت میں (بشمول تکبیر رکوع کے) اور دونوں قراءتیں پے در پے کرے۔

۲۰۔ عن ابراھیم عن الاسود و مسروق انھما کانا یکبران فی العید تسع تکبیرات،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۷۴)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حضرت اسود اور حضرت مسروق رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے (پہلی رکعت میں پانچ بشمول تکبیر تحریمہ و تکبیر رکوع کے اور دوسری میں چار بشمول تکبیر رکوع کے)

۲۱۔ عن ھشام عن الحسن و محمد انھما کانا

Marfat.com

یکبران تسع تکبیرات ، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۵)

حضرت ہشام رحمہ اللہ حضرت حسن بصری اور حضرت محمد بن سیرین رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازوں میں چھ زائد تکبیریں واجب ہیں۔ تین پہلی رکعت میں ثناء کے بعد اور قراءت سے پہلے، اور تین دوسری رکعت میں قراءت سے فارغ ہو کر رکوع میں جانے سے پہلے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نماز میں چھ تکبیریں ہی زائد کہتے تھے جیسا کہ حدیث ۱-۲-۳ سے واضح ہے، یہی عمل جلیل القدر صحابۂ کرام کا تھا چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول عیدین کی نماز میں چھ زائد تکبیریں ہی کہنے کا تھا جیسا کہ حدیث ۷-۸ سے ظاہر ہے، اور جب آپ سے عیدین کی نماز میں تکبیرات کے متعلق سوال ہوتا تھا تو آپ چھ زائد تکبیریں کہنے کا فتویٰ دیتے تھے۔ حضرت سعید بن العاص اور حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہما نے عیدین کی تکبیروں کے متعلق آپ سے دریافت کیا تو آپ نے چھ ہی تکبیریں بتلائیں جیسا کہ حدیث ۴-۵-۶ سے ظاہر ہے۔ حضرت حذیفہ بن یمان حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ سے آپ کی تصدیق و تصویب یا آپ سے موافقت منقول ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا اس پر اتفاق رہا ہوا کہ عیدین کی نماز میں نو تکبیریں ہونی چاہئیں۔ پانچ پہلی رکعت میں بشمول تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع کے اور چار دوسری میں بشمول تکبیر رکوع کے

Marfat.com

جیساکہ حدیث نمبر ۱ سے ظاہر ہے، حدیث نمبر ۱۱ سے ثابت ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جنازہ کی تکبیرات میں اختلاف تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کسی ایک صورت پر متفق کرنے کے لیے مشورہ فرمایا سب کا اس پر اتفاق ہوا کہ جنازہ کی تکبیریں اتنی ہوں جتنی عیدین کی نماز میں ہیں یعنی چار، کیونکہ عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ ۴ اور دوسری رکعت میں تکبیر رکوع کے ساتھ چار تکبیریں ہوتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن زبیر حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم بھی عیدین کی نماز میں نو تکبیروں کے قائل تھے پہلی رکعت میں پانچ بشمول تکبیر تحریمہ و تکبیر رکوع کے اور دوسری رکعت میں چار بشمول تکبیر رکوع کے۔ جیساکہ حدیث نمبر ۲، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷ سے ظاہر ہے، جلیل القدر تابعین، حضرت سعید بن مسیبؒ، حضرت اسودؒ بن یزید، حضرت مسروقؒ، حضرت خواجہ حسن بصریؒ، حضرت محمدؒ بن سیرین، نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کا بھی اسی پر عمل ہے اور اسی پر وہ فتویٰ دیتے تھے جیساکہ حدیث ۱۵، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱ سے واضح ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ عیدین کی نماز میں بارہ تکبیریں زائد ہیں صرف چھ تکبیروں کو زائد ماننا بدعت اور گمراہی ہے، (العیاذ باللہ)

چنانچہ جماعت اہلحدیث کے ایک مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"صورت مرقومہ بالا میں واضح و لائح ہو کہ صلاۃ عیدین کی تکبیریں

Marfat.com

شریعت محمدیہ میں بارہ ہیں اور نو بھی بعض صحابہ سے ثابت ہیں جیساکہ جامع ترمذی سے ظاہر ہوتا ہے ، اور تیرہ بھی بعض وقت کہی ثابت ہیں جیساکہ مجمع الزوائد میں ہے اور جو ما سوا ان کے ہیں سب بدعت ہیں کیونکہ بدعت اسی چیز کو کہتے ہیں جو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ میں نہ ہو، اور لوگ اس کو اپنی طرف سے شرعی حکم سمجھ کر عوام الناس میں مروج کر دیں تو معلوم ہوا کہ یہ جو آجکل لوگوں میں صلوٰۃ عیدین کی تکبیریں چھ مروج ہیں۔ یہ بالکل بدعت اور سبب گمراہی ہیں کیونکہ ان کا ثبوت شریعت محمدیہ میں نہیں ہے .... اور جو یہ چھ تکبیریں ہیں یہ مذہبی تکبیر گھڑی گھڑائی ہیں ، خدا اور رسول کی طرف سے یہ حکم قطعاً نہیں اور جو کوئی کہے کہ یہ حکم خدا اور رسول کا ہے تو وہ بڑا کاذب بلکہ اکذب ہے ، اور نیز معلوم ہوا کہ یہ تمام دنیا میں عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں قرأت تکبیروں کے بعد پڑھی جاتی ہے اور دوسری رکعت میں تکبیروں کے قبل پڑھی جاتی ہے سو یہ غلط اور خلاف سنت نبوی ہے بلکہ سنت یوں ہے کہ قرارت تکبیروں کے بعد دونوں رکعتوں میں ہونی چاہیئے"

(فتاویٰ ستاریہ ج ا صـ۱۱۸)

ملاحظہ فرمائیے : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عیدین کی نماز میں دونوں رکعتوں میں چھ زائد تکبیریں کہنا متعدد احادیث سے ثابت ہے ، جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عیدین کی نماز میں تکبیرات کہنے کا یہی طریقہ بتلاتے ہیں کہ پہلی رکعت میں قرارت سے پہلے چار تکبیریں بشمول تکبیر تحریمہ کے کہی جائیں اور دوسری رکعت میں چار تکبیریں بشمول تکبیر رکوع کے

Marfat.com

قرأت کے بعد کہی جائیں، اسی پر آپ کا عمل ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی پر اتفاق رائے ثابت ہے چنانچہ آپ نے نماز جنازہ میں چار تکبیریں اسی پر قیاس کر کے مقرر فرمائیں۔ دیگر صحابۂ کرام مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم بھی اسی کے قائل و فاعل ہیں، اسی طرح جلیل القدر تابعین حضرت سعید بن المسیب، حضرت اسود بن یزید، حضرت مسروق، حضرت حسن بصری، حضرت ابن سیرین رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل و فاعل ہیں لیکن آفرین ہے عمل بالحدیث کے ٹھیکیداروں پر وہ اس سب سے آنکھیں موند کر بیک قلم عیدین کی نماز کی دونوں رکعتوں میں چھ زائد تکبیروں کو بدعت قرار دے رہے ہیں، یا للعجب قارئین محترم اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابۂ کرام، تابعین عظام سے ثابت عمل بھی بدعت ہے تو پھر غیر مقلد ہی بتلائیں کہ وہ سنت کس عمل کو قرار دیں گے۔؟

جب کہ خود غیر مقلدین جو عیدین کی نماز میں چھ تکبیرات کے برعکس زائد تکبیریں بارہ کہتے ہیں، اس کے ثبوت میں ان کے پاس ایک بھی صحیح صریح مرفوع حدیث نہیں۔

اب ہم قارئین سے پوچھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابۂ کرام، تابعین عظام سے ثابت عمل کو جو چودہ صدیوں سے امت میں جاری و ساری ہے اُسے بدعت قرار دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

Marfat.com

ترک رفع الیدین فی غیر الافتتاح فی صلوٰۃ الجنازۃ

نمازِ جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرنا چاہیے باقی میں نہیں

۱۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبر علی الجنازۃ فرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ووضع الیمنیٰ علی الیسریٰ،

(ترمذی ج ۱ ص ۲۰۶، دارقطنی ج ۲ ص ۷۵، بیہقی ج ۴ ص ۳۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نمازِ جنازہ پڑھتے تھے تو پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ لیتے تھے۔

۲۔ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ علی الجنازۃ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود،

(دارقطنی ج ۲ ص ۷۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے، پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

۳۔ عن الولید بن عبد اللہ بن جمیع الزھری قال رأیت ابراھیم اذا صلی علی جنازۃ رفع یدیہ فکبر ثم لا یرفع یدیہ فیما بقی وکان یکبر اربعا،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۶)

حضرت ولید بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی

Marfat.com

رحمہ اللہ کو دیکھا ہے وہ جب نماز جنازہ پڑھتے تھے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر (پہلی) تکبیر کہتے تھے پھر باقی تکبیروں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور آپ چار تکبیریں کہتے تھے۔

۴۔ عن الحسن بن عبید اللہ انہ کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ علی الجنازۃ' (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۷)

حضرت حسن بن عبید اللہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر ہی میں رفع یدین کرتے

" (قال) وقال مالک بن انس ترفع الایدی فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ فی اول التکبیر قال ابن القاسم وحضرتہ غیر مرۃ یصلی علی الجنائز فما رأیتہ یرفع یدیہ الا فی اول التکبیرۃ قال ابن القاسم وکان مالک لا یری رفع الیدین فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ الا فی اول تکبیرۃ "

(المدونۃ الکبری ج ۱ ص ۱۷۶)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں رفع یدین صرف پہلی تکبیر ہی میں کیا جائے، حضرت ابن القاسم رحمہ فرماتے ہیں کہ میں کئی دفعہ آپ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نماز جنازہ پڑھا رہے تھے، میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کیا ہو۔ ابن القاسم رحمہ کہتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔

Marfat.com

قال ابن الحزم

"ولا ترفع الیدان فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ الا فی اول تکبیرۃ فقط لانہ لم یأت برفع الایدی فیما عدا ذالک نص وروی مثل قولنا ھذا عن ابن مسعود وابن عباس، وھو قول ابی حنیفۃ وسفیان" (المحلی ج ۳ ص۱۸۱)

علامہ ابن حزم تحریر فرماتے ہیں۔
کہ رفع یدین نہ کیا جائے نماز جنازہ میں سوائے پہلی تکبیر کے، کیونکہ پہلی تکبیر کے علاوہ باقی تکبیروں میں رفع یدین کے لیئے کوئی نص نہیں آئی، اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا گیا ہے حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ کا بھی یہی قول ہے۔

قال القاضی الشوکانی

"والحاصل انہ لم یثبت فی غیر التکبیرۃ الاولی شیٔ یصلح للاحتجاج بہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وافعال الصحابۃ واقوالہم لا حجۃ فیہا فینبغی ان یقتصر علی الرفع عند تکبیرۃ الاحرام"

(نیل الاوطار ج ۴ ص۶۷)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کے بارے میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی ایسی حدیث ثابت نہیں، جو دلیل بننے کے قابل ہو اور صحابہ کرام کے افعال واقوال حجت نہیں

Marfat.com

ہیں لہٰذا مناسب یہ ہے کہ نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی رفع یدین کرنے پر اقتصار کیا جائے۔

ورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جنازہ میں رفع یدین صرف پہلی بیر ہی میں کرنا چاہیئے باقی تکبیروں میں نہیں، کیونکہ حدیث ۱-۲ سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر ہی میں فع یدین کرتے تھے باقی میں نہیں، علامہ ابن حزم اور قاضی شوکانی کے ول کسی صحیح، صریح حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا باقی تکبیروں میں فع یدین کرنا ثابت نہیں جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن مسعود اور ضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بھی صرف پہلی تکبیر ہی میں رفع دین کرتے تھے ایسے ہی جلیل القدر تابعین حضرت ابراہیم نخعیؒ اور حضرت سن بن عبداللہ بھی صرف پہلی تکبیر ہی میں رفع یدین کرتے تھے، حضرت فیان ثوری، حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، ابن حزم اور ضی شوکانی رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

لیکن ان احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کے نزدیک نماز نازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا چاہیئے، ان کے نزدیک نہ صرف لہ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔

چنانچہ مولوی عبیداللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں۔

"تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع قولی یا فعلی یا تقریری حدیث موجود نہیں ہے البتہ بعض صحابہ سے ضرور ثابت ہے اس موقوف روایت و نیز بعض ضعیف احادیث کی رو سے تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین

Marfat.com

کرنا جائز ہے۔ بدعت یا ممنوع نہیں"۔
(فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص۵)

ثناء اللہ امرتسری صاحب رقمطراز ہیں۔
"جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانا مستحب ہے"۔
(فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص۵)

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے باقیوں میں نہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیز آپ کے خلفاء راشدین میں سے کسی کا بھی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ آپ کے عمل کی موافقت میں نماز جنازہ کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہ کیا جائے لیکن غیر مقلدین بجائے اس کے کہ نماز جنازہ کی ہر تکبیر میں ترکِ رفع کے قائل ہوتے وہ ہر تکبیر میں رفع یدین کرنے کو مستحب قرار دے رہے ہیں قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

ترك القراءة في صلوٰة الجنازة

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ بطور قرأت پڑھنا جائز نہیں

۱۔ عن ابی هریرة قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء (ابوداود ج ۲ ص۱۰۰، ابن ماجہ ص۱۰۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جب تم کسی میت

Marfat.com

کی نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لیے اخلاص کے ساتھ دعا کرو۔

۲۔ مالک عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابیہ انہ سأل ابا ھریرۃ کیف تصلی علی الجنازۃ فقال ابوھریرۃ انا لعمر اللہ اخبرك اتبعھا من اھلھا فاذا وضعت کبرت وحمدت اللہ وصلیت علی نبیہ ثم اقول اللھم انہ عبدك وابن عبدك وابن امتك کان یشھد ان لا الہ الا انت وان محمدا عبدك ورسولك وانت اعلم بہ اللھم ان کان محسنا فزد فی احسانہ وان کان مسیئا فتجاوز عن سیاتہ اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ،

(موطا امام مالک ج ۱ ص ۲۰۹)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ حضرت سعید مقبری سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نماز جنازہ کیسے پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا بخدا میں تمہیں ضرور بتلاؤں گا، میں جنازہ والے گھر سے ہی جنازہ کے ساتھ ہو لیتا ہوں جب جنازہ (نماز کے لیے) رکھا جاتا ہے تو میں تکبیر کہہ کر اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں پھر یہ دعا پڑھتا ہوں۔ اَللّٰھُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ کَانَ یَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِیْٓ اِحْسَانِہٖ وَاِنْ

Marfat.com

كان مُسِيئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ سَيِّآتِهِ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُ ولا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ۔

۳۔ مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر كان لا يقرأ فى الصلوٰة على الجنازة ۔ (موطا امام مالک ج ۱ صنلا)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ میں قرارت نہیں کرتے تھے۔

۴۔ روى عن ابن مسعود انه سئل عن صلوٰة الجنازة هل يقرأ فيها فقال لم يُوَقِّتْ لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم قولا ولا قراءةً وفى روايةٍ دعاء ولا قراءةً كَبِّرْ ما كَبَّرَ الامام واختر من اطيب الكلام ما شئتَ ، وفى روايةٍ واختر من الدعاء اطيبه (بدائع الصنائع ج ۱ ص۳۱۳ ، مغنی ابن قدامہ ج ۲ ص۴۸۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُن سے نماز جنازہ میں قرارت کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے کوئی خاص کلام اور قرارت مقرر نہیں فرمائی ، ایک روایت میں ہے کہ کوئی خاص دُعا اور قرارت مقرر نہیں فرمائی ، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو ، اور جو اچھے سے اچھا کلام (ثناء و دُعاء وغیرہ) چاہو اختیار کرو اور ایک روایت میں ہے کہ جو بہتر سے بہتر دعا ہو وہ اختیار کرو۔

۵۔ روى عن عبد الرحمٰن بن عوف وابن عمر انهما

Marfat.com

فقالا لیس فیها قراءة شیئ من القرآن ،

(بدائع الصنائع ج ۱ صـ ۳۱۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے فرمایا نماز جنازہ میں قرآن کے کسی حصّہ کی بھی قرارت نہیں ہے۔

۶۔ عن علی انہ کان اذا صلی علی میت یبدأ بحمد اللہ و یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یقول اللھم اغفر لاحیائنا و امواتنا و الف بین قلوبنا و اصلح ذات بیننا و اجعل قلوبنا علی قلوب خیارنا ، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ صـ ۲۹۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ جب کسی میت کی نماز جنازہ پڑھاتے تو اللہ کی حمد و ثنا سے ابتداء کرتے پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھتے پھر یہ دُعا مانگتے ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَحْیَائِنَا وَ اَمْوَاتِنَا وَ اَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِنَا وَ اجْعَلْ قُلُوْبَنَا عَلٰی قُلُوْبِ خِیَارِنَا ،

۷۔ عن الشعبی قال فی التکبیرۃ الاولی یبدأ بحمد اللہ والثناء علیہ والثانیۃ صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والثالثۃ دعاء للمیت والرابعۃ للتسلیم (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ صـ ۲۹۵ ، مصنف عبدالرزاق ج ۳ صـ ۴۹۱)

حضرت امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نماز جنازہ میں پہلی تکبیر میں

Marfat.com

اللہ کی حمد و ثناء سے ابتداء کرے دوسری تکبیر کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھے، تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دُعا کرے اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرے۔

۸۔ عن عبد اللہ بن ایاس عن ابراھیم و عن ابی الحصین عن الشعبی قالا لیس فی الجنازۃ قراءۃ

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۹)

ابراہیم نخعی اور امام شعبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں نماز جنازہ میں قراءت نہیں ہے۔

۹۔ عن ایوب عن محمد انہ کان لا یقرأ علی المیت،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۹، مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۴۹۱)

حضرت ایوبؒ حضرت محمد بن سیرینؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نماز جنازہ میں قراءت نہیں کرتے تھے۔

۱۰۔ عن حجاج قال سألت عطاءً عن القراءۃ علی الجنازۃ فقال ما سمعنا بھذا،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت حجاج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطار بن ابی رباح رحمہ اللہ سے نماز جنازہ میں قراءت کرنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا ہم نے یہ نہیں سُنا،

۱۱۔ عن ابی طاوس عن ابیہ و عطاءٍ انہما کانا ینکران القراءۃ علی الجنازۃ،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۹)

Marfat.com

حضرت ابو طاؤس اپنے والد طاؤس اور حضرت عطا بن ابی رباح رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ نماز جنازہ میں قرارت کا انکار کرتے تھے۔

۱۲۔ عن بکر بن عبد اللہ قال لا اعلم فیھا قراءۃ
(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت بکر بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نماز جنازہ میں قرارت کو نہیں جانتا۔

۱۳۔ عن مفضل قال سألت میمونا علی الجنازۃ قراءۃ او صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما علمت۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت مفضل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت میمون رحمہ اللہ سے نماز جنازہ میں قرارت یا درود سے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔

۱۴۔ عن محمد بن عبد اللہ بن ابی سارۃ قال سألت سالما فقلت القراءۃ علی الجنازۃ فقال لا قراءۃ علی الجنازۃ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت محمد بن عبد اللہ بن ابی سارہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سالم رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ میں نماز جنازہ میں قرارت کروں تو آپ نے فرمایا نماز جنازہ میں قرارت نہیں ہے۔

۱۵۔ عن ابی المنھال قال سألت ابا العالیۃ عن القراءۃ فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب

Marfat.com

فقال ماکنتُ احسب ان فاتحۃ الکتاب تقرؤ
الا فی صلوٰۃ فیھا رکوع و سجود،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت ابو المنہال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو العالیہ الریاحی رحمہ اللہ سے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا میرا تو یہی خیال ہے کہ سورۂ فاتحہ صرف رکوع و سجود والی نماز ہی میں پڑھی جاتی ہے۔

۱۶۔ عن موسی بن علی عن ابیہ قال قلت لفضالۃ بن عبیدۃ ھل یقرؤ علی المیت شیئ قال لا،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت موسیٰ بن علی رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت فضالہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا میت پر (نماز جنازہ میں) قراءت کی جاتی ہے آپ نے فرمایا، نہیں،

۱۷۔ عن سعید بن ابی بردۃ عن ابیہ قال قال لہ رجل اقرؤ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب قال لا تقرأ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت سعید رحمہ اللہ اپنے والد ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ کیا میں نماز جنازہ میں قراءت کر لیا کروں تو آپ نے فرمایا نہیں۔

۱۸۔ عن حماد عن ابراھیم قال سألتہ ایقرأ علی

Marfat.com

المیت اذا صلی علیہ ؟ قال لا ،

(مصنف عبد الرزاق ج ۳ صـ۴۹۱)

حضرت حمادؒ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ کیا نماز جنازہ میں قرارت کی جا سکتی ہے ؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

۱۹۔ عن طلحۃ بن عبد اللہ بن عوف قال صلیت خلف ابن عباس علی جنازۃ فقرأ بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وجہر حتی اسمعنا فلما فرغ اخذت بیدہ فسألتہ فقال سنۃ وحق ،

(نسائی ج ۱ صـ۲۱۸)

حضرت طلحہ بن عبد اللہ بن عوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو آپ نے سورۂ فاتحہ اور دوسری سورۃ جہرًا پڑھیں حتٰی کہ آپ نے ہمیں سنایا آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اس بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا یہ سنت اور حق ہے۔

۲۰۔ عن طلحۃ بن عبد اللہ بن عوف قال صلیت خلف ابن عباس علی جنازۃ فسمعتہ یقرأ بفاتحۃ الکتاب فلما انصرف اخذت بیدہ فسألتہ فقلت تقرأ قال نعم انہ حق وسنۃ (نسائی ج ۱ صـ۲۱۸)

حضرت طلحہ بن عبد اللہ بن عوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو میں نے آپ کو سورۃ فاتحہ پڑھتے ہوئے سنا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ آپ قرأت کر رہے تھے آپ نے فرمایا ہاں یہ حق اور سنت ہے۔

قال سحنون قلت لعبد الرحمٰن بن القاسم ای شئ یقال علی المیت فی قول مالک قال الدعاء للمیت قلت فھل یقرأ علی الجنازۃ فی قول مالک قال لا .... ابن وھب عن رجال من اھل العلم عن عمر بن الخطاب و علی ابن ابی طالب و عبد اللہ بن عمر و عبید بن فضالۃ و ابی ھریرۃ و جابر بن عبد اللہ و واثلۃ بن الاسقع والقاسم و سالم بن عبد اللہ و ابن المسیب و ربیعۃ و عطاء و یحیی بن سعید انھم لم یکونوا یقرؤن فی الصلوٰۃ علی المیت و قال مالک لیس ذالک بمعمول بہ انما ھو الدعاء ادرکت اھل بلادنا علی ذالک، (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص۱۷۴)

حضرت سحنونؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن قاسم رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے قول میں میت پر کیا پڑھنا چاہیئے؟ فرمایا میت کے لیے دعا، میں نے کہا، کیا امام مالک رحمہ اللہ کے قول کے مطابق نماز جنازہ میں قرأت ہوتی ہے؟ فرمایا نہیں۔ ابن وہبؒ کہتے ہیں کہ بہت سے اہل علم

Marfat.com

مثلاً حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت علیدٌ بن فضالہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم اور حضرت قاسم بن محمد، حضرت سالم بن عبداللہ، حضرت سعید بن مسیب، حضرت عطار بن ابی رباح، حضرت یحییٰ بن سعید رحمہم اللہ نماز جنازہ میں قرارت نہیں کیا کرتے تھے، ابن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہمارے شہر (مدینہ طیبہ) میں اس پر عمل نہیں، نماز جنازہ صرف دُعا ہے، میں نے اپنے شہر کے اہل علم کو اسی پر پایا ہے۔

(مذ)کورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جنازہ میت کے حق (م)یں درحقیقت دُعا و استغفار ہے، اس لیے اس میں اللہ کی حمد و ثنا(ء) (نب)ی علیہ الصلوٰۃ والسلام پہ درود پھر میت کے لیے دُعا ہونی چاہیئے (ج)یسا کہ دُعا کا طریقہ ہے، نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورت بطور (ق)رارت پڑھنا صحیح نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میت کے لیے خود بھی دُعا فرماتے تھے (او)ر دوسروں کو بھی اخلاص کے ساتھ دعا مانگنے کا حکم دیتے تھے، لیکن کسی (ا)یک بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز (جن)ازہ میں قرارت کرتے تھے یا دوسروں کو قرارت کا حکم دیتے تھے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

" ومقصود الصلوٰۃ علی الجنازۃ ھو الدعاء للمیت وکذالک حفظ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

و نقل عنه مالم ينقل من قراءة الفاتحة والصلوٰة عليه صلى الله عليه وسلم،

(زاد المعاد ج ۱ ص۱۴۱)

نماز جنازہ سے مقصود میت کے لیے دعا کرنا ہے اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنازہ کی دعائیں اس کثرت کے ساتھ نقل کی گئی ہیں کہ فاتحہ یا درود شریف کا پڑھنا اس طرح نقل نہیں کیا گیا۔

موصوف مزید لکھتے ہیں:

"و يذكر عن النبي صلى الله عليه وسلم انه امر ان يقرأ على الجنازة بفاتحة الكتاب ولا يصح اسناده"۔ (زاد المعاد ج ۱ ص۱۴۱)

اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ نے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے، لیکن اس کی سند صحیح نہیں ہے،

یہی وجہ ہے کہ خلفاء راشدین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے امین ہیں ان میں سے کسی بھی خلیفہ راشد سے نماز جنازہ میں قرارت فاتحہ منقول نہیں جب کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا قرارت نہ کرنا صراحتاً منقول ہے جیسا کہ مدونۂ کبریٰ کی عبارت سے واضح ہے، حدیث ۱ سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب نماز جنازہ پڑھاتے تو شروع میں اللہ کی حمد وثنا کرتے پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجتے پھر میت کے لیے دعا کرتے، اسی طرح دیگر جلیل القدر صحابۂ کرام مثلاً حضرت ابوہریرہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت فضالہ

Marfat.com

بن علبیدہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم بھی نماز جنازہ میں قراءت نہیں کرتے تھے جیسا کہ حدیث ۱۔۲۔۳۔۴۔۵۔۶۔۱۲ اور مدونہ کبریٰ میں حضرت ابن وہب کے بیان سے ظاہر ہے۔

ایسے ہی جلیل القدر تابعین و تبع تابعین مثلاً حضرت امام شعبی، حضرت محمد بن سیرین، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت طاؤس، حضرت بکر بن عبداللہ، حضرت میمون، حضرت سالم بن عبداللہ، حضرت قاسم بن محمد، حضرت ابوالعالیہ الریاحی، حضرت ابوبردہ، حضرت سعید بن مسیب، حضرت یحییٰ بن سعید، حضرت امام مالک رحمہم اللہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی قراءت کے قائل نہ تھے جیسا کہ حدیث ۷ تا ۱۸ نیز حضرت ابن وہب رحمہ اللہ کے بیان سے ظاہر و باہر ہے۔

احادیث و آثار کے تتبع سے ثابت ہوتا ہے کہ خیرالقرون کے دور میں مراکز اسلام مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ وغیرہ میں نماز جنازہ میں قراءت کا بالکل رواج نہیں تھا۔ چنانچہ

مدینہ طیبہ کے امام حضرت امام مالک اور مدینہ طیبہ کے سات فقہاء میں سے حضرت سعید بن مسیب، حضرت قاسم بن محمد، حضرت سالم بن عبداللہ رحمہم اللہ سب اس بات کے قائل ہیں کہ نماز جنازہ میں قراءت نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شہر (مدینہ طیبہ) میں نماز جنازہ میں قراءت کا رواج نہیں ہے۔

مکہ مکرمہ کے امام حضرت عطاء بن ابی رباح، ______ ______ ______ رحمہ اللہ بھی نماز جنازہ میں قراءت کے قائل نہیں، حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے اس بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا ہم نے تو سُنا ہی

Marfat.com

نہیں کہ نماز جنازہ میں قراءت بھی کی جاتی ہے۔ آپ نماز جنازہ میں قراءت سے منع کرتے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں بھی اسکا بالکل رواج نہیں تھا۔

کوفہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت امام شعبی، حضرت ابراہیم نخعی حضرت میمون بن مہران حضرت امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کی قراءت کے قائل نہیں تھے، حضرت امام شعبی رحمہ اللہ کا فتویٰ تھا کہ نماز جنازہ میں قراءت نہیں ہوتی بلکہ پہلی تکبیر کے بعد ثنا، دوسری کے بعد درود، تیسری کے بعد دعا، اور چوتھی کے بعد سلام ہوتا ہے۔

بصرہ کے امام حضرت محمد بن سیرین جو حضرت ابوہریرہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کے فیض یافتہ ہیں وہ بھی نماز جنازہ میں قراءت کے قائل نہیں۔

ان امور سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ خیر القرون کے دور میں نمازِ جنازہ میں قرأت کا بالکل رواج نہیں تھا۔ اس کی مزید تائید اس قصہ سے بھی ہوتی ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ پیش آیا وہ یہ کہ آپ نے ایک دفعہ نماز جنازہ پڑھائی تو اونچی آواز سے قراءت کی، جب آپ فارغ ہوئے تو حضرت طلحہ بن عبداللہ نے آپکا ہاتھ پکڑ کر تعجب سے پوچھا کہ حضرت آپ نے نماز جنازہ میں قرائت کی ہے آپ نے جواباً فرمایا کہ ہاں یہ حق اور سنت ہے، حضرت طلحہ بن عبداللہ کا آپ سے اس طرح سوال کرنا بتلا رہا ہے کہ ان کے نزدیک یہ ایک نئی اور عجیب بات تھی جو رواج کے بالکل خلاف تھی جسکا بالکل اتہ پتہ نہ تھا رہا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نماز جنازہ میں قراءت کا

Marfat.com

سنت قرار دینا تو اس سے سنت مصطلحہ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت مراد نہیں ہے کیونکہ پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ کسی بھی صحیح حدیث سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز جنازہ میں قراءت کرنا یا دوسروں کو حکم دینا ثابت نہیں، نہ ہی خلفاء راشدین اور انتہائی متبع سنت صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے نماز جنازہ میں قراءت کرنا ثابت ہے، حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے بقول مدینہ طیبہ میں نماز جنازہ میں قراءت کا کوئی معمول نہیں ہے، اگر نماز جنازہ میں قراءت سنت ہوتی تو نا ممکن تھا کہ ایک سنت عمل کو تمام اہل مدینہ ترک کر دیتے اور اس پر کوئی بھی عمل نہ کرتا ۔ اس لیے اس کی توجیہ میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس سے مراد سنت لغویہ یعنی طریقہ ہے اور آپ کا مطلب واللہ اعلم یہ ہے کہ حمد و ثنا کی جگہ فاتحہ وغیرہ کے پڑھنے کا بھی ایک طریقہ ہے کوئی اگر حمد و ثنا کی جگہ فاتحہ وغیرہ بھی پڑھ لے تو صحیح ہے۔ ذخیرہ احادیث میں کئی مقامات ایسے ملتے ہیں جہاں صحابہ کرام نے لفظ سنت استعمال کیا ہے لیکن وہاں اس سے سنت لغویہ مراد ہے سنت مصطلحہ مراد نہیں۔

بہرکیف یہی وہ احادیث و آثار ہیں جن کی وجہ سے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں مسنون یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد ثناء پڑھے، دوسری کے بعد درود، تیسری کے بعد دعا اور چوتھی کے بعد سلام پھیر دے، نماز جنازہ میں قراءت کرنا خلاف سنت ہے ہاں اگر کوئی بطور حمد و ثناء کے یا بطور دعاء کے سورہ فاتحہ پڑھ لے تو گنجائش ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اگر کسی نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز باطل ہوگی اور بقول بعض شرط ہے جس کے بغیر نماز جنازہ

Marfat.com

ہوگی ہی نہیں۔
چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولوی یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں
نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد دعائے ماثورہ پڑھ کر امام اور مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے .... اگر امام یا مقتدی نے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو نماز باطل ہوگی،
(فتاویٰ علماء حدیث ج ۵ ص ۱۸۵)

نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔
" وچوں نماز جنازہ یکے از نماز ہاست کہ دراں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب ارشاد فرمودہ پس ایں قدر در فرضیت قرادت فاتحہ دریں نماز بلکہ در شرطیتش کہ عدمش عدم نماز باشد کافی ست" (بدور الاھلۃ ج ۱ ص ۹۲)
چونکہ نماز جنازہ بھی نمازوں میں سے ایک نماز ہے جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب بس اتنی بات ہی نماز جنازہ کے اندر سورۂ فاتحہ کے فرض ہونے کے لیے بلکہ شرط ہونے کے لیے کہ جس کے نہ پائے جانے سے نماز ہی نہ ہو ——— کافی ہے۔
ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین سے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا یا اس کا حکم دینا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں جبکہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ وہ نماز جنازہ میں قرارت نہیں کرتے تھے، اسی طرح دیگر جلیل القدر صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین عظام بھی نماز جنازہ میں قرارت کے قائل نہیں تھے

Marfat.com

خیر القرون میں مراکزِ اسلام مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ میں کہیں اس کا رواج نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ کو فرض و شرط قرار دینا تو کجا سنت قرار دینا بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر یہ سنت ہوتی تو خلفاء راشدین اور ان کے بعد باقی خیر القرون کے دور میں اس کا رواج ضرور ہوتا، غیر مقلدین پر تعجب ہے کہ وہ ایک ایسے عمل کو جس کا سنت قرار دینا بھی محلِ نظر ہے اسے فرض بلکہ شرط کا درجہ دے کر یہ فتویٰ لگا رہے ہیں کہ اگر نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو نماز ہی نہ ہوگی۔

سوال یہ ہے کہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ دیگر صحابہؓ و تابعین اور تبع تابعین اور اُن کے کروڑوں پیروکار جو نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل نہیں تھے کیا ان سب کی نمازیں باطل و بیکار گئیں اور یہ سب بغیر نماز ہی کے مُردے دفناتے رہے، غیر مقلدین ہی یہ جرأت کر سکتے ہیں کہ ان سب کی نمازوں کو باطل قرار دیں ان کے علاوہ کسی میں اتنی جرأت نہیں ؎

ایں کار از تو می آید و مرداں چنیں کنند

قارئین محترم فیصلہ فرمائیے جلیل القدر صحابۂ کرام، تابعین و تبع تابعین عظام اور ان کے کروڑوں متبعین کی نمازوں کو بیک قلم باطل و بے کار قرار دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

Marfat.com

ترک الجہر فی الجنازۃ

نماز جنازہ میں دعائیں وغیرہ آہستہ آواز سے پڑھنی چاہئیں نہ کہ اونچی آواز سے

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۔ ۷ : ۵۵

پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے، اس کو خوش نہیں آتے حد سے تجاوز کرنے والے۔

۱۔ عن ابی امامۃ قال السنۃ فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ ان یقرأ فی التکبیرۃ الاولی بام القرآن مخافتۃ ثم یکبر ثلثا والتسلیم عند الآخرۃ ،

(نسائی ج ۱ ص ۲۱۸)

حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ آہستہ آواز سے پڑھی جائے پھر تین تکبیریں کہی جائیں جن میں سے آخری کے بعد سلام پھیرا جاتے۔

۲۔ عن جابر قال ما اباح لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا ابوبکر ولا عمر فی شیئ ما اباحوا فی الصلوٰۃ علی المیت یعنی لم یوقت ،

(ابن ماجہ ص ۱۰۹، مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۷)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے ہمارے

Marfat.com

لیے نماز جنازہ میں کوئی چیز مقرر نہیں فرمائی۔

قال الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ

"وروی احمد من طریق ابی الزبیر عن جابر ما اباح لنا فی دعاء الجنازۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا ابوبکر ولا عمر وفسّر اَبَاحَ بمعنی قدر والذی وقفت علیہ باح ای جہر"

(التلخیص الحبیر ج ۲ ص۱۲۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمدؒ نے ابوزبیر کے طریق سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ "ہمارے لیے نماز جنازہ" کی دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کچھ مقرر نہیں کیا" اس حدیث میں لفظ اَبَاحَ کی تفسیر قَدَّرَ سے کی ہے (یعنی مقرر نہیں کیا) لیکن جہاں تک میری معلومات ہیں بَاحَ کے معنی جہر کے ہیں (گویا معنی یہ ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں دعا اونچی آواز سے نہیں پڑھی۔

قال الامام النووی رحمہ اللہ

"وقد اتفق اصحابنا علی انہ ان صلی علیہا بالنہار اسر بالقراءۃ وان صلی باللیل ففیہ وجہان الصحیح الذی علیہ الجمہور یسر والثانی یجہر واما الدعاء فیسر بہ بلا خلاف"

(نووی شرح مسلم ج ۱ ص۳۱۱)

Marfat.com

حضرت امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ
ہمارے اصحاب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر نماز جنازہ دن میں پڑھی جائے تو قرات آہستہ ہوگی، اور اگر رات میں پڑھی جائے تو اس بارے میں دو وجہیں ہیں، پہلی وجہ جو صحیح ہے اور جس پر جمہور کا عمل ہے یہ ہے کہ رات میں بھی آہستہ ہی ہوگی، دوسری وجہ جہر کی ہے، رہا معاملہ دعا کا تو وہ تو بغیر کسی اختلاف کے آہستہ ہی پڑھی جائے گی۔

قال ابن قدامۃ الحنبلی م ۶۲۰ھ

" ویسر القراءۃ والدعاء فی صلاۃ الجنازۃ لا نعلم بین اہل العلم فیہ خلافاً "

(المغنی لابن قدامۃ ج ۲ ص ۴۸۶)

حضرت امام ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں قرات اور دعا آہستہ پڑھی جائے گی اور اس سلسلہ میں ہم اہل علم کے درمیان کوئی خلاف نہیں پاتے۔

قال القاضی الشوکانی

" وذہب الجمہور الیٰ انہ لا یستحب الجہر فی صلاۃ الجنازۃ وتمسکوا بقول ابن عباس المتقدم لم اقرأ ای جہراً الا لتعلموا انہ سنۃ وبقولہ فی حدیث ابی امامۃ سراً فی نفسہ "

(نیل الاوطار ج ۴ ص ۶۶)

Marfat.com

قاضی شوکانی فرماتے ہیں کہ ۸۸۰

جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ نماز جنازہ میں جہراً پڑھنا مستحب نہیں ہے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے جو پیچھے گزرا دلیل پکڑی ہے یعنی آپ نے فرمایا کہ میں نے جہراً اس لیے پڑھا ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ سنت ہے اور جمہور نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے اس قول (سراً فی نفسہ) سے بھی استدلال کیا ہے جسکا مطلب ہے کہ اپنے جی میں آہستہ پڑھے۔

آیت کریمہ، احادیث مبارکہ اور اجماع امت سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جنازہ میں ثناء، درود، دُعاء وغیرہ سب آہستہ آواز سے پڑھی جائینگی، کیونکہ نماز جنازہ حقیقتاً میت کے لیے دعاء ہے اور دعاء کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ گڑگڑا کر اور چپکے چپکے مانگو۔

حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ میں آہستہ آواز سے قرارت کو سنت قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث ۸۷۱ سے واضح ہے اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارک میں آنے والے لفظ اباح کی تفسیر ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے فرمانے کے مطابق جہر ہے، اس صورت میں حدیث شریف کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں جہر نہیں کیا، اس لحاظ سے نماز جنازہ کے اندر ثناء درود و دُعاء کے آہستہ آواز سے پڑھنے کا مسنون ہونا ظاہر ہے۔ حضرت امام نووی شافعی، حضرت ابن قدامۃ حنبلی اور قاضی شوکانی رحمہم اللہ کے بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں دُعاء وغیرہ کے آہستہ آواز سے پڑھنے

Marfat.com

پہ اجماع ہے کسی کا بھی اس میں اختلاف نہیں ہے۔
تنبیہ :- ہم پچھلے باب میں ذکر کر چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک نماز
جنازہ میں سورۂ فاتحہ کا بطور حمد و ثناء کے پڑھنا جائز ہے، لہٰذا اگر کوئی
سورۂ فاتحہ ثناء کے ساتھ پڑھنا چاہے تو آہستہ آواز ہی سے پڑھے۔
لیکن آیت کریمہ، احادیث مبارکہ اور اجماعِ امت کے خلاف غیر
مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز جنازہ میں بلند آواز کے ساتھ جنازہ پڑھنا افضل
قوی، بلکہ مسنون ہے۔
چنانچہ مولوی ابوالحسنات علی محمد سعیدی لکھتے ہیں۔
" دلائل کے لحاظ سے بلند آواز کے ساتھ جنازہ پڑھنا افضل اور قوی
ہے"۔ (فتاویٰ علماء حدیث جلد ۵ ص ۱۵۲)
حافظ احمد صاحب پٹوی لکھتے ہیں۔
" جنازہ کی نماز میں سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد کی سورت باواز بلند
پڑھنا جائز بلکہ سنت ہے"۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۵۶)
ملاحظہ فرمائیے : آیت کریمہ، احادیث مبارکہ اور اجماعِ امت جیسے
دلائل سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جنازہ آہستہ آواز سے پڑھنی چاہیئے" اللہ
تعالیٰ آہستہ آواز سے دعاء مانگنے کا حکم دے رہے ہیں، حضرت ابو امامہ
رضی اللہ عنہ آہستہ آواز سے پڑھنے کو سنت قرار دے رہے ہیں حضرت
جابر رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام، حضرت ابو بکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہم
سے بلند آواز سے جنازہ کی نفی ذکر کر رہے ہیں اسی پہ اجماعِ امت بھی ہے
ان دلائل کا تقاضا تو یہ ہے کہ اونچی آواز سے جنازہ جائز ہی نہ ہو لیکن غیر
مقلدین اس سب سے قطع نظر کر کے اونچی آواز سے جنازہ پڑھنے کو افضل

Marfat.com

قوی بلکہ سنت قرار دے رہے ہیں۔ غور فرمائیے خدا ورسول کے عمل کے خلاف اور ساری امت کے عمل کے خلاف کوئی عمل افضل ہو سکتا ہے؟ کیا ایسا عمل جس کا ثبوت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے نہیں وہ عمل سنت قرار دیا جا سکتا ہے؟ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اہل سنت کے چاروں طبقوں حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی میں سے کوئی بھی اونچی آواز سے جنازہ کا قائل نہیں، تو کیا ایسا عمل جس پر اہل سنت میں سے کسی بھی مسلک کا عمل نہ ہو وہ افضل، قوی اور مسنون ہو سکتا ہے؟

قارئین محترم اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ ایسے عمل کو سنت قرار دینا جس پر چودہ صدیوں سے کسی کا عمل نہیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

یاد رہے کہ صرف شیعہ حضرات نماز جنازہ اونچی آواز سے پڑھتے ہیں اور غیر مقلدین اس عمل میں ان کی تقلید کرتے ہیں، حرمین شریفین میں بھی نماز جنازہ آہستہ آواز ہی سے پڑھی جاتی ہے۔

كراهة صلوٰة الجنازة فى المسجد

بغیر کسی عذر کے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے

- عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى على جنازة فى المسجد فلا شيئ له۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۹۸، ابن ماجہ ص ۱۱۱، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔

Marfat.com

۲- عن صالح مولی التوأمة عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شیٔ لہ، قال صالح وادرکت رجالا ممن ادرکوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر اذا جاؤا فلم یجدوا الا ان یصلوا فی المسجد رجعوا فلم یصلوا،

(منحة المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد ج ۱ ص ۱۶۵)

حضرت صالح مولی توأمہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے، حضرت صالح فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے ایسے لوگوں کو جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پایا ہے۔ دیکھا کہ وہ جب نماز جنازہ کے لیے آتے اور انہیں نماز جنازہ کے لیے مسجد کے سوا کوئی جگہ نہ ملتی تو وہ واپس ہو جاتے اور مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھتے۔

۳- عن صالح مولی التوأمة عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شیٔ لہ قال وکان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تضایق بہم المکان رجعوا ولم یصلوا،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۳۶۴)

Marfat.com

حضرت صالح مولی توأمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے کوئی اجر نہیں، حضرت صالح رہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام جب نماز جنازہ کے لیے جگہ تنگ ہو جاتی تو واپس چلے جاتے تھے۔ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔

۴۔ عن صالح مولی التوأمة عمن ادرك ابابكر وعمر انهم كانوا اذا تضايق بهم المصلى انصرفوا ولم يصلوا على الجنازة فى المسجد،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۳۶۵)

حضرت صالح مولی توأمہ ان صحابہ و تابعین سے روایت کرتے ہیں جنہوں نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو پایا ہے کہ جب نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ تنگ ہو جاتی تو وہ واپس چلے جاتے تھے۔ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔

۵۔ عن كثير بن عباس قال لَأَعْرِفَنَّ ما صليت على جنازة فى المسجد،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۳۶۵، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۲۷)

حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ (عہد نبوی میں) کسی بھی جنازہ کی نماز مسجد نبوی میں نہیں پڑھی گئی۔

۶۔ عن واصل بن داود قال سمعت قال لما مات ابراهيم بن النبى صلى الله عليه وسلم صلى عليه

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المقاعد،

(ابوداؤد ج ۲ ص ۹۸)

حضرت وائل بن داود فرماتے ہیں کہ میں نے .... سُنا انہوں نے فرمایا کہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات ہوئی تو آپ نے ان کی نماز جنازہ مقاعد (مصلی جنائز) میں پڑھی۔

۷۔ انبأ ابن جریج قال قلت لنافع أکان ابن عمر یکرہ ان یصلی وسط القبور قال لقد صلینا علیٰ عائشۃ وام سلمۃ رضی اللہ عنہما وسط البقیع والامام یوم صلینا علی عائشۃ رضی اللہ عنہا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ وحضر ذالک عبد اللہ بن عمر،

(سنن کبری بیہقی ج ۲ ص ۴۳۵ ، مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۵۲۵)

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ کیا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبروں کے درمیان نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا ہم نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ بقیع کے درمیان میں پڑھی تھی، جب ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی نماز پڑھی تو امام حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ تھے، اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔

۸۔ عن عائشۃ انہا لما توفی سعد بن ابی وقاص ارسل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن یمروا

Marfat.com

بجنازته فى المسجد فيصلين عليه ففعلوا فوقف به على حجرهن يصلين عليه ثم اخرج به من باب الجنائز الذى كان الى المقاعد فبلغهن ان الناس عابوا ذالك وقالوا ما كانت الجنائز يدخل بها المسجد فبلغ ذالك عائشة فقالت ما اسرع الناس الى ان يعيبوا مالا علم لهم به عابوا علينا ان يمر بجنازة فى المسجد وما صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على سهيل بن بيضاء الا فى جوف المسجد۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۱۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی (۵۵ھ میں) وفات ہوئی تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات نے پیغام بھیجا کہ لوگ اُن کا جنازہ لے کر مسجد میں سے گزریں تاکہ وہ ان کے لیے دعا کر سکیں، چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا، جنازہ انکے حجروں کے سامنے رکھا گیا، ازواج مطہرات دعا کرتی رہیں پھر باب الجنائز سے جو مقاعد کی طرف تھا جنازہ لے جایا گیا، ازواج مطہرات کو یہ خبر پہنچی کہ لوگوں نے اس فعل کو معیوب سمجھا ہے اور وہ کہہ رہے ہیں کہ جنازے تو مسجد میں داخل نہیں کئے جاتے تھے۔ یہ خبر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی پہنچی۔ آپ نے فرمایا لوگ کس قدر جلد اس چیز پر عیب گیری کرنے لگے جس کا انہیں علم نہیں، انہوں نے جنازے کے مسجد میں گزارے جانے پر ہماری عیب

Marfat.com

گیری کی ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سہیل بن بیضاءؓ کی نماز جنازہ جوفِ مسجد ہی میں پڑھی تھی۔

۹۔ عن ابن ابی ذئب عن المقبری انہ رأی حرس مروان بن الحکم یخرجون الناس من المسجد یمنعونھم ان یصلوا فیہ علی الجنائز،

(وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ ج ۲ ص ۵۳۱)

حضرت ابن ابی ذئب رحمہ اللہ سعید بن ابی سعید مقبری (متوفی ۱۲۵ھ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے مروان بن حکم کے سپاہیوں کو لوگوں کو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے سے روکتے اور نکالتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۰۔ عن کثیر بن زید قال نظرت الی حرس عمر بن عبد العزیز یطردون الناس من المسجد ان یصلی علی الجنائز فیہ، (وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ ج ۲ ص ۵۳۱)

حضرت کثیر بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے سپاہیوں کو نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے سے روکتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۱۔ عن ابن شہاب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ھلک الھالک شھدہ یصلی علیہ حیث یدفن فلما ثقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبدن نقل الیہ المؤمنون موتاھم فصلی علیھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الجنائز عند بیتہ فی موضع الجنائز الیوم ولم یزل ذالک جاریا،

(وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ ج ۲ ص ۵۳۲)

Marfat.com

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کسی کی وفات ہو جاتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موقع دفن نماز پڑھانے کے لیے تشریف لے جاتے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بھاری ہوگیا (اور آپ کے لیے جانا دشوار ہوگیا) تو صحابہ کرام نے میت کو آپ کے مکان کے قریب ہی لے جانا شروع کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان کے قریب موضع جنائز میں نماز جنازہ پڑھاتے، یہی دستور آج تک چلا آرہا ہے۔

۱- عن ابن شهاب قال حدثني سعيد بن المسيب ان ابا هريرة قال ان النبي صلى الله عليه وسلم صف بهم بالمصلى فكبر عليه اربعاً (بخاری ج ۱ ص۱۷۷)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصلیٰ جنائز میں لوگوں کی صف بندی کی اور نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔

- عن عبد الله بن عمر ان اليهود جاؤا الى النبي صلى الله عليه وسلم برجل منهم وامرأة زنيا فامر بهما فرجما قريبا من موضع الجنائز عند المسجد،

(بخاری ج ۱ ص۱۷۷)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہودی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس اپنے ایک ایسے مرد و عورت کو لائے جنہوں نے زنا کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے

Marfat.com

بارے میں سنگسار کرنے کا حکم دیا چنانچہ انہیں موضعِ جنائز کے قریب مسجد نبوی سے متصل سنگسار کیا گیا۔

قال وقال مالك واكره ان توضع الجنازة فى المسجد فان وضعت قرب المسجد للصلوٰة عليها فلا بأس ان يصلى من فى المسجد عليها بصلوٰة الامام الذى يصلى عليها اذا ضاق خارج المسجد باهله (المدونة الكبرىٰ ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں جنازہ کے مسجد میں رکھے جانے کو مکروہ سمجھتا ہوں، ہاں اگر نماز جنازہ کے لیے مسجد کے قریب جنازہ رکھا جائے تو پھر اس شخص کے لیے نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جو مسجد میں ہو اور جنازہ پڑھانے والے امام کی اتباع میں جنازہ پڑھے یہ بھی اس وقت ہے جب کہ مسجد کے باہر کی جگہ جنازہ پڑھنے والوں کی وجہ سے تنگ ہو جائے۔

قال محمد لا يصلى على جنازة فى المسجد وكذالك بلغنا عن ابى هريرة وموضع الجنازة بالمدينة خارج من المسجد وهو الموضع الذى كان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى على الجنازة فيه، (موطا امام محمد ص ۱۶۵)

حضرت امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے، ایسے ہی پہنچا ہے ہمیں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

سے، مدینہ طیبہ میں موضع جنائز مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام سے باہر ہے اور یہ وہی جگہ ہے جہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق

قال ابن القیم الجوزی رحمہ اللہ

"والصواب ما ذکرناه اوّلاً وان سنتہ وھدیہ الصلوٰۃ علی الجنازۃ خارج المسجد الا لعذر وکلا الامرین جائز والافضل الصلوٰۃ علیھا خارج المسجد"۔ (زاد المعاد فی ھدی خیر العباد ج ا صـ۱۴۱)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

درست بات وہی ہے جو ہم پہلے ذکر کر چکے، اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور آپ کا طریقہ نماز جنازہ مسجد سے باہر ہی پڑھنا ہے اِلّا یہ کہ کوئی عذر پیش آجائے اور دونوں امر جائز ہیں لیکن افضل یہی ہے کہ نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھی جائے۔

مذکورہ بالا احادیث و آثار اور اقوالِ محدثین سے درج ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں۔

(ا) ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں شروع دور میں یہ دستور تھا کہ جب کسی صحابی کی وفات ہو جاتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر تشریف لے جا کر بموقع دفن نماز جنازہ پڑھا دیتے تھے، لیکن جب صحابہ کرام نے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشقت اور تکلیف کا احساس کیا تو انہوں نے میت آپ کے درِ دولت پر لانی شروع کر دی، اور آپ

Marfat.com

کے گھر کے قریب ایک جگہ تجویز کر لی جہاں میت کو رکھ کر آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کو اطلاع کی جاتی، آپ تشریف لا کر اس متعین جگہ پہ نماز جنا
پڑھاتے جیسا کہ حدیث ۱۱ سے واضح ہے۔

(۲) یہ متعین جگہ مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مشرقی دیوا
کی طرف مسجد سے باہر تھی اسی جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مستقلاً
جنازہ پڑھاتے تھے، اس جگہ کا نام موضع جنائز اور مصلی جنائز تھا، جیس
حضرت امام محمد رحمہ اللہ کے بیان سے ظاہر ہے۔

(۳) اسی جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شاہ حبشہ کی نماز جناز
پڑھائی تھی، اسی جگہ کے قریب دو زناکار یہودی مرد و عورت کو سنگسار ک
گیا تھا چنانچہ بخاری شریف کی حدیث (۱۲-۱۳) سے واضح ہے۔

(۴) اسی موضع جنائز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے، اپنے صاحبزاد
ابراہیم رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی جیسا کہ ابوداؤد شریف کی حدیث
(۶) سے ظاہر ہے۔

(۵) جلیل القدر تابعی حضرت ابن شہاب زہریؒ جن کی وفات ۱۲۵ھ میں
ہوئی ہے اسوقت تک مدینہ طیبہ میں نماز جنازہ اسی موضع جنائز میں پڑھنے
رواج تھا، جیسا کہ حدیث ۱۱ سے واضح ہے۔

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کو اچھا نہیں
سمجھتے تھے شاید اسی لیے آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں نماز جناز
پڑھتا ہے اسے کوئی اجر نہیں ملتا، چنانچہ حدیث ۱-۲-۳ سے ظاہر ہے

(۷) حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ عنہما کے بیان کے مطابق دور رسالت
میں مسجد نبوی میں کسی بھی جنازہ کی نماز نہیں پڑھی گئی جیسا کہ حدیث ۵ سے

Marfat.com

ع ہے۔

(۸) یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح صحابۂ کرام کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ مسجد
سے باہر ہی نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ اگر نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ لوگوں کی
کثرت کی وجہ سے تنگ ہو جاتی تھی تو پیچھے رہ جانے والے صحابۂ کرام نماز پڑھے
بغیر ہی چلے جاتے تھے مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے اس سلسلہ میں صحابۂ
کرام کی یہ حالت تھی کہ وہ جنازہ کو مسجد میں داخل کرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے، یہی
وجہ ہے کہ جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے کہنے پر حضرت سعد بن ابی
وقاص رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو مسجد میں ان کے حجروں کے پاس دعا کے لیے
لایا گیا تو سب صحابۂ کرام نے اس پر اعتراض کیا اور کہنے لگے کہ پہلے تو جنازے
مسجد میں داخل نہیں کیے جاتے تھے[۱] چنانچہ حدیث ۲-۳-۴، اور ۸ سے
ظاہر ہے۔

---

[۱] اسی حدیث میں آگے یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ برہم
ہوئیں اور فرمایا لوگ کس قدر جلدی بھول جاتے ہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن بیضاء کی نماز جنازہ
مسجد میں پڑھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان کے متعلق عرض ہے کہ ابن بیضاء رضی کی
نماز جنازہ تو معمول کے مطابق موضع جنائز میں خارج المسجد ہی ہوئی تھی البتہ اس موقع پر جمع ہونے والے
لوگ زیادہ ہونے کی وجہ سے مسجد میں آگئے تھے۔ اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ سمجھیں
کہ نماز جنازہ مسجد میں ہوئی تھی شاید یہی وجہ ہے کہ کسی بھی صحابی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے
قول کی تصدیق منقول نہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اشتباہ ہوا
ورنہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک واقعہ جو صحابۂ کرام کے درمیان پیش آیا ہو وہ صحابۂ کرام میں سے
کسی کو بھی یاد نہ رہے سارے کے سارے ہی بھول جائیں صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
کو یاد رہے، دوسرے حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فرمانا کہ "مجھے خوب معلوم ہے کہ دور
(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

(۹) حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نماز مسجد سے باہر ہی پڑھی گئی، جیسا کہ حدیث ۷ سے ظاہر ہے۔

(۱۰) صحابۂ کرام کے دور میں مروان بن الحکم اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی طرف سے اس کام کے لیے سپاہی مقرر تھے کہ وہ مسجد کی حفاظت کریں اور کسی کو بھی مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھنے دیں جیسا کہ حدیث ۹-۱۰ سے واضح ہے۔

(۱۱) حضرت امام مالک رحمہ اللہ بھی مسجد میں نماز جنازہ کو مکروہ قرار دیتے ہیں جیسا کہ مدونہ کبریٰ کی عبارت سے ظاہر ہے۔

(۱۲) علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور آپ کا طریقہ نماز جنازہ مسجد سے باہر ہی پڑھنا ہے اس لیے نماز جنازہ مسجد سے باہر ہی پڑھنا افضل ہے۔

انہیں احادیث و آثار اور اقوال محدثین کے پیش نظر فقہاء کرام بلا عذر شدید مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ سنت ہے، اور اس سے انکار کرنا سنت کی مخالفت کرنا ہے چنانچہ جماعت غرباء اہلحدیث کے مفتی، مفتی عبدالستار لکھتے ہیں۔

"کتاب و سنت کی رو سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز و درست بلکہ مسنون ہے"۔ (فتاویٰ ستاریہ ۳ ص ۲۵)

"ظفر المبین" کے مؤلف محی الدین لاہوری لکھتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: رسالت میں مسجد نبوی میں کسی کی بھی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی" یہ بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اشتباہ ہی ہوا ہے۔

Marfat.com

"پس معلوم ہوا کہ مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھنا سنت ہے اور اس سے انکار کرنا سنت کی مخالفت کرنا ہے"۔

(بلاغ المبین ص۵۵۳ بحوالہ فتاوی ستاریہ ج ۲ ص۳۱)

یاد رہے کہ غیر مقلدین کا یہ متفق علیہ مسئلہ ہے ان کے تقریباً سب فتاوی میں نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ مدینہ طیبہ میں نماز جنازہ پڑھنے کے لیے مسجد نبوی سے باہر ایک جگہ مقرر تھی جسے موضع جنائز اور مصلی جنائز کہا جاتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک اسی جگہ نماز جنازہ پڑھانے کا تھا، اسی جگہ آپ نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی، اسی جگہ آپ نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کی نماز جنازہ پڑھائی حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق ان کے زمانے میں اسی جگہ نماز جنازہ پڑھانے کا دستور تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز جنازہ پڑھانے کو اچھا نہیں سمجھتے اسی لیے آپ فرماتے ہیں کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے کوئی اجر نہیں یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام موضع جنائز میں جگہ تنگ ہوتی تھی تو واپس چلے جاتے تھے۔ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جنازہ مسجد میں لانے کو کہا تو اس پر صحابہ کرام نے اعتراض کیا کہ پہلے تو جنازے مسجد میں نہیں لائے جاتے تھے۔ حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ دور رسالت میں کسی کی نماز جنازہ مسجد میں نہیں پڑھی گئی، حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھی گئی، دور صحابہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور مروان بن الحکم نے پہرے دار مقرر کر رکھے

Marfat.com

تھے تاکہ وہ لوگوں کو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے سے منع کریں، ان سب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں بلکہ مکروہ ہے لیکن غیر مقلدین جو عمل بالحدیث کے دعویدار ہیں ان کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا نہ صرف جائز بلکہ سنت ہے۔

غور فرمائیے اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا سنت ہے تو پھر

۱: نماز جنازہ کے لیے مدینہ طیبہ میں مسجد سے باہر جگہ کیوں بنائی گئی؟

۲: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (سوائے ایک واقعہ کے جو کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ذکر کرتی ہیں) مسجد نبوی میں نماز جنازہ پڑھانا کیوں منقول نہیں جبکہ آپ کی زندگی میں آپ کے سینکڑوں جانثار فوت ہوتے؟

۳: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی حتیٰ کہ اپنے صاحبزادے ابراہیمؓ کی نماز جنازہ مسجد سے باہر کیوں پڑھائی؟

۴: صحابہ کرام موضع جنائز میں جگہ تنگ ہونے کے باعث نماز جنازہ پڑھے بغیر کیوں چلے جاتے تھے، مسجد نبوی جو اس کے متصل تھی اس میں کیوں نہیں پڑھ لیتے تھے؟

۵: ازواج مطہرات کے کہنے سے جب جنازہ مسجد میں لایا گیا تو اس پر صحابہ کرامؓ نے کیوں اعتراض کیا؟

۶: اور یہ کیوں کہا کہ جنازے تو مسجد میں نہیں لائے جاتے تھے؟

۷: سیدہ عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ مسجد سے باہر کیوں پڑھی گئی؟

۸: دور صحابہ میں مسجد میں نماز جنازہ سے روکنے کے لیے پہرے دار کیوں مقرر تھے، کیا حضرت عمر بن عبد العزیزؒ جنہیں عمر ثانی کہا جاتا ہے انہیں معلوم نہیں

Marfat.com

تھا کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا تو سنت ہے ؟ انہوں نے سنت قائم کرنے سے روکنے کے لیے پہرہ دار کیوں مقرر کئے تھے ۔؟

۹ : اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مسنون ہے تو پھر حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ کیسے فرما دیا کہ مجھے معلوم ہے کہ دور رسالت میں مسجد نبوی میں کسی کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی ؟

۱۰ : خیر القرون کے پورے دور میں (سوائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کے جو بامر مجبوری مسجد نبوی میں پڑھی گئی تھی) اور لوگوں کی نماز جنازہ مسجد نبوی میں کسی صحیح حدیث سے کیوں ثابت نہیں ؟

۱۱ اگر مسجد میں نماز جنازہ سنت ہے تو پھر امام دار الہجرت حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے مسجد میں نماز جنازہ کو کیسے مکروہ قرار دے دیا ؟

۱۲ : علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے یہ کیوں لکھ دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت تو نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھنا ہے اسی لیے افضل یہی ہے کہ نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھی جائے ؟

قارئین محترم ان تمام باتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے غیر مقلدین کا نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کو سنت قرار دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

Marfat.com

کتابیات

قرآن کریم

آتش کدۂ ایران : اختر کاشمیری

آثار السنن — محمد بن علی النیموی : مکتبہ امدادیہ ملتان

اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین — السید محمد بن محمد الحسینی الزبیدی : دار الکتب العلمیۃ بیروت

اثبات آمین بالجہر (مشمولہ تحمیل التعلیم) — مولوی نور حسین گرجاکھی : فاروقی کتب خانہ اردو بازار لاہور

الاجماع — ابوبکر بن محمد بن ابراہیم المنذر : دائرۃ المعارف الاسلامیۃ آسیا آباد مکران

احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ — مولوی اشرف سلیم : توحید پریس و توحید منزل قلعہ دیدار سنگھ

الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان — ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان : دار الکتب العربیہ بیروت لبنان

احسن الفتاوٰی — مفتی رشید احمد لدھیانوی : ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام — مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر : ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ۔

احیاء علوم الدین — ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الشافعی : دار المعرفۃ بیروت لبنان

اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ — ابو عبد اللہ حسین بن علی الصیمری : مکتبہ عزیزیہ عنایت پور تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

اختلاف اُمت کا المیہ — حکیم فیض عالم صدیقی : عبد التواب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

۱۳ الاذکار : محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النواوی الشافعیؒ

۱۴ ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری : المطبعۃ العثمانیۃ المصریۃ

۱۵ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب : ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر الاندلسی المالکیؒ دار احیاء التراث العر[بی] بیروت

۱۶ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ : احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعیؒ دار احیاء التراث الع[ربی] بیروت

۱۷ اصلی اہل سنت : عبداللہ بہاولپوری ، مسجد دار السلام اہلحدیث کے گھاٹ حیدرآبا[د]

۱۸ اصلی حنفی نماز : مولوی طالب الرحمٰن ، شبان اہل سنت ملتان

۱۹ اظہار التحسین فی اخفاء التامین : مولانا حبیب اللہ ڈیروی ، ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

۲۰ الاعتصام (ہفت روزہ) لاہور

۲۱ اعلام الموقعین عن رب العلمین : ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم الحنبلیؒ ، دار الفکر بیروت

۲۲ اعلاء السنن : مولانا ظفر احمد عثمانیؒ ، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی

۲۳ امام ابوحنیفہ کا تعارف محدثین کی نظر میں : محمد بن عبداللہ الظاہری ، مکتبۃ الاسلامیۃ کراچی

۲۴ الانصاف (مع ترجمہ وصاف) : الشیخ احمد بن عبدالرحیم المعروف بشاہ ولی اللہ دہلویؒ ، ...

۲۵ الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف : ابوبکر بن محمد بن ابراہیم المنذرؒ ، دار طیبۃ الریا[ض]

۲۶ اہلحدیث دہلی (ماہنامہ)

۲۷ اہلحدیث کا مذہب : ثناء اللہ امرتسری ، دار الدعوۃ السلفیۃ شیش محل روڈ لاہور

۲۸ اہلحدیث کے دس مسئلے : ابویحییٰ امام خان نوشہروی ، مکتبہ نذیریہ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

۲۹ البحر الرائق شرح کنز الدقائق : الشیخ زین الدین ابن نجیم المصری الحنفیؒ ، ایچ ایم سعید کمپنی

۳۰ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع : ملک العلماء علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفیؒ " "

Marfat.com

۳۱ بدائع الفوائد : ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیمؒ ، دار الکتاب العربی بیروت

۳۲ بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد : ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد القرطبی المالکیؒ ، المکتبۃ العلمیہ لاہور

۳۳ البدایۃ والنہایۃ : الحافظ عماد الدین ابن کثیر الشافعیؒ ، مطبعۃ السعادۃ بجوار محافظۃ مصر

۳۴ بدور الاہلۃ من ربط المسائل بالادلۃ : سید صدیق حسن خان نواب ، مطبع شاہجہانی بھوپال

۳۵ بسط الیدین لنیل الفرقدین : علامہ انور شاہ کشمیریؒ ، مجلس علمی ڈابھیل ۔

۳۶ بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام (مترجم) : احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعیؒ ، میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی

۳۷ البنایۃ فی شرح الہدایۃ : بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفیؒ ، ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد

۳۸ بینات (ماہنامہ) کراچی

۳۹ تاریخ ابن خلدون : عبدالرحمان بن محمد بن خلدونؒ

۴۰ تاریخ بغداد : ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی ، دار الکتاب العربی بیروت

۴۱ تاریخ جرجان : ابوالقاسم حمزۃ بن یوسف السہمیؒ ، طبع حیدرآباد دکن

۴۲ تحفۃ الاحوذی : عبدالرحمٰن مبارک پوری ، نشر السنۃ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

۴۳ التحقیق الراسخ فی ان احادیث الرفع لیس لہا ناسخ : حافظ محمد گوندلوی ، دار الدعوۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور

۴۴ تذکرۃ الحفاظ : ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی الشافعیؒ ، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن

۴۵ التعلیق الممجد علی موطا الامام محمد : مولانا عبدالحی لکھنویؒ ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

Marfat.com

۴۶ تفسیر القرآن العظیم : الحافظ عماد الدین ابن کثیرؒ ، دار المعرفۃ بیروت
۴۷ التفسیر الکبیر : فخر الدین ابو عبداللہ محمد بن عمر بن حسین الشافعیؒ ،
دار الکتب العلمیہ طہران
۴۸ التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر :
احمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ ، المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل
۴۹ التوحید والسنۃ ۔ فی رد اہل الالحاد والبدعۃ ، قاضی عبدالاحد خانپوری
۵۰ التوضیح عن رکعات التراویح : ابو القاسم رفیق دلاوریؒ ، اسلامیہ ٹرسٹ
اندرون لوہاری گیٹ لاہور
۵۱ تیسیر الباری ترجمہ و شرح صحیح بخاری : وحید الزماں حیدر آبادی ، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور
۵۲ جامع البیان فی تفسیر القرآن : ابو جعفر محمد بن جریر الطبریؒ ، المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر
۵۳ جامع الترمذی : محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذیؒ ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
۵۴ جامع الصغیر : امام محمد بن حسن الشیبانی الحنفیؒ ، عالم الکتاب بیروت
۵۵ جامع المسانید : ابو المؤید محمد بن محمود الخوارزمیؒ ، المکتبۃ الاسلامیۃ سمندری
۵۶ الجانبان فی تحقیق عدد رکعات قیام رمضان : ہومیو ڈاکٹر محمد بشیر صارم
متصل مدرسہ فیض العلوم فقیر والی ضلع بہاولپور
۵۷ جزء رفع الیدین : امام محمد بن اسماعیل البخاریؒ ، المطبع العلمی دہلی
۵۸ الجسر البلیغ (مشمولہ مسائل اہلحدیث جلد دوم) : حافظ عنایت اللہ اثری ، جمعیت اہلسنت لاہور
۵۹ الجوہر النقی : علاء الدین بن علی بن عثمان المارد ینی المعروف بابن الترکمانی ،
مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن
۶۰ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح : احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفیؒ
شرکۃ مکتبۃ و مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر

Marfat.com

۶۱ حاشیہ مالابدمنہ (فارسی) ، کتب خانہ مجیدیہ ملتان

۶۲ حجۃ اللہ البالغۃ (عربی) : الشیخ احمد بن عبدالرحیم المعروف بشاہ ولی اللہؒ ،
دار نشر الکتب الاسلامیۃ ۲ شیش محل روڈ لاہور

۶۳ حدیث نماز : عبدالمتین میمن ، الدار الحدیثیہ متصل اہلحدیث منزل نیو مارکیٹ روڈ جھنگ

۶۴ حضرت مولانا داود غزنوی : سید ابوبکر غزنوی ، مکتبہ غزنویہ ۲ شیش محل روڈ ، لاہور

۶۵ الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ : سید صدیق حسن خان نواب ، اسلامی اکیڈمی اُردو بازار لاہور

۶۶ حقانیت مسلک اہلحدیث : عبدالرحمن منیر راجووالوی ، منڈی راجووال تحصیل دیپالپور

۶۷ حقیقت الفقہ : محمد یوسف جے پوری ، ادارہ اشاعت دین آف مومن پورہ بمبئی ۱۱

۶۸ حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء : ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانیؒ ،
دار الکتاب العربی بیروت لبنان

۶۹ حیاۃ امام طحاویؒ : مولانا سید فخر الحسن صاحبؒ

۷۰ الحیاۃ بعد الممات : فضل حسین بہاری ، المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل

۷۱ حیوۃ الحیوان : کمال الدین محمد بن موسیٰ الدمیریؒ ، شرکت مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر

۷۲ خطبات شہید اسلام : حبیب الرحمن یزدانی ، سبحانی اکیڈمی اردو بازار لاہور

۷۳ خطبہ امارت : ابو محمد عبدالستار ، شعبہ تبلیغ جماعت غرباء اہلحدیث بلس روڈ کراچی

۷۴ خلافت راشدہ : حکیم فیض عالم صدیقی

۷۵ الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمانؒ :
شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی المکی الشافعیؒ ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۷۶ الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ : احمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ الشافعی

۷۷ الدرر البہیۃ (مع شرح الروضۃ الندیۃ) : محمد بن علی بن محمد الشوکانی ، دار نشر الکتب
الاسلامیۃ لاہور

Marfat.com

۷۸ الدر المختار فی شرح تنویر الابصار : محمد علاء الدین الحصکفی الحنفی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
۷۹ الدر المنثور فی التفسیر بالماثور : جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی
المکتبۃ الجعفری طہران
۸۰ دستور المتقی فی احکام النبی : محمد یونس قریشی دہلوی ، اسلامک پبلشنگ ہاؤس
شیش محل روڈ لاہور
۸۱ الدلیل المبین علیٰ ترک القراءۃ للمقتدین : مولانا محمد حسن فیض پوری
مطبع مجتبائی بیرون شیرانوالہ دروازہ لاہور
۸۲ الدین یسر : سید جعفر شاہ پھلواروی ، ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور
۸۳ رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ : ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الشافعی ، مکتبہ امدادیہ ملتان
۸۴ رد المحتار علی الدر المختار : محمد امین عابدین بن السید الشریف عمر عابدین ،
ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
۸۵ رسولِ اکرم کا طریقہ نماز : مفتی جمیل احمد نذیری ، ادارہ اسلامیات ۱۹۰- انارکلی لاہور
۸۶ رسولِ اکرم کی نماز : محمد اسماعیل السلفی ، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور
۸۷ الروضۃ الندیۃ شرح الدرر البہیۃ : سید صدیق حسن خان نواب ، دار نشر الکتب الاسلامیۃ لاہور
۸۸ زاد المعاد فی ھدی خیر العباد : ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر الشہیر بابن القیم الحنبلی
دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان

۸۹ سبیل الرسول : حکیم صادق سیالکوٹی ، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور
۹۰ السعایۃ فی کشف ما فی شرح الوقایۃ : مولانا عبدالحی لکھنوی ،
سہیل اکیڈمی اردو بازار لاہور
۹۱ سنن ابن ماجہ : ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

Marfat.com

۹۲ سنن ابی داود : ابوداود سلیمان بن اشعث السجستانی، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
۹۳ سنن دارقطنی : ابوالحسن علی بن عمر بن احمد الدارقطنی، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور
۹۴ سنن دارمی : ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی
۹۵ السنن الکبریٰ : ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی،
مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن
۹۶ سنن نسائی : ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
۹۷ سنیۃ رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوات المکتوبۃ لمن شاء :
محمد بن عبدالرحمٰن الزبیدی، المطبع العلمی دہلی
۹۸ سوانح مولانا نور حسین گرجاکھی : خواجہ عطاء اللہ ایم اے، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ
۹۹ سیاحۃ الجنان بمناکحۃ اہل الایمان (مشمولہ رسائل اہلحدیث جلد دوم)
: ابوالشکور عبدالقادر حصاروی، جمعیت اہل سنت لاہور
۱۰۰ سیر اعلام النبلاء : ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی،
مؤسسۃ الرسالہ بیروت لبنان
۱۰۱ سیرت البخاری : عبدالسلام مبارکپوری، فاروقی کتب خانہ اردو بازار لاہور
۱۰۲ سیرت النعمان : علامہ شبلی نعمانی، اسلامی اکیڈمی اردو بازار لاہور
۱۰۳ السیف الصارم لمنکر شان الامام الاعظم : فقیر محمد جہلمی، سراج المطابع جہلم
۱۰۴ شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک : سید محمد الزرقانی،
مطبعۃ الاستقامۃ قاہرۃ مصر
۱۰۵ شرح معانی الآثار : ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
۱۰۶ شرح النقایۃ : علی بن سلطان محمد القاری، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
۱۰۷ شعب الایمان : ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

Marfat.com

۱۰۸ صحیح ابن خزیمة : ابوبکر محمد بن اسحٰق بن خزیمہؒ ، المکتب الاسلامی بیروت لبنان

۱۰۹ صحیح البخاری : ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرۃ بن بردزبة البخاریؒ

ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۱۱۰ الصحیح لمسلم : ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوریؒ ،

ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۱۱۱ صدیقۂ کائنات : حکیم فیض عالم صدیقی

۱۱۲ صلوٰۃ الرسول : حکیم صادق سیالکوٹیؒ ، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور

۱۱۳ صلوٰۃ النبی : خالد گرجاکھی ، ادارہ احیاء السنۃ گرجاکھ

۱۱۴ عرف الجادی من جنان هدی الهادی : میر نورالحسن خان نواب ،

جمعیت اہلسنت لاہور

۱۱۵ علماء احناف اور تحریک مجاہدین : پروفیسر محمد مبارک

۱۱۶ عمدة الرعایة حاشیة شرح وقایة : مولانا عبدالحی لکھنویؒ ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۱۱۷ عمدة القاری فی شرح صحیح البخاری : بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفیؒ

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

۱۱۸ عمل الیوم واللیلة : ابوبکر احمد بن محمد بن اسحٰق السنیؒ ، مکتبۃ التراث الاسلامی بجوار ادارۃ مصر

۱۱۹ غایة المقصود فی حل سنن ابی داود : شمس الحق عظیم آبادی ،

المطبع الانصاری دہلی

۱۲۰ غنیة الطالبین (مترجم اردو عربی) : الشیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی الحنبلیؒ ،

مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور

۱۲۱ غنیة الطالبین (مترجم اردو عربی) : الشیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی الحنبلیؒ ،

کتب خانہ سعودیہ حدیث منزل بنس روڈ کراچی

Marfat.com

۱۲۲ الغنیۃ لطالبی طریق الحق (عربی) : الشیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی الحنبلیؒ،
شرکۃ مکتبۃ و مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر

۱۲۳ فتاویٰ امدادیۃ : مولانا اشرف علی تھانویؒ ، مکتبہ دارالعلوم کراچی

۱۲۴ فتاویٰ اہلحدیث : حافظ عبداللہ روپڑی ، ادارہ احیاء السنۃ النبویہ
ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

۱۲۵ فتاویٰ برکاتیہ : ابوالبرکات احمد ، جامعہ اسلامیہ گلشن آباد گوجرانوالہ

۱۲۶ فتاویٰ ثنائیہ : ثناء اللہ امرتسری ، اسلامک پبلشنگ ہاؤس ۲ شیش محل روڈ لاہور

۱۲۷ فتاویٰ دارالعلوم : مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی ، مکتبہ امدادیہ ملتان

۱۲۸ فتاویٰ ستاریہ : ابو محمد عبدالستار دہلوی ، مکتبہ ابوبیہ حدیث محل اے ایم ۱۰ کراچی ۱

۱۲۹ فتاویٰ علماء حدیث : ابوالحسنات علی محمد سعیدی ، مکتبہ سعیدیہ خانیوال

۱۳۰ فتاویٰ قاضی خان : فخرالدین حسن بن منصور اوزجندی الحنفیؒ

۱۳۱ الفتاویٰ الکبریٰ : ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم المعروف بابن تیمیہ الحنبلیؒ
دارالمعرفۃ بیروت

۱۳۲ فتاویٰ نذیریہ : میاں نذیر حسین دہلوی ، ادارہ نورالایمان ۱۲۱ / ۱۲ اجمیری گیٹ دہلی

۱۳۳ فتویٰ امام ربانی برمرزا غلام احمد قادیانی : عبدالحق خان بشیر ،
مکتبہ نصیر اردو بازار گوجرانوالہ

۱۳۴ فتح الباری بشرح البخاری : احمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ ، شرکۃ مکتبۃ و مطبعۃ مصطفیٰ البابی
الحلبی مصر

۱۳۵ فتح القدیر للعاجز الفقیر : کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام الحنفیؒ،
مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

۱۳۶ فتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین : محمد منصور علی بن محمد حسن علی مرادآبادیؒ
مدنی کتب خانہ نور مارکیٹ گوجرانوالہ

Marfat.com

۱۳۷ فردوس الاخبار : حافظ شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمیؒ ، دارالکتاب العربی بیروت

۱۳۸ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ : عبدالرحمٰن الجزیریؒ ، دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۳۹ فیصلہ رفع یدین (مشمولہ تحصیل التقلید) : مولوی عبدالعزیز ملتانی ، فاروقی کتب خانہ اردو بازار لاہور

۱۴۰ قرۃ العینین فی اثبات رفع الیدین : مولوی نور حسین گرجاکھی ،
ادارہ احیاء السنۃ گرجاکھ گوجرانوالہ

۱۴۱ قیام اللیل : ابوعبداللہ محمد بن نصر المروزیؒ ، مطبع رفاہ عام لاہور

۱۴۲ الکامل فی ضعفاء الرجال : ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانیؒ ، المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل

۱۴۳ کتاب الآثار للامام ابی حنیفۃ بروایت ابی یوسف القاضیؒ ،
المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل

۱۴۴ کتاب الآثار للامام ابی حنیفۃ بروایت الامام محمد بن حسن الشیبانیؒ ،
مکتبہ امدادیہ ملتان

۱۴۵ کتاب الام : ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعیؒ ، مکتبۃ الکلیات الازہریۃ شارع صنادیہ ازہر مصر

۱۴۶ کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ : امام محمد بن حسن الشیبانیؒ ،
دارالمعارف النعمانیۃ جامعہ نیسر لاہور

۱۴۷ کتاب الزہد والرقائق : شیخ الاسلام عبداللہ بن مبارک المروزیؒ ،
مجلس احیاء المعارف مالیگاؤں ناسک الہند

۱۴۸ کتاب القراءۃ : ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقیؒ ، ادارہ احیاء السنۃ گرجاکھ

۱۴۹ کشف الاستار عن زوائد البزار علی الکتب الستۃ : نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمیؒ ،
مؤسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان

۱۵۰ کشف الحجاب (مع تتمہ) : قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتیؒ ، مطبع حسینی دہلی ۱۳۰۵ھ

۱۵۱ کنز الحقائق : وحید الزمان حیدرآبادی ، جمعیۃ اہلسنت لاہور

Marfat.com

۱۵۲ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال : العلامۃ علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندیؒ
موسستۃ الرسالۃ بیروت

۱۵۳ لغات الحدیث (اردو) : وحید الزماں حیدر آبادی ، میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی

۱۵۴ ماثبت من السُّنّۃ فی ایام السّنَۃ : الشیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ، دارالاشاعت کراچی

۱۵۵ مآثر صدیقی : سید علی حسن خان ، جمعیت اہل سنت لاہور

۱۵۶ المبسوط : محمد بن احمد بن ابی سہل ابوبکر شمس الائمۃ السرخسیؒ ، مطبعۃ السعادۃ بجوار محافظۃ مصر

۱۵۷ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد : نورالدین علی بن ابی بکر الهیثمیؒ ،
دارالکتاب العربی بیروت

۱۵۸ المجموع شرح المهذب : محی الدین ابوزکریا یحیٰی بن شرف النوویؒ
المکتبۃ السلفیہ مدینہ منورہ

۱۵۹ مجموع فتاوٰی شیخ الاسلام ابن تیمیہ ، طبع سعودیہ

۱۶۰ مجموعہ رسائل مکمل نماز وہدایۃ النبی ، طبع کراچی

۱۶۱ المحلّٰی : ابو محمد علی بن حزم الظاہری ، مطبعۃ الامام ۱۳ شارع قرقول مصر

۱۶۲ مختصر المزنی (ملحق بہ کتاب الام) ، مکتبۃ الکلیات الازہریۃ مصر

۱۶۳ المدخل : محمد بن محمد عبدریؒ المعروف بابن الحاج ، دارالکتاب العربی بیروت

۱۶۴ المدونۃ الکبرٰی : امام مالک بن انسؒ ، مطبع السعادۃ بجوار محافظۃ مصر

۱۶۵ المراسیل (ملحق بہ سنن ابی داود) : سلیمان بن اشعث السجستانیؒ ،
ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۱۶۶ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح ، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفٰے البابی مصر

۱۶۷ المرقات : فضل امام خیرآبادی ، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

۱۶۸ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح : علی بن سلطان محمد القاری الحنفیؒ ،
مکتبہ امدادیہ ملتان

Marfat.com

١٦ المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث : ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف بالحاکم، مکتبۃ النصر الحدیثہ ریاض

١٧ المسند : ابوبکر عبداللہ بن زبیر الحمیدی ؒ، المکتبۃ السلفیہ مدینہ منورہ

مسند ابی عوانۃ : ابو عوانہ یعقوب بن اسحٰق الاسفرائینی ؒ، دار المعرفۃ بیروت لبنان

مسند ابی یعلی الموصلی : الحافظ احمد بن علی بن المثنی التمیمی، دار المامون للتراث بیروت

مسند الامام احمد بن حنبل : دار الفکر بیروت لبنان

مسند الامام ابی عبد اللہ الشافعی ، دار الکتب العلمیہ بیروت

(المنتخب من) مسند عبد بن حمید : ابو محمد عبد بن حمید ؒ ، مکتبۃ السنۃ قاہرہ مصر

مسوّی مصفّٰی شرح مؤطا امام مالک : الشیخ احمد بن عبدالرحیم المعروف بشاہ ولی اللہ ؒ
محمد علی کارخانہ اسلامی کتب خان محل کراچی

المصنّف : ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ؒ، ادارۃ القرآن دار العلوم الاسلامیہ کراچی

المصنف : ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی ؒ، مجلس علمی ڈھابیل ہندوستان

المعتصر من المختصر من مشکل الآثار : ابو المحاسن یوسف ؒ بن موسی الحنفی
دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن

المعجم الصغیر : ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ؒ،
شرکۃ معمل ومطبعۃ الزہراء الحدیثۃ موصل عراق

المعجم الکبیر : ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ؒ،
شرکۃ معمل ومطبعۃ الزہراء الحدیثۃ موصل عراق

معرفۃ السنن والآثار : ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی ؒ،
جامعۃ الدراسات الاسلامیہ کراچی

المغنی : ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ الحنبلی ؒ، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ ریاض

Marfat.com

المقاصد الحسنة : شمس الدین محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن ابی بکر بن عثمان السخاوی م ۹۰۲ھ

مقدمۃ کتاب التعلیم : مسعود بن شیبۃ سندی ، لجنۃ احیاء الادب السندی حیدرآباد پاکستان

مناقب ابی حنیفۃ : حافظ الدین بن محمد المعروف بالکردریؒ ، دار الکتاب العربی بیروت لبنان

مناقب ابی حنیفۃ : صدر الائمہ موفق بن احمد المکیؒ ، دار الکتاب العربی بیروت ، لبنان

مناقب الامام ابی حنیفۃ : ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبیؒ ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

مناقب الامام الاعظم (ذیل الجواہر المضیئۃ) : علی بن سلطان محمد القاریؒ مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن

منتخب کنز العمال (بر مسند احمد)

منتقی الاخبار من احادیث سید الاخیار (مع شرح) : ابو العباس تقی الدین احمد بن عبد الحلیم المعروف بابن تیمیہ ، شرکۃ مکتبہ و مطبعۃ مصطفیٰ البابی مصر

منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داود ، المکتبۃ الاسلامیہ بیروت لبنان

موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان : نور الدین علی بن ابی بکر الھیثمیؒ ، المطبعۃ السلفیہ و مکتبھا روضۃ

میزان المتکلمین : مولوی اشرف سلیم ، مکتبہ تعمیر انسانیت قلعہ دیدار سنگھ گوجرانوالہ

نزل الابرار من فقہ النبی المختار : وحید الزمان حیدرآبادی ، جمعیت اہلسنت لاہور

نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ : جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الحنفی الزیلعیؒ ، دار نشر الکتب الاسلامیہ ۲ شیش محل روڈ لاہور

نصیب العمود فی مسالۃ تجافی المراۃ فی الرکوع والسجود والقعود : ابو محمد عبد الحق الھاشمی ، المطبعۃ العربیہ الحدیثۃ القاہرہ

Marfat.com

١٩٨ نوادرات : اسلم جیراجپوری

١٩٩ نور الانوار : الشیخ احمدؒ المعروف بملا جیون ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

٢٠٠ نور الایضاح (مع شرح) : حسن بن عمار بن علی الشرنبلالیؒ ،
شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفےٰ البابی الحلبی مصر

٢٠١ نووی شرح مسلم : محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النوویؒ ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

٢٠٢ النهج المقبول من شرائع الرسول : میر نور الحسن خان : نواب

٢٠٣ نیل الاوطار شرح منتقى الاخبار : محمد بن علی بن محمد الشوکانی ،
شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفےٰ البابی مصر

٢٠٤ وفاء الوفا باخبار دار المصطفےٰ : نور الدین علی بن احمد السمهودیؒ ،
مطبعۃ السعادۃ بجوار محافظۃ مصر

٢٠٥ هدایة : برهان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر فرغانیؒ ،
مکتبۃ شرکت علمیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

٢٠٦ هدایة المستفید اردو ترجمہ فتح المجید شرح کتاب التوحید : عطاء اللہ ثاقب ،
مکتبۃ الدعوۃ الاسلامیہ پاکستان

٢٠٧ هدیة المهدی : وحید الزمان حیدر آبادی ، جمعیت اہلسنت لاہور

٢٠٨ هدی الساری مقدمة فتح الباری : احمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ ،
شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفےٰ البابی الحلبی

Marfat.com

فوٹو میں نیچے سے پانچویں حدیث کے آخر میں

غور سے دیکھئے کہ وبعد ما یرفع راسہ من الرکوع کے بعد فلا یرفع ولا بین السجدتین ہے یا نہیں۔

۲۷

[illegible]

احادیث عبد اللہ بن عمر بن الخطاب حدثنا الحمیدی قال ثنا سفیان قال ثنا الزہری [illegible]

[illegible]

میاں نذیر حسین صاحب کے شاگردوں کے قلم سے لکھے ہوئے مسند حمیدی کے قلمی نسخے کے ایک صفحہ کا عکس

Marfat.com

يتم الصلاة ۞ حدثنا الصغاني وابن أبي الدنيا قالا ثنا عبيد الله بن عمر القواريري قال
ثنا حماد بن زيد قال ثنا عبد العزيز عن أنس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتجوز في الصلاة
ويتم ۞ حدثنا يوسف بن مسلم قال ثنا حجاج عن شعبة عن قتادة عن أنس قال كان النبي
صلى الله عليه وسلم من أخف الناس صلاة في تمام ۞ حدثنا ابن أبي رجاء قال ثنا وكيع قال ثنا
أبي عن هشام الدستوائي عن قتادة عن أنس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم من أخف
الناس صلاة في تمام ۞ حدثنا أحمد بن محمد بن أبي بكر المقدمي [illegible] قال ثنا عبد الله
[illegible] قال ثنا شعبة عن قتادة عن أنس بن مالك قال ما رأيت أحدا أوجز
صلاة من رسول الله صلى الله عليه وسلم في تمام ۞ حدثنا عمار بن رجاء قال ثنا الجعفي
قال ثنا زائدة عن المختار عن أنس قال ما صليت مع أحد أتم صلاة وأوجز من النبي صلى
الله عليه وسلم ۞ حدثنا عبد الله بن سعيد بن يحيى [illegible] قال ثنا أبي قال ثنا سليمان بن بلال
قال حدثني شريك بن عبد الله بن أبي نمر عن أنس بن مالك أنه قال ما صليت وراء إمام قط أخف صلاة
ولا أتم من رسول الله صلى الله عليه وسلم وإن كان ليسمع بكاء الصبي فيخفف مخافة أن تفتن
حدثنا يونس بن حبيب قال ثنا أبو داود قال ثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن أنس قال ما صليت خلف أحد أخف صلاة
من رسول الله صلى الله عليه وسلم في تمام وكانت صلاة أبي بكر متقاربة فلما كان عمر مد في الفجر

بيان رفع اليدين في افتتاح الصلاة

قبل التكبير بحذاء منكبيه وللركوع ولرفع رأسه من الركوع وأنه لا يرفع بين السجدتين ۞
حدثنا عبد الله بن أيوب المخرمي وسعدان بن نصر وشعيب بن عمرو في آخرين قالوا ثنا
سفيان بن عيينة عن الزهري عن سالم عن أبيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا افتتح
الصلاة رفع يديه حتى يحاذي بهما وقال بعضهم حذو منكبيه وإذا أراد أن يركع وبعد ما
يرفع رأسه من الركوع فلا يرفع بين السجدتين [illegible] وقال بعضهم ولا يرفع بين السجدتين والمعنى واحد
حدثنا الربيع بن سليمان قال ثنا الشافعي قال ثنا ابن عيينة بنحوه [illegible]
[illegible]
[illegible] ۞ حدثنا الصائغ بمكة قال ثنا الحميدي قال ثنا سفيان عن الزهري قال

غیر مقلدین کے جماعتی آرگن الاعتصام میں شائع ہونے والے صحیح ابی عوانہ کے
[illegible] نسخے کے ایک صفحہ کا عکس

Marfat.com

Marfat.com

مکتبہ قاسمیہ

اردو بازار لاہور